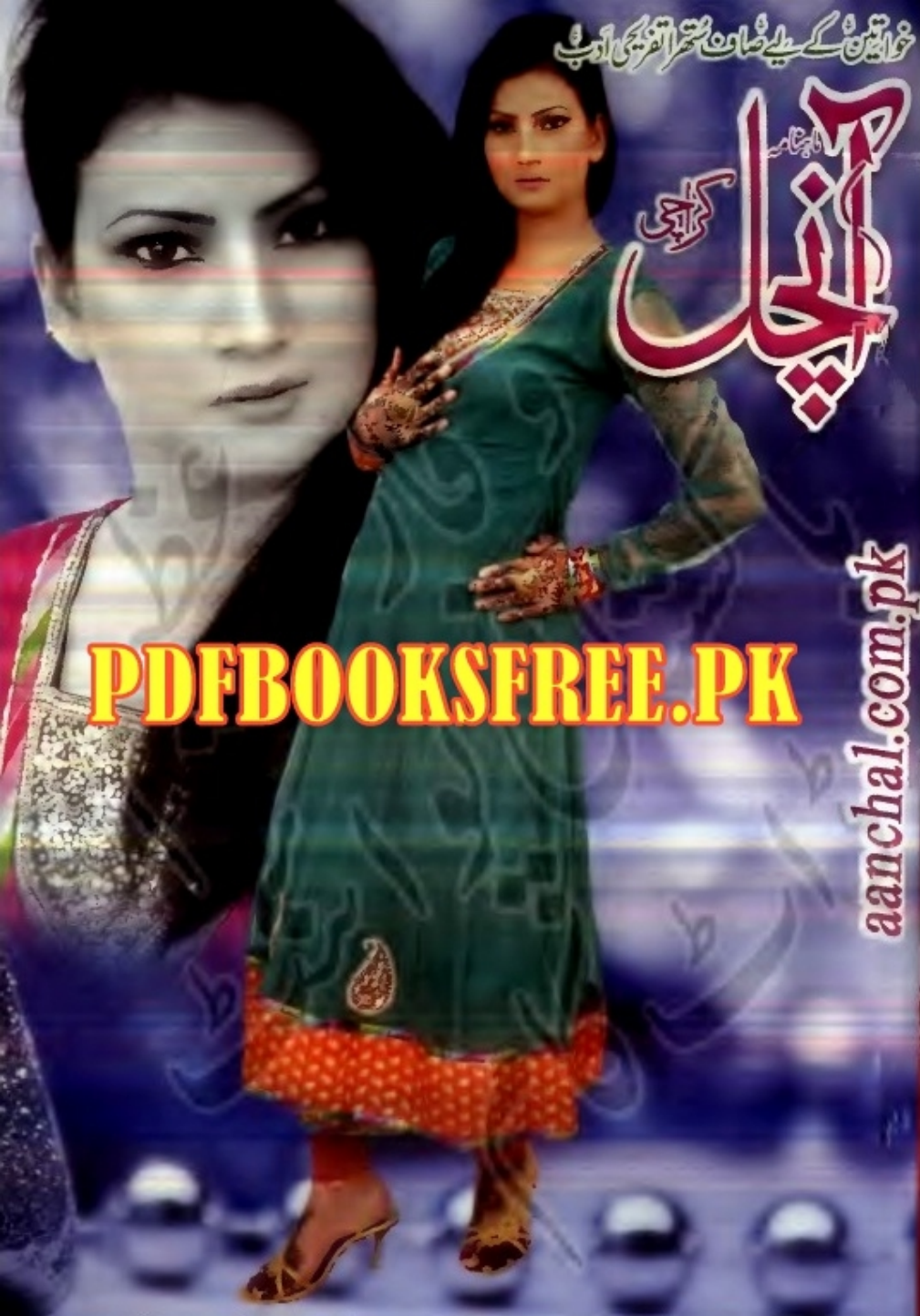
خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
PDFBOOKSFREE.PK
aanchal.com.pk

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اس نے اپنے نوکر سے کہہ رکھا تھا اگر تم کسی ایسے شخص کے پاس (قرض وصول کرنے کے لیے) پہنچو جو تنگ دست ہو تو اس سے درگزر کر دیا کرو شاید اللہ تعالیٰ (اس عمل کے صلہ میں) ہمارے گناہوں سے درگزر کرے چنانچہ وہ شخص مرنے کے بعد اللہ سے ملا تو اللہ نے اس کی مغفرت کر دی۔“ (بخاری و مسلم)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جون ۲۰۱۳ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

سب سے پہلے تمام بہنوں کو وطنِ عزیز میں پُرامن انتخابات مبارک ہوں۔ اللہ کرے کہ یہ تبدیلی واقعی مثبت ثابت ہو۔ نئے آنے والے حکمرانوں نے اپنی مہم کے دوران جو جو بلند دعوے اور وعدے اپنی انتخابی مہم کے دوران قوم سے کیے ہیں وہ تمام دلکش اور کارآمد نعرے سب پورے کر سکیں۔ سب سے پہلے ملک کے طول وارض میں پھیلی تاریکیوں کو دور کرنے کا وعدہ تو سب سے اہم ہے ملکی معیشت واقتصادیات اپنی جگہ اہم ہے لیکن بجلی سے ہی تجارت کا پہیہ چلتا ہے جس سے بے روزگاری میں نہ صرف کمی آئے گی بلکہ ملکی معیشت اور اقتصادی حالت بھی سنبھل سکے گی۔ ویسے بھی جون کا مہینہ اپنی تمام تر غضب ناکی اور شدت کے سبب ماحول کو ہی نہیں لوگوں کے مزاج کو بھی گرما رہا ہے۔ آئیں ہم سب بہنیں مل کر دعا کریں کہ حکمرانوں کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ وہ صحیح معنوں میں ملک وقوم کی خدمت کر سکیں اور اپنے وعدے ایفا کر سکیں۔ آمین

اس بار تمام بہنوں نے خصوصاً وطنِ عزیز میں اپنے اہم رول کا بھرپور انداز میں اظہار کیا ہے انتخابات میں اپنی رائے کی قوت کا برملا اور بھرپور اظہار کر کے اپنی اہمیت وقعت اور قوت کا قوم کو احساس دلا دیا ہے کہ ہم بھی کسی سے کم نہیں میں تمام بہنوں کی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بہت سوچ سمجھ کر اپنی رائے کی قوت کا استعمال کیا اور بدعنوان کرپٹ لوگوں کو منظرِ عام سے ہٹانے میں اپنا مثبت کردار ادا کیا اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں وکاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین

بہنیں نوٹ فرمالیں کہ حسبِ معمول جولائی کا شمارہ رمضان اور اگست کا عید نمبر ہوگا۔ بہنیں اپنی نگارشات جلد از جلد ارسال کر دیں تاکہ ان کی شرکت ممکن ہو سکے۔

اس ماہ کے ستارے

”جھیل کنارہ کنکر“ نازیہ کنول نازی ”آخری لمحہ“ ایم سلطانہ فخر کی شاہکار کاوش اور ”لوٹ آیا موسمِ وصال“ فصیحہ آصف کے مکمل ناول۔

”تقدیر“ اُم اقصیٰ اور ”مجھے ہے حکم اذاں“ ام مریم کے بہترین ناولٹ۔

”تیس سال“ اریشہ غزل ”تتلیوں کے دکھ“ نازیہ جمال ”چائے“ سباس گل ”چاند کے تمنائی“ شمیم ناز صدیقی ”حدِ نظر“ سمیرا حمید کے بہترین افسانے۔

”میرے ہم سفر ہو تم“ کے ساتھ حمیرا خان نئی کونپلیں میں پہلی بار شریکِ محفل ہیں۔

دعا گو قیصر آرا

حمد

خدا کے بحرِ رحمت کا کنارا کس نے دیکھا ہے
وہی خلاقِ ہستی ہے وہ دو عالم کا داتا ہے
گدائے بے نوا ہو وہ، یا سلطانِ زمانہ ہو
پڑے افتاد جس پہ وہ اسی کے در پہ آتا ہے
پیمبر آرزو کرتے رہے دیدارِ خالق کی
محمد کے سوا ربِّ جہاں کو کس نے دیکھا ہے؟
ہمارے نغمہ توحید سے اولیٰ ہے ذات اس کی
کوئی مانے نہ مانے وہ تو روزی سب کو دیتا ہے
فزوں تر عقلِ کم مایہ سے دیکھیں رفعتیں اس کی
وہی حسن دو عالم ہے وہ ہر اعلیٰ سے اعلیٰ ہے
مصیبت میں جو اس کا نام لیں تسکین ملتی ہے
کہ اس کا ذکر ہی وجہِ سکونِ بزم دنیا ہے
رضا بزمِ دو عالم پر ہیں اس کی رحمتیں کیا کیا
طلب سے بھی سوا بخشا ہے میں نے جب بھی مانگا ہے

(پروفیسر محمد اکرم رضا)

نعت

رہبر جہاں کے محسن انسان ہیں حضورؐ
نور ہدیٰ ہیں، حاملِ قرآن ہیں حضورؐ
محفل یہ ہست و بود کی ہے آپؐ کے لیے
تخلیقِ کائنات کا عنوان ہیں حضورؐ
ہر سانس میں ہے عشقِ محمدؐ ہی موجزن
سوز و گداز و کیف اور وجدان ہیں حضورؐ
حرکت میں بزمِ عالمِ امکاں ہے آپؐ سے
یہ کائنات جسم ہے تو جان ہیں حضورؐ
ڈھل جائیں گے گناہ بھی رحمت سے آپ کی
بخشش کا میری حشر میں سامان ہیں حضورؐ
کافور ہوگئے ہیں غم یادِ رسولؐ سے
ہر دردِ لا علاج کا درمان ہیں حضورؐ
تائبؔ شعورِ زیست میں بے شک مرے لیے
ایمان ہیں اور حاصلِ ایمان ہیں حضورؐ

(پروفیسر عبدالغنی تائب)

editor_aa@aanchal.com.pk

editor@aanchal.com.pk

درجوابِ آں

مدیرہ

نگہت ظفر...... نیویارک

نگہت ڈیئر! سدا مسکراؤ، دور پردیس سے چلا آپ کا خط آج ہی موصول ہوا اور بزم رونق بن گیا۔ 2010ء کے بعد اتنے عرصے کی غیر حاضری کے بعد دوبارہ شرکت خزاں میں بہار ثابت ہوئی جس طرح خط ہوا کے دوش پر ہم تک پہنچ گیا ہے اسی طرح باقی تحاریر بھی پہنچ جائیں گی۔ آپ کی والدہ اور بھائی کی وفات کا صدمہ بے شک بہت بڑا ہے مگر اللہ تعالیٰ صبر بھی عنایت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں عزیز ہستیوں کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔ اگر آپ چاہیں تو بذریعہ ای میل بھی آنچل میں شرکت کرسکتیں ہیں ہمارا ای میل اس ہی کالم میں مل جائے گا۔

سلمیٰ فہیم گل...... لاہور

سلمیٰ ڈیئر! شاد و آباد رہو، خدا خدا کر کے کفر ٹوٹا اور آپ کی یہ خودساختہ دل گرفتی بھی دور ہوگئی۔ دیر سویر تو ہو جاتی ہے لیکن نظر انداز نہیں کیا جاتا، آپ کی تحاریر گاہے بگاہے شائع ہوتی ہی رہتیں ہیں، اب رابطہ استوار رکھیے گا۔ جویریہ سالک کے لیے آپ کی دعاؤں کے انمول تحفے بہت ہی قابلِ قدر ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے حق میں آپ کی دعائیں قبول فرمائے اور آپ کو اس کا اجر عطا فرمائے آمین۔

مدیحہ کنول سرور...... ضلع بھاولنگر

مدیحہ ڈیئر! مہکتی رہو آپ کی تحاریر "دل کے ٹکڑے ہوئے ہزار" "ٹھہر گیا خزاں کا موسم" "بے یقین دامن نہ چھوڑو گے" پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے بس اسے نکھارنے کی ضرورت ہے، پختگی لکھتے رہنے سے آجائے گی بس موضوع سماجی و معاشرتی پہلو پر اصلاحی رنگ لیے ہو امید ہے آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔

صائمہ قریشی...... آکسفورڈ

پیاری صائمہ شاد رہو۔ آپ کی کہانی جلد کی شائع کردی جائے گی اور آپ ای میل کے ذریعے شرکت کرسکتیں ہر سلسلے کا ای میل آنچل میں شائع ہوتا رہتا ہے اور اگر کہانی ای میل کرنی ہوتی تو ہماری دو ای میل آئی ڈیز ہیں ان پر آپ کرسکتیں ہیں۔

ام ثمامہ...... جھڈو، سندھ

ثمامہ ڈیئر! خوش رہو آپ کا دعاؤں اور شکایتوں سے بھرپور خط ملا۔ آپ کی شاعری اور پیغامات تو گاہے بگاہے آنچل کے صفحات کی زینت بنتے ہی رہتے ہیں پھر یہ شکوہ کیسا؟ آپ کے دونوں افسانے موصول ہوگئے ہیں پڑھ کر جلد ہی آپ کو آگاہ کردیں گے لیکن آئندہ کہانی لکھتے وقت ایک لائن ضرور چھوڑ کر لکھیے گا۔ مئی 2013ء کے آنچل کے لیے معذرت خواہ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی تمام تکالیف کو دور کر کے آسانیاں فراہم کرے۔ آمین

ناہید افشاں...... لاہور

پیاری افشاں! شاد و آباد رہو، آنچل کے ساتھ اس قدر گہرے تعلق کا جان کر خوشی ہوئی۔ خط کے ساتھ ہی والد مرحوم کی یاد میں آپ کا آرٹیکل بھی موصول ہوا، جس انداز میں آپ نے یہ سب ان کی یاد میں لکھا ہے نہ صرف آپ کی محبت کو اجاگر کررہا تھا بلکہ ہماری آنکھیں بھی نم کرگیا۔ بے شک ماں باپ کا سایہ بہت بڑی رحمت خداوندی ہے، ہم معذرت خواہ ہیں کہ اس آرٹیکل کو آنچل کے صفحات پر رقم نہ کرپائیں گے لیکن آپ کے جذبات ہمارے لئے قابل قدر و ستائش ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے والد کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور والدہ سمیت آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ اگر آپ کوئی افسانہ لکھ کر بھیجنا چاہیں تو بھیج سکتی ہیں۔

سعدیہ کنول...... چکوال

سعدیہ ڈیئر! سلامت رہو، یہ کیا کرڈالا آپ نے، لگتا ہے آپ آنچل کے معیار سے واقف نہیں، اتنی محنت سے آپ نے کہانی لکھی مگر انداز تحریر بھی اچھا نہیں اور نہ موضوع، رہی سہی کسر مکالموں نے پوری کردی۔ آپ نے نہ ایک لائن چھوڑ کے لکھا نہ ایک صفحہ بس پیراگراف کی صورت میں کہانی لکھ ڈالی، آئندہ خیال رکھیے گا آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اس لیے آپ کو تفصیلاً جواب دیا۔

مدیحہ شفقت...... راولپنڈی

اچھی مدیحہ! مسکراتی رہو، آپ کا شکوہ و شکایات سے بھرپور خط موصول ہوا۔ گڑیا! افسانہ موصول ہونے پر تو ہمت

ہی بندھائی جاتی ہے لیکن تحریر کو پڑھنے کے بعد ہی پتا چلتا ہے کہ آنچل کے معیار کے مطابق بھی ہے یا نہیں۔ بغیر پڑھے تو رد کیا نہیں جاسکتا۔ ابھی آپ کو مزید مطالعے کی ضرورت ہے بار بار لکھنے سے ہی تحریر میں پختگی آتی ہے، اچھی اور معیاری تحریر اپنی جگہ خود بناتی ہے رد ہونے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ آپ سماجی و معاشرتی پہلو پر مختصر افسانے لکھ کر خود دیکھیں اور اپنی باقی تحریروں سے موازنہ بھی کریں ان شاء اللہ تحریر میں پختگی و بہتری آجائے گی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ، مایوس مت ہوا کریں۔

ربیعہ اساور بٹ...... فیصل آباد

ربیعہ ڈیئر! سلامت رہو "وفا کیسی کہاں کا عشق" پڑھی مگر سمجھ نہیں آئی۔ آزر آفندی کا کردار آپ نے بہت الجھا ہوا دکھایا، آخر اس کی Lover اور وہ بھی پریشے کیسے؟ کوئی وضاحت نہیں دکھائی آپ نے اور پھر پلاٹ بھی بہت کمزور تھا آپ کسی اور موضوع پر ہلکا پھلکا افسانہ لکھیں اور ہاں مکالمے الگ الگ لائن میں لکھیں پڑھنے میں دقت ہوتی ہے۔

صبا نواز بھٹی...... سانگھڑ، سندھ

پیاری صبا! بادِ صبا کی طرح ہمیں اپنا احساس دلا گئی ہو۔ جس خلوص و محبت اور دعاؤں سے خط کو سجایا اور مزید کسر خوب صورت اور نادر تشبیہات نے پوری کردی، بہت خوب صورت انداز تھا آپ کا۔ افسانہ ابھی نہیں پڑھا گیا اور نظم کے متعلق متعلقہ شعبہ والے ہی فیصلہ کریں گے ردّ و قبول کا۔ دوست کا ایڈریس نہیں مل سکتا آفس سے معذرت۔

شبانہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن

شبانہ ڈیئر! سلامت رہو آپ کا خط موصول ہوا آپ کے لیے ہم صرف دعا ہی کرسکتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی مشکلات دور فرمائے اور آپ کی زندگی کو سہل کرے، آمین۔ آپ نے بالکل صحیح کہا کہ اگر کسی قوم کو تباہ کرنا ہو تو پہلے اس کی نئی نسل پر قابو پاؤ آپ نے اتنی پریشانیوں کے باوجود آنچل سے رابطہ رکھا شکریہ، آپ کی نگارشات اگر معیاری ہوئیں تو ضرور شائع ہوجائیں گی۔

عاصمہ اقبال...... عارف والا

عاصمہ! سلامت رہو آپ کا شکوہ نامہ موصول ہوا۔ ہم نے آپ کی کہانیاں رد کیں تو محض اس لیے کہ آپ اور زیادہ اچھا لکھیں، بہرحال آپ کا ناول موصول ہوا، آپ ہینڈ رائیٹنگ پر خاص توجہ دیجیے، پڑھنے میں بہت دشواری ہوتی ہے اور ناولٹ یا ناول فی الحال بالکل نہ لکھیں ابھی صرف افسانہ لکھیں وہ بھی ہلکا پھلکا ہاں موضوع ذرا مختلف چنیں اور پلاٹ بناتے وقت تمام باتوں کو مدنظر رکھیں بے تکی و بچکانہ حرکتیں نہ کروائیں کرداروں سے جس سے کہانی کی خوب صورتی ختم ہوجاتی ہے۔ آپ پہلے مطالعہ کریں گہرائی سے دیگر مصنفین کی کاوشوں کا اس سے آپ کو مکالمے وغیرہ لکھنے میں مدد ملے گی اور مکالمے ایک لائن چھوڑ کے لکھا کریں اور جہاں مکالمہ ختم ہو کومہ لگائیے نہ کہ پیراگراف کی صورت میں لکھتی جائیں۔ رہی بات نظم کی تو وہ ہلکی پھلکی اصلاح کے بعد شائع کردیں گے۔

شازیہ فاروق...... خان بیلہ

پیاری شازیہ! خوش رہو آپ کا خط موصول ہوا۔ آنچل پسند کرنے کا بہت شکریہ۔ آپ نے اپنے بارے میں جو کچھ لکھا اسے پڑھ کر دلی رنج پہنچا۔ لوگوں کی باتوں پر بالکل کان مت دھریں، دوسروں کے عیب اور نقص نکالنے والے یہ بھولے بیٹھے ہیں کہ ان کا خالق ربّ کائنات ہے انسان خود نہیں اور پھر سب سے اچھا انسان تو وہ ہے جس کا اخلاق سب سے عمدہ اور اچھا ہو۔ لوگوں کی باتوں میں آ کر کیوں خود سے دشمنی کرتی ہیں، اب ہماری باتوں پر عمل بھی کیجیے گا اور مایوسی کو ترک کر کے آئندہ ہنستے مسکراتے ہماری بزم میں شرکت کیجیے گا، ہم صدقِ دل سے آپ کی خوشیوں کے لیے دعاگو رہیں گے۔

قرۃ العین پارس...... کراچی

پارس گڑیا! دعا۔ کافی عرصے بعد تشریف لائیں، صبح کے پونے چھ بجے نیند سے بوجھل آنکھیں لیے آپ نے ہمیں خط لکھا تو جناب جواب بھی حاضر ہے۔ نئے لکھنے والوں کی ہم ہمت افزائی و رہنمائی ضرور کرتے ہیں شرط یہی ہے کہ تحریر معیاری ہو آپ کے لیے اچھے رزلٹ کے لیے ربّ تعالیٰ سے دعاگو ہیں۔ خوش رہیے۔

مریم عبد الرحمن...... سیالکوٹ

مریم ڈیئر! وعلیکم السلام! محبتوں بھرا خط ملا جس کے لفظ لفظ سے آپ کی چاہت و دیوانگی عیاں تھی۔ سالگرہ نمبرز پسند کرنے کا شکریہ۔ شادی کے بعد بھی اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں، جان کر بے حد خوشی ہوئی۔ اب اپنے سرتاج کی محبت بھری نصیحتوں پر عمل کرتے ہوئے اچھے بچوں کی طرح دل لگا کر پڑھیں اور اپنے شاندار رزلٹ کی خوشخبری سے آگاہ

کیجیے گا' تمام مصنفین تک آپ کی پسند پہنچا رہے ہیں' اللہ تعالیٰ آپ کو کامرانی اور شادمانی عطا فرمائے آمین۔

صنم ناز...... گجرانوالہ

اچھی صنم! جیتی رہو۔ بہت مصروف لمحوں میں ہمارے لیے فرصت کے چند لمحات نکال کر نصف ملاقات ہو ہی گئی' آپ کے ماموں زاد کو اس خوشی پر ہم بھی مبارک باد پیش کرتے ہیں اور آپ کی امی کی صحت کے لیے قارئین سے بھی دعا کے ملتمس ہیں اللہ آپ کی والدہ کو جلد از جلد صحت یاب کردے آمین۔

ماہا جاوید...... ضلع راولپنڈی

ڈیئر ماہا! سلامت رہو' خوش ہو جاؤ آپ کی کہانی بھی پڑھ ڈالی مگر یہ کیا اس قدر طوالت اور انداز تحریر بھی خاصا کمزور ابھی آپ ہلکا پھلکا سا ہی کوئی دلچسپ افسانہ لکھیں اس کے علاوہ کچھ نہیں اور اپنی کہانی کو لکھنے کے بعد بغور پڑھیں کئی بار اس سے آپ کو اپنی غلطیوں کا اندازہ ہو جائے گا۔

ثوبیہ کوثر...... ملتان

پیاری ثوبی! وعلیکم السلام۔ ہمیں یہ آپ کا خط موصول ہوا اور ہم فوراً جواب بھی دے رہے ہیں۔ خط لکھ لکھ کر آپ کی انگلیاں فگار ہو گئیں اور ہمیں خبر بھی نہ ہوئی محکمہ ڈاک کی عنایت ہے۔ آپ کا تعارف باری آنے پر اور نظمیں غزلیں متعلقہ شعبے والے لگادیں گے اگر معیاری ہوئی' نمبر دینے کی پالیسی ادارہ متروک کرچکا ہے۔

نورین شاھد...... رحیم یار خان

پیاری نورین! سلامت رہو۔ آنچل میں کی جانے والی تبدیلیوں کو سراہنے کا بے حد شکریہ۔ ملک کے حالات پر کیا لکھیں قلم میں اتنی طاقت کہاں جو کچھ چشمِ نم دیکھتی ہے لب پر آ نہیں سکتا بس کراچی کے ابتر حالات پر دعا کرتی رہیے۔ یہ نصف ملاقات تو ہوگئی اب توجہ سے امتحان کی تیاری میں مشغول ہو جائیں' اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو کامیاب کرے آمین

نگینہ بحر...... چیچہ وطنی

ڈیئر نگینہ! آباد رہو۔ بہت ہی خوب صورت دعاؤں سے سجا خط ملا' آپ ہمارے جواب کے ساتھ ہی آنچل کی فیملی ممبر بن گئیں اور شکریہ کا موقع بھی ہم نے آپ کی نذر کیا اگرچہ اس کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنی کہانی اور تعارف بھیج سکتی ہیں جو باری آنے پر ہی شائع کیا جائے گا۔

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

فریحہ ڈیئر! خوش رہو۔ محبت بھرا تعریف نامہ موصول ہوا آپ کی اتنی محبتیں دیکھ کے آنکھیں نم ہوگئیں' ہماری دعا ہے کہ اللہ عزوجل آپ کو امتحانات میں کامیابی سے ہمکنار کرے' آمین۔ آنچل کے لیے جو آپ نے شعر لکھا بہت پسند آیا لیجیے بہنوں کو بھی پڑھوا دیتے ہیں۔

اے کاش کہ مجھے مل جائے کہکشاں کا عروج
کہ آسمان بھی تیری وسعتوں پہ ناز کرے

حبا قریشی...... نامعلوم

حبا بیٹی! آپ کا مختصر خط ملا' اچھا لگا۔ آپ جس نام سے بھی لکھیں بس رابطہ ضرور رکھیں اور آپ کی بہن بھی خط لکھ سکتی ہیں۔ جویریہ بیٹی کو آپ کی طرف سے شادی کی مبارکباد پہنچا رہے ہیں' آنچل کی پسندیدگی اور دعاؤں کے لیے شکریہ۔ اللہ رب العزت آپ کو ہر میدان میں کامرانی عطا فرمائے آمین۔

مہوش فدا ناز مغل...... آزاد کشمیر

مہوش! خوش رہو۔ خوش اسلوبی سے لکھا گیا خط ہمارے دل کو بھا گیا' آپ ہمیں آپی یا جو جی چاہے کہہ کر بلا سکتی ہیں۔ آپ اپنی کہانی کا نام ناقابلِ اشاعت میں تلاش کر لیجیے' فی الحال آپ کو بہت محنت کی ضرورت ہے' سلسلہ وار ناول کا تو بالکل نہ سوچیں پہلے افسانہ نگاری پر عبور حاصل کریں۔

شمیم ناز صدیقی...... کراچی

پیاری شمیم! دعا۔ آنچل کے سالگرہ نمبرز پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ ہمیں آپ کی مصروفیت کا بخوبی اندازہ ہے "ایک خواب ایک آرزو" پر بہترین تحریر کی صورت میں آپ کو ریسم ایوارڈ ملا' ہماری طرف سے بھی مبارک باد قبول کیجیے۔ عثمان بھائی کو بھی رائٹر ایوارڈ ملنے پر تہہ دل سے مبارک باد۔ آپ دونوں ترقی و کامیابی کے مراحل یونہی ہم قدم طے کرتے رہیں' آمین۔ ڈیئر آپ کے اس سفر کے احوال کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں اس کی گنجائش نکال نہیں پائیں گے' امید ہے آپ عذر قبول فرمائیں گی' خوش رہیں۔

مشترکہ جوابات:

شکیلہ انجم طارق...... لاہور۔ آپ کی پہلی تحریر کے مقابل یہ تحریر کچھ خاص اثر انداز نہ ہو پائی۔ کہانی کا موضوع بھی ٹھیک نہیں ہے۔ بہت سی باتیں بھی وضاحت طلب ہیں لہٰذا کسی موضوع پر قلم اٹھانے سے قبل تمام نکات سوچ لیں اور لکھ کر محفوظ کرلیں' امید ہے آپ سمجھ پائیں گی۔

اقصیٰ جاوید...... لاہور آپ کا افسانہ "نقاب" فی الحال آنچل کے معیار کے مطابق نہیں' انداز بیاں بہت کمزور ہے۔ تحریر میں پختگی لکھتے رہنے اور مشق جاری رکھنے سے آتی ہے' امید کا دامن تھامے رکھیے۔ **فاریہ بتول...... لالہ موسیٰ۔** آپ کی کہانی پڑھی مگر کچھ خاص متاثر نہیں کر پائی آپ اچھا لکھ سکتی ہیں اگر ہماری تجویز پر عمل کریں' مطالعہ وسیع کریں اور موضوع کے انتخابات میں بہت احتیاط سے کام لیں۔ **مصباح غفور...... سیالکوٹ۔** "تم دعاؤں کا حاصل ہو" کے لیے ہم معذرت کررہے ہیں اس موضوع پر پہلے بھی کئی کہانیاں شائع ہوچکی ہیں خاص متاثر نہیں کر پائی کہانی' آپ کسی اور موضوع پر لکھیں مگر دلچسپ۔ **صائمہ...... 157 این پی۔** آپ طویل عرصے سے آنچل کی خاموش قاری ہیں' چلیں آج آپ کی خاموشی کو بھی زباں مل گئی۔ گڑیا! ایک لفافے میں آپ اپنی تمام نگارشات بھیج سکتی ہیں' اب تو پریشانی دور ہوگئی ہوگی' کیا خیال ہے۔ **ساریہ چوھدری...... گجرات۔** آپ کا شکوہ نامہ موصول ہوا جواب شکوہ حاضر ہے آپ کی تجاویز نوٹ کرلی گئی ہیں اب تو خوش ہوگئیں نا؟ **ثنا منیر کھوکھر......** آپ کا پہلا خط موصول ہوا اور سالگرہ کے نام سے افسانہ بھی مل گیا' بہت جلد پڑھ کر اپنی رائے سے آپ کو مطلع کردیں گے' آئندہ جگہ کا نام بھی لکھیے گا۔ **کیفہ سکندر حیات...... لنگڑیال' گجرات۔** آپ کی بہن کا تعارف بھی وقت آنے پر شامل ہوجائے گا مزید یہ کہ دلچسپ پیرائے میں رقمطراز ہو۔ **ثنا انور بٹ...... حافظ آباد۔** آپ کا پہلا خط موصول ہوا اور ساتھ ہی کہانی بھی مل گئی ہے۔ فی الحال کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہوگا لہٰذا تھوڑا انتظار فرمائیے۔ **آمنہ نذیر...... مان۔** پہلا خط ملا آنچل میں شرکت کا شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کی پیاری سہیلی کو شفا عطا فرمائے آمین۔ **سدرہ شاہین...... خانیوال۔** گڑیا! آپ کا محبت بھرا خط سالگرہ نمبرز کے حوالے سے لکھے گئے آرٹیکل کے ساتھ موصول ہوا' بہت اچھا لگا اتنی محبتوں و پسندیدگی کا شکریہ مگر جگہ کی کمی کے باعث آرٹیکل شائع نہیں کر پائیں گے' مائنڈ نہ کیجیے گا۔

ناقابل اشاعت کہانیاں:۔

آخری خط' تیرے سنگ جیون پیا' نقاب' قسمت ہوئی مہرباں' اے دل بے خبر' اپنوں کی چاہتیں' اک نیا موسم' تم ہنستی اچھی لگتی ہو' ملن پیا کا' یہ چاہتوں کے موسم' ازالہ' رحمت کا در' خوش قسمت' تم دعاؤں کا حاصل ہو' بددعا' بلاعنوان' نانی کی لاڈلی' بلی رحمت' کیا یہی پیار ہے' دل کے ٹکڑے ہوئے ہزار' ہے یقین دامن نہ چھوڑو گے' ٹھہر گیا خزاں کا موسم' زرد پتوں کے سنگ سبز رتیں' مجھے جانا ہی ہوگا' محبت البرنیساں' تم سا کوئی نہیں' یہ عجب محبتیں' محبت کرنے والوں کے نام' محبت اپنا نصیب' محبت جیت گئی' تماشا' مقفل' طلب' میر انتظار تو کیا ہوتا' محبت کے سائباں میں غموں کی بہار' محبت کی برسات' بھاگ بھری یا بھاگ جلی' انتظار' تو میرا عشق صنم' بلخ نہ بخارے' اے عالم وقت' سلگتی شام سے پہلے' دردِ دل کے واسطے' اعتبار کی ٹوٹی حدیں' جیون ساتھی' بنت آدم' ایک رشتہ' دو قطرے پانی کے' وہ ہمسفر ہے میرا' ہوا کا رخ' محبت میں مشک' احساس نہیں تجھ کو' روشن منزل' تیری محبت سے بڑھ کر' سعدیہ کنول سعدی' خدا کی مرضی' خوشیوں بھرا ہے دامن' آئیڈیل' خواہشوں کے جگنو' مصلحت' کانچ کی چوڑیاں' خوشیوں کی جیت' آج کل کی لڑکیاں۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ

مولف: مشتاق احمد قریشی

حکم وضعی وہ حکم ہے جو بذات خود کوئی حکم نہ ہو' بلکہ کسی سبب یا شرط یا کسی امر مانع کی وجہ سے بنایا گیا ہو جو انسانی عمل کا نتیجہ ہو یا کسی عمل کا درست یا غلط نتیجہ بہ حالت مجبوری حرام چیز کے استعمال کرنے کی اجازت ہونا۔ مثلاً قتل قصاص کا سبب ہے' اس مثال میں قصاص حکم وضعی ہے جو قتل کی وجہ سے ہے' کیونکہ قتل کرنے پر قصاص واجب ہوگا۔ اسی طرح فروخت شدہ چیز پر خریدار کا قبضہ سودے کی تکمیل کی شرط ہے' اس لیے یہاں تکمیل بیع ایک حکم وضعی ہوا جو مشروط ہے قبضے سے' کیونکہ بیع بغیر قبضے کے مکمل نہیں ہوتی۔

فقہ اسلامی کے چار ماخذ بیان کیے جاتے ہیں' ان کی تفصیل اس طرح کی گئی ہے۔

(۱)۔ کتاب اللہ' قرآن حکیم۔

(۲)۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳)۔ اجماع۔

(۴)۔ قیاس۔

بعض فقہا قیاس کو ماخذ فقہ اسلامی تسلیم نہیں کرتے۔ ایسے ہی مسالک اربعہ میں قیاس کی صورتیں' شرائط' اور اصول الگ الگ ہیں۔ بعض اہل علم فقہ کے لیے دس اصول بیان کرتے ہیں۔

(۱)۔ قرآن مجید۔

(۲)۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳) خلفائے راشدین کا تعامل۔

(۴) اجماع۔

(۵)۔ قیاس۔

(۶)۔ مسلمان حکمرانوں کی طرف سے جاری کردہ ایسے احکام جو قرآن وسنت کے خلاف نہ ہوں۔

(۷)۔ ثالثوں کے وہ فیصلے جن سے قرآن وسنت اور اجماع کی نفی نہ ہوتی ہو۔

(۸)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم' خلفائے راشدین رضوان اللہ اجمعین' صحابہ کرام رضی اللہ عنہ مسلمان خلفا کی طرف سے اپنے عمال وسفرا کے لیے جاری کردہ ہدایات (بعد کے دور کے مسلمان خلفا کی طرف سے جاری کردہ ہدایات جس میں فقہا کا مشورہ بھی شامل ہو۔)

(۹)۔ بین الاقوامی تعلقات سے متعلق قانون سازی جو قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو۔

(۱۰)۔ ایسے عرف' عادات' رسوم ورواج جو قرآن وسنت کے احکام کے خلاف نہ ہو۔

شوافع (شافعی) قرآن وسنت' اجماع' قیاس اور استصحاب' فقہ کے لیے ان پانچ ماخذوں کو مانتے ہیں۔ جبکہ احناف مذکورہ پانچ میں دو ماخذوں استحسان (یعنی بہتر معلومات) اور عرف (یعنی پہچان) کا اضافہ کرتے ہیں۔

حنابلہ مذکورہ پانچ میں دو ماخذ مصالح اور سدذرائع کا اضافہ کرتے ہیں۔

مالکیہ۔ مذکورہ بالا تمام ماخذوں کو تسلیم کرتے ہیں۔

فقہ اسلامی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر موجودہ وقت تک کے ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا دور۔ عہد نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

دوسرا دور۔ عہد خلفائے راشدین واکابر صحابہ رضوان اللہ اجمعین کا۔

تیسرا دور۔ عہد صغائر صحابہ رضی اللہ عنہ اور تابعین کا۔

چوتھا دور۔ عہد خلافت بنو عباس کا۔

پانچواں دور۔ تقلید خالص اور انحطاط کا دور۔

چھٹا دور۔ تقلید محض کا دور۔

ساتواں دور۔ موجودہ دور۔

فقہ اسلامی کا پہلا دور عہد نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

فقہ اسلامی کا پہلا دور بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتا ہے۔ (جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہوئی) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری مطابق ۸ جون ۶۳۲ سن عیسوی بروز دوشنبہ پر ہوا۔ اُس وقت مکمل ہوا۔

ایام جاہلیت میں یعنی قبل از اسلام لوگ ایسی سادہ زندگی بسر کرتے تھے جو فطرت سے قریب تر تھی۔ ان کا نظام زندگی رسوم ورواج پر مبنی تھا' ان کا معاشرہ متفرق قبائل کا مجموعہ ہوتا تھا اس میں کسی مرکزی حکومت کا تصور نہیں تھا' ان کی اجتماعی زندگی قبائلی عصبیت پر تھی۔ ہر فرد اپنے قبیلے سے وابستہ ہوتا تھا چاہے قرابت دار سے یا باہمی عہد وپیمان کے ذریعے' اس لیے وہ اپنے قبیلے کی جانب داری کیا کرتا تھا۔ بیرونی دشمنوں کے مقابلے میں اپنے قبیلے کی حمایت ہر حال میں کرتا تھا۔ اس دور میں قبائل میں جنگ وجدل عام تھی' مرد وعورتوں کو قید کر کے لونڈی وغلام بنانے کا رواج بھی عام تھا خاندان کا نظام منتشر اور پراگندہ ہوتا تھا۔ عورتوں کو ذلیل سمجھا جاتا تھا۔ فقر وفاقہ کے خوف سے لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ بیویوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں تھی۔ طلاق عام تھی۔ بلا کسی وجہ کے بھی طلاق دے دی جاتی تھی۔ عورت اور بچے حق وراثت سے محروم رہتے تھے۔ (تفسیر فخر الدین رازی اور تفسیر زمخشریؒ)

اس دور مبارک میں قرآن مجید فقہ اسلامی کا ماخذ اور اصل سرچشمہ تھا' اس کے ساتھ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک (سنت) بھی تشریع کی بنیاد بنتا گیا' کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے یا کرتے تھے' اس کی بنیاد وحی الٰہی پر ہوتی تھی۔ بعض امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربی عرف کے مطابق فیصلے کیے جن کی تائید وتصدیق وحی الٰہی کے ذریعے ہوگئی۔

دوسرا دور۔ عہد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم یعنی بڑے اور اہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

فقہ اسلامی کا دوسرا دور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم (یعنی بڑے اور اہم صحابہ کرام) کا ہے جو ۱۱ ہجری سے لے کر ۴۰ ہجری تک ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلفائے راشدین اور دوسرے بڑے بڑے اہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو فتویٰ دینے کی اہلیت رکھتے تھے' کسی مسئلے پر قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ کرلیا کرتے تھے اور ان کے بارے میں باہم مشورے بھی کیا کرتے تھے اور جب قرآن وسنت سے کسی چیز کے

لیے واضح حکم نہ ملتا تو اجماع وقیاس سے کام لیتے تھے۔اسی دور میں قانون سازی کے لیے قرآن وسنت کے ساتھ اجماع وقیاس بطور دلائل شرعیہ کے پیدا ہوئے۔فتویٰ دینے اور مقدمات کے فیصلے میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اوران میں خصوصی طور پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہم حصہ لیا۔کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مملکت اسلامیہ میں فتوحات کے ذریعے کافی توسیع ہوئی تھی۔انہوں نے شریعت اسلامی کی حقیقی روح کو سمجھا اور زمانے کی ضروریات کے مطابق سلطنت اور اس سے متعلقہ اداروں کی تنظیم کی۔(حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہادات کی تفصیل کے لیے الگ کتب موجود ہیں۔)

عہد خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یہ بڑی خصوصیت ہے کہ اس میں پیش آمدہ مسائل کے بارے میں فیصلے دیئے جاتے تھے تمام اہم اور بڑے بڑے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خصوصی طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے متعلق بڑی ہی احتیاط کیا کرتے تھے۔صحیح معنوں میں قرآن وسنت کے احکام ومنشا تک پہنچنے کے لیے آپس میں اختلاف بھی کرتے تھے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کئی مواقع پر دوسرے بڑے بڑے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اختلاف کیا۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مملکت اسلامی کی بنیاد رکھنے اور شریعت اسلامی کی حقیقی روح کو سمجھنے اور قوت واستقلال' عدل وانصاف کے ساتھ نافذ کرنے میں حضرت عمر رضی اللہ کا بڑا اہم کردار ہے۔اسی دور مبارک میں قرآن کریم ایک مصحف میں جمع کیا گیا اور ایک قرآت کے مطابق جمع کیا گیا۔اسلامی تشریح کا یہ دور دوسری صدی ہجری تک چلا۔خلافت راشدہ کے آخری دور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت' حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ کے مابین جنگ صفین اور جنگ جمل جیسے اہم نزاعی اور اختلافی امور سے امت مسلمہ تین گروہوں میں تقسیم ہوگئی۔

(۱)۔شیعہ۔جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کو خلافت کا حق دار سمجھتے تھے۔

(۲)عام مسلمان جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلافت کا حق دار سمجھتے تھے۔اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہوگئے تھے۔

(۳)۔خوارج جو انتہا پسند گروہ تھا وہ حضرت عثمان' حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ کے خلاف تھے اور خلافت کو جمہور کا حق سمجھتے تھے۔

اس دور کے فقہاء' صحابہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خلفائے راشدین اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ' زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔فقہائے کبار کے مختلف مسالک بعد میں جغرافیائی ناموں سے مشہور ہوئے کیونکہ فقہا صحابہ مختلف مقامات پر مقیم ہوگئے تھے۔چنانچہ اصحاب مدینہ' اصحاب عراق اور اصحاب شام کا فرق اسی دور سے شروع ہوا۔

تیسرا دور۔عہد صغار صحابہ اور تابعین

صغار صحابہ کرام اور تابعین کا دور حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت ۴۱ ہجری سے شروع ہوتا ہے اور بنوامیہ کے زوال تک رہتا ہے۔اس دور میں داخلی سیاسی کشمکش زوروں پر تھی۔شیعہ اور خوارج کے گروہ مضبوط ہوگئے اور دوسری طرف مملکت اسلامیہ کا دائرہ چین کی سرحدوں سے لے کر اندلس تک پھیل گیا۔ان تمام حالات

ومعاملات کا فقہ پر بڑا گہرا اثر پڑا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فتوحات کے ساتھ ساتھ دوسرے ممالک میں پھیلتے چلے گئے اور غیر اقوام کی شمولیت سے احادیث کی روایت میں جو کثرت پیدا ہوئی اس کی وجہ سے کافی مشکلات پیدا ہوگئیں۔اس زمانے میں فقہی نقطہ نگاہ سے مسلمان تین گروہوں میں بٹ گئے۔اہل حدیث جو اہل حجاز تھے۔اہل الرائے جو اہل عراق تھے اور ظاہریہ جو ظاہر حدیث کو لیتے تھے اس گروہ کے امام داؤد ظاہری تھے۔اسی زمانے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے احادیث کی حفاظت کا کام شروع کرایا۔اس کام میں ابن شہاب زہریؒ نے بڑا ہی اہم کردار ادا کیا۔

اکابر صحابہ کے علاوہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ' انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور تابعین میں شریح بن حارثؒ' ابراہیم بن یزید نخعیؒ' طاوس بن کیسان حنذیؒ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ اس دور میں فتاویٰ دیا کرتے تھے۔

چوتھا دور۔عہد خلافتِ بنوعباس

فقہ کا چوتھا دور دوسری صدی ہجری بمطابق آٹھویں صدی عیسوی کے اوائل سے لے کر چوتھی صدی ہجری کے وسط تک کا دور ہے۔فقہ وحدیث کی تدوین کا دور ہے۔اس دور سے ہی حدیث وفقہ کے مشہور آئمہ کرام کی قیادت کو جمہور نے تسلیم کیا۔اس عہد خلافت کا آغاز ان لوگوں کی کامیابی کا دور تھا جو ایک طویل عرصے سے خلافت کو بنوامیہ سے آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں منتقل کرنا چاہتے تھے۔اسی دور میں اہل بیت کے ماننے والوں کے درمیان بھی اختلاف واضح ہوکر سامنے آئے اور امامت اور خلافت کے سلسلے میں آئمہ اہل بیت میں کافی تفریق پیدا ہوگئی اور ان کے دو مذہب مشہور ہوگئے۔شیعہ زیدیہ اور شیعہ امامیہ۔شیعہ فقہی مسائل میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی فقہ جعفریہ سے استفادہ کرتے تھے۔اس دور میں کئی فقہی مذاہب پیدا ہوگئے تھے۔ان میں سے چار تو اپنے مذاہب کے بانیوں کے ناموں سے مشہور ہوئے۔حنفی مسالک کے بانی امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ' مالکی مسلک کے بانی امام مالک بن انسؒ شافعی مسلک کے بانی امام شافعیؒ اور حنبلی مسلک کے بانی امام احمد بن حنبلؒ۔ان کے علاوہ بھی بہت سے مسالک وجود میں آئے جو وقت کے ساتھ ساتھ از خود ختم ہوتے رہے۔

اسی دور میں احادیث نبویؐ جمع ہوئیں اور ان کے مجموعے مرتب ہوئے جن میں بخاری' مسلم' ترمذی' ابن ماجہ' ابوداؤد' بیہقی' نسائی کے مجموعے احادیث مشہور ہیں۔اس زمانے میں قرآن کریم کی تفاسیر لکھی گئیں اور فقہ کے اصول اور فروع پر بہت کام ہوا اور بہت سی کتب لکھی گئیں۔اور اس طرح کئی نئے علوم وجود میں آئے۔اہل سنت میں فقہا کے دو بڑے گروہ بن گئے ایک اہل الرائے جماعت جو عراق میں امام ابوحنیفہؒ کی قیادت میں قائم ہوا اور دوسری جماعت اہل حدیث جو حجاز میں امام مالک بن انسؒ کی سرکردگی میں قائم ہوئی۔

(جاری ہے)

صُوفیہ مَلک

ملیحہ احمد

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! تمام آنچل اسٹاف اور تمام آنچل فرینڈز کو میرا محبت بھرا عاجزانہ سلام۔ کیسے ہیں آپ سب؟ امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے۔ ارے عاشی! تم تو اپنا منہ بند کرو یار! (منہ میں مکھی چلی جائے گی) ہاہاہا۔ یار اتنی حیرت کیوں ہو رہی ہے؟ ارے جناب میں تمہاری صوفی ہی ہوں تم کوئی فرمائش کرو اور ہم پوری نہ کریں ناممکن سویٹی۔ ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا یقیناً اب تم جان گئی ہوگی کہ میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں ویسے تو میں اپنے ہر رشتے سے بے حد محبت کرتی ہوں چلو اب جلدی سے بتاؤ کیسا لگا میرا سرپرائز؟ ڈیئر فرینڈز زیبا دولت کو حافظہ صوفیہ ملک کہتے ہیں۔ میں پاکستان کے شہر ہارون آباد میں ایک ٹھٹھرتی رات میں 26 دسمبر کو پیدا ہوئی۔ مما جانی کہتی ہیں کہ جب تم پیدا ہوئیں تو بہت نفیس اور خوب صورت بچی تھیں (آہم)۔ مجھے ایک خوب صورت ایکٹر صوفیہ پسند تھی تو اسی کے نام پر میں نے تمہارا نام رکھ دیا شکریہ ماما۔ مجھے اپنا نام بہت پسند ہے کیونکہ میں نے اپنے ہم نام لوگ دنیا میں بہت کم دیکھے ہیں (ارے بھئی ہم منفرد ہیں نا) لیکن اب جو بھی مجھے دیکھتا ہے تو کہتا ہے ارے تم تو خرد جیسی ہو (ہم سفر کی ہیروئن) شاید لوگ ٹھیک کہتے ہیں کچھ کچھ تو ملتی ہوں۔ چلو اب بات ہو جائے تعلیم کی تو میں نے کچھ ماہ قبل میٹرک کے ایگزیمز دیئے۔ 2 سال قبل قرآن پاک حفظ کیا اور چند اسلامی کورسز بھی فی الحال فری ہوں اور گھر کی تقریباً ساری ذمہ داری سنبھال رکھی ہے۔ مجھے اسٹڈی کا بہت شوق ہے اور میں بہت شوق سے اسلامی کتابیں پڑھتی ہوں۔ میرے پسندیدہ مصنف امیر محترم مولانا مسعود اظہر صاحب مولانا طارق جمیل صاحب مولانا یوسف لدھیانوی صاحب مشتاق احمد قریشی صاحب مولانا تقی عثمانی مولانا رمضان اور بھی جو عظیم شخصیات ہیں۔ سب کی کتابیں بہت شوق سے پڑھتی ہوں میری فیورٹ ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں قائداعظم محمد علی جناح امیر محترم اور مما جان بھی۔ فیورٹ کتاب قرآن پاک ہے میری زندگی میں جو بھی اندھیرا آیا قرآن کی روشنی نے مجھے راستہ دکھایا اور جینے کا حوصلہ دیا۔ بے شک قرآن پاک اللہ کی طرف سے ہم پر بہت بڑا احسان ہے جس کا شکر ہم مر کر بھی ادا نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ مجھے امیر محترم مسعود اظہر صاحب مولانا طارق جمیل (موسٹ فیورٹ) مولانا مسعود طارق مولانا عبدالرؤف مولانا تقی عثمانی مولانا اعظم فاروق مولانا حق نواز جھنگوی سب کے بیان سننا بہت پسند ہے۔ میں فارغ وقت میں نعتیں اور بیان تقاریر سنتی رہتی ہوں یہی میری مصروفیت یہی میرا مشغلہ ہے۔ میری بیسٹ فرینڈ میری مما جان ہیں مجھے اپنی مما جان سے بہت محبت ہے میں اپنی لائف کی ہر بات اپنی مما جی سے شیئر کرتی ہوں اور میری مما جان بھی مجھ سے بے حد محبت کرتی ہیں (بے حد لاڈلی ہوں نا اپنی مما جانی کی)۔ میں نے اپنی مما سے حسین صابر ہمدرد نیک اور معصوم عورت کہیں نہیں دیکھی۔ میری مما وہ خوش قسمت عورت ہیں جنہیں دنیا بھر کے لوگ محبت کرتے ہیں دعائیں دیتے ہیں اور مما سب سے بہت محبت کرتی ہیں آئی لو یو سو مچ مما جان! آپ میری کائنات ہو آپ کے دم سے میری زندگی میں رونق ہے۔ مما جان میں آپ سے محبت کا زیادہ اظہار نہیں کرتی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ مجھے آپ سے محبت نہیں۔ میری سویٹ مما میرے دل میں سب سے بلند مقام آپ کا ہے آپ کی بے لوث بے مثال محبت میرے لیے متاع کل ہے۔ میری پیاری مما جان اللہ آپ کو لمبی صحت والی زندگی دے اور آپ کا سایہ تاقیامت ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے آمین ثم آمین۔ مما کے لیے۔

یہ عزت یہ کامیابی یہ نام تم سے ہے
خدا نے جو بھی دیا مقام تم سے ہے
جہاں جہاں ہے میری دشمنی سبب میں ہوں
جہاں جہاں ہے میرا احترام تم سے ہے

امی جان کے بعد مجھے اپنی فیملی اینڈ فرینڈز سے بھی بہت محبت ہے زندگی میں کچھ لوگ ایسے بھی آتے ہیں جو ہماری زندگی کو مکمل طور پر بدل دیتے ہیں۔ آج سب مجھے کہتے ہیں کہ صوفیہ یو آر ناٹس میں کیا بتاؤں اب میری زندگی کو بدلنے میں کسی کا بہت بڑا کردار ہے۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ اللہ میرے دل اور دنیا میں رہنے والے لوگوں کو ہمیشہ صحت والی زندگی خوشیاں دے کر اپنے حفظ و ایمان میں رکھے۔ انہیں تادیر صحت والی زندگی دے وہ جہاں رہیں ہمیشہ خوش اور آباد رہیں۔ کوئی دکھ تکلیف ان کے قریب بھی نہ آئے آمین ثم آمین۔ مجھے اپنے رشتوں سے بہت محبت ہے میں اپنے سب رشتوں سے بہت اٹیچ ہوں میرے حسن بھائی (بڑے بھائی) مجھ سے بے حد محبت کرتے ہیں مجھے نہیں یاد کہ آج تک میں نے ان سے کوئی فرمائش ہو اور انہوں نے پوری نہ کی ہو۔ بھیا یو آر سوناٹس اینڈ گریٹ بردار۔ اللہ آپ کو صحت والی لمبی زندگی دے آمین۔ محسن سنی بھی مجھے بے حد عزیز ہیں یہ میرے چھوٹے بھائی ہیں۔ میری فرینڈز کی لسٹ بہت لمبی ہے لیکن چند ایک دوستوں سے رابطہ ہے مجھے زیادہ فرینڈز بنانا پسند نہیں کیونکہ میں کسی کو ٹائم نہیں دے پاتی میری جو دوستیں ہیں میں ان سے بہت مخلص ہوں۔ محبت سے بات کرتی ہوں صرف فرینڈز لسٹ میں یہ لوگ شامل ہیں۔ نازیہ کنول نازی (رائٹر اینڈ مائی سسٹر) ارم گل مہر و آزاد کشمیر۔ عائشہ دہاڑی۔ عائشہ شاہد مریم سلمیٰ ملک ایمن شاہ آپی ام مریم (رائٹر) آپی سباس گل (رائٹر) نادیہ جہانگیر (رائٹر) اریبہ شاہ ہما شاہ (رائٹر اینڈ شاعرہ) صائمہ جبیں (رائٹر) آپی شاہینہ آپی شاہین آپی کرن وفا آپی کیفیہ آپی نوشین (ناروے) آپی نوشین اقبال نوشی انعم صبا آپی سعدیہ رفیق دعا نور شازمہ میمونہ (شیری) مریم سحر ثمینہ سدرہ اسلم مہرین آپی (رائٹر) شاہدہ اکبر عابد کاشف (بہاولنگر) رابعہ بدر رمشہ زوبی رانا سمیرا شریف طور (رائٹر)۔ ابھی میں نے اپنی دوست شیری سے پوچھا کہ چل شیری مجھے میری خوبیاں اور خامیاں بتا تو وہ چپ رہی سوچتی رہی اور پھر میری بڑی سسٹر صائمہ سے بولی آپی کیا صوفی میں کوئی خامی بھی ہو سکتی ہے؟ صائمہ آپی ہنس کے بولیں ذرا ٹھہرو میں ڈھونڈتی ہوں اور پھر وہ کچھ دیر بعد بولیں کہ یہ صبح دیر تک سوتی ہے (ارے اللہ کی بندی نماز فجر ادا کر کے ایک گھنٹے وظائف کر کے سوتی ہوں پھر بھی شکوہ) اور تو صوفی میں کوئی خامی نہیں۔ صوفی میں بہت اچھی عادتیں ہیں شی از ناٹس (ارے فرینڈز! یہ میری بہن کے الفاظ ہیں) میں خوشامد نہیں کر رہی ویسے میرے بارے میں میری فرینڈز بہتر جانتی ہیں۔ عاشی کا کہنا ہے کہ صوفی تم بہت اچھی ہو شیری اکثر مجھے کہتی ہے کہ صوفیہ کاش تم لڑکا ہوتیں تو میں صرف تم سے شادی کرتی اور جب تک تمہارے گھر والے رشتہ نہ دیتے میں نے تو دھرنا دے لینا تھا ہاہاہا۔ شیری تمہاری محبت بہت انمول ہے میری لیے تمہاری اور عاشی کی محبت کے آگے میری محبت کچھ بھی نہیں اور میری چڑیل گل تو تو مجھے بھول گئی ہے۔ میری ناٹس سی آپی نازی بھی مجھ سے بے حد محبت کرتی ہیں بے حد لاڈلی ہوں آپی کی۔ آپی میری ہر وش کو ضرور پورا کرتی ہیں مجھے جو بھی مسئلہ ہو فوراً آپی کے پاس آتی ہوں۔ امید جو ہوتی ہے کہ وہ حل کر دیں گی میرے لیے یہ بہت خوش قسمتی کی بات ہے کہ میں مشہور رائٹر شاعرہ نازیہ کنول نازی کی بہن ہوں۔ ان کے پاس رہنا اور ان کے کام کرنا میری سعادت ہے بلاشبہ آپی بہت رحم دل اور نیک فطرت انسان ہیں۔ مجھے اپنی آپی سے بہت محبت ہے اور وہ مجھے بے حد عزیز ہیں۔ اگر پرسنلی مجھ سے میرے بارے میں پوچھا جائے تو میں یہی کہوں گی کہ میں بہت سادہ طبیعت کی مالک ہوں دل سے سب کی قدر کرتی ہوں کسی کو تکلیف پریشانی میں نہیں دیکھ سکتی۔ میں ہر حال اور ہر ماحول میں رہنے والی لڑکی ہوں۔ ہر طرح کے حالات کے لیے خود کو تیار رکھتی ہوں اللہ کی ذات پر بہت بھروسہ رکھتی ہوں جو اللہ نے میری قسمت میں لکھ دیا وہ مجھے ضرور ملے گا۔ زندگی کا ہر فیصلہ استخارہ کر کے کرتی ہوں کسی سے بے رخی غصہ یا انا میں بات نہیں کرتی کیونکہ مجھے اللہ سے بہت ڈر لگتا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ انسان کا ہر عمل اور ہر لفظ کبھی نہ کبھی اس کے آگے ضرور آتا ہے۔ میں بہت جذباتی لڑکی ہوں غصہ بہت جلدی آتا اور بہت جلدی ہی اتر جاتا ہے۔ شدید غصے میں بالکل چپ ہو جاتی ہوں کسی سے کچھ نہیں کہتی بس رونے لگ جاتی ہوں۔ میرے دوست واحباب مجھ سے کہتے ہیں صوفی تم رویا مت کرو تمہارا رونا ہمیں تکلیف دیتا ہے بزدل لوگ روتے ہیں اور ہماری صوفی تو بہادر ہے بہت حساس فطرت ہوں۔ جس سے محبت کرتی ہوں اس کی بے رخی برداشت نہیں ہوتی اور کوئی مجھے اگنور کرے تو بہت غصہ آتا ہے۔ میں اپنے ہر رشتے سے بہت مخلص ہوں لیکن افسوس دنیا میں بہت کم لوگ مجھے سمجھتے ہیں۔ میرا شمار ان لوگوں میں ہے کہ کسی کے لیے جان لٹا دو تو وفا نہ ملے۔ خیر محبتوں کے معاملے میں میں بہت خوش قسمت ہوں مجھ سے سب بہت محبت کرتے ہیں میری فیملی میری فرینڈز کبھی کبھی اتنی محبت دیکھ کر گھبرا جاتی ہوں کہ اتنی محبت کے قابل تو نہیں بس اللہ کا کرم ہے۔ میں سنجیدہ طبیعت کی مالک ہوں فضول بولنا یا ہنسنا پسند نہیں۔ دنیا کے حالات اور مسلمانوں کا زوال دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے اس لیے مزاج میں سنجیدگی در آئی ہے کبھی بہت شوخ و چنچل ہوا کرتی تھی۔ جن سے میں محبت کرتی ہوں شدید خواہش ہے کہ ان کے ساتھ حج و عمرہ ضرور کروں آمین ثم آمین۔ مجھے جہاد سے محبت ہے اور جو لوگ جہاد کو اچھا نہیں سمجھتے وہ مجھے اچھے نہیں لگتے۔ یہ بھی اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے میں ہر کسی پر جلد اعتماد کر لیتی ہوں اگر بھروسہ ٹوٹ جائے تو شکوہ نہیں کرتی بس خاموشی سے چھوڑ دیتی ہوں جیو اور جینے دو پر عمل کرتی ہوں۔ غلط بات پر بہت غصہ آتا ہے جب میں ٹھیک اور مخلص ہوں اور کوئی مجھے غلط سمجھے تو برداشت نہیں ہوتا اگر پسند کا پوچھا جائے تو اللہ کی بنائی ہر چیز بہت پسند ہے اور ہم کون ہوتے ہیں پسند و ناپسند کا معیار بتانے والے اللہ کو جو اچھا لگا اللہ نے بنا دیا مجھے وائٹ اور پنک کلر بہت پسند ہے اور یہ مجھ پر اچھے بھی لگتے ہیں۔ شکل و صورت جیسی بھی ہے اللہ کا کروڑ ہا شکر کہ کسی چیز کی کمی نہیں رکھی۔ مجھے اپنے ہونٹ آنکھیں گردن اور ہاتھ بہت پسند ہیں۔ کھانے پینے میں نخرہ نہیں کرتی جو مل جائے کھا لیتی ہوں۔ کبھی بہت نخریلی تھی میری مما اور آپی کہتی ہیں کہ صوفیہ بہت اچھی کوکنگ کرتی ہے مجھے کوکنگ کا بہت شوق ہے گھر کے سب کام خوشی اور ذمہ داری سے کرتی ہوں۔ مجھے سردیاں بے حد پسند ہیں جب کہ بارش بالکل پسند نہیں۔ پسندیدہ رائٹر میں عمیرہ احمد نمرہ احمد نازیہ کنول نازی ام مریم فرحت اشتیاق سباس گل وغیرہ پسند ہیں۔ اچھی عادتوں میں صرف ایک عادت پسند ہے کہ سب سے فیئر ہو کر ملتی ہوں۔ اگر کوئی مجھے دھوکہ دے تو یہ سوچتی ہوں کہ اللہ تو دیکھ رہا ہے نا! یہ دنیا تو فانی ہے ایک روز ساتھ تو چھوڑ جانا ہے مجھے اللہ پر بہت توکل ہے اللہ میرے ساتھ ہے تو کوئی ڈر نہیں۔ میں زندگی میں بہت بڑا انسان بننا چاہتی تھی کہ لوگ مجھے ہمیشہ یاد رکھیں لیکن جب لوگ صحابہ کرامؓ اولیاء بزرگوں اور قائداعظم جیسی عظیم شخصیت کو یاد نہیں رکھتے تو مجھے کہاں رکھیں گے؟ لیکن میں جن کے دل کی مکین ہوں وہ تو شاید کچھ عرصہ یاد رکھ لیں (ارے رکھو گے نا؟) مجھے ٹی وی دیکھنا بالکل پسند نہیں اور نہ میں دیکھتی ہوں۔ نہ ہی میوزک سنتی ہوں میوزک سے بہت نفرت ہے۔ مجھے لاہور اسلام آباد اور سعودیہ میں گھومنے پھرنے اور تاریخی مقامات دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ میں اپنی زندگی سے خوش ہوں میں نے آج تک جو چاہا وہ پا لیا۔ بڑی ضدی سی بھی ہوں آخر میں سب دوستوں سے درخواست ہے کہ میری مما اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا مجھ سے مل کر کیسا لگا ضرور بتائیے گا اللہ حافظ۔

رِیحانہ راجپوت

السلام علیکم! چشم براہ بزم افروز و بزم نشین حضرات کی خواتین و طفل مکتب ریڈرز بلبلِ سندھ فضیلت مآب رونق راجپوت ہاؤس رونق انجم اسم با مسمیٰ ریحانہ راجپوت نامہ پسند و ناپسند عادات و فضائل کے ساتھ قدم رنجہ فرما چکی ہیں۔ تعارف کے لیے ضروری ہے کہ محل

وقوع جائے پیدائش، افراد خانہ کی گنتی اور مزید معلومات فراہم کی جائے لہٰذا ردھڑی شہر میں پیدا ہوئے لیکن والد بزرگوار نے روزگار معاش کے سلسلے میں (وڈیروں کے شہر) خیرپور میں نقل مکانی کی۔ تاایں کہ درس و تدریس سے وابستہ ہوئے اور پروفیسر کہلانے لگے۔ ایک بھائی (اخ) اور پانچ بہنوں (اخت) سب میں آخری لاسٹ پیس ہوں، مزید یہ کہ سال کے آخری مہینے کی آخری تاریخ (دسمبر 31) کو چھوٹی بیٹی کہلانے لگی۔ ابھی زیر تعلیم ہوں۔ مستقبل کے لیے عزائم پُرجوش بھی ہیں اور بلندترین بھی۔ پسندیدہ مصنفات میں عمیرہ احمد، نمرہ احمد، آمنہ ریاض، سعدیہ عزیز، سائرہ رضا، سباس گل، سمیرا شریف طور، رخسانہ نگار، عنیزہ سیدہ، کنیز نبوی، شہزادی عباس کے علاوہ بہت سی اچھا لکھنے والی میری گڈ بک میں شامل ہوتی رہتی ہیں۔ آنچل کے اداریہ سے گزارش ہے کہ وہ نمرہ احمد کو "بہنوں کی عدالت" میں لائیں۔ شاعری، گانے، ڈریسنگ یہ سب موڈ پر منحصر کرتا ہے یا پھر معیار پر لیکن انشاء جی اور علامہ اقبال کی شاعری بہت پسند آتی ہے۔ ایکسپریس اخبار میں جاوید چوہدری کا زیرو پوائنٹ اور شیریں جی کا تلخ و شیریں کا کالم پڑھ کر طبع نازک بشاش ہوجاتی ہے۔ اپنی تعریف میں نہ تو زمین و آسمان ایک کروں گی اور نہ ہی برائی حد سے زیادہ۔ خوش اخلاقی کا فقدان ہے اور جہاں خوش اخلاقی نہ ہو وہاں مزید برائیاں بھی پائی جاتی ہیں (میرا خیال ہے اتنا سچ کافی ہے) کسی بھی چالاکی یا برے کام کو دیکھ کر بھڑک پڑتی ہوں۔ مصلحت پسندی نہیں جس کی وجہ سے امیج خراب ہوجاتا ہے (اموشنل ہوں نا اس لیے) جب بھی ڈپریس ہوتی ہوں تو بے حد خاموش رہتی ہوں۔ پڑھتے رہنا اور بس پڑھتے رہنا بہترین مشغلہ ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی جامع شخصیت و فتوحات سے صرف متاثر ہی نہیں بلکہ ان کا ایمانی جوش و جذبہ و دانائی کو دیکھ کر دنگ بھی رہ جاتی ہوں (ان کی تعریف میں جتنے الفاظ کہوں کم ہیں) نیچرل بیوٹی جہاں سب کو مبہوت کرتی ہے وہاں میری بھی آنکھوں کو خیرہ کرتی اور دل و دماغ کو تراوٹ اور سکون پہنچاتی ہے۔ مجھے مجاہدین بے حد پسند ہیں۔ دل میں ان کے لیے نرم گوشہ اور دعاؤں میں مجاہدین اور ان کے گھر والوں کو یاد رکھتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور ہمارے والدین کو روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خانہ کعبہ کی زیارت نصیب عطا فرمائے آمین۔ والسلام۔

آمنہ امداد

السلام علیکم آنچل کے پیارے قارئین اور آنچل اسٹاف کو محبت بھرا سلام قبول ہو۔ مجھے آمنہ امداد کہتے ہیں، میرا تعلق سرگودھا شہر سے ہے۔ 11 جنوری کی ٹھٹھرتی صبح کو اس دنیا میں تشریف لائی، اسٹار جدی ہے جس کی تمام خوبیاں اور خامیاں مجھ میں موجود ہیں۔ مجھ سمیت میرے آٹھ بہن بھائی ہیں، بڑی آپی جن کا نام عائشہ ہے ان کی شادی ہوچکی ہے اور ایک بیٹی بھی ہے وہ فیصل آباد میں رہتی ہیں۔ ان سے چھوٹے علی بھائی ہیں، ان کی بھی شادی ہوچکی ہے اور ایک پیارا سا بیٹا بھی ہے۔ ان سے چھوٹے عمر بھائی ہیں پھر رابعہ اور اس کے بعد مابدولت خود ہیں۔ مجھ سے چھوٹی مریم ہے جو کہ ایف ایس سی کررہی ہے، پھر اسماء ہے جو کلاس 7th میں ہے۔ ہمارا سب سے چھوٹا بھائی عثمان ہے جو کہ ون کلاس میں پڑھتا تھا اور سات سال کا تھا جب اس کی ڈیتھ ہوگئی۔ وہ ہم سب لاڈلہ تھا اور امی بابا کی جان تھا۔ 9 اگست 2006 بروز بدھ کو وہ ہم سے بچھڑ گیا تھا۔ وہ ہمارا بہت ذہین اور شرارتی بھائی ہے۔ ہم سب اس کی کمی بہت محسوس کرتے ہیں۔ ہم نے اپنے بھتیجے کا نام بھی محمد عثمان رکھا ہے۔ میرے ابو ڈاکٹر ہیں اور امی ہاؤس وائف۔ عائشہ باجی کے علاوہ ہم سب پڑھتے ہیں علی بھیا بھی۔ بہن بھائیوں میں میری سب سے زیادہ مریم سے بنتی ہے جو کہ فرسٹ ائیر کی اسٹوڈنٹ ہے۔ ہم دونوں بہت لڑتے ہیں مگر ایک دوسرے کے بغیر رہ بھی نہیں سکتے۔ مجھے ناول اور رسالے پڑھنے کا شوق ہے جو کہ مریم کو پسند نہیں، جب بھی رات کو پڑھنے بیٹھوں مریم اٹھ کر لائٹ آف کردیتی ہے اگر مجھے غصہ آجائے تو پھر لڑائی ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ مجھے اور مریم کو گفٹ دینے کا بہت شوق ہے، ہم دونوں مل کر سب کو گفٹس دیتے ہیں۔ میری ساری پاکٹ منی زیادہ تر گفٹس خریدنے میں ہی خرچ ہوتی ہے۔ اپنے لیے اگر میں نے کچھ لینا ہو تو ناول لیتی ہوں بس یا پھر ہر ماہ آنچل اور مجھے کچھ بھی پسند نہیں۔ مجھے کسی بھی چیز کا شوق نہیں ہے نہ ہی نئے کپڑے سلوانے کا شوق ہے نہ جوتے لینے کا اور نہ ہی جیولری کا۔ جیولری میں مجھے صرف بریسلیٹ پسند ہے۔ مہندی لگوانے کا مجھے بہت شوق ہے اور چوڑیاں مجھے بہت پسند ہیں۔ اب آتے ہیں آنچل سے وابستگی پر، چھوٹی چھوٹی کہانیاں پڑھنے کا تو مجھے بچپن سے ہی بہت شوق تھا پھر رسالے پڑھنے شروع کیے۔ اس وقت میں شاید پانچویں کلاس میں تھی، رسالے پڑھنے کی وجہ سے مجھے امی سے بہت ڈانٹ پڑتی تھی میں اپنے تایازاد بھائی کے رسالے پڑھا کرتی تھی۔ ہمارے گھر میں کسی کو بھی میرا یہ شوق پسند نہیں ہے۔ آنچل سے میری وابستگی اس وقت ہوئی تھی جب میں حفظ کررہی تھی، مجھے حفظ کیے ہوئے سات سال ہوچکے ہیں مگر آنچل سے میری وابستگی آج بھی ہے۔ مجھے منی آرڈرز بھیج کر ناول منگوانے کا بہت شوق ہے میری بہنیں کہتی ہیں کہ اس طرح تم زیادہ پیسے ضائع کرتی ہو۔ اپنے شہر سے بھی تو مل ہی جاتے ہیں مگر مجھے اس طرح منگوانے کا زیادہ شوق ہے، میرے پاس ڈھیر سارے ناول ہیں جو کہ سارے میں نے اپنی پاکٹ منی سے خریدے ہیں۔ میری الماری بھری پڑی ہے ناولوں اور رسالوں سے۔ میرے بابا روز چیک کرتے تھے اب تو انہوں نے چیک کرنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ انہیں پتا ہے کہ میں بہت ڈھیٹ ہوں، میں ناول پڑھنا نہیں چھوڑ سکتی۔ میری پسندیدہ رائٹرز میں عمیرہ احمد، ماہا ملک، نگہت عبداللہ، رفعت سراج، فرحت اشتیاق، نازیہ کنول نازی، نگہت سیما، بانو قدسیہ، فائزہ افتخار، اقراء صغیر احمد اور سمیرا شریف طور وغیرہ۔ باقی سب رائٹرز بھی بہت اچھا لکھتی ہیں۔ میں سب کو پڑھتی ہوں، پسندیدہ ناول بھی بہت سارے ہیں مثلاً پیر کامل، تھوڑا سا آسمان اور لاحاصل ویسے عمیرہ احمد کی تو ہر تحریر ہی بہت زبردست ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ متاع جاں ہے تو، طائر لاہوتی، جو چلے تو جاں سے گزر گئے، دل دیا دہلیز، یہ چاہتیں یہ

شدتیں، ہم سفر اور نازیہ کنول نازی کا خواب نگر کی مسافتیں بہت پسند ہے۔ کھانے میں مجھے بریانی، پلاؤ اور چائنیز رائس، میٹھے میں کھیر پسند ہے۔ کھٹی چیزیں بہت پسند ہیں، گول گپے، پاپڑ، چاٹ، املی ایسی چیزیں بہت کھاتی ہوں۔ پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قائد اعظم محمد علی جناح ہیں۔ پسندیدہ رنگ بلیک، وائٹ اور ریڈ ہے۔ پسندیدہ پرفیوم کوئی نہیں۔ بہت حساس دل کی مالک ہوں، مزاج میں نرمی تو بالکل بھی نہیں ہے۔ غصہ بہت جلدی آجاتا ہے اور بہت شدید آتا ہے، جاتا بھی دیر سے ہے۔ کسی پر ظلم ہوتا دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے۔ انجان لوگوں میں زیادہ گھلتی ملتی نہیں ہوں مگر گھر میں خوب شور شرابا کرتی ہوں۔ دھوکے باز، فریبی اور جھوٹے لوگ اچھے نہیں لگتے۔ دوست زیادہ نہیں ہیں کیونکہ ہم سب بہنوں میں اتنی دوستی ہے کہ کسی اور دوست کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ ہماری بھابی ہماری بہت اچھی دوست ہیں، مجھے زیادہ دوست بنانا اچھا نہیں لگتا۔ میری ایک ہی فرینڈ ہے جس کا نام عنبرین شہزادی ہے، مجھے اس سے بہت پیار ہے۔ پسندیدہ ٹیچرز میں میڈم ارم ہارون (جو کہ ہمیں بائیو پڑھایا کرتی تھیں) میڈیم زوبیہ اور میڈم صدف شامل ہیں۔ میڈم صدف، وصی شاہ کی کزن ہیں وہ ہمارے کالج میں اردو پڑھاتی تھیں۔ شاعری سے لگاؤ تھوڑا بہت ہے، علامہ محمد اقبال میرے فیورٹ شاعر ہیں۔ اس کے علاوہ پروین شاکر، امجد اسلام امجد، محسن نقوی، ناصر کاظمی اور فیض احمد فیض بھی مجھے پسند ہیں۔ پسندیدہ کریکٹر میں طائر لاہوتی کا پاشا، یہ چاہتیں یہ شدتیں کا سمعان احمد اور "اور کچھ خواب" کا معارج تغلق بہت پسند ہیں۔ میں ایک بہت اچھی رازداں ہوں۔ کھیلوں میں بیڈمنٹن پسند ہے مگر کھیلنا نہیں آتا۔ بارش کچھ خاص اچھی نہیں لگتی مگر جب بارش کا موسم بنتا ہے، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے تو وہ اچھی لگتی ہے۔ میں پانچ وقت نماز پڑھتی ہوں اور صبح صادق کا وقت بہت اچھا لگتا ہے۔ سورج غروب ہونے کے منظر کی تو بات ہی الگ ہے۔ پسندیدہ مشغلے ناولوں، رسالوں اور کتابوں کا مطالعہ کرنا، گڑیا کے کپڑے سینا اور کہانیاں سنانا۔ کہانیاں سنانے کا مجھے بہت شوق ہے۔ کوکنگ کا مجھے کوئی خاص شوق نہیں ہے مگر کرنی پڑتی ہے۔ جی جناب تعارف کافی لمبا ہوگیا ہے آپ نے مجھے اتنی دیر برداشت کیا، اپنی آراء سے ضرور آگاہ کیجیے گا اور بتائیے گا کہ میرا تعارف کیسا لگا۔ اپنا بہت خیال رکھیے گا، خدا حافظ۔

آنسہ شبیر

آنچل اسٹاف اور آنچل قارئین کو میری طرف سے السلام علیکم! جی تو میرا نام آنسہ شبیر ہے۔ میں 21 جون کو تحصیل و ضلع گجرات کے ایک بہت پیارے اور خوب صورت سے گاؤں ڈوگہ شریف میں پیدا ہوئی۔ میری تعلیمی قابلیت بی ایس سی ایڈ ہے اور اب ایم اے اردو کررہی ہوں۔ درس و تدریس کے شعبہ سے وابستہ ہوں۔ گھر میں بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی ہوں۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں۔ تین بھائی اور تین بہنیں ہیں (سدرہ، اقراء، بلال، ارسلان، بابر) آنچل میں سب کا تعارف پڑھا تو اچھا لگا اور میرا بھی دل کیا کہ میں بھی اپنے بارے میں کچھ لکھوں۔ اب آتے ہیں پسند ناپسند کی طرف تو مجھے کھانے میں جو ملے وہ کھا لیتی ہوں۔ نہایت صابر ہوں، فطرتاً خوش مزاج ہوں، مجھے جھگڑالو، خود پسند، منافق، دوسروں کی ٹانگیں کھینچنے والے، حاسد اور مکھیاں سمجھ گئے نا آپ بالکل پسند نہیں۔ غصہ بہت کم آتا ہے، مخلص، سادہ اور پڑھے لکھے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا پسند ہے۔ فرینڈز کی تعداد بہت زیادہ ہے، بہت جلدی فرینک ہوجاتی ہوں، کلاس کی من پسند ٹیچر ہوں اگر کبھی شام کو لائٹ نہ ہو تو موبائل پر ایف ایم سنتی ہوں۔ مجھے کرکٹ بہت زیادہ پسند ہے، بچپن سے کرکٹ دیکھتی تھی، اس وقت جب مجھے کرکٹ کی سمجھ بھی نہیں تھی۔ بیسٹ کھلاڑی شاہد آفریدی اور بریٹ لی ہیں۔ شاعری سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے ویسے اگر کبھی موقع ملے تو وصی شاہ اور پروین شاکر کو پڑھتی ہوں۔ بہترین دوستوں میں ہما اظہر، مصباح لطیف، مہوش نورین، طیبہ نوشین، طلعت نورین، شبیع بتول اور سندس صباء ہیں۔ میرا اسٹار برج جوزا ہے۔ بحیثیت مسلمان تقدیر کے اچھا یا بُرا ہونے پر یقین ہے۔ اس لیے اسٹارز پر یقین نہیں ہے۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف تو آنچل کے بارے میں ایک بات کہ آنچل واقعی آنچل ہے۔ آنچل اپنے پڑھنے والوں کو زندگی گزارنے کا طریقہ بتاتا ہے، زندگی کے نشیب و فراز کے بارے میں آگاہی دیتا ہے۔ لوگ اس کو پڑھ کر اپنے دکھ، غم بھول جاتے ہیں۔ آنچل کی جتنی بھی رائٹرز ہیں وہ کہانی کو اتنے خوب صورت انداز میں لکھتی ہیں، ایسا لگتا ہے کہ وہ کہانی کا کردار نہیں بلکہ ہم خود ہیں۔ واقعی جی! میری طرف سے ان سب کو بہت بہت زیادہ سلام اور اللہ انہیں ڈھیروں ڈھیر کامیابیاں عطا فرمائے۔ ہاں میں نے آپ کو اپنے والد اور والدہ کے بارے میں بتایا ہی نہیں۔ جی تو میرے والد محمد شبیر حسین (مرحوم) اس دنیا میں نہیں ہیں، ابھی میں نے میٹرک ہی کیا تھا کہ وہ انتقال کرگئے، اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین اور ہاں میری والدہ ثریا بیگم جن کی محبت کا بدلہ میں مر کر بھی نہیں چکا سکتی۔ ابو کی وفات کے بعد انہوں نے ہم چھ بہن بھائیوں کو بہت مشکل حالات میں پالا پوسا۔ ہماری پرورش کی اور سب کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ اللہ انہیں تندرستی اور صحت عطا فرمائے۔ آخر میں تمام آنچل اسٹاف اور آنچل قارئین کو بہت بہت زیادہ سلام۔ خدا کرے کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے، اللہ تعالیٰ ملک پاکستان کی حفاظت کرے آمین، اللہ نگہبان۔

پھول کی عدالت

سمیرا شریف طور

ادارہ

س: جو ہیرو اینڈ ہیروئن آپ کہانی میں پیش کرتی ہیں' آپ کا کیا خیال ہے حقیقت میں بھی ہوتے ہیں اتنے ہی خوب صورت اور ویل ایجوکیٹڈ؟

ج: ریحانہ! آپ کے سبھی سوال دیگر بہنوں سے ہٹ کر تھے اس لیے جواب بھی آپ کو ذرا ہٹ کر ملے گا۔ مجھے نہیں پتا آپ کی ایجوکیشن کیا ہے مگر امید ہے کہ آپ پڑھی لکھی اور باشعور لڑکی ہیں۔ افسانوں کی دنیا میں سبھی کچھ اگر حقیقت نہیں ہوتا تو میری پیاری بہنا! سبھی کچھ جھوٹ بھی نہیں ہوگا' اگر دنیا میں موجود حقیقت کی بات کرتی ہوں تو میں اپنی مثال دوں گی' الحمدللہ! اللہ نے اچھی شکل وصورت سے نوازا ہے اور اللہ نے فہم وشعور کے ساتھ دینی ودنیاوی دونوں طرح کا علم بھی دیا ہے' رہ گئی بات ہیرو اور ہیروئن کی ذات وغیرہ کا حقیقت میں پایا جاتا تو بہت سے کردار حقیقی بھی ہوتے ہیں۔ میرے نزدیک شکل کا بہت سفید ہونا خوب صورتی نہیں ہے' میرے نزدیک کردار اور شخصیت کی یکجہتی اصل خوب صورتی ہے۔ میں نے کئی لوگ دیکھے ہیں میرے پاس بنگلہ دیش سے آئی ایک فیملی کی بچی رابعہ پڑھنے آتی تھی' اس کا کمپلیکشن بہت حد تک سانولے سے بھی گہرا تھا مگر اس لڑکی میں بلا کی کشش اور اٹریکشن تھی اس کے نزدیک ایک بے حد حسین لڑکی بھی مجھے کبھی اس کے مقابل ٹھہرتی نہیں لگی تھی کہ رابعہ کا کردار اخلاق' اس کی آنکھوں کی کشش' چہرے کی لک سب نے اسے بہت حسین بنا ڈالا تھا۔ اس کی ذات میں ایک ایسی اٹریکشن ہوتی تھی کہ دل خود بخود اس کی طرف کھنچتا تھا' رہ گئی بات ہیرو ہیروئن کے خوب صورت ہونے کی تو میں نے اردگرد سبھی اچھے خوب صورت اور ایجوکیٹڈ چہرے ہی دیکھے ہیں سو میں اسی سوچ کے مطابق کہانی لکھ دیتی ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں خاصی حسن پرست واقع ہوئی ہوں اور ایجوکیٹڈ لوگ میری کمزوری ہیں۔ مزے کی بات بتاؤں تعلیم میری کمزوری ہے اگر کوئی یہ کہہ دے کہ میں ایم فل یا پی ایچ ڈی ہولڈر ہوں تو میں فوراً اس کی بے پناہ عزت کروں گی' اس سے متاثر ہو جاؤں گی کیونکہ ایم فل اور پی ایچ ڈی کرنا میرا اپنا خواب ہے۔ آج کل جس طرح ہمارے اردگرد تعلیم کی شرح بڑھ رہی ہے اس سے اندازہ لگالو کہ ہیرو اور ہیروئن کا ایجوکیٹڈ ہونا کتنا حقیقی ہے اور رہ گئی خوب صورتی کی بات تو مارکیٹ میں آج کل اتنی کریمز آچکی ہیں کہ میں اپنے کرداروں کو فائزہ اور گولڈن پرل یا اسی قسم کی دیگر وائٹنگ کریمز استعمال کرواؤں گی مگر بات پھر وہی ہوگی کہ کردار اور سلجھی ہوئی شخصیت کی یکجہتی کی تو وہ حقیقت میں سے چن لوں گی۔ آپ کا سوال بہت مزے کا تھا اور ریحانہ! میں نے پوری کوشش کی کہ جواب بھی ذرا مختلف اور مزے دار سا دوں۔ پسند نا آئے تو کوئی بات نہیں' شکریہ۔

س: سب سے زیادہ اعتبار وانحصار کس پر کرتی ہیں؟

ج: میں بڑی سیدھی سادی لڑکی ہوں' بہت جلد لوگوں کی باتوں پر اعتبار کر لینے والی ذات ہوں مگر اب کچھ محتاط ہو گئی ہوں (خصوصاً دوستی کے معاملے میں) میں اللہ پر سب سے زیادہ اعتبار کرتی ہوں' میرا عقیدہ ہے کہ ربّ کریم کے سوا مجھے نہ کوئی دینے والا ہے اور نہ کوئی لینے والا۔ اگر دنیاوی معاملات کی بات ہے تو ڈسکس کرتی ہوں اپنے بھائیوں سے' امی سے اور بہنوں سے' اگر کوئی معاملہ درپیش ہو تو میں دو نفل نماز پڑھ کر دعائے استخارہ پڑھ کر معاملہ اللہ کے ہاتھ میں چھوڑ دیتی ہوں' میں زندگی کے ہر معاملہ میں استخارہ کرتی ہوں' اللہ کے بعد میں سب سے زیادہ اپنی ذات پر اعتبار کرتی ہوں اور اس کے بعد اپنی فیملی خصوصاً اپنی امی اور بھائیوں پر۔

میں خاصی صاف گو اور اسٹریٹ فارورڈ ہوں' جو دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر ہوتا ہے۔ جہاں تک اعتبار کی بات ہے تو میں کسی پر بھی اعتبار نہیں کرتی سوائے اللہ کے' اپنی ذات کے یا پھر اپنی فیملی کے اور انحصار میں کسی پر بھی نہیں کرتی' اپنی ذات پر اعتماد کرتی ہوں چاہے کوئی بھی معاملہ ہو۔

س: ہر رائٹر کسی نہ کسی مقصد کے تحت تحاریر لکھتا ہے اور کوئی پیغام بذریعہ تحریر دیتا ہے آپ کا مقصد اور پیغام کیا ہوتا ہے؟

ج: آپ کا یہ سوال بھی باقی بہنوں کے سوالات سے مختلف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً یہ ایسا ہے کہ ہر رائٹر ایک خاص مقصد لے کر آتا ہے اور اس کی ہر تحریر میں ایک خاص پیغام بھی ہوتا ہے۔ میں فکشن لکھتی ہوں' یہ ناول نگاری فکشن میں ہی شمار ہوتی ہے۔ میں نے انگلش ناولز کے کچھ اردو ترجمے پڑھے ہیں' ان ناولز میں بھی ایک خاص پلاٹ ہوتا ہے۔ بھلے اردو ناول نگار کو انگلش ناول نگار کے برابر کا مقام نہیں مل پاتا مگر اردو ناول نگاری انگلش فکشن کے معاملے میں زیادہ پاورفل اور پلاٹ کی مضبوطی کے لحاظ سے اول آتی ہے۔ میں نے عمیرہ احمد کو پڑھا ہے ہر ایک کا ایک اسٹائل ہی نہیں کہانی کی جزیات نگاری مکالمہ بازی اور دیگر اصولوں کو مدِ نظر رکھ کر انیلائز بھی کیا ہے۔ اس طرح نمرہ احمد اور دیگر نام ور خواتین کو بھی میں سمجھتی ہوں کہ ماضی کا ناول نگار آج کے ناول نگار کی نسبت زیادہ محنتی اور ناول نگاری کے اصولوں کا پرچار کرنے والا تھا۔ سجاد حیدر یلدرم کے افسانوں کی بات کروں یا غلام عباس کی' کرشن چندر ہو یا راجندر سنگھ بیدی' اتنے بڑے بڑے نام ہیں' عصمت چغتائی کے "لحاف" (افسانوں کا مجموعہ) کو ڈسکس کروں یا منٹو کے افسانوں کو بھی

...ناولز میں ایک تھیم ایک مقصد اور پیغام بہرحال تھا جہاں تک میری بات ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ میں نے ہمیشہ اس بات کو مدِ نظر رکھا ہے کہ مجھے پڑھنے والی قارئین ہر عمر ہر طبقے سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہائی کلاس کے طبقے کی خواتین کے پاس تو اتنا وقت کہاں ہوگا کہ وہ ادب کا مطالعہ کریں ہاں مڈل کلاس طبقہ رسالوں کو پڑھتا ہے اور میں اسی طبقے سے ہوں اور اسی طبقے کی سوچ کی ترجمانی کرتی ہوں بھلے میرے ناولز کے کردار ہائی کلاس کے ہوں گے مگر سوچ میں نے وہی مڈل کلاس طبقے کی رکھی ہے۔ خواتین کے کردار پر میں خصوصی توجہ دیتی ہوں کہ میرے ناولز کو پڑھ کر کوئی غلط تحریک کا شکار نہ ہو۔

س: کسی بھی رائٹر کی کہانی میں اپنا عکس نظر آیا (عادت' شکل وصورت میں)؟

ج: ریحانہ راجپوت! آپ کا سوال بہت دلچسپ ہے۔ میں مسلسل سوچنے کی کوشش کر رہی ہوں کہ ایسی کون کون سی اور کس کس رائٹر کی کہانی تھی جس کو پڑھ کر لگا کہ میں اس میں موجود ہوں۔ یار! بہت ذاتی سا سوال ہے' نمرہ احمد کی کہانی "جنت کے پتے" کی "حیا" "مصحف" کی محمل۔ فرحت اشتیاق کی "وہ یقین کا ایک نیا سفر" کی زوبیہ خلیل۔ اقبال بانو کی کہانی "تم سدا سلامت رہو" کی مینا فیروز۔ نگہت عبداللہ کی خواہشوں یا شاید خوابوں کی تتلیاں کی ہیروئن (یہ کافی پرانا ناول ہے شاید 80ء کی دہائی کا' کوئی شمارہ تھا' کون سا شمارہ ہے یہ یاد نہیں اب) اپنی کہانی "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کی نوریہ۔ "جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا" کی رانیل۔ رخسانہ نگار عدنان کی چارہ گر کی بیا۔ (یار! بہت طویل فہرست ہے' کافی وجوہات ہیں جس کی وجہ سے لگا کہ میری ذات کا تھوڑا بہت یا مکمل عکس اس کردار میں موجود ہے۔ کسی میں کرداری لحاظ سے' کسی میں اخلاقی لحاظ سے' کسی میں کاہلی اور سستی کے لحاظ سے' کسی میں تعلیمی لحاظ سے' کسی میں دلچسپیوں اور مشاغل کے لحاظ سے اور کسی میں عادات وخصائل کے لحاظ سے کسی کردار میں خامیوں کے لحاظ سے تھا کہ اس کردار کی خامیاں مجھ میں بھی ہیں۔ نمرہ احمد کا نام اس لیے بھی لیا ہے کہ محمل کردار میں جو لڑکی تھی وہ قرآن پاک کی آیات کو اہمیت دیتی تھی' اس میں مجھے اپنی جھلک صرف اتنی لگی کہ اس لڑکی کی سوچیں مجھ سے ملتی ہیں اور حیا کے کردار میں کیوں جھلک لگتی ہے؟ اس کی ابھی وضاحت نہیں کروں گی کیونکہ ابھی یہ ناول چل رہا ہے' جب مکمل ہو گیا تو اپنا محاسبہ کر کے بتاؤں گی کہ حیا میں اور مجھ میں کیا کیا فرق ہے اور کیا کیا مماثلت۔

س: آپ کا پسندیدہ فلاسفر وشاعر ورائٹر کون ہے؟

ج: ریحانہ! یار تم نے ایک سوال میں تین سوال کر ڈالے۔ فلاسفر (میں خود ہاہاہا) شاعر اقبال۔ رائٹر (جو تمہیں پسند ہے یعنی میں' سمیرا شریف طور) پیاری ریحانہ! تمہارے سوالات دیگر سوالات سے قدرے ہٹ کر تھے ان کا جواب لکھتے ہوئے بہت لطف آیا۔ آخری سوال میں نے سنجیدگی کی بجائے مذاق میں ٹال دیا تو اس لیے کہ پچھلے سوالات یا اگلے سوالات میں تمہیں جواب مل جائے گا۔ خط لکھنے کا شکریہ' اللہ تمہیں خوش رکھے' اللہ نگہبان۔

طیبہ نذیر.....شادیوال گجرات

س: "یہ چاہتیں یہ شدتیں" آپ کا ناول پڑھ کر میں نے آنچل پڑھنا شروع کیا' یہ جان کے آپ کو کیسا لگا؟

ج: میرے لیے اعزاز کی بات ہے' بڑی نوازش' بڑا کرم' اس قدر محبت کا شکریہ۔ امید کرتی ہوں آپ آئندہ بھی آنچل سے رابطہ برقرار رکھیں گی' میں لکھوں یا نہ لکھوں کیونکہ یہ ایک اچھا اور معیاری پرچہ ہے اور رہا سوال کہ یہ جان کر کیسا لگا تو پیاری طیبہ! بہت اچھا لگا' میں آپ کی محبتوں کی مقروض ہوں' اس عزت افزائی کے لیے بہت سارا شکریہ۔

س: آپ کو لکھتے ہوئے کتنا عرصہ ہوا اور آپ کو کس کی سپورٹ زیادہ تھی؟

ج: تعارف پڑھ کر اندازہ لگالیں' میں نے پہلی تحریر آٹھویں کلاس میں لکھی تھی' 2005ء دسمبر میں پہلی کہانی آنچل میں شائع ہوئی تھی اور سپورٹ فیملی کے سب افراد کی تھی اگر سازگار ماحول نہ ہوتا تو میں کبھی نہ لکھ پاتی اور نہ کبھی آنچل اور پھر آپ قارئین تک میری تحریریں پہنچ پاتیں۔

س: کس رائٹر سے متاثر ہیں اور فیوچر پلان کیا ہیں؟

ج: پہلے حصے کا جواب تعارف سے ملاحظہ کریں۔ دوسرے حصے کا جواب ایمان داری سے بتاؤں یا مذاق سے کام چل جائے گا؟ فیوچر پلان ہے شادی: (اگر کوئی سمعان احمد مل گیا تو...... یاد رہے سمعان احمد جیسا نہیں سمعان احمد ہی ہو۔

س: اپنی دو خوبیاں اور خامیاں بتائیں؟

ج: طیبہ! آپ سے مجھے ڈر لگنے لگا ہے' آپ کا سوال تو سیاستدانوں والا ہے' خیر دو خوبیاں یہ ہیں کہ میں بہت محنتی ہوں جو بھی کام کروں گی' مکمل ایمان داری' توجہ اور لگاؤ سے کروں گی' اس کام میں اپنی تمام جدوجہد لگا دیتی ہوں۔ میں بہت ہی پڑھاکو یعنی کتابی کیڑا ہوں' ملنے والوں سے خوش اخلاقی سے ملتی ہوں (یار! اپنی دو خوبیاں لکھنے میں مجھے بہت سوچنا پڑ گیا ہے' خامیاں تو اس قدر مل گئی ہیں کہ حد نہیں اور خوبی دل کر رہا تھا کہ صرف ایک ہی لکھوں' دوسری تو محض فارمیلیٹی نبھائی ہے۔ خامیاں! میں خود سے بہت بے پرواہ حد سے زیادہ حساس ہوں۔ میری امی کے مجھ سے جو دو گلے ساری زندگی سے چلتے آرہے ہیں جو نہ ختم ہو پاتے ہیں اور نہ ہی ان پر کبھی ہم دونوں میں سمجھوتا ہو پایا ہے۔ میں رات دیر تک جاگتی ہوں اور اپنی صحت' اپنی

خوراک سے اس قدر بے پروا رہتی ہوں کہ مجھے بعض اوقات سارا دن گزر جانے پر شام کے قریب پتا چلتا ہے کہ آج سارا دن میں نے کچھ نہیں کھایا۔ تب امی سے بہت کچھ سننے کو ملتا ہے۔ غصے کی خاصی تیز ہوں' بہت جلد جذباتی ہو جاتی ہوں اور جو بھی چیز ہاتھ لگتی ہے وہ میرے غصے کا نشانہ ضرور بنتی ہے۔

س: جو کچھ ذہن میں آ جائے فوری لکھ لیتی ہیں یا کسی اور سے مدد وغیرہ لیتی ہیں؟

ج: بعض اوقات فوراً لکھتی لیتی ہوں' عموماً لکھنے کے لیے میں نے رات کے اوقات رکھے ہیں' جب سب سو جاتے ہیں چار سو بالکل خاموشی ہوتی ہے' کوئی ڈسٹرب کرنے والا نہیں ہوتا اس لیے تو لیٹ نائٹ سونے کی عادت ہے۔ امی بار بار کہتی ہیں کہ میں دن کے اوقات میں لکھا کروں' مگر دن میں ایک تو موڈ نہیں بنتا۔ دوسرا وقت بھی نہیں ملتا' میں بالکل خاموشی اور تنہائی میں لکھنے کی عادی ہوں۔ ایسے ماحول میں جب خیالات کی آمد ہو۔ جہاں تک سوال کے دوسرے حصے کا تعلق ہے تو پیاری طیبہ! اس کا جواب یہ ہے کہ لکھنے کے لیے میں مختلف کتابوں سے مدد لیتی ہوں اگر کسی نظم کا اضافہ کرنا ہے تو شاعری کی کتاب ڈھونڈتی ہوں بعض اوقات نیٹ پر بھی ڈھونڈتی ہوں' میں بغیر تحقیق یا تلاش کے کچھ بھی نہیں لکھتی۔ پچھلے سال جب میں "ٹوٹا ہوا تارا" کی اوکین اقساط لکھ رہی تھی تو مجھے کچھ میڈیکل کی اسٹوڈنٹس سے ملنے کی ضرورت پڑ گئی تھی تاکہ کہانی میں انا' شہوار وغیرہ کو اگر میڈیکل کالج میں چلتا پھرتا دکھاؤں یا میڈیکل اسٹڈی کا ذکر کروں تو محض خیالی تصورات نہ ہوں بلکہ حقیقی لائف سے متعلق حقائق ہوں۔ کچھ لڑکیوں سے فون پر رابطہ کیا' چند ایک سے ملاقات کی اور پھر نیٹ پر بھی ڈھونڈا تو تبھی کہانی کی پہلی قسط لکھنا سروع کی تھی اگر کوئی اقتباس ایڈٹ کرنا ہے تو میں اس کی صحت اور حوالہ ضرور دیکھتی ہوں' کوئی نظم مجھے درکار ہے اور مل نہیں رہی تو دوستوں کو کال کرتی ہوں کہ فلاں غزل چاہیے۔

س: اللہ آپ کو ہر میدان میں کامیاب رکھے اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھے گا؟

ج: طیبہ! دعائیں وہ انمول تحفہ ہیں جس کی کوئی قیمت نہیں۔ اللہ آپ کو بھی ہر میدان میں کامیاب کرے۔ میری تمام نیک تمنائیں اور دعائیں آپ کے ہمراہ ہیں' آپ بھی میرے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی کی دعا کرتی رہیے گا' سوالات کے لیے شکریہ' آپ کے سوالات بہت اچھے تھے' اللہ حافظ۔

انیس انجم..... جھنگ صدر

س: آپ کی ایجوکیشن اور عمر کیا ہے؟

ج: ایجوکیشن ماسٹر اور عمر کے بارے میں تم نے شاید وہ محاورہ نہیں سنا کہ "مرد سے اس کی تنخواہ اور عورت سے اس کی عمر کبھی مت پوچھو" تو انیس انجم کیا مرد اپنی تنخواہ کبھی پوری بتاتا ہے اور نہ ہی عورت اپنی عمر۔ (اداکارہ میرا) ہر سال 30ویں سالگرہ مناتی ہے اور ابھی بھی جوان ہے جب کہ 30 سال کی وہ تب بھی تھی جب میں 8 سال کی تھی اور ٹی وی میں اس کے کمرشل دیکھتی تھی۔

س: آپ کی سب کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں' آپ میری فیورٹ رائٹر ہو۔

ج: تعریف کے لیے شکریہ' آپ خود اچھی ہو ورنہ میں بہت عام اور محدود پیمانے پر لکھنے والی عام سی رائٹر ہوں۔ محبتوں کے لیے مقروض ہوں۔

س: آپ نے کب لکھنا شروع کیا اور پہلی تحریر کسی رسالے شائع ہوئی؟

ج: انیس انجم! اس سوال کا جواب پچھلے جوابات پر مل جائے گا۔

س: کیا آپ کی تحریریں آپ کی شخصیت سے میل کھاتی ہیں؟

ج: آپ کا سوال خاصا عام تھا' آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ میری تمام تحریریں ہی میری ذات کی عکاس ہیں۔ رائٹر کوئی بھی ہو' کسی بھی کلاس' کسی بھی زبان کا ہو اس کی سوچ' اس کے خیالات' اس کے خواب' اس کی خواہشیں سب کچھ بلکہ بعض اوقات وہ مکمل طور پر اپنی تحریروں میں دکھائی دیتا ہے۔ وہ اپنی تحریر سے باہر نہیں ہو سکتا نہ کبھی کوئی رائٹر ہوا ہے۔ میں بھی اپنی ہر تحریر میں موجود ہوں کس میں ہوں انٹرویو پڑھ کر ڈھونڈنے کی کوشش کیجیے گا۔ بعض لوگ مجھے نویرہ کے کردار میں دیکھتے ہیں اور آج کل شہوار کے آپ بھی کوشش کر دیکھیے گا شاید آپ کو میں کسی کردار میں مل ہی جاؤں' ویسے سچ بتاؤں میں اپنے تمام ناولز میں ہوتی ہوں' انفرادی کیا دیکھنا تمام ناولز اجتماعی تجربہ کر کے جو خاکہ بنے گا اس کا نام سمیرا شریف طور رکھ دینا' خوش۔ سوال بہت اچھا تھا جواب دیتے میں نے خوب انجوائے کیا ہے' شکریہ۔

س: ماں باپ کے علاوہ آپ کو کون سا رشتہ زیادہ پسند؟

ج: بہن بھائی کا' اس کے بعد شوہر کا (کیونکہ یہ حقیقی اور شرعی رشتے ہیں)۔

س: اپنی شخصیت کے بارے میں کچھ بتائیں؟

ج: اگر تم میرے ناولز پڑھتی ہو تو تم کو میری شخصیت کے متعلق پتا چل گیا ہوگا اگر نہیں پڑھتی تو ایک دفعہ میرے تمام ناولز کو ضرور پڑھنے کی کوشش کرنا۔ ہاں میرے اس انٹرویو سے تمہیں میں مکمل طور پر ایک مکمل شخصیت میں دکھائی دوں گی بس اس شخصیت کو مختلف جوابات میں سے نکال کر تم نے خود جوڑنا ہے۔

س: آپ کی اپنی پسندیدہ اسٹوری اور پسندیدہ رائٹر کون ہے؟

ج: اس کا جواب پچھلے صفحات میں دے چکی ہوں۔

س: پیار محبت اور عشق پہ آپ کی نظر میں کیا ہے؟

ج: اس سوال کا جواب دینے کے لیے ایک عمر چاہیے۔ اقبال کہتے ہیں:۔

مجنوں نے شہر چھوڑا تو صحرا بھی چھوڑ دے
نظارے کی ہوس ہو تو لیلیٰ بھی چھوڑ دے

اقبال عقل کی بجائے دل کو اہمیت دیتے تھے وہ کہتے ہیں:

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

فیض احمد فیض اس سلسلے میں عشق کو بے ذات بتاتے ہیں' اقبال اور فیض دونوں سیالکوٹ سے تعلق رکھتے تھے' ایک شاعر مشرق قرار پایا تو دوسرا شاعر مغرب۔ ایک نے اسلام کو موضوع بنایا تو دوسرے نے روایتی شاعری کی انداز دونوں کے اپنی مثال آپ تھے' مگر عشق کے بارے میں فیض کی یہ غزل مجھے بے حد پسند ہے۔

مشکل ہیں اگر حالات وہاں' دل بیچ آئیں' جاں دے آئیں
دل والو! کوچۂ جاناں میں کیا ایسے بھی حالات نہیں

میں عشق کو صرف اللہ کی ذات سے منسوب کرتی ہوں اور سمجھتی ہوں کہ محبت پیار اور عشق کے قابل صرف اللہ کی ذات ہے۔ اس سے بڑھ کر پیار محبت اور عشق کی وضاحت نہیں کر سکتی۔

س: اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا کی ہر کامیابی عطا فرمائے آمین۔

ج: آمین' دعاؤں کے لیے بہت سارا شکریہ' جزاک اللہ۔ اللہ تمہیں ان دعاؤں کا اجر دے اور دنیا کی ہر کامیابی سے نوازے آمین۔

انیس انجم! اجازت دو پھر زندہ صحبت باقی۔ فی امان اللہ۔

الفت اینڈ فائزہ عباسی..... ہارون آباد چناری

س: آپ کو اپنا سب سے اچھا ناول کون سا لگتا ہے؟

ج: جواب پچھلے صفحات میں دیکھیں۔

س: آپ کی نظر میں لڑکی کو کیسا ہونا چاہیے؟

ج: میں اس معاملے میں کچھ نہیں کہوں گی' بس یہ کہوں گی کہ دنیا کی ہر لڑکی کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی شخصیت و کردار کا حامل ہونا چاہیے۔ آج کی لڑکی ایم فل' پی ایچ ڈی (مجھ سمیت) تو ہونے یا بننے پر فخر کرتی ہے مگر کوئی فاطمہؓ یا عائشہ جیسی سیرت و کردار اپنانے پر فخر محسوس نہیں کرتی۔ بلالہ کو حجاب استعمال کرنے والی عورتیں پرانے زمانے کی بھیڑ بکریاں لگتی ہیں اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت داڑھی والے فرعون لگتے ہیں' کاش وہ یہ الفاظ لکھنے سے پہلے سوچ لیتی کہ وہ حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ضرب لگا رہی ہے۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر بھی اس نے حملہ کیا ہے۔ پردہ عورت کی زینت ہے "سورۃ النور" کی تفسیر بمعہ ترجمہ اگر عورت پڑھ کر عمل کرے تو اس کی زندگی سنور سکتی ہے' اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گی۔

س: آپی کیا شادی شدہ ہیں؟

ج: نہیں۔

س: آپی آپ کی زندگی کا حسین ترین لمحہ؟

ج: دلچسپ سوال ہے' ماضی کو کھنگالنا پڑے گا۔ الفت اینڈ فائزہ! ماضی میں جانے کے لیے بہت سارا وقت چاہیے' آپ کے سوال پر بہت سے واقعات یاد آ رہے ہیں بہت سے لمحے ذہن میں ابھر رہے ہیں اگر لکھنے بیٹھی تو ڑ ہے اپنی عادت سے مجبور تفصیل میں نہ چلی جاؤں اس لیے پھر کبھی سہی۔

فائزہ زینب شاہ..... مودی پور' سیداں

س: آپی آنچل میں لکھنا چاہتی ہوں کوئی تجویز دیں؟

ج: پہلے اپنی تعلیم مکمل کر لیں اور پھر لکھنے کا آغاز کریں' مگر لکھنے کے لیے مطالعہ بہت ضروری ہے' کہانی کا پلاٹ' کرداروں کی نفسیات سے آگاہی' جزئیات نگاری اور مکالمہ نگاری جیسے اہم نکات کو اگر مدِنظر رکھتے لکھنے کی کوشش کریں گی تو بہت جلد اچھی رائٹر ثابت ہوں گی اور سب سے بڑھ کر رائٹر جب تک مطالعہ کی روش اختیار کیے رکھتا ہے وہ کامیاب رہتا ہے اور جب اپنی ذات کے فخر میں مبتلا مطالعہ کی روش چھوڑ دیتا ہے۔ ناکامی کا منہ دیکھتا ہے' لکھنے سے پہلے اردو ادب کی اہم شخصیات چاہے مرد مصنف ہوں یا خواتین ان کو بغور اسٹڈی کریں۔ لکھنے کا طریقہ سمجھیں اور جو دل و دماغ میں گردش کرتا ہے' خوب صورت اور سلجھے ہوئے پیراہن میں لپیٹ کر صفحۂ قرطاس کی زینت بنا لیں۔ اللہ آپ کی لکھنے خواہش کو پورا کرے آمین۔

س: آپ کا پسندیدہ پھل اور ملک کون سا ہے؟

ج: پسندیدہ پھل' سیب۔ ملک پاکستان اور سعودی عرب کے شہر مکہ اور مدینہ۔

س: محبت پر کتنے فی صد یقین ہے؟

ج: 100 فیصد۔

س: آپ کی پسندیدہ شخصیت کون سی ہے؟

ج: رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی' اس کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین۔ ان کے علاوہ کوئی بھی نہیں۔

س: آپی مجھ سے دوستی کریں گی؟ اب میں اجازت چاہتی ہوں' دعاؤں کی طلب گار' خدا حافظ۔

ج: کس دل سے کروں وداع تجھ کو
ٹوٹا جو ستارہ جل بجھا ہے

(احمد ندیم قاسمی)

فوزیہ سعید احمد ساغر......کوٹ اڈو

س: آپ کی ایجوکیشن کتنی ہے؟

ج: پیچھے بیان کرچکی ہوں۔

س: آپ کا پہلا ناول کون سا ہے اور کب لکھا؟

ج: اس کا بھی جواب پچھلے صفحات میں درج ہے۔

س: آپ کی تحریروں میں کیا آپ کی شخصیت کا عکس ہوتا ہے؟

ج: اس موضوع پر خاصی بحث ہوچکی ہے' پچھلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

س: آپ کی نظر میں دوستی کیا ہے؟

ج: حبیب جالب کہتے ہیں کہ:

دیکھ کر دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ
سانپ ہوتے ہیں آستینوں میں

منیر نیازی دوستی کے بارے میں یوں کہتے ہیں:۔

دشمنی رسم جہاں ہے دوستی حرف غلط
آدمی تنہا کھڑا ہے' ظالموں کے سامنے

(میرا خیال ہے دوستی کی وضاحت کے لیے اتنے اشعار کافی ہوں گے' خوش رہیں۔

س: اپنی خوبیوں اور خامیوں کے بارے میں بتائیں؟

ج: پچھلے صفحات پر لکھ چکی ہوں۔

س: میرے لیے کوئی نصیحت؟

ج: حقیقی رشتوں کی ہمیشہ قدر کرنا' دنیا میں زندگی ایک بار ملتی ہے اور ہر انسان نے پلٹ کر ربّ کریم کے سامنے پیش ہونا ہے۔ زادِ راہ کی تیاری رکھو کہ نجانے کب بلاوا آجائے۔ علم نافع حاصل کرنے کی تگ و دو کرو اور علم بد سے پناہ مانگو۔

س: اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آپ ہمیشہ آنچل کو ہمارے لیے اپنے لفظوں سے مہکاتی رہیں؟

ج: آمین۔ دعاؤں کا اجر آپ کو ربِّ عظیم کی ذات دے گی۔ میری دعائیں آپ کے ہمقدم ہیں۔ خوش رہیں آباد رہیں۔ اللہ نگہبان۔

سدرہ مختیار زمشا عظمت......بوسال قصور

س: السّلام علیکم کیسی ہیں آپ اور کیسی جا رہی ہے زندگی؟

ج: وعلیکم السّلام سسٹرز! میں ٹھیک ہوں اور زندگی آپ کی دعاؤں سے بہت اچھی گزر رہی ہے۔ تفصیل پیچھے آچکی ہے۔

س: آپ کی کوئی ایسی خواہش جو آج تک پوری نہ ہوئی ہو؟

ج: اللہ کا شکر ہے میری ہر خواہش (جائز) پوری ہوئی ہے اور جو پوری نہیں ہوئیں اس میں بھی اللہ کی کوئی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ چھوٹی موٹی خواہشیں ہوتی ہیں جن کی میں نے کبھی پروا نہیں کی۔ دراصل میں نے کبھی اپنی ذات کو اتنی اہمیت ہی نہیں دی ورنہ میرے لیے اپنی ذات اہم ہوجاتی تو شاید میں بہت زیادہ خود پسند ہوجاتی اور اللہ کا مجھ پر خاص کرم ہے کہ میں نے آج تک اس سے جو بھی مانگا اس نے عطا کیا۔ بس دعا ہے کہ وہ عقیدہ توحید پر رکھتے ہوئے خاتمہ بالایمان کرے اور مشرکانہ عقائد و زندگی سے بچائے۔ آمین

س: آپ کی زندگی کا کوئی ایسا واقعہ جسے آپ چاہتے ہوئے بھی نہیں بھلا سکتیں؟

ج: بہت سے واقعات ہیں مگر ایک واقعہ ایسا بھی ہے جو میری ساری زندگی پر محیط ہوچکا ہے۔ اس سے پہلے میں بہت مختلف تھی۔ میں نے کبھی حقیقی رشتوں کو اتنی اہمیت نہیں دی تھی۔ اس واقعہ نے مجھے بہت اچھی طرح سمجھا دیا کہ ماں باپ' بہن بھائی کے علاوہ دنیا میں کوئی حقیقی اور سچا دوست نہیں اور نہ ہی ہمارے خلوص محبت اور چاہت کا ماں باپ' بہن بھائی سے بڑھ کر کوئی حقدار ہے۔ جہاں تک واقعہ کی تفصیل کا سوال ہے اس کو رہنے دیں۔ یہ بہت ذاتی سوال ہے میں نے اس کے نتائج کی وضاحت کردی ہے واقعہ کی تفصیل بیان کرنا بہت ضروری بھی نہیں۔ شکریہ۔

س: آپ کا پسندیدہ شعر کون سا ہے جو ہر وقت آپ کے لبوں پر رہتا ہے؟

ج: میرے پسندیدہ اشعار تو بہت سے ہیں کسی ایک کا ذکر کچھ مشکل ہے۔ اقبال' فیض اور کئی دوسرے شعرا کی غزلیں' اشعار اکثر گنگناتی رہتی ہوں۔ آج کل حافظ ابوبکر کی نعتیں اور نظمیں سن سن کر کئی شعر اونچی آواز میں پڑھتی رہتی ہوں۔ جہادی ترانے مجھے بہت پسند ہیں۔ ہاں غالب کے یہ شعر تو اکثر دہراتی ہوں کہ

تیرے وعدے پہ جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا
یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

یا اکثر یہ غزل پڑھتی ہوں بلکہ بہت موڈ میں گنگناتی ہوں۔

یہ دل یہ پاگل میرا کیوں بجھ گیا آوارگی
اس دشت میں اک شہر تھا وہ کیا ہوا آوارگی

اور فیض احمد فیض کی یہ غزل تو بہت زیادہ ہی پسند ہے میں اکثر یہ بھی گنگناتی ہوں۔

مجھ سے پہلی سی محبت مرے محبوب نہ مانگ

چمن سے عبارت ہے

ادارہ

۱) آنچل کے سالگرہ نمبر 1 اور 2 کو آپ نے کیسا پایا اور اس میں کی جانے والی تبدیلیوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

۲) قاری بہنوں کی پرزور فرمائش پر مستقل سلسلہ ''ہم سے پوچھیے'' کو تبدیل کرنا ہے جس میں ہر ماہ مختلف موضوعات دیئے جائیں گے جس پر قاری بہنیں سوالات پوچھا کریں گی' اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

۳) کوئی اور ایسی تبدیلی جو آپ آنچل میں دیکھنا چاہتی ہیں؟

قارئین کی جانب سے بے شمار دلچسپ جوابات ہمیں موصول ہوئے دیکھتے ہیں قارئین نے کیا جوابات دیئے ہیں۔

سباس گل......رحیم یار خان

۱) سب سے پہلے تو آنچل کو اپنی 35 ویں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ مرحومہ زیب النساء صاحبہ اور پیاری فرحت آراء صاحبہ کی کاوشیں کبھی فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ آنچل ایڈیٹرز مشتاق انکل' بھائی طاہر قریشی اور قیصر آراء آنٹی' رائٹرز اور ریڈرز سبھی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ آنچل کے دونوں سالگرہ نمبر بہت اچھے رہے۔ ''نئی کونپلیں'' اور رائٹرز کی کہانیوں کے آغاز میں ان کا مختصر تعارف سالگرہ نمبر کی مناسبت سے بہت اچھا لگا' ویل ڈن۔

۲) ہم سے پوچھیے کی تبدیلی خوش آئند ہے کیونکہ تبدیلی کی گنجائش تو ہمیشہ رہتی ہے' مختلف موضوعات قارئین کے تفکر و خیالات کو جلا بخشیں گے اور انہیں ایک نئی سوچ ملے گی۔ ہم کتنے مذہبی ہیں؟ کتنے محب وطن ہیں' کتنے کیئرنگ ہیں' اپنے رشتوں اور رویوں کے معاملے میں کتنے حساس ہیں اپنے ماحول کے معاملے میں' ہماری تربیت کی کمی' کجی یا خامی کیا ہے؟ کس وجہ سے ہے' ہم کتنے اچھے رازداں ہیں' ہم میں دوسروں کی بات برداشت کرنے کا مادہ کتنا ہے' ہے بھی کہ نہیں۔ ہمارے تعلیمی اداروں میں دی جانے والی تعلیم ہمیں علم و ادب سکھاتی ہے یا صرف ڈگریوں کے انبار لگاتی ہے؟ تو جناب موضوعات تو بہت ہیں جو قارئین کے' آپ کے ذہن کے دروازے پر دستک دینے والے ہیں تو کر دیجیے شروع یہ نیا سلسلہ' ہماری طرف سے اجازت ہے' اجازت ہے' ہاہاہا۔

۳) تبدیلی آہ ہم' بھئی ہمارے سلسلے وار ناول اسٹارٹ کردیں بہت ہی خوش گوار تبدیلی آجائے گی آنچل میں (ہاہاہا)۔ مذاق اپنی جگہ جو تبدیلی آنچل میں لائی جارہی ہے وہ خوش آئند ہے اگر کسی بھی موضوع پر سب سے اچھا لکھنے والے قارئین کو انعام سے نوازا جائے تو مزا آجائے گا۔ مقابلے کی فضا پیدا ہوگی اور ہر ماہ ایک نئے موضوع پر عمدہ خیالات سامنے آئیں گے قارئین کی طرف سے' ہے نا زبردست آئیڈیا۔ اب اجازت دیجیے' خوش رکھیے اور خوش رہیے۔

سلمیٰ غزل......گلشن اقبال' کراچی

۱) دیکھئے ویسے تو سالگرہ نمبر 1 اور 2 دونوں ہی بہترین ہیں لیکن سچ پوچھئے تو نمبر 2 زبردست ہے کیوں؟ آپس کی بات ہے آخر اس میں میرا ناولٹ ''خدا کا بھرم'' بھی تو شامل ہے ویسے تمام تبدیلیاں مثبت اور خوش گوار ہیں۔

۲) ویسے تو آپ کی تجویز بُری نہیں اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

۳) میرے خیال میں تو آنچل ایک مکمل ڈائجسٹ ہے لیکن انسانی فطرت ''تنوع'' پسند ہے ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں تبدیلی اچھی لگتی ہے یکسانیت سے ہم جلد ہی بے زار ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ روزانہ کھانا بھی ایک جیسا نہیں کھایا جاسکتا خواہ کتنا ہی لذیذ ہو اگر آپ متفق ہوں اور بہنوں کو بھی میری تجویز اچھی لگے تو (۱) ہر ماہ

''محفل کائنات'' کے عنوان سے بہنوں کو مختصر لکھنے کی دعوت دی جائے' کوئی آپ بیتی' کوئی جگ بیتی یا پھر کوئی سماجی' معاشرتی یا مذہبی پہلو بھی ہمارے آپ کی نظروں سے اوجھل ہوں۔ (۲) نئے موضاعت کے ساتھ نمبر نکالے جائیں مثلاً ساس نمبر' بہو نمبر' عورت نمبر' مرد نمبر' بیٹی نمبر' بیٹا نمبر' باپ نمبر' بیوی نمبر وغیرہ وغیرہ۔ (۳) ایک سوشل راؤنڈ اپ ہو جس میں کراچی شہر کی مختلف خبریں ادارہ خود شامل کرلے یا بہنوں کو علم ہو تو وہ بذریعہ ڈاک اطلاع دیں اور شامل اشاعت ادارے کی صوابدید پر ہو۔ (۴) پرانے اور نئے رائٹرز کا مختصر انٹرویو۔

آپ کو میری تجاویز کیسی لگیں؟ خدا حافظ۔

سامعہ ملک پرویز.....احاطہ ٹیکسلا

۱) آنچل کے سالگرہ نمبر 1 اور 2 کو اپنی تمام تر رعنائیوں' شادابیوں اور خوب صورتیوں سمیت یادوں کے حسین و دلکش سلسلوں کو دل کے نہاں خانوں میں محبت کے لبادے میں لپیٹ کر رکھ دیا ہے۔ اس میں کی جانے والی نئی تبدیلیاں درس و آگہی کا اک نیا در وا کیے ہوئے تھیں جن سے حاصل کردہ علم کے جادو نے ابھی تک اپنے سحر میں جکڑا ہوا ہے۔ اچھی اور بہترین کاوش پر دل کی اتھاہ و عمیق گہرائیوں سے آپ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

۲) نئے سلسلے کے بارے میں رائے ابھی کیسے دوں؟ کچھ سمجھ نہیں آرہا لیکن یہ سلسلہ آنچل کا ہے تو پھر زبردست ہی ہوگا جناب! ہم کہاں ٹھہرے اتنے عالم فاضل' عاقل و دانا ماہر حالات و واقعات؟

۳) تبدیلی تو دیکھنا چاہتے ہیں ایک اور وہ تبدیلی میری دیرینہ خواہش بھی ہے یعنی کہ ایک ایسا سلسلہ مستقل بنیاد پر شروع کیا جائے جس میں اگلے ماہ کے لیے موضوع پہلے سے بتادیا جائے تاکہ مجھ جیسی کم علم مگر لکھنے کی شوقین اپنے اپنے خیالات آپ تک پہنچاسکیں اور ان میں لکھنے کی صلاحیت بھی مزید پروان چڑھے' وہ موضوع سماجی ہو یا سیاسی' معاشرتی ہو یا معاشی مختصر اور جامع پیرائے میں بیان کیا جانا لازم ٹھہرایا جائے' شکریہ۔

طیبہ نذیر.....شادیوال گجرات

۱) آنچل کی سالگرہ نمبر 1 اور 2 کو ہم نے اپنی سوچ سے بڑھ کے پایا' آنچل میں بہت سی خوش گوار تبدیلیاں دیکھنے کو ملی ہیں۔ ویسے بھی آنچل پرفیکٹ ہے' ہماری دعا ہے کہ آنچل ایسے ہی ترقی کی راہوں پر گامزن رہے۔

۲) میں آپ کو بتا نہیں سکتی کہ یہ سوال دیکھ کے میں کتنی خوش ہوئی ہوں' میری بھی آپ سے یہ ہی درخواست تھی میری فرمائش اتنی جلدی پوری ہوگی یہ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ بہت بہت زیادہ شکریہ میرے خیال سے یہ سلسلہ تمام سلسلوں پر حاوی ہوگا۔ میں بہت زیادہ خوش ہوں تھینکس آلاٹ۔

۳) نہیں کوئی اور تبدیلی نہیں چاہیے بس ایک ننھی منی سی فرمائش ہے پلیز مائنڈ گا لازمی' میں یہ چاہتی ہوں کہ آنچل کے صفحات تھوڑے سے بڑھادیں' سوچیں مت مان لیں نہ پلیز اینڈ پر آنچل اسٹاف' ریڈرز' رائٹرز سب کے لیے ڈھیروں دعائیں' ہمیشہ مسکراتے رہیے۔

آنسہ شبیر عطاریہ.....ڈوگہ گجرات

۱) آنچل کا سالگرہ نمبر 1 تو زبردست تھا' جب ساتھ ہی خوش خبری ملی کہ سالگرہ نمبر 2 بھی آئے گا تو سونے پہ سہاگا والی بات ہوگئی اور تبدیلیاں بھی ساری بہت زبردست تھیں۔

۲) ہم سے پوچھیے کی جگہ جو سلسلہ شروع کیا جارہا ہے جس میں باقاعدہ ایک موضوع دیا جائے گا تو یہ خوش آئند بات ہے' جس سے قاری بہنوں کو مزید کچھ سیکھنے کا موقع ملے گا۔

۳) آنچل ایک زبردست رسالہ ہے اس میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ آپ ہمارے دل کی بات ہمارے کہے بغیر ہی سمجھ لیتے ہیں۔

دلکش مریم.....چنیوٹ

۱) آنچل کے سالگرہ نمبرز کو جیسا سوچا تھا اس سے بڑھ کے پایا۔ آنچل ہر لحاظ سے بہترین ہے اس میں کی

گئی تبدیلیاں بہت پسند آئیں' خاص کر رائٹرز کے بارے میں جان کر اچھا لگا اور ''نئی کونپلیں'' کی تو کیا ہی بات ہے۔

۲) مستقل سلسلہ ''ہم سے پوچھیے'' میں بھی قاری بہنیں سوال ہی کرتی ہیں' نئے سلسلے میں بھی قاری بہنیں سوال ہی کریں گی کیا آپ ایسا سلسلہ شروع نہیں کرسکتے جس میں قاری بہنوں سے سوال کیا جائے ان سے کچھ پوچھا جائے؟

۳) بس 10,15 صفحات کا اضافہ کردیں۔

ثوبیہ کوثر.....ملتان

۱) آنچل میں ہونے والی تبدیلیاں اچھی لگیں خاص طور پر سلسلہ ''نئی کونپلیں'' اور ''بیوٹی گائیڈ'' مع سوالات و جوابات ہیں اور اب تو ایک اور سلسلہ بھی شروع ہوجائے گا یعنی موضوعات پر سوالات و جوابات کا موقع' ان شاءاللہ۔

۲) اس بارے میں میری بہت ہی نیک رائے ہے کیونکہ یہ میرا من پسند (سب سے پسندیدہ) سلسلہ ہوگا جہاں پر کوئی موضوع ہو وہاں پر سوالات کی بھرمار کرنے اور اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کا مجھے بے حد شوق ہے۔ ان شاءاللہ آپ کی اجازت' میں ہر موضوع پر (کے متعلق) بات کروں گی اور امید ہے باقی تمام قاری بہنیں بھی مجھ سے متفق ہوں گی۔

۳) آنچل میں ایک تبدیلی بڑی شدت سے دیکھنا چاہتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ تعارف چاہے رائٹرز کا ہو یا قارئین کرام کا' تصویر ساتھ لازمی ہونی چاہیے۔

نورین شاہد.....رحیم یار خان

۱) سالگرہ نمبر 1 اور 2 کو ہم نے بہت زبردست پایا' ہر تحریر لاجواب تھی کہیں کوئی کمی نہیں تمام تبدیلیاں بہت اچھی لگیں کیونکہ تبدیلی زندگی کا مظہر ہے تمام ٹیم اور رائٹرز کو مبارک باد۔

۲) ''ہم سے پوچھیے'' میں ویسے چٹ پٹے سوالات ہوتے ہیں وہ بھی مزا دیتے تھے لیکن اگر کسی موضوع پر سوال کرنا ہوگا تو وہ بھی اچھا ہے' ہوسکتا ہے کہ کسی کی الجھن کو سلجھانے کے لیے جواب مل جائے۔

۳) تبدیلی کا حق ویسے آنچل ٹیم کا ہے مگر کچھ ہمیں بھی ہے تو میں چاہوں گی کہ رائٹرز کا انٹرویو یعنی ''بہنوں کی عدالت'' کا سلسلہ بند نہ ہو پلیز باقی آپ کی مرضی۔

شازیہ فاروق احمد.....خان بیلہ

۱) دونوں سالگرہ نمبرز بہت زیادہ اچھے لگے' تبدیلیاں ہوتی رہنی چاہئیں تاکہ یکسانیت کا احساس نہ ہو۔ آنچل میں نیا سلسلہ ''نئی کونپلیں'' بہت اچھا ہے' کامیابی سے آنچل نے ایک سال مکمل کیا' اس لیے بہت بہت مبارک باد۔ تمام اسٹاف کی محنت کا نتیجہ ہے۔

۲) بھئی اگر ہم سے پوچھیں تو یہی کہیں کہ آنچل ایک دم پرفیکٹ ہے اگر پھر بھی آپ بدلنا چاہتی ہیں تو آپ کی مرضی' ویسے میں سالگرہ نمبر 1 کے سروے میں ہونے والے سوالوں کو پڑھ کر طلعت نظامی کی باتوں سے اتفاق کروں گی کیونکہ انہوں نے بالکل ٹھیک فرمایا کہ ''ہم سے پوچھیے میں جوابات دلچسپ ہوں کیونکہ ماحول نے ایسے ہی انسان کو سنجیدہ بنا رکھا ہے ذومعنی جوابات مزا دیتے ہیں۔'' ان کے جواب نے متاثر کیا' ہر ماہ مختلف موضوعات پر بہنیں سولات کریں گی' یہ تبدیلی بھی آنچل میں خوش آئند ثابت ہوگی اس سے آنچل میں نئے نئے مشورے دیئے جائیں گے جو قارئین کی کمزوری کو کسی حد تک مشوروں کے ذریعے پورا کردیں گی کیونکہ ہر کوئی ہر بار آنچل کی محفل میں شرکت نہیں کرسکتی نا تو جو سوال نہیں پوچھیں گی وہ جواب دیکھ کر اپنے آپ کو آنچل کی محفل کا حصہ ہی سمجھیں گی' ہاہاہا۔

۳) یہ بات کافی مشکل ہے ہم آنچل کو ہر لحاظ سے صاف ستھرا اور اچھا پاتے ہیں پھر بھی اگر پوچھیں تو ''آپ کی شخصیت'' کو میں پھر سے دیکھنا چاہوں گی کیونکہ اس سلسلے میں کافی لڑکیوں کو مدد ملی ہے اور خود میں اس سلسلے سے کافی کچھ سیکھ چکی ہوں' آگے آنچل اور ادارے کی مرضی۔

حمیرا عروش.....کراچی

۱) بلا مبالغہ آنچل میں کی جانے والی تبدیلیوں نے آنچل کو مکمل کردیا ہے پہلے جو کمی سی محسوس ہوتی تھی اب نہیں ہوتی' دلچسپیاں بڑھ گئی ہیں۔

۲) ''ہم سے پوچھیے'' میں بلاشبہ شائلہ آپی دلچسپ' پر مزاح جوابات دیتی ہیں مگر اگر اس کی جگہ کوئی معقول سلسلہ جاری کیا جائے تو بہتر ہوگا کیونکہ (معذرت کے ساتھ) یہ ایک بے مقصد سلسلہ ہے۔

۳) سوال نمبر غلط ڈالا گیا ہے یا پھر تین سوال مس ہوگئے ہیں' آنچل مکمل گھر ہے اب چونکہ ہم سے پوچھیے ختم کردیا جائے گا تو میں چاہوں گی کہ مزاح کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے لطائف کا الگ سے سلسلہ شروع کیا جائے۔ یادگار لمحے کو مختصر کر کے نئے پر مزاح سلسلے کی جگہ بنائی جاسکتی ہے (میرا کام تھا بتانا بھئی آگے آپ کی مرضی) اور نہیں تو کیا؟ اچھا جی! فی امان اللہ۔

شمع مسکان.....قصور

۱) آنچل کو کیسا پایا تو میں اس کا جواب ایک اپنی ادنیٰ سی کاوش سے دوں گی کہ:۔

اس برس بھی ایسے تم پیارے لگے
جیسے روح کو معطر کرتا اک کھلتا گلاب
جیسے چار سو چاندنی بکھیرتا' چمکتا مہتاب
گھٹا ٹوپ تاریکی کو مات دینے والا
جیسے روشن صبح کا ابھرتا آفتاب
اس برس بھی ایسے تم پیارے لگے
سج دھج ایسی تھی جیسے ہو نئی دلہن
جسے دیکھ جھوم اٹھے میرے قلب و من
تجھ پر سدا لفظوں کے موتی سجاؤں گی
کیونکہ اپنا تو ہے اک اٹوٹ بندھن
مگر اے دوست.....!
اس بار انداز کچھ نرالے لگے
رنگ بدلے بدلے تمہارے لگے
اپنی تمام تر تبدیلی کی باوجود میری جان
مسکان کو اپنی آنکھوں کے تم تارے لگے
اس برس بھی ایسے تم پیارے لگے

تبدیلیوں نے آنچل میں مزید نکھار پیدا کیا ہے' خاص طور پر ''نئی کونپلیں'' بیسٹ ہے اور بیوٹی گائیڈ میں بھی ہر قاری بہن اپنے جلدی مسائل کا حل معلوم کرسکے گی تو یہ سب اچھا ہی ہے۔

۲) میرے خیال میں چینج اچھا رہے گا لیکن ہمیں تو ''ہم سے پوچھیے'' بھی دلچسپ لگتا ہے۔ چلیں ذرا چینج کریں اگر ہمیں اچھا لگا تو.....تو چلے گا خیر ہمیں شائل آپی سے ہم سے پوچھیے میں پوچھنا ہی اچھا لگے گا (شائل آپی آپ نے ہمارے ساتھ ساتھ رہنا ہے)۔

۳) جو تبدیلیاں وقوع پذیر ہیں' ان کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے ویسے بھی اس ماہ دوست نے دل کچھ زیادہ ہی خوش کردیا۔ ایک لانگ خوب صورت مکمل ناول دے کر (تھینکس آنچل)۔

اقراء منظور فاروقی.....کوٹ مومن

۱) سالگرہ نمبر 1 اور 2 دونوں ہی بہت خوب صورت تھے اور معیار پر پورے اترے جو بھی تبدیلیاں کی گئیں سب اچھی تھیں۔

۲) ہم سے پوچھیے کو تبدیل کر کے آپ نے بہت اچھا کیا کیونکہ وہ ہمارے لیے فائدہ مند نہیں ہے' اس کی جگہ کوئی اچھا سا سلسلہ شروع کریں' جس سے ہمیں فائدہ پہنچے۔

۳) آنچل میں تبدیلی تو نہیں چاہیے ہمیں ایک خواہش ہے اگر آپ پوری کردیں تو بہت احسان ہوگا' وہ خواہش یہ ہے کہ سعدیہ اہل کاشف کا قسط وار ناول جو آنچل میں شروع ہوا تھا ''شہر چارہ گراں'' وہ دوبارہ شائع کردیں' وہ میں نے مکمل نہیں پڑھا لیکن ایک قسط پڑھی تو بہت خوب صورت لگا' اس لیے خواہش کی۔

ویسے تو اس سے وصل کا امکان تک نہیں
مولا! اسی کے ہاتھ کی تقدیر کر مجھے
کوئی اجنبی نہیں ہوں میری آنکھ میں اُتر
میں عکس ہوں اگر کوئی تصویر کر مجھے

اسے کہنا قسم لے لو
تمہارے بعد جو ہم نے کسی کا خواب دیکھا ہو
کسی کو ہم نے چاہا ہو کسی کو ہم نے سوچا ہو
کسی کی آرزو کی ہو کسی کی جستجو کی ہو
کسی کی راہ دیکھی ہو کسی کا قرب مانگا ہو
کوئی دل میں اتارا ہو جو ہم کو تم سے پیارا ہو
کوئی دل میں بسایا ہو کوئی اپنا بنایا ہو
کوئی روٹھا ہو تو ہم نے اسے رو رو منایا ہو
دسمبر کی حسیں رت میں کسی کا ہجر جھیلا ہو
کسی کی یاد کا موسم میرے آنگن میں کھیلا ہو
کسی کی بے وفائی پر بھی یہ نین برسے ہوں
کسی سے بات کرنے کو کبھی یہ ہونٹ ترسے ہوں
کبھی راتوں کو اٹھ اٹھ کر تیرے دکھ میں نہ روئے ہوں
اسے کہنا قسم لے لو.....
کبھی جگنو کبھی تارا کبھی ماہتاب دیکھا ہو
اسے کہنا قسم لے لو
تمہارے بعد جو ہم نے کسی کا خواب دیکھا ہو

میکال کے گھر سے واپسی کے بعد وہ فارحہ کی طرف چلی گئی تھی وہیں سے دونوں نے لانگ ڈرائیو کا پروگرام بنایا تھا اور اب تھکن سے چُور جسم کے ساتھ وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر اوندھے منہ پڑی تھی۔

سائیڈ ٹیبل پر اس کی اور نہال حسن کی شادی کی تصویر جیسے اس کا منہ چڑا رہی تھی۔ ایک دم سے اٹھ کر بیٹھی اور بال سمیٹ کر پیچھے کرتے ہوئے اس نے وہ تصویر اٹھالی۔ نہال مسکرا رہا تھا یوں جیسے اس کی دل کی بہت بڑی تمنا پوری ہوگئی ہو مگر وہ خوش نہیں تھی۔ میکال حسن سے نہال حسن کی ذات تک کے اس سفر نے اسے بہت بُری طرح سے تھکا ڈالا تھا۔ کپکپاتے ہاتھوں سے نہال حسن کے مسکراتے ہوئے چہرے کو چھونے کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئی تھیں۔

کتنا مختصر ساتھ تھا اس کا اور نہال حسن کا مگر..... وہ اس کی زندگی پر بہت گہری چھاپ چھوڑ گیا تھا۔

آنسوؤں کا سلسلہ جو شروع ہوا تو پھر زور پکڑتا چلا گیا تھا۔ نہال حسن کا خوب صورت چہرہ اب اس کی آنسوؤں کی برسات میں بھیگ رہا تھا۔ ہانیہ نے تصویر ذرا سی اوپر اٹھائی اور اپنے لب اس کے گال پر رکھ دیئے۔

"آئی مس یو نہال حسن! آئی مس یو ویری مچ۔"

بہت دنوں کے بعد وہ پھر بہت رو رہی تھی مگر وہاں کوئی اسے چپ کروانے والا نہیں تھا۔ صفدر صاحب کی ڈیتھ ہوگئی تھی، حسن صاحب اور ان کی بیگم انگلینڈ جا بسے تھے کمال اور ان کی بیوی عینا کے پاس، مائرہ اور سارا کی آگے پیچھے شادیاں ہوگئی تھیں۔ جاذب اور ہادیہ بھی پچھلے سال ہی دیارِ غیر میں مقیم ہوگئے تھے مگر وہ ہزار کوششوں اور اصرار کے باوجود اپنا آبائی گھر چھوڑنے پر راضی نہیں ہوئی تھی۔

عرصہ ہوگیا تھا کسی نے ہانیہ صفدر کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ نہال حسن کی ڈیتھ کے بعد تو یوں بھی وہ بہت گوشہ نشین ہوکر رہ گئی تھی۔ ہفتوں اپنے کمرے سے باہر نہ نکلتی، ہادیہ روز اسے ٹائم نکال کر کال کرتی تھی مگر وہ کبھی اٹینڈ کرتی، کبھی نظر انداز کر جاتی۔

اکثر بیش تر مسٹر اینڈ مسز رحیم شام میں اس کی طرف چکر لگا لیتے تھے تو اس کا دل بہل جاتا تھا، کل بھی تقریب سے قبل وہ دونوں اس کے گھر آئے اور اسے بصد اصرار اپنے گھر میں ہونے والی تقریب میں شمولیت کی دعوت دے کر گئے تھے۔

عرصہ ہوا اس نے اس طرح کی تقریبات میں جانا چھوڑ دیا تھا مگر مسٹر اینڈ مسز رحیم کو مایوس کرنا اسے مناسب نہیں لگا

تبھی وہ ان کے گھر چلی آئی تھی۔ مگر اسے گمان نہیں تھا کہ وہاں میکال حسن بھی ہوگا کیونکہ اس کی معلومات کے مطابق وہ پیرس میں سیٹل ہوچکا تھا، اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ اگر وہ ذرا سی بھی اس کی آمد سے باخبر ہوتی تو شاید آج کی تقریب میں کبھی نہ آتی۔

خاموشی سے گہری ہوتی پُرفسوں شب کے بارہ بج گئے تھے اس نے ایک نظر سامنے لگے وال کلاک پر ڈالی پھر تکیہ سیٹ کر کے لیٹ گئی۔ پچھلے کچھ دنوں سے موسم میں خنکی بڑھ گئی تھی۔

روز آفس سے واپسی کے بعد شدید تھکن کے باوجود وہ اسٹڈی روم میں گھس جاتی اور ساری ساری رات کتابوں کو چاٹتی رہتی، اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جن کی زندگی میں قسمت صرف اندھیرے لے کر آتی ہے۔

کروٹ کے بل لیٹ کر دونوں ہاتھ بائیں گال کے نیچے رکھتے ہوئے اس کی نظر پھر اپنی اور نہال حسن کی شادی کی تصویر سے ٹکرائی تھی، اسی کے ساتھ وہ تمام دن جنہیں وہ کبھی یاد کرنا نہیں چاہتی تھی اس کی سوچوں میں در آئے تھے۔

تیری آہٹ.....
سلگتی دوپہر کو شام کرتی ہے
اترتی ہے سواد ہجر میں کچھ اس طرح
صدائے آشنا کوئی
گھنے گہرے اندھیرے جگنوؤں کی بے یقینی میں
رخِ منزل دکھاتی ہے
روشنی کا کام کرتی ہے

❁.....❁.....❁

جاذب اور ہادیہ کی شادی کی ڈیٹ فکس ہوگئی تھی۔ انگلینڈ جانے سے قبل میکال پھران کے گھر آیا تھا، کل جب وہ میکال کے ساتھ صبح صبح گھر واپس آئی تھی اسی روز ناشتے کے بعد اس نے ہادیہ کو ساری بات بتادی تھی۔ کل رات جو کچھ میکال نے زبردستی اس کے ساتھ کیا تھا وہ چاہتے ہوئے بھی ہادیہ سے چھپا نہیں سکی تھی، جواب میں ہادیہ نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ میکال کی برائیوں اور اس کے ماضی کی محبت کو نظر انداز کرنے کی کوشش کر کے اس کے ساتھ اپنے تعلق کو خوش گوار بنائے تاہم ہانیہ فی الحال اس کی بات پر کان دھرنے کو تیار نہیں تھی۔

اپنے کردار کے بارے میکال حسن کے الفاظ اسے سانپ بچھو بن کر کاٹتے تھے۔ اسی روز شام میں جب وہ ہادیہ کے ساتھ رات کے کھانے کی تیاری کروا رہی تھی، وہ پھر آدھمکا تھا۔ جاذب گھر پر نہیں تھا تاہم صفدر صاحب اور ان کی بیوی ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھے نیوز سن رہے تھے جب وہ وہیں ٹی وی لاؤنج میں چلا آیا۔

"السلام علیکم انکل اینڈ آنٹی! کیسے ہیں آپ؟"

"وعلیکم السلام بیٹے! بڑی لمبی عمر ہے تمہاری، ابھی تمہارا ہی ذکر ہو رہا تھا۔"

"خیریت؟"

"ہوں، تمہاری آنٹی تمہارا ذکر کر رہی تھیں۔" صفدر صاحب نے بتایا تھا جواب میں وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"ذکر خیر تو نہیں ہو رہا ہوگا، ہے ناں؟"

"نہیں بھئی ایسی کوئی بات نہیں، بہت تعریف کر رہی تھیں تمہاری، ہادیہ بتا رہی تھی کہ تم انگلینڈ جا رہے ہو؟"

"جی انکل! اصل میں کافی عرصہ وہاں رہا ہوں تو بہت سی چیزیں ہیں جنہیں صرف میں ہی ہینڈل کرسکتا ہوں۔ سوچ رہا ہوں سب کچھ کلوز کر کے پاکستان آجاؤں پکا پکایا پھر کمال بھائی کے سپرد کر آؤں۔"

"اچھی بات ہے، واپس کب تک آؤ گے؟"

"کچھ کہہ نہیں سکتا، یہ تو وہاں جا کر ہی پتا لگے گا۔"

"کچھ بھی ہو لیکن سارا کام نپٹا کر فوری واپس آؤ کیونکہ جاذب اور ہادیہ کی شادی کی ڈیٹ فکس ہوگئی ہے اور تمہارا اس موقع پر یہاں ہونا بہت ضروری ہے۔"

"میں کوشش کروں گا انکل! ان شاء اللہ آپ پریشان نہ ہوں۔" اس کے چہرے اور آنکھوں میں بشاشت تھی، صفدر صاحب کو پہلی بار وہ بہت خوش دکھائی دیا تھا جبھی وہ مطمئن سے مسکرا دیئے تھے۔

ہانیہ تھوڑی دیر بعد ہادیہ کے مجبور کرنے پر چائے لے کر آئی تو وہ صفدر صاحب سے کہہ رہا تھا۔

"وہ اصل میں انکل! میں ہانیہ کے ساتھ باہر ڈنر کرنا چاہ رہا تھا، اگر آپ کی اجازت ہو تو....."

"ہاں ہاں کیوں نہیں، بھئی بیوی ہے تمہاری، کوئی گرل فرینڈ تھوڑی ہے جو اجازت مانگ رہے ہو۔" میکال کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی انہوں نے اجازت دے ڈالی تھی۔

ہانیہ محض انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

''ایم سوری پاپا! میرے سر میں درد ہو رہا ہے میں اس وقت کہیں بھی جانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔''

''بُری بات ہانیہ! میکال کل انگلینڈ جا رہا ہے پتا نہیں کب واپسی ہو' چلو اٹھو شاباش تیار ہو کر آؤ' میں اس وقت تمہارا انکار سننے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔''

''مگر پاپا......''

''کوئی اگر مگر نہیں' چلو اٹھو شاباش! اور پانچ منٹ میں واپس آؤ۔''

وہ آرمی سے وابستہ رہے تھے اور یہ چیز ان کے اندر جیسے رچ بس گئی تھی۔ ہانیہ بے حد ہرٹ ہو کر وہاں سے اٹھی تھی کتنے دکھ کی بات تھی کہ سب کچھ جاننے کے باوجود وہ میکال کو سر آنکھوں پر بٹھا رہے تھے اور اس کی اب بھی وہی اہمیت تھی۔

بے بس......لاچار......

اگلے بیس منٹ میں وہ انہی کپڑوں میں بال سیدھے کر کے آ گئی تھی۔ میکال اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

''او کے انکل! ہم اب نکلتے ہیں گھر واپسی پر مجھے پیکنگ بھی کرنی ہے اس لیے معذرت مزید نہیں بیٹھ سکوں گا۔''

''کوئی بات نہیں' ہانیہ کا خیال رکھنا۔''

''ان شاء اللہ' اللہ حافظ۔''

صفدر صاحب سے ہاتھ ملا کر ذکیہ بیگم سے پیار لیتے ہوئے وہ فوراً گھر سے باہر نکل آیا۔ جب کہ ہانیہ کو ہادیہ کندھوں سے تھام کر باہر لائی تھی۔ اس کے جانے کے بعد صفدر صاحب نے گہری سانس بھرتے ہوئے ذکیہ بیگم سے کہا۔

''میں جانتا ہوں ہانیہ! میرے فیصلوں سے خوش نہیں ہے مگر وہ نہیں جانتی ذکیہ کہ جس معاشرے میں ہم رہ رہے ہیں وہاں سو فیصد لڑکے کے گلٹی ہونے کے باوجود دن رات بیٹی کے ماں باپ ہاتھ باندھے اپنے سمدھیوں کے سامنے کھڑے رہتے ہیں صرف اس لیے کہ بس ان کی بیٹی کا گھر آباد رہے۔ چاہے وہ وہاں سولی پر ہی کیوں نہ چڑھی ہو بس اس کے آباد رہنے کا بھرم قائم رہے کیونکہ وہ جانتے ہیں اگر کسی بھی وجہ سے ان کی بیٹی واپس ان کے گھر آ گئی تو بربادی کا سارا ملبہ صرف ان کی اور ان کی بیٹی کی ذات پر گرے گا۔ لڑکے والوں کے نام پر کوئی حرف نہیں آئے گا' یہی اس معاشرے کی ریت ہے۔'' بولتے بولتے ان کی آنکھوں کے گوشے نم ہو گئے تبھی ذکیہ بیگم نے ہاتھ بڑھا کر ان کا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے انہیں تسلی دی۔

ہانیہ باہر میکال کی گاڑی میں آ کر بیٹھی تو سرد ہواؤں نے بے ساختہ اسے کپکپانے پر مجبور کر دیا۔ میکال نے بس ایک سرسری سی نگاہ اس پر ڈالی اور پھر ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔

ریسٹورنٹ تک دونوں خاموش رہے' تاہم جس وقت اس نے کھانا آرڈر کیا اس نے ہانیہ کو مخاطب کیا۔

''مجھے کھانے میں تمہاری پسند کا علم نہیں ہے پلیز تم جو بھی کھانا چاہو منگوا سکتی ہو۔''

''نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔''

''ٹھیک ہے' آپ یہی لے آئیں پلیز۔'' ہانیہ سے توجہ ہٹا کر اس نے ویٹر کو وہی ڈشز اوکے کر دی جو اس نے پسند کی تھیں وہ سر ہلا کر واپس مڑ گیا۔

''ابھی تھوڑی دیر میں یہاں رحیم صاحب اور آپا بھی آنے والے ہیں۔ اسی لیے تمہارے نا چاہنے کے باوجود میں تمہیں یہاں لے آیا کیونکہ انہیں ہمارے اختلافات کی خبر نہیں ہے۔''

''کس کس سے اپنے اختلافات کو چھپاتے پھریں گے مسٹر میکال حسن صاحب! ایک نہ ایک دن تو دنیا کو پتا چل ہی جائے گا کہ ہمارے رشتے کی حقیقت کیا ہے۔''

''ہوں مگر دنیا کو پتا چلنے سے قبل ہی میں اس رشتے کو مضبوط کر لوں گا۔'' مخمور لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ہانیہ کا ہاتھ اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔

''میں مانتا ہوں تم مجھ سے بہت ناراض ہو' یقیناً مجھے معاف کرنے کا بھی تمہارا کوئی پروگرام نہیں مگر میں پھر بھی تم سے ملے بغیر یہاں سے جانا نہیں چاہتا۔''

''مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' آہستگی سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کی گرفت سے نکالتے ہوئے اس نے رخ پھیر لیا۔

''جانتا ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ اس شادی کے لیے دل سے رضا مند نہیں تھیں' سارا اور مائرہ کے بقول تمہارا اور نہال کا آپس میں پسندیدگی کا رشتہ تھا شاید اس نے مما پاپا کے سامنے اس کا اظہار بھی کیا تھا۔ اسی لیے میں نہیں چاہتا تھا کہ تم میرے ساتھ کوئی تعلق بناؤ کیونکہ میں خود ایک ٹوٹا ہوا انسان ہوں۔ عائشہ ازہان کو کھونے کے بعد زندگی بہت بے رنگ سی ہو کر رہ گئی ہے میرے لیے' تم خود سوچو ایک انسان جو پہلے ہی ٹوٹا ہوا ہو کیا اسے کوئی منتشر فرد سکون دے سکتا ہے؟''

''میں منتشر نہیں ہوں' نہ ہی مجھے اس چیز میں کوئی دلچسپی ہے کہ عائشہ ازہان آپ کے لیے کیا تھی کیا نہیں تھی' میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ میں ایک برتے ہوئے انسان کے ساتھ اپنی خوب صورت زندگی کا سفر شروع کرنا نہیں چاہتی تھی۔ ایک ایسا انسان جس کے پاس آپ کو دینے کے لیے نہ خالص خواب ہوں نا جذبے' میری پسند ایسا انسان نہیں تھا اسی لیے میں نے اس شادی سے انکار کیا تھا' مجھے نہیں پتا نہال کے دل میں میرے لیے کیا ہے کیا نہیں ہے مگر میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ وہ ایک بہترین انسان ہے' رشتوں کو برتنے اور ان کی قدر کرنے کے معاملے میں وہ آپ سے کئی درجے بہتر انسان ہے۔'' رخ پھیرے وہ قدرے جذباتی ہو گئی تھی۔ میکال یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

''اور ہاں یہ شادی میں نے بھی ویسے ہی مجبور ہو کر کی تھی جیسے آپ نے مجبور ہو کر کی ورنہ عائشہ ازہان کے عاشق میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی پھر بھی صرف اپنے ماں باپ کی عزت رکھنے کے لیے' انسانی ہمدردی کے تحت میں نے آپ کو اپنا ہمسفر قبول کیا۔ میرا خیال تھا کہ شاید آپ کا اعتبار جیت کر میں آپ کی کھوئی ہوئی خوشیاں آپ کو دوبارہ لوٹا سکوں گی مگر یہ میری بھول تھی' کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے ساتھ ہمدردی بھی نہیں کی جا سکتی اور آپ کا شمار ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے مسٹر میکال! میں اب تک خاموش ہوں تو صرف جاذب اور ہادیہ کی خوشیوں کے لیے ورنہ آپ جیسے پُرگندہ سوچوں کے مالک شخص کے ساتھ میں چند گھڑیاں گزارنا بھی اپنی توہین سمجھتی ہوں۔ شادی ضرور کی ہے میں نے مگر اس شادی کے بدلے میں اپنے کردار اور اپنی عزتِ نفس کا سودا نہیں کیا میں نے بہرحال میں اب چلتی ہوں اس سے پہلے کہ پھر موسم خراب ہو جائے اور مجھے زبردستی آپ کے ساتھ آپ کے گھر جانا پڑے' مسٹر اینڈ مسز رحیم کو میری طرف سے معذرت کہہ دیجیے گا۔''

دل کا غبار نکال کر اپنی بے عزتی کا بدلہ اچھی طرح چکانے کے بعد وہ بنا میکال کے جذبات کا خیال لیے کرسی پیچھے کھسکا کر اٹھ کھڑی ہوئی' تبھی ویٹر کھانا لے آیا تھا۔

''کھانا کھا کر جاؤ ہانیہ! پھر میں تمہیں خود تمہارے گھر ڈراپ کر آتا ہوں۔'' ویٹر کے سامنے سبکی کے احساس سے اس نے ہانیہ کا ہاتھ تھام لیا وہ بھی موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے چپ چاپ بیٹھ گئی۔

''میں جانتا ہوں تم بہت خوددار اور انا پرست ہو' میرا خدا جانتا ہے میں عورت کی عزت اور احترام کا دل سے قائل ہوں۔ میرے دل میں تمہارے لیے کچھ بھی غلط نہیں ہے' میں

آپ دُنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں

ماہنامہ آنچل کراچی

ماہنامہ نئے اُفق

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرِ سالانہ

(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے

میڈل ایسٹ' ایشیاء' افریقہ' یورپ کے لیے 6000 روپے

رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ' منی آرڈر' منی گرام' ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جا سکتی ہیں۔ مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کر کے کر سکتے ہیں۔

رابطہ: طاہر احمد قریشی......0300-8264242

نئے اُفق گروپ آف پبلی کیشنز کمرہ نمبر: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔

فون نمبرز: +922-35620771/2 فیکس: +922-5620773 Email:circulationngp@gmail.com

نے جو کچھ بھی تم سے کہا وہ وہی تھا جو سارا اور مائرہ نے سنا' بہرحال میں تمہیں قطعی مجبور نہیں کروں گا کہ تم میرے جیسے برتے ہوئے شخص کے ساتھ زبردستی زندگی گزارو میں اپنی برباد زندگی کے لیے کسی کی بھی ہمدردی کا متمنی نہیں ہوں میرا وعدہ ہے تم سے' تم جب بھی مجھ سے رہائی چاہو گی میں تمہیں آزاد کردوں گا۔" ٹھہرے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہتا وہ ہانیہ کو ساکت کرگیا۔ کیا واقعی اس شخص کے لیے تعلق بنانا اور پھر انہیں ختم کردینا اتنا ہی آسان تھا؟

"چلو اب کھانا کھاؤ پلیز پھر چلتے ہیں۔" بنا ہانیہ کے چہرے پر نگاہ ڈالے وہ کھانے کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ ہانیہ خاموشی سے سرہلا کر رہ گئی۔

آدھ گھنٹے کے بعد بنا کچھ کھائے وہ گھر واپسی کے لیے میکال حسن کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔ دل کو چھو لینے والی سبک رو ہوا سے ہانیہ کا اڑتا آنچل میکال کے ساتھ اس کے سفر کو حسین بنا رہا تھا تاہم وہ دونوں چپ تھے۔

ہلکی ہلکی بوندا باندی جوان کے ریسٹورنٹ سے نکلنے کے ساتھ ہی شروع ہوچکی تھی اب آہستہ آہستہ تیز بارش کی صورت اختیار کرگئی۔ میکال کے لیے ڈرائیونگ میں مشکل پیش آنے لگی' تیزی سے کام کرتا وائپر بھی سامنے روڈ کو کلیئر کرنے میں ناکام ثابت ہو رہا تھا' تبھی سنسان روڈ پر ایک دم سے گاڑی بند ہوگئی۔

"او مائی گاڈ! اسے بھی ابھی بند ہونا تھا۔" اسٹیئرنگ وہیل پر ہلکا سا مکا رسید کرتے ہوئے میکال نے اپنے غصے کا اظہار کیا' وہ گھبرا گئی۔

"کیا مطلب؟ کیا گاڑی اب نہیں چلے گی؟"

"پتا نہیں دیکھتا ہوں۔"

اسے تسلی دے کر وہ گاڑی سے باہر نکل آیا۔ ہانیہ منہ ہی منہ میں مختلف قرآنی آیات کا ورد کرنے لگی۔ موبائل کے سگنل بھی خراب موسم کی وجہ سے کام نہیں کر رہے تھے اوپر سے بجلی کی کڑک الگ دل دہلا رہی تھی۔ تقریباً آدھا گھنٹہ انجن پر جھکا رہنے کے بعد وہ گاڑی میں واپس آیا۔

"سوری ہانیہ! گاڑی کا انجن کام نہیں کر رہا' ہمیں کسی دوسری سواری کا انتظار کرنا پڑے گا؟"

"کیا..... لیکن اتنی سنسان جگہ پر کوئی دوسری سواری کیسے ملے گی؟"

"مل جائے گی ان شاء اللہ! تمہیں ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں' میں ہوں ناں تمہارے ساتھ؟" ہانیہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس نے کچھ اس اپنائیت سے کہا کہ اس کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔

"مجھے اس موسم سے بہت ڈر لگتا ہے اتنی زور سے بادل گرج رہے ہیں اگر اس گاڑی پر بجلی گر پڑی تو؟"

"ہاہاہا..... تو کیا اکٹھے جی تو نہیں سکے کم از کم اکٹھے مرتو جائیں گے۔"

"مگر میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔"

"کیوں؟"

"ابھی کوئی نیکی جو نہیں کی ہے میں نے۔" اتنی معصومیت سے اس نے کہا کہ وہ بے ساختہ ہنس پڑا' وہ لڑکی اندر سے کتنی سادا اور معصوم تھی۔

"اوکے ہم ایسا کرتے ہیں گاڑی کو لاک کرکے یہیں رہنے دیتے ہیں اور خود کسی محفوظ جگہ پر پہنچ کر موسم کے ٹھیک ہونے کا انتظار کرتے ہیں؟" ہانیہ کا ہاتھ اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ خاموشی سے سرہلا گئی۔

ہانیہ بھی ڈرتے ڈرتے اس کے پیچھے باہر نکل آئی تو میکال نے گاڑی لاک کردی۔ موسم کی شدت میں مزید اضافہ ہو رہا تھا وہ دونوں تیز بارش میں بھیگتے قریب ہی ایک پرانی سی دکان کے شیلٹر کے نیچے آ کھڑے ہوئے۔

"پاکستان کے لوگوں کی طرح پاکستان کے موسموں کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے' پل میں کیا سے کیا ہوجاتے ہیں۔" کورٹ سے پانی جھاڑتے ہوئے اس نے ایک نظر اوپر آسمان کی طرف دیکھا تھا ہانیہ خاموش کھڑی رہی۔

گزرتے ہر لمحے کے ساتھ بارش کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی سردی کا احساس بھی بڑھتا جا رہا تھا تاہم وہاں بہتری کی فی الحال کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ تبھی میکال کن اکھیوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"دعا کرو خیریت سے گھر پہنچ جائیں یہاں اس روڈ پر آئے روز بہت وارداتیں ہوتی ہیں۔" وہ سنجیدہ تھا ہانیہ کا دل زور سے دھڑکا تبھی اس نے ڈر کر اس کی طرف دیکھا۔

"ہوں سچ کہہ رہا ہوں' اسی لیے میں نے گاڑی میں بیٹھنے کو ترجیح نہیں دی۔"

"اگر آپ کو یہ سب پتا تھا تو آپ کو اس ٹائم گھر سے نہیں نکلنا چاہیے تھا۔ پتا تو ہے شہر کے حالات کا اور میں تو آنا بھی نہیں چاہتی تھی آپ کے ساتھ مگر ہمیشہ کی طرح آپ زبردستی ساتھ لے آئے' اب اگر کچھ ہوا تو میں آپ کو معاف نہیں کروں گی۔"

"پہلے کب کر رہی ہو؟" بے نیازی سے ہاتھ پینٹ کی پاکٹس میں گھساتے ہوئے اس نے سامنے روڈ پر نظر دوڑائی تھی۔

ہانیہ لب بھینچ کر رہ گئی' سردی کی شدت سے اس کا سارا جسم کپکپا رہا تھا۔ ہونٹ جیسے نیلے ہو رہے تھے' اوپر سے بارش کی ترچھی بوندوں نے اچھی طرح بھگو ڈالا تھا۔ وہ میکال پر اپنا حال ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی مگر جسم کی کپکپاہٹ اور نیلے ہوتے ہونٹوں نے اس کا بھید کھول دیا تھا۔

"سردی لگ رہی ہے؟" میکال کا ہاتھ اس کے کندھے پر آیا تو اس نے آہستہ سے نفی میں سرہلا دیا۔

"تو پھر کپکپا کیوں رہی ہو اور یہ اپنے ہونٹوں کو دیکھو کیسے نیلے ہو رہے ہیں؟"

"اٹس اوکے۔"

"نہیں..... سب ٹھیک نہیں ہے' پتا نہیں موسم کب ٹھیک ہو' تم زیادہ دیر مزید کھڑی بھی نہیں رہ سکتیں۔ میں دیکھتا ہوں شاید یہاں کوئی بیٹھنے کی جگہ ہو۔"

ہلکے سے اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے وہ مڑ گیا۔ ہانیہ نے دونوں بازو اپنے کندھوں کے گرد لپیٹ لیے' تقریباً پندرہ بیس منٹ کے بعد وہ دوبارہ اس کے پاس آیا۔

"چلو۔"

"کہاں؟"

"شوہر ہوں تمہارا کہیں بھی لے جاسکتا ہوں فی الحال پیچھے ایک کمرا ہے شاید کچھ روز پہلے تک کوئی وہاں اپنا گھوڑا باندھتا رہا ہے' اتنے خراب موسم میں فی الحال یہ پناہ بہترین جگہ ہے۔"

"آپ کے لیے ہوگی مگر میں کسی ایسی جگہ پر نہیں بیٹھ سکتی جہاں مجھ سے کھل کر سانس بھی نہ لیا جاسکے۔"

"وہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے تھوڑی سی خشک گھاس ہے اور بس موسم کے تیور تم دیکھ رہی ہو' موبائل کام نہیں کر رہا' روڈ سنسان اور خطرناک ہے۔ خدا نہ کرے ابھی ہمیں یہاں

غزل

زندگی سے نظر ملاؤ کبھی
ہار کے بعد مسکراؤ کبھی
ترکِ الفت کے بعد امید وفا
ریت پر چل سکی ہے ناؤ کبھی
اب جفا کی صراحتیں بے کار
بات سے بھر سکا ہے گھاؤ کبھی
شاخ سے موجِ گل تھمی ہے کہیں
ہاتھ سے رک سکا بہاؤ کبھی
اندھے ذہنوں سے سوچنے والوں
حرف میں روشنی ملاؤ کبھی
بارشیں کیا زمین کے دکھ بانٹیں
آنسوؤں سے بجھا الاؤ کبھی

بشریٰ امین..... چاہی نہالہ

کھڑے دیکھ کر کوئی اسلحہ لے کر آ گیا تو کیا کریں گے۔ میں تو خیر بھاگ بھی لوں گا مگر تم سے تو بھاگا بھی نہیں جائے گا۔"

"اللہ نہ کرے کہ ایسا کچھ ہو۔"

"ٹھیک ہے تو تم کھڑی رہو یہیں میں جا رہا ہوں' مجھ سے تو مزید ٹھنڈ برداشت نہیں ہو رہی۔" چڑ کر کہتے ہوئے وہ پلٹ گیا مگر ہانیہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی وہیں کھڑی رہی لیکن کب تک؟

میکال کی باتیں واقعی نظرانداز کیے جانے کے قابل نہیں تھیں۔ اوپر سے بارش تھی کہ رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی' چار پانچ منٹ میکال کا مزید انتظار کرنے کے بعد وہ بھی اس کے پیچھے ہی اس کھلے سے ہال نما کمرے میں چلی آئی جہاں سیمنٹ کے فرش پر کچھ خالی پانی کی بوتلیں اور قدرے خشک گھاس کا ڈھیر پڑا تھا۔ میکال نے وہ گھاس پھیلا کر بڑے مزے سے اپنے لیے بستر کا انتظام کرلیا تھا۔

ہانیہ ایک نظر اس پر ڈالتی سائیڈ پر بیٹھ گئی' پتا نہیں اس کے گھر والے اس کے لیے کتنے فکرمند ہوں گے یہی خیال اسے بار بار پریشان کر رہا تھا۔ بادل اتنی زور سے گرج رہے تھے کہ وہ دہل کر رہ جاتی' رہ رہ کر اسے میکال پر غصہ آ رہا تھا جو اسے ضد کرکے زبردستی اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ دوسری طرف اس کی

ٹکٹ ضائع ہونے کا بھی افسوس تھا' اچھا ہی تھا کہ وہ انگلینڈ چلا جاتا اور وہ پُرسکون ہو جاتی۔

بارش کی شدت کے ساتھ ہی ہوا میں بھی تیزی آ گئی تھی' طوفانی ہوا کے جھکڑ اسے برف بنانے پر تلے ہوئے تھے۔ اوپر سے بدن کے ساتھ چپکے گیلے کپڑوں نے علیحدہ مصیبت میں مبتلا کر رکھا تھا۔

میکال دونوں ہاتھ سر کے پیچھے باندھے گیلے کپڑوں کے ساتھ بڑے مزے سے لیٹا کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا ہانیہ کی جان پر بنتی جا رہی تھی مگر اسے جیسے پروا ہی نہیں تھی۔

کچھ ہی دیر میں اس نے جان بوجھ کر آنکھیں بند کر لیں تو وہ خود بخود اٹھ کر اس کے پاس آ بیٹھی۔

''سنو.....'' میکال کا بازو ہلاتے ہوئے اس نے اسے جگایا۔

''ہوں۔''

''آپ نے کہا تھا یہ خطرناک جگہ ہے کیا یہاں کوئی اسلحہ لے کر نہیں آئے گا؟''

''آنا تو نہیں چاہیے مگر کچھ کہا بھی نہیں جا سکتا خیر تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ ہے ناں ہمارے ساتھ اور پھر تم کوئی اکیلی تھوڑی ہو' میں ہوں ناں۔'' اس کے پریشان ہونے پر اس نے تسلی دی مگر جواب میں ہانیہ نے خاصی ناراض نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا' جیسے کہنا چاہ رہی ہو' ہاں دیکھ رہی ہوں میں کتنے تم میرے ساتھ ہو۔

''چلو لیٹ جاؤ میرے ساتھ' شاباش!'' اگلے ہی پل اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی اپنے اوپر گرا لیا۔

''کم از کم آج کی رات گھر واپسی ممکن نہیں ہے' تم سمجھو ہم ہنی مون ٹرپ پر آئے ہوئے ہیں' ایڈونچر سے بھرپور ٹرپ پر۔'' اپنی ہی ترنگ میں کہتے ہوئے اس نے ہانیہ کے گرد اپنے بازوؤں کی گرفت خاصی سخت کر دی تھی وہ محض پھڑ پھڑا کر رہ گئی۔

''مجھے آپ کے ساتھ زندگی نہیں گزارنی میکال حسن! چھوڑو مجھے۔''

''میرے ساتھ ہی زندگی گزرے گی تمہاری' لکھ کر رکھ لو۔'' اب کے اس نے اسے اپنے پہلو میں گرا لیا۔

''وہ سارے خواب جو میں نے عائش کے حوالے سے دیکھے تھے ان خوابوں کی تعبیر تم بنو گی ہانیہ! یہ ٹھیک ہے کہ میرے دل کا ایک کونا اس لڑکی کی محبت سے ہمیشہ آباد رہے گا' مگر یہ بھی سچ ہے کہ مجھے تمہاری بددعا لگ گئی ہے۔ میں جو تمہاری شکل دیکھنا نہیں چاہتا تھا' خالقِ کائنات نے مجھے بے بس کر کے ایک اسی شکل میں میرے لیے سکون رکھ دیا ہے۔''

''سوری! مگر میرے دل میں اب آپ کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔''

''کوئی بات نہیں' جس خالق و مالک نے مجھے تمہارے معاملے میں بے بس کیا ہے یقیناً وہی تمہارے دل میں میرے لیے بھی ضرور محبت ڈالے گا میں اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں۔'' پُریقین لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ہانیہ کا سر اپنے بازو پر رکھا تبھی پہلی بار اس نے اس کی آنکھوں کو دیکھا تھا۔ دمکتے ستاروں کی مانند جگمگاتی ہوئی بے حد حسین آنکھیں' وہ جھکا اور انتہائی محبت سے اپنے لب ان ستاروں پر ثبت کیے تھے۔

''میکال میں.....'' ہانیہ کسمسائی مگر میکال نے اس کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

''شش..... کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے' اپنے ہونٹ دیکھو کتنے نیلے ہو رہے ہیں۔'' سرگوشانہ لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ہانیہ کے لبوں پر انگلی پھیری اور ساتھ ہی اس کی صبیح پیشانی سے چپکے بال ہٹا دیے۔ وہ اٹھنا چاہتی تھی مگر میکال نے اسے ایسا کوئی موقع نہیں دیا۔ وہ جھکا اور اپنے ہونٹ ہانیہ کے لبوں پر رکھ دیے۔ ہانیہ کو لگا جیسے اس کا دل دھڑکنا بھول گیا ہو تبھی میکال کو پیچھے دھکیلتے ہوئے وہ اٹھی اور دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔

''آپ مزید تذلیل نہیں کر سکتے میکال حسن!'' زیر و بم ہوتی سانسوں کے ساتھ اس کی آنکھیں بھرائی تھیں' مگر وہ مسکرا دیا۔

''ہوں مگر پیار تو کر سکتا ہوں ناں؟''

ادھر جیسے اس کے غصے کا کوئی اثر ہی نہیں تھا وہ بے بسی سے نم آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھتی رہ گئی یوں لگتا تھا جیسے برستے موسم نے اسے بے بس کر ڈالا ہو تبھی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہانیہ صفدر کے گرد بازو ٹکاتے ہوئے وہ پھر اس پر جھکا اور اس بار اس نے اس کی گردن کو نشانہ بنایا تھا۔ ہانیہ مزاحمت کرنا چاہتی تھی مگر..... ایک مرتبہ پھر اس کی ہمت

جواب دے گئی تھی ایک مرتبہ پھر میکال حسن نے اسے شکست دے ڈالی تھی۔

اگلے روز صبح میکال کی آنکھ کھلی تو وہ اس جگہ پر نہیں تھی شاید نہیں یقیناً وہ اس سے بہت زیادہ خفا ہو چکی تھی وہ مسکرایا اور اگلے ہی پل اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

بارش تھم چکی تھی مگر سرد ہواؤں کے تھپڑوں کا سلسلہ اب بھی جاری تھا۔ ہانیہ سڑک کی طرف رخ کیے کھڑی تھی اور زیر لب مسکراتا اس کے برابر میں آ کھڑا ہوا۔

''السلام علیکم صبح بخیر!'' اس کے سلام پر وہ چونکی مگر رخ نہیں پھیرا۔

''آپ کی حسرتیں اگر پوری ہوگئی ہوں تو چلنے کی تیاری کریں' میں اپنے گھر والوں کو اس سے زیادہ اذیت نہیں دے سکتی۔'' بنا اس کے سلام کا جواب دیئے وہ بے رخی سے بولی۔ میکال اسے دیکھتا رہ گیا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے میرے گھر والے سکون سے بیٹھے ہوں گے؟''

''مجھے نہیں پتا میں اس وقت آپ سے بحث کے موڈ میں نہیں ہوں۔''

''ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں یقیناً موبائل کام کررہا ہوگا۔'' اس کے خراب موڈ کے پیش نظر وہ فوراً ہی گاڑی کی طرف بڑھا۔ اگلے تیس منٹ میں جاذب کی گاڑی ان دونوں کے مقابل تھی۔ نہال شہر میں نہیں تھا ورنہ وہ اسے ہی بلواتا' ہانیہ کو جاذب کے ساتھ رخصت کرنے کے بعد وہ اپنے گھر چلا آیا۔

اگلے دو روز کے بعد وہ انگلینڈ چلا آیا جب کہ ہانیہ شادی کی تیاریوں میں مصروف ہوگئی تھی۔ دو ماہ اسی میں گزر گئے نہ اس نے کبھی ہانیہ کو فون کرکے اس کی خیریت معلوم کرنے کی کوشش کی نہ ہانیہ نے ہی کبھی اسے یاد کیا' انہی دنوں ایک دوست کے بے حد اصرار پر اس نے ماڈلنگ شروع کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ بے حد وجیہہ ہے مگر اپنی خوب صورتی اور وجاہت کو کیش کرانے کا خیال اسے کبھی نہیں آیا تھا' تاہم انگلینڈ میں قیام کے دوران قریبی پاکستانی دوست کے اصرار پر بحالت مجبوری وہ اسے انکار نہ کرسکا اور اس نے ایک کمرشل کرلیا' ہانیہ جو بُری طرح شادی کی تیاریوں میں مصروف تھی اسے ٹی وی پر دیکھ کر دنگ رہ گئی۔

پہلی بار میکال حسن کے ساتھ کسی دوسری لڑکی کو چپکے ہوئے دیکھ کر اس کا دل جلا اور وہ کڑھ کر رہ گئی' اس کے بعد ہر لمحہ جیسے اس پر عذاب بن کر آیا تھا۔ میکال حسن کو وہ کھو سکتی تھی مگر اسے تقسیم کرنے کا حوصلہ اس میں نہیں تھا' یہی وجہ تھی کہ مصروفیات کے باوجود وہ پریشان رہنے لگی تھی۔

پچھلے ایک ہفتے سے اس کی طبیعت ناساز تھی مگر اس روز تو حد ہی ہوگئی تھی اچھی بھلی وہ کچن میں چائے بنانے گئی کہ زور کے چکر نے اسے چکرا کر رکھ دیا۔ ہادیہ اگر اسے فوری طور پر نہ تھام لیتی تو اس کا گر جانا یقینی تھا۔ اسی روز ہانیہ کے لاکھ منع کرنے کے باوجود وہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئی اور وہیں اسے ہانیہ کے حاملہ ہونے کی خوش کن خبر ملی تھی۔

مارے خوشی کے اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے تاہم ہانیہ خوش نہیں تھی اس کے لبوں کو جیسے چپ لگ گئی تھی۔ ہادیہ نے اس کے منع کرنے کے باوجود سب کو اس خوش خبری سے آگاہ کردیا تھا۔ میکال کو بھی اسی نے خبر دی تھی جو اباوہ بے حد مسرور ہوا تھا حسن صاحب اور ان کی بیگم کی خوشی بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

اگلے روز ہادیہ کا مایوں تھا' ہانیہ منہ سر لپیٹے پڑی تھی کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا تاہم بیگم حسن کی ڈانٹ پر نہ چاہتے ہوئے بھی اسے کپڑے تبدیل کرنے پڑے تھے۔ ہادیہ نے زبردستی پکڑ کر ہلکا پھلکا میک اپ بھی کردیا۔

مسز رحیم بھی جلد ہی پہنچ گئی تھیں' ہانیہ مصروفیات کے باوجود انہیں کمپنی دیتی رہی تبھی ہادیہ نے اسے بلالیا تھا۔

''ہانی......!''

''ایکسکیوز می! میں ذرا ہادیہ کی بات سن آؤں۔'' مسز حسن کو مسز رحیم کے پاس بیٹھا چھوڑ کر وہ ہادیہ کے پاس چلی آئی۔

''ہوں۔''

''میرے گجرے کہاں رکھے ہیں؟''

''مجھے کیا پتا؟ میں نے تو تمہارے سپرد کردیئے تھے۔''

''یار مجھے نہیں مل رہے ابھی رسم شروع ہوجائے گی' پلیز میرے کمرے سے لادو پلیز......''

''تم بھی ناں ہادیہ! ایک دم سے پاگل اور فضول لڑکی ہو' مجھے اس حال میں چکر پر چکر لگوا رہی ہو۔''

''کچھ نہیں ہوتا' ابھی شروع شروع ہے خوب ورزش کیا کرو۔'' وہ ہنسی تو ہانیہ اسے گھور کر رہ گئی۔

گجرے ہادیہ کے کمرے میں ہی رکھے تھے' انہیں وہاں

سے اٹھا کر وہ ابھی سیڑھیوں کی طرف آرہی تھی کہ اچانک لائٹ چلی گئی پھر اس سے پہلے کہ کوئی جنریٹر آن کرتا' کسی نے ہاتھ بڑھا کر ہانیہ کو تاریک راہداری میں کھینچ لیا۔ وہ چیخنا چاہتی تھی مگر کھینچنے والے کا ایک ہاتھ قطعی مضبوطی سے اس کے منہ پر جما تھا۔ ہانیہ کی جان پر بن گئی اگلے ہی پل جنریٹر آن ہوا اور اس کے ساتھ ہی ہانیہ کو کھینچنے والے کا چہرہ بھی۔

''کیسی ہو؟'' جونہی ہانیہ نے سر اوپر کرکے اس کا چہرہ دیکھا وہ مسکرادیا۔

''چھوڑو مجھے۔'' وہ بُری طرح گھبرائی مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

''کیوں چھوڑوں؟ اتنے دنوں کے بعد تو ملی ہو اب بھی چھوڑ دوں؟''

''یہ کون سا طریقہ ہے ملنے کا' ابھی کوئی اوپر آگیا تو؟''

''تو آجائے میں کسی سے نہیں ڈرتا ویسے بھی شوہر ہوں تمہارا' کوئی روک تھوڑی سکتا ہے ملنے سے۔''

''میکال پلیز......''

''سوری!'' کندھے اچکاتے ہوئے اس نے اس کی درخواست رد کردی۔

''ہانیہ!'' اسے پکارتے ہوئے کوئی اوپر آیا تھا۔ ہانیہ کا دل تیزی سے دھڑک اٹھا مگر میکال اسے آزاد کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

''چھوڑ دیں پلیز' میں اس وقت آپ سے مزاحمت کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔''

''تو اچھی بات ہے ناں' اچھی بیویوں کو مزاحمت کرنی بھی نہیں چاہیے۔''

''ہانیہ'' جاذب کی اسے پکار رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اوپر آتا ہانیہ نے ایک جھٹکے سے خود کو چھڑوایا اور لپک کر سیڑھیوں کی قریب آگئی۔

''ج...... جی......''

''کہاں تھیں یار! کب سے آوازیں دے رہا ہوں۔'' وہ سیڑھیوں کے دہانے پر کھڑا تھا' ہانیہ شرمندہ ہوگئی۔

''یہیں تھی' وہ ہادیہ نے گجرے منگوائے مل نہیں رہے تھے' وہی ڈھونڈ رہی تھی۔''

''اچھا مگر یہ تمہاری سانس کیوں پھولی ہوئی ہے؟''

''وہ...... وہ میں بھاگ کر آئی ہوں ناں اس لیے۔''

''اچھا چلو جلدی آجاؤ' ہادیہ بلا رہی ہے۔'' اسے تلقین کرتے ہوئے وہ وہیں سیڑھیوں کے دہانے سے ہی واپس پلٹ گیا تھا۔ ہانیہ دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے ایک نظر پیچھے پلٹ کر میکال حسن کو دیکھنے کے بعد تیزی سے سیڑھیاں اتر آئی۔

''کہاں رہ گئی تھیں؟'' ہادیہ اسے دیکھتے ہی غصے ہوئی' وہ سر جھکا گئی۔

''وہ...... میکال نے پکڑ لیا تھا اوپر۔''

''ہیں...... یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

''سچ کہہ رہی ہوں۔''

''لیکن وہ انگلینڈ سے کب آیا؟''

''مجھے کیا پتا' میں تو خود شاکڈ رہ گئی تھی۔''

''اچھا کیا کہہ رہا تھا؟''

''کچھ نہیں بس یوں ہی رومینس جھاڑ رہا تھا۔''

''تمہاری پریگنینسی کا سن کر آیا ہوگا' مانو یا نہ مانو میرا دل کہتا

تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے، (الحدیث)

On Line Quran Teachin

(بیرون ممالک حضرات متوجہ ہوں)

قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنا اب کچھ مشکل نہیں، گھر بیٹھے اب آپ اپنے بچوں کو آن لائن قرآن پاک پڑھایئے۔ انتہائی کم عرصے میں باآسانی قرآن پاک، احادیث، اخلاقیات، وضو، نماز اور دیگر اسلامی تعلیمات حاصل کر سکتے ہیں نیز وہ حضرات جن کا قرآن پاک ٹھیک نہیں وہ بھی بذریعہ فون یا انٹرنیٹ رابطہ کر سکتے ہیں۔

قرآن پاک ناظرہ/ حفظ قرآن بمعہ تجوید وقرأت/ احادیث/ اخلاقیات/ مسنون دعائیں/ نورانی قاعدہ

email: Quran.class02@yahoo.com

Skype Id. Quran.class02

Fb id:Quran.class02@yahoo.com

Fb Page:www.facebook.com/Quranclass

موبائل نمبر: 0092-3005431102

(اندرون ملک حضرات بھی رابطہ کر سکتے ہیں)

ہے اسے تم سے محبت ہوگئی ہے ہانیہ!"

"مائی فٹ..... میں نے بٹی ہوئی محبتوں کا اچار نہیں ڈالنا۔"

"ایسا نہیں کہتے ہانیہ! محبت کسی کی جاگیر نہیں ہے جو بٹ سکے یہ تو ریاست کی طرح ہے جس پر کبھی کوئی حکمران ہوتا ہے تو کبھی کوئی..... میکال حسن کا دل بھی مجھور ریاست ہے جس پر کل کسی عائشہ ازہان کی حکومت تھی مگر آج اسی دل پر تمہاری حکومت ہے۔"

"اور کل..... میرے مرنے کے بعد کسی اور کی حکومت ہوگی۔"

"شٹ اپ! میری سمجھ میں نہیں آتا تم ہمیشہ منفی ہی کیوں سوچتی ہو۔"

"کیوں کہ میں پاگل ہوں اس لیے اب برائے کرم تم اپنی پروفیسری بند کرو اور جلدی سے جا کر اسٹیج پر بیٹھو تاکہ رسم شروع کی جائے۔" منہ بنا کر کہتے ہوئے وہ ہادیہ کا ہاتھ پکڑ کر اسٹیج کی طرف لے آئی تھی جہاں جاذب بڑی شان سے بیٹھا میکال حسن کے ساتھ گپیں لگا رہا تھا۔

"لو جی ایک نہ شد دو شد۔" ہادیہ کی نظر جونہی سامنے پڑی وہ بولے بغیر نہ رہ سکی جب کہ ہانیہ آہستہ سے اس کا ہاتھ چھوڑ کر کھڑی ہوگئی۔

"چلو تم بیٹھو میں آتی ہوں ابھی۔"

"کیوں..... تم کہاں جا رہی ہو؟"

"ٹافیاں بٹ رہی ہیں محلے میں وہ لینے جا رہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے میرے لیے بھی لے آنا۔" ہانیہ کے گھورنے پر وہ مسکرائی تو ہانیہ کے لبوں پر بھی مسکراہٹ بکھر گئی۔ سامنے بیٹھے میکال حسن نے اس منظر کو بہت دلچسپی سے دیکھا تھا۔

تیل لگ رہا تھا۔ خاندان کی تمام خواتین اسٹیج کے گرد اکٹھی ہوئی خوش گپیوں میں مصروف تھیں جب کہ ایک طرف مرد حضرات کا ٹولہ اپنی گپ شپ میں مصروف تھا۔ ہانیہ بھی اسٹیج کے قریب ہی کھڑی تھی جبھی میکال نے چپکے سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"کیسی ہو؟" بظاہر وہ سامنے دیکھ رہا تھا مگر اس نے ہانیہ کے کان میں سرگوشی کی تھی وہ سٹپٹا گئی۔

"ٹھیک ہوں ہاتھ چھوڑیں میرا۔"

"چھوڑنے کے لیے تو نہیں تھاما۔"

"میکال پلیز....."

"تم اتنی بے مروت تو نہیں تھیں ہانیہ! اتنے دنوں بعد ملے ہیں بندہ حال چال ہی پوچھ لیتا ہے۔"

"بہت لوگ ہیں آپ کا حال چال پوچھنے والے یہاں میری مزاج پرسی کی ضرورت نہیں۔"

"تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو؟" بنا اس کے لہجے کی تلخی کو محسوس کیے وہ پوچھ رہا تھا وہ کٹ کر رہ گئی۔

"آپ کیوں اتنے لوگوں میں میرا تماشہ بنانا چاہتے ہیں؟"

"کیا تماشہ بنایا ہے میں نے تمہارا..... ہوں..... تماشہ تو تم میرا بنا رہی ہو جس بات کے لیے میں بارہا ایکسکیوز کر چکا ہوں اسی بات کو ایشو بنا کر تم مسلسل مجھے رد کر رہی ہو۔" وہ صحیح کہہ رہا تھا واقعی ہانیہ کے پاس اب اس سے نفرت کا کوئی جواز باقی نہیں رہا تھا پھر بھی جانے کیوں وہ اس سے بھاگ رہی تھی۔

"ہانیہ....." وہ ابھی کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ صفدر صاحب کی پکار نے اسے چونکا دیا وہ اسے بلا رہے تھے۔

"ایکسکیوزمی! میرے پاپا مجھے بلا رہے ہیں۔" سرعت سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کی گرفت سے نکالتے ہوئے وہ پلٹ گئی۔ میکال سرد آہ بھر کر رہ گیا۔

"بنی بات؟" اگلے ہی پل مسز رحیم اس سے پوچھ رہی تھیں۔

"نہیں۔"

"کوئی بات نہیں بن جائے گی دلوں کی ریاست پر حکمرانی کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔" اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے انہوں نے تسلی دی تھی وہ سر ہلا کر رہ گیا۔

مایوں کی رسم اپنے عروج پر تھی جب اچانک سیکنڈ فلور کے مین کمرے میں بھڑک اٹھنے والی آگ نے رنگ میں بھنگ ڈال دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مہمانوں میں کھلبلی مچ گئی جاذب اور میکال صفدر صاحب کو تسلی دینے لگی۔

"آپ پریشان نہ ہوں زیادہ خطرے والی بات نہیں ہے۔"

"جی..... ابھی ملازم گئے ہیں اوپر ان شاء اللہ جلدی سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"ان شاء اللہ..... ہانیہ کہاں ہے؟"

"ہانیہ یہیں کہیں ہوگی، میں دیکھتا ہوں اسے۔" ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے جاذب پلٹا تھا جب وہ بولے۔

"او میرے خدا! اسے تو میں نے اوپر بھیجا تھا کچھ چیزیں لانے کے لیے۔"

"مائی گاڈ!" جاذب نے کہا مگر اس سے پہلے ہی میکال سیڑھیوں کی طرف لپک گیا۔ جاذب بھی اس کے پیچھے ہی بھاگا۔ صفدر صاحب کی جان جیسے لبوں پر آ گئی، اوپر مین کمرے سے آگ کی لپٹیں باہر کی طرف آ رہی تھیں جاذب کے بھیجے ہوئے دونوں ملازم پانی ڈال کر آگ بجھانے کی کوشش کر رہے تھے مگر وہاں اس کمرے کی آگ بجھنے کی بجائے اور زیادہ بھڑکتی جا رہی تھی تبھی ان دونوں کو اسی کمرے سے ابھرتی ہانیہ کی چیخوں کی آواز سنائی دی۔

❁.....❁.....❁

سنو تم نے کبھی ساحل پہ بکھری ریت دیکھی ہے؟
سمندر ساتھ بہتا ہے مگر
اس کے مقدر میں
ہمیشہ پیاس رہتی ہے
سنو تم نے کبھی صحرا میں جلتا پیڑ دیکھا ہے؟
سبھی کو چھاؤں دیتا ہے
مگر اس کے مقدر میں ہمیشہ دھوپ رہتی ہے
سنو تم نے کبھی شاخوں سے بچھڑے پھول دیکھے ہیں؟
وہ خوشبو بانٹ دیتے ہیں بکھر جانے تلک لیکن ہوا کا ساتھ دیتے ہیں
سنو تم نے کبھی میلے میں بجتا ڈھول دیکھا ہے؟
عجب ہے المیہ اس کا بہت ہی شور کرتا ہے
مگر اندر سے خالی ہے
یہی میرا فسانہ ہے، بس اتنی سی پہیلی ہے

آنکھوں پر بازو دھرے بیتے ہوئے دنوں کی یادوں کے سنگ وہ بہت دور نکل آیا تھا جب اچانک اسے اپنے پیروں پر کسی کے نرم ہاتھوں کے لمس کا احساس ہوا، ایک جھٹکے سے بازو آنکھوں کے اوپر سے ہٹاتے ہوئے اس نے سامنے دیکھا، سائرہ افضل اس کی چارپائی کی پائینتی پر بیٹھی تھی۔

"کھانا کھا لے زائر! ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" اس کے دیکھنے پر اس نے فوراً اپنا ہاتھ اس کے پیر سے ہٹا لیا تھا۔

"بھوک نہیں ہے مجھے، واپس لے جا۔"

"کیوں واپس لے جاؤں، کل بھی تُو نے سارا دن کچھ نہیں کھایا، اتنی محنت کرتا ہے سارے دن، ایسے تو بیمار پڑ جائے گا۔"

"تو پڑ جاؤں بیمار! تجھے کس بات کی تکلیف ہے؟" قطعی برہمی سے دھاڑتے ہوئے وہ اسے جیسے کھانے کو پڑا تھا۔

سائرہ لب کاٹ کر رہ گئی۔

"مجھے ہی تو تکلیف ہے، مجھ سے تیرا یہ حال دیکھا نہیں جاتا آخر کب تک اس بے وفا شہر نا کا روگ دل میں پالے رکھے گا تُو؟"

"میرا درد سہے یہ کہ کب تک پالے رکھتا ہوں تُو جا..... جا کر کام کر اپنا۔"

"سارے کام ختم کر کے آئی ہوں، اب تو بس یہی کام ہے کہ تیری خدمت کروں۔"

"مجھے تیری خدمتوں کی ضرورت نہیں ہے۔"

"نہ سہی، مجھے تو تیری ضرورت ہے ناں۔"

"خوش فہمی ہے تیری کہ میں اب کبھی پلٹ کر تیری طرف دیکھوں گا۔"

"نہ دیکھ، وقت بڑی ظالم چیز ہے ایک نہ ایک دن پھر سے گھیر کر تجھے میری طرف لے ہی آئے گا۔"

"میرا سر نہ کھا سائرہ افضل! جا..... جا کر کام کرا اپنا۔" اس بار اس نے بے زاری سے کہا تھا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تو اکتا کر خود ہی کمرے سے نکل آیا۔

دن ڈھل رہا تھا وہ حویلی جانے کے موڈ میں نہیں تھا مگر اب اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا تبھی اس کے قدم حویلی کی بڑی بڑی دیواروں کی طرف اٹھ آئے تھے۔

"سلام چوہدرانی!"

"وعلیکم السلام! جیتے رہو، ابھی میں تجھے ہی یاد کر رہی تھی۔" چوہدرانی کے چہرے پر اسے دیکھتے ہی رونق آ گئی تھی۔ وہ بڑے سے صحن میں ان کے قریب ہی موڑھا کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"خیریت؟"

"خیریت کہاں ہے زائر! جب سے میری دھی ولایت سے ادھر گاؤں میں آئی ہے ویری بخار ہی جان نہیں چھوڑ رہا، کل رات بھی ایک سوتین تھا، شہر سے ڈاکٹر بھی بلوایا مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا، پچھلے تین دن سے پانی پر گزارہ کر رہی ہے۔ میری دیورانی رہتی ہے شہر اس کے بیٹے کا ولیمہ ہے، سوچ رہی

ہوں ثانیہ کو ساتھ لے جاؤں شاید شہر کی فضا راس آ جائے۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے؟" ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ وہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔

چوہدرانی نے جواب میں اسے لمبی کا بڑا گلاس تھما دیا۔

"تیرے لیے کیا حکم ہونا ہے پتا تو ہے تجھے، تیرے سوا میں کسی اور پر اعتبار نہیں کر سکتی، آج شام شہر جانے کا ارادہ ہے میرا تُو تیاری کر لے۔"

"ٹھیک ہے کتنے دن کا قیام ہوگا آپ کا وہاں؟"

"یہ تو وہاں جا کر ہی پتا چلے گا، مگر ثانیہ بیٹی کو میں وہیں چھوڑ آؤں گی۔"

"چلیں ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی۔" گلاس خالی کر کے سائیڈ پر رکھتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"گاڑی لے آتا ہوں میں آپ اور ثانیہ بی بی تیاری کر لیں۔"

"ٹھیک ہے ربّ سوہنا تجھے دنیا جہان کی خوشیاں نصیب کرے۔"

چوہدرانی کی دعا اسے کسی تمانچے کی طرح لگی تھی۔ ساتھ ہی آنکھوں کے گوشوں میں نمی جھلک آئی۔

"مجھے خوشیوں کی دعا نہ دیا کریں چوہدرانی! خوشی زیادہ دیر راس نہیں آتی مجھے۔"

"دل چھوٹا نہ کر زائر! میرا دل کہتا ہے، بہت جلد تجھے میری دعائیں لگیں گی۔"

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" وہ کہنا چاہتا تھا مگر اس نے کہا نہیں، کہا تو محض یہی.....

"اب چلتا ہوں چوہدرانی! آپ تیاری کر لیں، میں ٹائم پر آ جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے سوہنے ربّ کے حوالے۔" اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے چوہدرانی نے اسے رخصت کیا، صحن سے اٹھ کر وہ ثانیہ کے کمرے میں آئیں تو وہ جاگ رہی تھی۔

"اب کیسی طبیعت ہے پُتر!" وہ اس کے پلنگ پر آ کر ہی بیٹھ گئی تھیں۔

"ٹھیک ہوں، آپ کس سے باتیں کر رہی تھیں؟" ثانیہ نے ان کا ہاتھ تھام کر سینے پر رکھ لیا تھا تبھی وہ بولیں۔

"زائر کو بلوایا تھا میں نے شہر جانے کے لیے، وہی آیا تھا۔"

"کیوں؟ کیا وہ حویلی میں ملازمت کرتا ہے؟"

نوشین اصغر

آنچل اسٹاف، قارئین اور رائٹرز کو میرا پیار بھرا اسلام۔ میرا نام نوشین ہے اور سب مجھے پیار سے نوشی کہتے ہیں میں 2 جنوری کو گجرات کے گاؤں حاجی والہ میں پیدا ہوئی۔ میں نے میٹرک تک پڑھ کے قرآن پاک حفظ کیا ہے۔ میرے چار بھائی اور دو بہنیں ہیں، میرا نمبر چوتھا ہے میں سادگی بہت پسند کرتی ہوں اور خود بھی بہت سادہ رہتی ہوں، کھانے میں مجھے بریانی، قورمہ اور کچے قیمے کی ٹکیاں بہت پسند ہیں۔ میٹھے میں مجھے رس ملائی اور فروٹ، کسٹرڈ پسند ہیں۔ میٹھے کے بغیر بالکل نہیں رہ سکتی۔ مجھے خوشبو میں بلو لیڈی باڈی اسپرے پسند ہے۔ مجھے سارے موسم اچھے لگتے ہیں اب اپنی خوبیاں اور خامیاں بتاتی ہوں، مجھے غصہ بہت زیادہ آتا ہے مگر جلدی اُتر جاتا ہے میں ہر ایک کا خیال رکھتی ہوں پھر بھی سب مجھ سے ناراض ہی رہتے ہیں۔ مجھے خود پسند لوگ پسند نہیں۔ میری بُری عادت یہ ہے کہ میں ٹی وی بہت شوق سے دیکھتی ہوں جس کی وجہ سے امی اور بھائیوں سے بہت ڈانٹ پڑتی ہے، مجھے اسلامی کتابیں اور ناولز پڑھنے کا بہت شوق ہے، ویسے تو میں قرآن مجید بھی بہت شوق سے پڑھتی ہوں اب آتی ہوں رائٹرز کی طرف مجھے نازیہ کنول نازی، اقرا صغیر احمد اور نمرہ احمد بہت پسند ہیں۔ میرا آنچل سے بہت پرانا تعلق ہے، آنچل سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے، کسی بھی خوشی اور دکھ میں تنہا نہیں ہونے دیتا مجھے احمد فراز کی شاعری بہت پسند ہے اچھا اب میں اجازت چاہوں گی۔

"ناں پُتر! اسے ملازمت کی کیا ضرورت ہے، خیر سے اس کی اپنی زمین ہے۔"

"تو پھر وہ حویلی کے کام کیوں کرتا ہے؟"

"سارے کام پیسے کے لیے تو نہیں کیا جاتے ناں پُتر! کچھ کام رشتوں کے تقدس کے لیے بھی کرنے پڑتے ہیں۔"

"مگر اس حویلی سے کیا تعلق ہے اس کا؟"

"پالا ہے اس حویلی نے اسے..... اسی حویلی کے در و دیوار میں پل کر جوان ہوا ہے وہ، اس کا باپ تیرے دادا جی کا بہت ہی

قابل بھروسہ منشی تھا۔ تیرے دادا جی نہیں رہے تو اس نے بھی حویلی چھوڑ دی' مگر زائر کا تعلق نہیں ٹوٹا ان در و دیوار سے' بہت عرصہ شہر رہا ہے وہ مگر حویلی کو نہیں بھولا' زمینوں کو سارا حساب کتاب' دیکھ بھال وہی کرتا ہے' شہر والوں کو تو فرصت ہی نہیں کہ کبھی سال میں ایک چکر ہی لگالیں۔''

''شادی شدہ ہے؟''

''ہاں بچپن میں اسی گاؤں کی ایک لڑکی سائرہ سے منگنی ہوئی تھی اس کی مگر اس نے زائر کے گاؤں کے نمبردار کے بیٹے کے ساتھ چھپ کر نکاح کرلیا' تب سنا ہے کہ کسی شہری لڑکی کو بھگا کر لایا تھا وہ مگر وہ بھی اسے چھوڑ کر چلی گئی۔'' ثانیہ کا دل اس لمحے بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا' تبھی وہ بولیں۔

''اللہ جانے پتر! کسی سے اس موضوع پر بات ہی نہیں کرتا وہ خیر تو چھوڑ اسے' جلدی سے اٹھ کر تیاری کرلے۔ وہ بس گاڑی لے کر آتا ہی ہوگا۔''

''مجھے شہر نہیں جانا پلیز۔''

''تنگ نہ کرنا ثانیہ! تُو جانتی ہے میرا وہاں جانا ضروری ہے مگر تجھے اس حال میں' میں یہاں چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔''

''کچھ نہیں ہوتا دادو! میں رہ لوں گی۔''

''نہیں تُو اٹھ کر تیاری کر بس' اگر دل نہ لگے تو میرے ساتھ ہی چلی آنا۔'' دادو کسی صورت اسے رعایت دینے کی پوزیشن میں نہیں تھیں وہ سر ہلا کر پلکیں موند گئی' دل کو بھلا اب کہاں لگنا تھا؟

❁.....❁.....❁

دل کا دیا جلایا میں نے
دل کا دیا جلایا
تجھ کو کہیں نہ پایا میں نے
تجھ کو کہیں نہ پایا

نسیم بیگم کی آواز بہت مدھم سروں میں گونج رہی تھی۔ ثانیہ عباس جو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی' بے کل ہو کر گاڑی کے باہر کے مناظر میں کھو گئی۔ اسٹیئرنگ وہیل پر جمے زائر ملک کے خوب صورت ہاتھ اسے بہت کچھ یاد دلا رہے تھے۔

''میں مانتا ہوں تم نے دل سے مجھے اپنا شوہر تسلیم نہیں کیا' میرے جیسا آوارہ ناکام شخص تم جیسی پیاری لڑکی کے قابل بھی نہیں' سوائے شکل صورت کے اور ہے ہی کیا میرے پاس؟ مگر پھر بھی یہ حقیقت ہے ثانی! میرے دل میں تمہارے لیے بہت جگہ ہے شاید سائرہ افضل سے بھی زیادہ۔'' اس کی آنکھیں کب بھرائی اسے پتا ہی نہ چل سکا۔ اگلے ہی پل زائر کی جگہ اس کی ماں نے لے لی تھی۔

''بہت غصے میں ہے زائر! گالیاں دے رہا تھا تمہیں' اسے لگتا ہے جیسے تم اس کے بچوں کو لے کر مفرور ہوگئی ہو۔ عجیب پینڈو شخص ہے پتا نہیں تمہیں کیا نظر آیا اس میں؟''

پچھلے پانچ سالوں میں یہ الفاظ بددعا بن کر اس کا پیچھا کرتے رہے تھے۔ مفرور ہی تو ہوگئی تھی وہ اس کے بچوں کو لے کر' زائر کا ڈر اس نے پورا کر دیا تھا۔

''طلاق دے دی تھی اس نے تمہیں' بہت کوشش کی میں نے سمجھانے کی مگر اس نے میری ایک نہیں سنی' کہہ رہا تھا کہ ایک دو روز میں پیپرز بھی بھجوا دے گا۔'' سانپ بچھو بنے لفظوں کی بازگشت نے اس کے اندر جیسے سناٹے ڈال دیئے تھے۔

پچھلے پانچ برسوں میں کتنی بار اسے اس شخص کی ضرورت محسوس ہوئی تھی مگر وہ اس کے ساتھ نہیں تھا۔ نارسائی کے سارے عذاب اس نے تنہا جھیلے تھے۔

باپ کے ہوتے ہوئے پچھلے پانچ سالوں میں کتنی بار اس کے بچے اپنے باپ کے لیے ترسے تھے' وہ شخص صرف اس کے خوابوں کا نہیں اپنے بچوں کی معصوم حسرتوں کا بھی قاتل تھا۔ اپنی ڈھب سے جینا سکھا کر زندگی چھین لی تھی اس نے۔ ثانیہ کو لگا جیسے اس کے اندر آگ جل رہی ہو۔

زائر ملک سے نفرت کی آگ.....

زائر ملک بیک ویو مرر سے بار بار اس پر نگاہ ڈال رہا تھا۔ ثانیہ نے جیسے نڈھال ہو کر سر سیٹ کی پشت سے ٹکا دیا۔

ہم تھے جن کی سہارے
وہ ہوئے نہ ہمارے
ڈوبی جب دل کی نیاں
سامنے تھے کنارے
ہم تھے جن کے سہارے

کیسٹ ٹریک تبدیل ہوا تھا' ثانیہ کا دل زور سے دھڑک اٹھا اسے یہ گیت بہت زیادہ پسند تھا۔

ہے سبھی کچھ جہاں میں
دوستی بے وفا ہے
اپنی ہی کم نصیبی
ہم کو نہ کچھ بھی ملا ہے

ہم تھے جن کے سہارے
وہ ہوئے نہ ہمارے
ڈوبی جب دل کی نیّاں
سامنے تھے کنارے

"دادی! میوزک بند کروائیں پلیز' میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔" اس سے مزید برداشت نہ ہو سکا تو بول اٹھی زائر نے جیسے سنا ہی نہیں۔

کیا محبت کے وعدے
کیا وفا کے ارادے
ریت کی ہیں دیواریں
جو بھی چاہے گرادے
ہم تھے جن کے سہارے
وہ ہوئے نہ ہمارے
ڈوبی جب دل کی نیّاں
سامنے تھے کنارے

ایک ایک بول اس کے جذبات کی عکاسی کر رہا تھا۔ مگر ثانیہ عباس کے زخم جیسے پھر سے ہرے ہو گئے تھے' پچھلے پانچ سالوں میں سہی جانے والی ایک ایک تکلیف دل میں ناخن چبھونے لگی تھی۔

اسے یاد آ رہا تھا جب اس نے وقت سے پہلے اپنے دونوں بچوں کو جنم دیا تھا تو اس وقت وہ کس اذیت میں تھی' اس احساس کے ساتھ کہ زائر نے اسے چھوڑ دیا ہے ہر لمحہ سانس گھٹتی محسوس ہوتی تھی اسے پھر پاکستان سے انگلینڈ شفٹ ہونے کے بعد جب اس کے دونوں بچے بیمار پڑے تو انہیں تنہا سرد کمرے میں گود میں لیے ڈاکٹرز کی مایوسی دیکھتے ہوئے اس نے کتنی تکلیف سہی تھی۔ اس کا بس نہ چلتا تھا کہ کہیں سے زائر ملک اس کے سامنے آئے اور وہ اسے شوٹ کر ڈالے۔

زائر نے دو بار میوزک آن نہیں کیا' پھر بھی درد سے پھٹتے سر کے ساتھ وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی جب اس کا سیل بج اٹھا۔

"السلام علیکم!" نمبر دیکھ کر فوراً سے پیش تر اس نے کال پک کی۔

زائر نے گاڑی کی اسپیڈ دانستہ کم کر دی۔

"جی اشعر میں ٹھیک ہوں' آپ کیسے ہیں اور بچوں کا کیا حال ہے؟" بچوں کے ذکر پر زائر کا دل بہت تیزی سے دھڑکا تھا۔

"رئیلی..... واؤ! یہ تو بہت خوشی کی بات ہے کب تک پہنچ رہے ہیں آپ؟"

"اچھا ٹھیک ہے آپ ائرپورٹ پہنچتے ہی مجھے انفارم کریں' میں اس وقت شہر کی طرف ہی جا رہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے خدا حافظ۔" کال کاٹتے ہی اس کے سر کا درد اڑن چھو ہو گیا تھا۔ زائر بیک ویو مرر سے اسے دیکھے گیا۔

"اشعر کا فون تھا؟" دادو نے پوچھا۔

"جی دادو! وہ بچوں کو لے کر پاکستان پہنچ رہا ہے' ابھی کچھ دیر میں۔"

"چلو یہ تو بہت اچھی بات ہے' بیوی بھی ساتھ آ رہی ہے' اس کی؟"

"نہیں..... بیوی کو چھوڑ چکا ہے وہ۔"

"ہائے! میری سمجھ میں نہیں آتا یہ آج کل کے مردوں کو ہو کیا گیا ہے' ذرا ذرا سی بات پر بیویوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ایک ہمارا زمانہ تھا' شہزادے جیسے لڑکے کو بھی ماں باپ کسی بھنگن سے بیاہ دیتے تو ساری زندگی اسی کے پہلو سے بندھا رہتا تھا آج کل کے لڑکوں نے تو مانو سچ مچ عورت کو پیر کی جوتی سمجھ لیا ہے جب دل چاہا بدل لی۔"

"صحیح کہہ رہی ہیں آپ! میں پہلے ائرپورٹ جاؤں گی دادو! اشعر کی فلائٹ بس پہنچنے ہی والی ہے۔"

اشعر حسین اور اپنے بچوں کے معاملے میں وہ جتنی بے تاب دکھائی دے رہی تھی۔ زائر کا دل اتنا ہی بے کل ہو کر رہ گیا تھا تبھی چوہدرانی اس سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"زائر پتر! گاڑی پہلے ائرپورٹ کی طرف موڑ لو۔"

"جی اچھا!"

وہ ڈسٹرب ہو کر رہ گیا تھا مگر پھر بھی اسے خود پر ضبط تھا۔ فلائٹ پورے ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ تھی مگر پھر بھی اس نے بڑے حوصلے سے انتظار کیا..... تاہم جس وقت اشعر حسین کے ساتھ چلتے اسے اپنے دونوں بچے دکھائی دیئے اس کا دل جیسے قابو سے باہر ہو گیا۔ ثانیہ نے لپک کر دونوں کو گلے سے لگا کر چوما تھا پھر وہ اشعر حسین کے گلے لگی تھی اور یہیں اس کا خون ابلا تھا' ثانیہ عباس سے ترکِ تعلق کے باوجود وہ اسے یہ حد پار کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا تبھی پلٹ کر گاڑی کے بونٹ کو زوردار ٹھوکر ماری تھی۔ کیا یہی تھا وہ شخص جس کے لیے

اس نے اس کی رفاقت کو ٹھوکر ماری تھی؟

اس کی وفا' اس کی عزت' اس کی جانثاری سب کو داؤ پر لگا کر چلی گئی تھی؟ کیا اسی شخص کے لیے اس نے اس کے اعتبار کا خون کیا تھا؟

کتنے سوال تھے جو کانٹوں کی طرح چبھ رہے تھے مگر وہ رخ موڑے کھڑا رہا۔ ثانیہ اب بچوں کو گاڑی کی طرف لا رہی تھی۔

"یہ کون ہے؟" اشعر حسین نے گاڑی کے قریب پہنچ کر اس سے پوچھا تھا جب وہ اچٹتی سی ایک نظر اس پر ڈالتے ہوئے بولی۔

"ڈرائیور ہے آپ بیٹھیں گاڑی میں پلیز۔"

کوئی نشتر تھا جو زائر ملک کے دل میں پیوست ہوا تھا' بھلا اس سے زیادہ اس کی ذات کی حقارت کیا ہوتی تھی؟ اس کے بچے اس کی آنکھوں کے سامنے تھے مگر وہ انہیں چوم نہیں سکتا تھا بھلا اس سے زیادہ زندگی کی بے بسی کیا ہوتی تھی؟

اشعر حسین اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تھا جب کہ اس کے بچے پیچھے ثانیہ کے پاس تھے۔

"سوری دادو! میں اب آپ کے ساتھ کسی کے گھر نہیں رک سکوں گی' مجھے گاؤں جانا ہے' اشعر بھی تھکا ہوا ہے میں اپنے مہمان کو بے آرام نہیں کر سکتی۔"

"ہوں اب تو میرے لیے بھی رکنا مشکل ہو جائے گا۔ زائر پتر! گاڑی گاؤں کی طرف ہی موڑ لے' رشید (عذیر کی دادی) سے میں خود ہی فون پر بات کر لوں گی۔" ثانیہ سے کہتے ہوئے انہوں نے اگلے ہی پل زائر کو حکم صادر کیا تو وہ چپ چاپ گاڑی موڑ گیا۔

گاؤں پہنچ کر وہ ایک پل کے لیے بھی حویلی نہیں رکا تھا۔ اگلے روز صبح ہی صبح اسے پھر حویلی سے بلاوا آ گیا مگر اس کی طبیعت اتنی خراب تھی کہ اٹھ ہی نہ سکا تھا۔ کل پوری رات اس کا وجود بخار میں جلا تھا' سائرہ نے دروازے سے ہی پیغامبر کو واپس بھجوا دیا۔

ثانیہ اشعر اور اپنے بچوں کے ساتھ ناشتہ کر رہی تھی جب ملازم نے آ کر زائر کی ناسازی طبیعت کا بتایا۔ دادو کا ہاتھ فوراً ناشتے سے رک گیا۔

"برا نہ منانا ثانیہ! مگر تجھے کل زائر کو ڈرائیور نہیں کہنا چاہیے تھا۔ بہت حساس بچہ ہے وہ بچپن سے جانتی ہوں اسے' ضرور اس نے یہی بات دل کو لگائی ہو گی۔"

تمنا

تم اُجالے کے تمنائی ہو
تم سویرے کے طالب ہو
لیکن کیا تم کو معلوم ہے؟
کہ
چاند کو پانے کے لیے
رات کے اندھیروں کو بھی
سہنا پڑتا ہے

(خواجہ عرفانہ محبوب..... جتوئی)

"کیا مطلب دادو! ڈرائیور کو ڈرائیور نہ کہوں تو اور کیا کہوں؟ وہ میرا شوہر تو نہیں ہے جو اس کی عزت و تکریم کرتی' اتنا بھی سر نہ چڑھایا کریں ملازموں کو' پلیز۔"

"ملازم نہیں ہے وہ بیٹا بنا کر پالا ہے اسے میں نے۔"

"پالا ہو گا' میرے لیے وہ ایک ملازم ہی ہے اور بس۔" آپ ہی آپ اس کے لہجے میں تلخی در آئی تھی۔ دادو دل مسوس کر رہ گئیں بلاشبہ زائر کے دونوں بچے بے حد خوب صورت تھے۔

اگلے روز انہیں زمینوں کی سیر کرنی تھی' بچے پاکستان آ کر بہت خوش تھے۔ زائر کاٹن کی چنوائی کروا رہا تھا' جب اس نے ثانیہ کو اشعر حسین اور اپنے بچوں کے ساتھ اسی طرف آتے ہوئے دیکھا۔

"مما! آپ نے کہا تھا ہمارے پاپا پاکستان میں رہتے ہیں' اب تو ہم پاکستان آ گئے ہیں آپ پاپا سے کہیے ناں وہ ہمیں آ کر مل لیں۔" اس کی بیٹی کو اچانک یاد آیا تھا' عذیر ملازمین کو ہدایت دیتا وہیں ٹھٹک گیا۔

"جی مما! مجھے بھی پاپا سے ملنا ہے۔" بیٹے نے بھی لب کھولنے ضروری سمجھا۔ وہ سٹپٹا کر رہ گئی۔

"پاپا ابھی آپ لوگوں سے نہیں مل سکتے مانو! چلو آپ بھائی کا ہاتھ پکڑو' مما آپ کو بہت مزے مزے کی چیزیں دکھانے والی ہیں۔"

"ہمیں مجھے چیزیں نہیں دیکھنی پاپا سے ملنا ہے۔" اس کی بیٹی ضد کر رہی تھی۔

ذرا سے غصے میں آتے ہوئے اس نے اپنی بیٹی کو ڈانٹا تھا' وہ منہ بسور کر رہ گئی۔ کچھ ہی فاصلے پر مالٹوں کا باغ تھا' میٹھے امرود بھی پکے ہوئے تھے۔ اس کا بیٹا مالٹوں کو دیکھتے ہی ان کی طرف لپکا۔ اشعر حسین کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"دیکھا ثانیہ! ان بچوں کے خون میں بھی اپنے دیہاتی باپ کا ہی اثر ہے' دیکھو کیسے پیڑوں کو دیکھتے ہی ان کی طرف لپکے ہیں۔"

"ہوں..... یہ تو ہے۔" شرمندہ سے انداز میں سر ہلاتے ہوئے اس نے ایک نظر اپنے دونوں بچوں پر ڈالی۔ وہ دونوں بہت خوشی سے پیڑ پر چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ثانیہ کا دل چاہا کہ انہیں ڈانٹ دے مگر پھر کسی خیال کے تحت اس نے اپنی نظر ان کے اوپر سے ہٹالی۔

"تم نے بتایا نہیں عائزہ (بیوی) کو طلاق کیوں دی؟"

"بس یار شک بہت کرتی تھی' جینا حرام کر کے رکھ دیا تھا اس نے میرا' تمہیں کال کرنے پر بھی پابندی تھی اسی لیے روز روز کے جھگڑوں سے تنگ آ کر جان چھڑالی میں نے۔"

"اور بچے.....؟"

"بچوں کو وہ اپنے ساتھ لے گئی ہے مگر جلد ہی کورٹ کے ذریعے انہیں واپس لے لوں گا۔"

"آگے کیا پلان ہوگا؟"

"اللہ مالک ہے' میں نے کیا پلان کرنا ہے۔"

سبز ٹہنی جو اس کے ہاتھ میں تھی بے نیازی سے پرے پھینکتے ہوئے وہ مسکرایا تبھی ثانیہ کے بیٹے کا پاؤں پیڑ کی چھال سے پھسلا اور وہ دھڑم سے زمین پر آ گرا زائر جو اسی طرف دیکھ رہا تھا' سارا کچھ چھوڑ کر فوراً اپنے بیٹے کی طرف لپکا مگر تب تک بچے کا سر پھٹ چکا تھا اور وہ بُری طرح رونا شروع کر چکا تھا۔

"دور رہو میرے بچوں سے۔"

بنا بیٹے کی چوٹ کی پروا کیے وہ دور سے ہی دھاڑی تھی جب کہ اشعر حسین بھی حیرانی سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

❁.....❁.....❁

وہ اپنا مختصر سا سامان سمیٹ رہی تھی جب عذیر کمرے میں آیا تو حورعین اسے دیکھ کر پلٹی۔

"کیا کر رہی ہیں؟" پریشان سا وہ پوچھ رہا تھا جب وہ بولی۔

"کچھ نہیں' یہاں سے کوچ کی تیاری کر رہی ہوں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ میرا اب مزید اس گھر میں قیام ممکن نہیں۔"

"کہاں جائیں گی یہاں سے نکل کر؟"

"پتا نہیں' جہاں نصیب لے گیا۔" وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔ عذیر گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"کوئی دور نزدیک کا رشتہ دار ہے آپ کا۔"

"نہیں' ہوتا تو یہاں کیوں آتی؟"

"پھر بھی آپ یہاں سے جانا چاہتی ہیں؟"

"تو کیا کروں؟ دھوکہ دیتی رہوں ان لوگوں کو؟"

"جس دھوکے میں سب کی بہتری ہو وہ دھوکہ' دھوکہ نہیں مصلحت ہوتی ہے۔"

"آپ کی نظر میں ہوتی ہوگی' میں نے زندگی میں کبھی کسی سے جھوٹ نہیں بولا کل کو جب دادو پر میری اصلیت کھلے گی تو وہ کیا سمجھیں گی مجھے؟ ایک قطعی اجنبی کنواری لڑکی ان کی دانست میں ان کے جوان پوتے کے کمرے میں اکیلی سوتی ہے۔ میں کیسے ان کی ان نگاہوں کا سامنا کروں گی جو مجھے اندر سے چیر کر رکھ دیں گی' ساری زندگی وہ پھر کسی لڑکی کا اعتبار نہیں کر سکیں گی' میں ان کے اعتبار کو توڑنا نہیں چاہتی۔"

"اور آپ کے یوں چپ چاپ چلے جانے سے جو میرا اعتبار ٹوٹے گا ان کی نظر میں وہ؟ کیا بتاؤں گا میں انہیں کہ کون تھیں آپ اور کیوں چلی گئیں؟ کتنے سوال اٹھیں گے میری ذات پر' کس کس کا جواب دوں گا میں؟"

"میرے پاس اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے عذیر صاحب!"

"راستے نکل آتے ہیں اگر انسان ٹھنڈے دل و دماغ سے بیٹھ کر نکالنے کی کوشش کرے تو' ہمیشہ فرار ہی مسئلے کا حل نہیں ہوتا۔"

"مگر....."

بے چین ہو کر کچھ کہنے کے لیے اس نے سر اٹھایا تھا تبھی اس کی نظر کمرے کی دہلیز پر کھڑی دادو پر پڑی اور وہ جیسے وہیں فریز ہو کر رہ گئی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

تیس سال

اریشہ غزل

کچھ وقت سے اِک بیج شجر ہوتا ہے
کچھ روز میں اک قطرہ گُہر ہوتا ہے
اے بندۂ نا صُبور' تیرا ہر کام
کچھ دیر میں ہوتا ہے' مگر ہوتا ہے

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی اگر مرد چالیس کا بھی ہو اور اس کی شادی نہ ہوئی ہو تو گھر والوں اور دنیا والوں کے لیے لڑکا ہی رہتا ہے اور لڑکی اگر تیس بھی کراس کر جائے تو عورت کہلانے لگتی ہے۔ یہ دنیا کے لوگوں اور ان کے قول و فعل میں اس قدر تضاد کیوں ہے۔" وہ الجھن آمیز لہجے میں مایوسی سے بولی۔ ربیعہ نے اس کی صورت دیکھی جہاں پریشانی کے سائے اترے ہوئے تھے اور دھاگا توڑتے ہوئے کہا۔

"کیا پھر کوئی دیکھنے آیا تھا۔" اس نے جیسے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"کمینے..... اپنے بیٹے کی صورت نہیں دیکھتے۔ پری' حور چاہیے' کم عمر ہو شکر ہے دس بارہ سال کی بچی کا تقاضا نہیں کرتے' بیس کے اندر اندر مانگتے ہیں ورنہ ان کی کمینگی سے کچھ بعید بھی نہیں کہ یہ خواہش بھی کر ڈالیں۔" وہ سلگتے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے ٹہلنے لگی۔

"تو کیوں دل جلاتی ہے وہ تیرے لیے تو نہیں آئے تھے۔" ربیعہ نے اس کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہا۔

"میرے لیے نہ سہی میری بڑی بہنوں کے لیے تو آئے تھے نا..... ان کی بے عزتی' ان کا درد کیا میرا نہیں۔" وہ الٹا اس سے پوچھنے لگی تو وہ سر جھٹکتے ہوئے بولی۔

"چھوڑ نا یار! ان کے لیے بھی اللہ نیک ہی دے گا۔"

"اللہ تو ہر صورت بھیج ہی دیتا ہے لڑکے کی اماں بھی تو ماننے والی نہیں' اپنے بیٹوں کی صورت نہیں دیکھتیں حور شائل چاہیے پتا ہے کل آنے والوں نے آپی اور بڑی باجی کو دیکھ کر کیا کہا.....؟" وہ کہتے ہوئے افسوس و ملال کی کیفیت میں رکی تھی۔

"کیا.....؟" وہ سوالیہ نشان بنی اس سے پوچھنے لگی۔

"کل آنے والوں نے آپی اور باجی کو منہ پر ہی کہہ ڈالا کہ عمر

زیادہ ہے یہ لڑکیاں کہاں ہیں یہ تو عورتیں ہیں۔ تم اس وقت ہوتیں تو شرمندگی و غم سے سرخ' پھیکے پڑتے ان کے چہرے دیکھتیں پھر میرے منہ میں جو آیا میں نے ان آنے والوں کو بے بھاؤ سنائی' اماں روکتی رہ گئیں اور میں کیوں چپ بیٹھوں' لڑکیاں کوئی گائے' بکریاں نہیں جسے پسند کیا نہ پسند آیا تو برملا منہ پر ہی باتیں بنا کر منع کر گئے' ان کے کوئی احساسات نہیں' جذبات نہیں ان کا دل بھی نہیں۔ کوئی سوچتا ہی نہیں ہے جو منہ میں آتا ہے بک دیتے ہیں۔ آپی اور باجی نے پھر رات کا کھانا بھی نہیں کھایا اور کل سے ہنوز چپ اور گم صم ہیں' لوگ کس طرح پل بھر میں دل مٹی کر دیتے ہیں' ایک ثانیے ایک پل کے لیے بھی نہیں سوچتے کہ ان کے لفظوں سے کسی کے دل پر کیا قیامت بیت گئی ہوگی۔ میں رات بھر آپی اور باجی کی دل جوئی کرتی رہی مگر ربیعہ رات کے پچھلے پہر میں نے خود آپی کی سسکیوں کی آوازیں سنی ہیں اور میرا دل خود بھی چاہ رہا تھا میں ان سے لپٹ کر چیخ چیخ کر روؤں۔ لوگ دوسروں کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیوں کی طرح کیوں نہیں سمجھتے؟'' وہ اداسی سے کہہ رہی تھی۔

''اس لیے کہ وہ ان کی بیٹیاں نہیں ہوتیں۔'' ربیعہ بھی ساری بات سن کر اداس ہوگئی تھی۔

''پھر بھی' وہ ان کی بیٹیاں نہ سہی انسان تو ہوتی ہیں۔'' وہ غمگین لہجے میں مایوسی سے بولی تو ربیعہ اس کا ذہن بٹانے کے لیے کہنے لگی۔

''فاروق سے ملاقات ہوئی کب بھجوا رہا ہے وہ اپنے ماں باپ کو۔''

''وہ تو کل ہی بھجوا دے مگر یار! آپی اور باجی کا بھی مسئلہ حل تو ہو۔ اماں اور ابا تین بیٹیوں سے پہلے میرا کس طرح کر سکتے ہیں۔'' ایک نئی پریشانی تیار کھڑی تھی۔

''تیرے پاس تو مسائل کی فہرست موجود ہے ایک مسئلہ ختم ہوتا نہیں ہے دوسرا تیار.....'' وہ ہنسی تھی۔

''تیری شادی کی تاریخ کب پکی ہو رہی ہے۔'' مریم نے سرخ دوپٹے کو اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ جس پر ربیعہ کا کچھ ٹانک رہی تھی۔

''بس اگلے ماہ ابا کے سعودی عرب سے آتے ہی بھائی اور میری شادی کی تاریخ پکی ہو جائے گی اور ہم اپنے اپنے گھروں کے ہو جائیں گے۔'' وہ چمکتے چہرے کے ساتھ خوش خوش بتا رہی تھی۔

''لو کوئی مسئلہ نہ جھنجٹ' نہ کل کل ہر کام جھٹ پٹ ہو جائے گا۔ ایک ہم ہیں ذرا سی کام کا سوچیں سو مسئلے نکل آتے ہیں' اب نجانے آپی اور باجی کی شادی کب ہوگی اور پھر کب چھوٹی باجی اور میری۔ اپنی شادی تک آتے آتے.....'' وہ مکمل مایوس اور اداس ہو چکی تھی بظاہر وہ اس کے پاس بیٹھی اس کی باتیں سن رہی تھی مگر اندر ہی کہیں ذہن اپنی سوچوں اور پریشانی میں اٹکا ہوا تھا۔

''ارے مریم آئی ہوئی ہے۔'' خالہ سودا لے کر چلی آئی تھیں۔

''السلام علیکم خالہ!'' وہ انہیں دیکھ کر اٹھی تھی۔

''وعلیکم السلام! جیتی رہو' بہت دنوں بعد آئیں۔'' وہ سودا ایک طرف رکھتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

''سلائی سینٹر جاتی ہوں نا' بس اس میں لگی رہتی ہوں میں نے ربیعہ سے بھی کہا تھا اچھا ہوتا شادی سے پہلے سیکھ لیتی۔'' وہ کہنے لگی۔

''اب تو اس کی شادی ہو جائے گی اپنی تیاریوں میں لگی ہوئی ہے کل تمہارے گھر بھی سنا تھا کچھ لوگ آئے تھے۔'' وہ کل کی تفصیل معلوم کر رہی تھیں وہ مختصراً انہیں بتانے لگی۔

''چلو اللہ خیر کرے گا۔ ہو سکتا ہے اس میں بھی کوئی بہتری ہو۔'' وہ سانس بھرتے ہوئے بولیں۔

''ساری مصلحتیں ہم غریب مجبور اور بے بس لوگوں کے لیے ہی ہوتی ہیں۔ امیر جیتے پھرتے ہیں عیش سے زندگی گزارتے رہیں۔'' وہ تلخی سے شکوے کرتے کرتے بولی تو خالہ نے اسے سرزنش کی۔

''بری بات مریم! اس طرح نہیں کہتے بیٹا! جو وہ جانتا ہے وہ ہم نہیں جانتے اس لیے خاموش رہو۔'' انہوں نے اسے ٹوکا تھا۔

''اچھا خالہ! میں چلتی ہوں۔'' وہ اپنے اندر کی پریشانی و اداسی کو کسی طور چھپا نہیں پا رہی تھی۔ جب سے فاروق جاب سے لگا تھا تب سے اس کے اصرار روز بہ روز بڑھتے جا رہے تھے وہ اسے کب تک ٹال سکتی تھی پہلے ہی وہ اس کی خاطر کافی انتظار کر چکا تھا اور اب جب سے اس کی چچی' بہن کی شادی ہوئی تھی تب سے ان کی اماں اور ابا چاہتے تھے کہ اب بیٹا بھی گھر والا ہو جائے تاکہ وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو سکیں اور یہاں کوئی صورت ہی بنتی نظر نہیں آ رہی تھی۔ آتے سبھی تھے مگر کسی کو صورت پری جیسی چاہیے ہوتی تھی کسی کو ڈھیروں جہیز درکار تھا اور کوئی کم عمری کا تقاضا لے کر آتا تھا۔ وہ صرف چار بہنیں تھیں' بھائی کوئی نہ تھا۔ رحیم الدین صاحب ایک دفتر میں معمولی تنخواہ پر ملازم تھے۔ وہ اپنی اس محدود آمدنی سے مطمئن تھے۔

مریم لمبے لمبے ڈگ بھرتی خالہ کے گھر سے نکل کر گلی میں آئی' ان کے گھر ایک ہی گلی میں تھے خالہ کا گھر گلی کے کونے پر تھا اور ان کا موڑ سے پہلے وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اپنے گھر کی طرف بڑھی تھی' بارہ بجے کا وقت تھا اور گرمی کا یہ حال کہ سورج آگ برسا رہا تھا۔ وہ چادر سے منہ چھپاتی گھر کا دروازہ کھول کر اندر آئی تو راحت صحن کا فرش وائپر سے خشک کر رہی تھی' نزہت باجی باورچی خانے میں کھڑی دال بگھار رہی تھیں اور آپی اماں کے ساتھ تخت پر بیٹھی چاول چن رہی تھیں۔

''غفور ٹھیک تھی' ربیعہ نے بہت کم کر دیا ہے آنا' تو ہی چلی جاتی ہے۔'' وہ پوچھنے کے ساتھ ساتھ ٹوک بھی رہی تھیں وہ چادر اتار کر ان کے برابر ہی بیٹھ گئی اور بیڈ سٹل فین کا رخ اپنی طرف کر لیا۔

''خالو آنے والے ہیں اگلے ماہ اور ان کے آتے ہی شاہد بھائی اور ربیعہ کی شادی کی تاریخ رکھ دی جائے گی' اس کی تیاریاں ہو رہی ہیں اس لیے ربیعہ کم آ رہی ہے۔'' وہ بے زاری سے بولی۔ زاہدہ بیگم کی نظریں بے اختیار نگہت سے ہوتی ہوئیں باورچی خانے میں کام کرتی نزہت پر جم گئیں۔ اس سال وہ بھی میٹرک کی ہو رہی تھی اور نگہت اس سے دو سال بڑی ہونے کی بناء پر انہیں اور بھی بڑی ادھیڑ عمر کی لگنے لگی تھی وہ گھبرا کر بے ساختہ نظریں چرا گئیں۔ ان کی شادی تو دور رشتوں کا بھی پتا نہ تھا۔ کم صورتی کے علاوہ اگر غریبی بھی ساتھ ساتھ ہو تو لڑکی کے لیے بہت بڑی نحوست بن جاتی ہے۔ اللہ غریبی کے ساتھ غریبوں کو بے بہا بیٹیاں بھی دے دیتا ہے' ان کا کتنا ارمان تھا کہ ان کا بیٹا ہو جائے مگر جب دو دو سال کے وقفے کے ساتھ چار بیٹیاں ہو گئیں تو وہ ہول اٹھیں' چار بیٹیاں چار بھاری بوجھ جو نہ ان سے اٹھائے جانے تھے اور نہ ہی تقدیر انہیں نمٹا رہی تھی' وہ اس خبر سے ایسی پریشان ہوئیں کہ پھر شام میں شوہر کے آتے ہی وہ ان سے سرگوشیانہ لہجے میں بولیں۔

''آپ نے کہیں رشتے کی بات کی؟'' پانی پیتے ہوئے رحیم صاحب چونک گئے پھر سر ہلاتے ہوئے بولے۔

''ہوں.....'' اور پانی پی کر گلاس ایک طرف رکھ کر انہوں نے میل پر دھرا اخبار اٹھا لیا یہ ان کا روز کا معمول تھا وہ دفتر سے آتے پانی پیتے' اخبار پڑھ رہے ہوتے تھے کہ کوئی بھی بیٹی

بشریٰ ظہیر ملک

السلام علیکم! ڈیئر قارئین اور آنچل کی تمام ٹیم کو میری طرف سے سلام عرض ہے میرا نام بشریٰ ظہیر ملک ہے اور میرا تعلق ٹیکسلا ضلع راولپنڈی سے ہے۔ میں آنچل کی چار سال سے خاموش قاری ہوں 23 فروری 1993ء کو دنیا میں جلوہ افروز ہوئی' ستارہ پر تھوڑا بہت یقین رکھتی ہوں۔ مجھ سمیت ہم نو بہنیں اور دو بھائی ہیں' میرا نمبر بہنوں میں آٹھواں ہے ایک بہن اور ایک بھائی مجھ سے چھوٹے ہیں۔ رسالہ پڑھنے کا شوق میرے اسکول کی ایک دوست ربیعہ نے ڈالا تھا اور ویسے بھی میری تمام بہنیں ہی تعلیم یافتہ ہیں اس لیے سب کو ہی رسالوں کے مطالعے کا شوق ہے اس طرح میرا مسئلہ تو حل ہو ہی گیا۔ آنچل میرا موسٹ فیورٹ ڈائجسٹ ہے اگر میری کوئی دوست کہتی ہے کہ کوئی اچھا رسالہ بتاؤ تو میں انہیں آنچل دکھاتی اور اسے ہی لینے کا مشورہ دیتی ہوں (سچ میں' میں یہی کہتی ہوں) میں زیادہ شرارتیں تو نہیں کرتی پر جب کرتی ہوں تو سب کی ناک میں دم کر دیتی ہوں۔ رنگوں میں پرپل' پنک اور میرون پسند ہیں۔ کھانے میں کوفتے' بھنڈی' بریانی اور کھیر بہت پسند ہے۔ مجھے کانچ کی چوڑیاں اور چھلے بہت پسند ہیں۔ مہندی تو مجھے بہت پسند ہے اور لگانی بھی آتی ہے تو ہر وقت ہی میرے ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگی رہتی ہے۔ لباس میں مجھے قمیص شلوار اور جینز' لونگ شرٹ بہت پسند ہے۔ پسندیدہ رائٹرز میں عمیرہ احمد' سباس گل' عشناء کوثر اور نازیہ کنول نازی پسند ہیں جب کہ کہانیوں میں ''یہ چاہتیں یہ شدتیں' بھیگی پلکوں پر' اور کچھ خواب اور پتھروں کی پلکوں پر'' پسند ہیں۔ پسندیدہ ہستی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارے پیر حضرت علامہ مولانا مودودیؒ کی شخصیت ہے خدا انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے' آمین۔ میری بہترین دوستوں میں حنا' ثمرہ' ماریہ اور ربیعہ ہیں' میں اپنے والد سے بہت پیار کرتی ہوں ان کے بغیر میری زندگی جیسے نامکمل ہے۔ میرا تعارف خاصا طویل ہو گیا ہے آخر میں آنچل کے لیے دعا کہ خدا آنچل کو مزید ترقی عطا فرمائے' آمین۔

چائے لاکر تھمادیتی تھی۔ وہ چائے پیتے اور اخبار کی دنیا میں کھوئے رہتے تھے۔ اس وقت بھی وہ وہی کرنے والے تھے تب زاہدہ بیگم برہمی سے بولیں۔
"کچھ پوچھا تھا میں نے آپ سے؟" ان کی یہی بے نیازی اور بے پروائی ان کا دل جلایا کرتی تھی۔ بیٹیوں کی عمریں ہاتھ سے نکلتی جارہی تھیں اور وہ...... ان کے اخبار ایک طرف پٹختے اور تیز لہجے میں پوچھنے پر وہ سنبھل گئے اور ان کے بگڑے تیور دیکھتے ہوئے بولے۔
"ذکر کیا تو ہے تمیز الدین صاحب سے دیکھو کیا جواب لاتے ہیں۔" وہ اپنے آفس کولیگ کا ذکر کرتے ہوئے بولے اس سے پہلے بھی وہ کئی رشتے بھیج چکے تھے مگر کوئی بات نہ بنی تھی۔
"میں چاہتی ہوں اب کم از کم نگہت اور نزہت دونوں ہی اپنے اپنے گھروں کی ہوجائیں جلد از جلد۔" وہ فکرمندی و تشویش سے بولیں۔ جب سے آنے والے منہ در منہ باتیں بنا کر گئے تھے ان کے دل کو دھڑکے لگ گئے تھے وہ اٹھتے بیٹھتے اپنی بیٹیوں کے شادی کے سپنے دیکھنے لگی تھیں۔
"نگہت کی ماں شادی اپنے مقررہ وقت پر ہی ہوتی ہے۔" وہ انہیں تسلی دیتے ہوئے بولے تو وہ آزردگی سے سوچنے لگیں۔
"یہ مقررہ وقت نجانے کب آئے گا میرا جسم ہی نہیں میری روح بھی اس انتظار میں بوڑھی ہوتی جارہی ہے۔" وہ سوچ کر رہ گئیں۔ ان کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔
وہ سرد آہ بھر کر اٹھیں عشاء کا وقت ہونے والا تھا۔ وضو کرکے انہیں نماز ادا کرنا تھی اور وہ وظیفہ ختم کرنا تھا جو رشتوں کے سلسلے میں کسی نے انہیں بتا رکھا تھا۔

⁂ ...... ☆ ...... ⁂

"اماں مسلسل زور دے رہی ہیں اب تم بتاؤ انہیں کیا جواب دوں؟ کیا کب بھیجوں......؟" فاروق سوالیہ نشان بنا اس کے سامنے کھڑا تھا۔
"مگر میری بہنیں......" وہ تذبذب کا شکار تھی فکر اندیشوں میں گھری ہوئی اسے گرداب میں ڈوبی محسوس ہوئی۔
"تمہاری بہنوں کے نصیب میں ہوگا تو ان کی بھی ہوجائے گی ان کی خاطر تمہارے والدین کم از کم تمہاری خوشیوں کا گلا تو نہ گھونٹیں۔" وہ منہ بنا کر بولا تو لاکھا اسے اس کا لہجہ اور الفاظ برے محسوس ہوئے مگر وہ چپ اس کی صورت دیکھتی رہی۔
"اب کچھ بولو۔ یہ آج فائنل ملاقات ہے میں نے سوچ لیا ہے اگر تم کوئی فیصلہ نہیں لے سکتیں تو پھر اس قصہ کو یہیں ختم ہوجانا چاہیے خوامخواہ ملنے کا فائدہ اور پھر عمر بھر کی خواری و گناہ۔" وہ حتمی لہجے میں بولا تو وہ فکر میں پڑگئی۔ اس کے دوٹوک انداز نے اس کا سکون چھین لیا تھا۔ وہ کتنی آسانی سے فیصلہ کر آیا تھا اور وہ ابھی سوچوں کے دریا میں ہی تیر رہی تھی کنارے کا کچھ پتا نہ تھا۔
"مگر فاروق! اماں ابا......"
"انہیں منانا تمہارا کام ہے اب اور کتنے سال میں تمہاری خاطر اماں اور بہنوں کو منع کرتا رہوں پہلے ہی دو سال سے زائد ہوچکے ہیں۔" وہ برہمی سے اس کی بزدلی پر بولا تو وہ ہونٹ کاٹنے لگی۔ ان کی ملاقات ہفتہ پندرہ دن میں اسی طرح پارک گراؤنڈ یا کسی ہوٹل میں ہوجایا کرتی تھی۔ ان کا تعلق اس وقت سے تھا جب مریم اسکول جایا کرتی تھی وہ میٹرک کررہی تھی اور فاروق کالج جایا کرتا تھا۔ صبح ہی صبح عموماً بس اسٹاپ پر ان کی ملاقات ہوا کرتی تھی پھر ملتے ملتے یہ تعلق شناسائی اور پھر دھیرے دھیرے محبت میں تبدیل ہوتا چلا گیا اور آج وہ دونوں اس مقام پر تھے کہ ایک دوسرے کے بغیر رہنا ان کے لیے محال ہوچکا تھا۔ جب سے فاروق کو اکاؤنٹینٹ کی جاب ملی تھی تب سے اس کے گھر والے اس کے سر پر سہرا سجانے کی خواہش کرنے لگے تھے وہ انہیں ٹالتا آرہا تھا مگر کب تک۔
"اگر اماں ابا نے انکار کردیا تو......" اس نے اپنے وہم ظاہر کیے تھے گھاس پر جلے پاؤں کی بلی کی طرح ٹہلتا فاروق رک گیا اور اس کی صورت دیکھتے ہوئے بولا۔
"پھر میں وہی کروں گا جو میری ماں بہنیں چاہیں گی جہاں کہیں گی میں کرلوں گا۔" وہ صاف بولا۔
"تم میرے بغیر رہ لوگے؟" اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔
"رہنا پڑے گا جب قسمت میں ملنا ہی نہیں تو پھر خواری سے فائدہ۔" وہ اس لاحاصل انتظار اور جدوجہد سے اکتا گیا تھا۔ آج اس کے لہجے میں نہ تڑپ تھی نہ بے قراری نہ جاں نثار کرتی نظریں تھیں اور نہ ہی روشن مستقبل کے سہانے خواب۔ آج وہ ہمیشہ سے مختلف اور نئے انداز میں بات کررہا تھا۔ پہلے جیسی کوئی بات نظر نہیں آرہی تھی اس میں وہ چند ثانیے اسے دیکھتی رہی پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔
"تم اپنے گھر والوں کو جمعہ کو بھیج دینا آگے اللہ مالک ہے۔" وہ کہہ کر پارک کے بیرونی گیٹ کی طرف بڑھ گئی تو فاروق اس کے پیچھے چل دیا۔ اس کے جواب نے اسے خوش

کردیا تھا مگر وہ اپنی مسرت ظاہر نہیں کررہا تھا اس کی ناراضگی اور سختی کے بعد اب جاکر اس نے آنے کی اجازت دی تھی۔ وہ اتنی جلدی پہلے والا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کہیں وہ اس کی نرمی دیکھ کر پھر منع کردے اور اتنے انتظار کے بعد مزید انتظار کی تاب نہ تھی۔ وہ تیز قدم اٹھاتا گیٹ پر اس سے ملا تھا۔ وہ خلاف توقع بے حد چپ تھی فاروق نے چور نظروں سے اسے دیکھا اور بائیک اسٹارٹ کرنے لگا۔ وہ اس کے پیچھے بیٹھ گئی اور اپنا ہاتھ سنبھلنے کے لیے اس کے کاندھے پر رکھ لیا۔
"ناراض ہو؟" فاروق نے بائیک روڈ پر لاتے ہوئے پوچھا۔
"نہیں۔" اس نے آہستگی سے کہتے ہوئے آنکھوں کی منڈیروں سے نکلنے والے آنسوؤں کو آنچل میں جذب کرلیا تھا۔

⁂ ...... ☆ ...... ⁂

"لو...... ابھی اس سے بڑی تین بیٹھی ہیں اس کی کیسے کردوں؟" زاہدہ بیگم کو آنے والے بہت پسند آئے تھے اور ان کا بیٹا بھی اچھا لگا تھا مگر جب انہوں نے مریم کے سلسلے میں بات کی تو وہ متعجب لہجے میں ناگواری سے بولیں۔
"آپ سوچ کر جواب دیجیے گا ہم دو گلیاں چھوڑ کر آگے ہی رہتے ہیں۔ اگلے ہفتے جواب لینے آجائیں گے۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور ان کے ساتھ آنے والے تمام لوگ بھی۔ ان کے جانے کے بعد بھی زاہدہ بیگم خود بخود بڑبڑاتی رہیں افسوس وملال کرتی رہیں اتنا اچھا رشتہ آیا بھی تو کس کے لیے۔ جس کے لیے ابھی انہوں نے سوچنا بھی شروع نہیں کیا تھا۔ رحیم صاحب دفتر سے آئے تو یہ موضوع ایک بار پھر چھڑ گیا اور مریم جو دوپہر سے اب تک سب کے درمیان چور بنی ہوئی تھی شرمندہ ہوتی رہی تھی اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔
ایسا کیوں ہوتا ہے منزل سامنے نظر آرہی ہو اور ہم اسے پا نہ سکتے ہوں۔ چاہتے ہوئے بھی خواہش رکھتے ہوئے بھی وہ ہماری دسترس سے دور ہوجاتی ہو۔
وہ ملال سے سوچ رہی تھی اسے یقین ہوچلا تھا اماں صاف انکار کردیں گی اور اس کی آرزوؤں کا گھروندا پانی پر بنے عکس کی طرح ایک ہی لہر سے ڈھے جائے گا۔ وہ افسوس و غم میں رات تک یوں ہی پلنگ پر پڑی رہی جب نگہت آپی کھانے کے لیے بلانے آئیں تب بھی وہ بھوک نہ ہونے کا بہانہ کرکے یوں ہی پڑی رہی۔
"مجھے معلوم ہے تمہیں بھوک کیوں نہیں ہے۔" وہ اس کے پاس ہی آبیٹھیں وہ چپ سادھے لیٹی رہی۔ "تم اس لڑکے کو پسند کرتی ہو نا؟" ان کے لفظوں نے اس کے سر پر دھماکہ کرڈالا تھا وہ حیران و پریشان ہوکر اٹھ بیٹھی۔
"آپ کو...... آپ کو کیسے خبر ہوئی......؟ کیا ربیعہ......؟" وہ حواس باختگی سے بولی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ اگر اماں کو خبر ہوگئی تو وہ

گردکھتے ہوئے دانت اکھاڑ دینے کا نام علاج ہے تو دکھتے ہوئے سر، آنکھ، کان اور ناک کے بارے میں کیا خیال ہے
گردہ، مثانہ، پتہ کی پتھریوں، ہر قسم کی گلٹیوں، رسولیوں، بواسیر، موتیا، ہرنیا اینڈ سائنس، ٹانسلز اور پراسٹیٹ کے
آپریشن کی ضرورت نہیں
مردوں میں چھاتیوں کا بڑھنا، زنانہ و مردانہ بانجھ پن، عورتوں کے چہرے پر بال، بالوں کا گرنا، قبل از وقت سفید ہونا، چھائیاں زدہ چہرہ، ایام کی بے قاعدگی، خون کی نالیوں کا بند ہونا، اعضاء کا سن ہونا، ریڑھ کے مہروں کا بے قاعدہ ہونا، بچے کا مٹی کھانا، بستر پر پیشاب کا نکل جانا، قد کا چھوٹا رہ جانا، انڈر گروتھ اور گردتھ، جوڑوں کے درد
پیدائشی گونگا بہرا، آنکھ کا ٹیڑھا پن قابل علاج ہیں
شوگر، دمہ، بلڈ پریشر، شیزوفرینا، آئیوٹیزم قابل علاج ہیں۔ ہیپاٹائٹس، ڈائیلائیسز سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔

بائے پاس کو اب بائے بائے کردیں
گینگرین سے اعضاء کٹوانے کی ضرورت نہیں
ہومیو پروفیسر ڈاکٹر نیاز اکمل
فرید ہومیو پیتھک کلینک اینڈ ریسرچ سنٹر
صبح 11 تا دن 2 بجے
شام 5 تا رات 9 بجے
ڈی، آئی پی صرافہ مارکیٹ، چوک صادق آباد، راولپنڈی
dr.niazakmal@gmail.com | 0323-5193267

اس کا جنازہ نکال دیں گی۔

"پگلی! وہ کیوں بتائے گی وہ تمہاری دوست ہے ہماری نہیں۔" وہ دھیمے سے مسکرائی تھیں۔

"پھر.....؟" وہ سوالیہ نشان بنی بیٹھی تھی۔

"پھر یہ کہ.....؟" وہ رکیں اور اس کے ماتھے پر آئے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے بولیں۔ "جب دوپہر میں وہ لوگ آئے تو ان کی آمد کے ساتھ تمہارے چہرے پر نکھرنے والے رنگ ہی اور تھے۔ بے حد خوب صورت اور رنگین' جب انسان کو کوئی پسند کرتا ہے' اسے چاہتا ہے یہ رنگ اس وقت اترتے ہیں' مجھے اندازہ ہو چلا تھا کہ وہ تمہارے لیے آئے ہیں۔"

"آپی! آپ یہ بات کسی کو مت بتائیے گا' پلیز۔" وہ ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے التجائی لہجے میں بولی۔

"تمہیں یہ کہنے کی ضرورت ہے؟" انہوں نے خفگی سے کہا تو وہ ان سے لپٹ گئی۔ "چلو پھر کھانا کھاؤ' بھوکے رہنا پریشانی کا حل نہیں ہے۔" وہ اس سے الگ ہوتے ہوئے ٹوک کر بولیں تو وہ آرزدگی کے ساتھ کہنے لگی۔

"اماں انہیں منع کردیں گی ناں' مجھے معلوم تھا یہی ہونا ہے اس لیے میں فاروق کو رشتہ بھیجنے سے منع کرتی تھی اور دیکھ لیں وہی ہوا۔ آپی! ہم غریبوں کی قسمتیں کیوں سوئی رہتی ہیں' کبھی جاگتی ہی نہیں۔" وہ پوچھ رہی تھی وہ اسے کیا جواب دیتیں' کتنے سالوں سے مایوسی کا منہ دیکھ رہی تھیں' کوئی امیدوار بن کر آتا ہی نہیں تھا۔ کسی کو صورت پری سی چاہیے تھی کسی کو ڈھیروں جہیز درکا تھا اور کسی کو کم عمر لڑکی۔

"ان سوالوں سے نکل آؤ مریم! یہ سوال انسان کو پاگل کردیتے ہیں' تمہارے سامنے تو روشن مستقبل ہے' میں اماں سے ضرور بات کروں گی' ہمارا نہ سہی کم از کم مریم کے خوابوں کا گھروندا مسمار نہ ہو اگر کوئی اس کا امیدوار بن کر آ ہی نکلا تھا تو اسے پہلے دوسرے کی گنتی میں مایوس نہ لوٹائیں' کسی چوتھے کا نصیب بند نہ کریں۔" وہ ایک عزم کے ساتھ اٹھ کے اماں کے کمرے میں آئی تھی۔ اماں بستر پر بیٹھی کرتے میں بٹن لگا رہی تھیں۔ نزہت اور راحت باورچی خانے میں تھیں' ان کی آوازیں وہاں تک آرہی تھیں جب کہ رحیم صاحب دوستوں کی طرف گئے ہوئے تھے۔ وہ ان کے قریب آ بیٹھی اور کہنا شروع کیا' اس کی بات سنتے ہی وہ ہتھے سے اکھڑ گئیں۔

"لڑکی تو باؤلی تو نہیں ہوگئی' تم تین بہنوں کو چھوڑ کر میں مریم کی کس طرح کروں وہ تو سب سے چھوٹی ہے اور ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے۔" وہ ہنوز اپنی بات پر اڑی بیٹھی تھیں۔ ان کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا ایک جارہا تھا۔

"ہمارے مقدر میں نصیب کھلنا ہوگا تو کھل جائے گا' آپ ہماری وجہ سے مریم کا مقدر کیوں بند کررہی ہیں۔" اس نے نرمی سے انہیں قائل کرنا چاہا۔

"یہ نہیں ہوسکتا' بھئی لوگ کیا کہیں گے' برادری میں جتنے منہ اتنی باتیں ہوں گی' جو سنے گا وہ یہی کہے گا کہ بڑی بہنوں کے رشتے نہیں آتے تو چھوٹی کو ٹھکانے لگادیا۔" وہ طنز سے گویا ہوئیں۔

"لوگوں کو ہر صورت بولنے کا موقع چاہیے ہوتا ہے آپ سمجھتی کیوں نہیں ہیں اماں! میری وجہ سے آپ نزہت کے لیے آئے رشتوں کو منع کرتی رہیں پھر نزہت کی وجہ سے آپ نے راحت کی نہیں ہونے دی' اب ہم تینوں کا جواز بنا کر آپ مریم کے خواب نہ چھینیں۔" اس کی آواز بے بسی اور دکھوں کے بوجھ سے بھیگنے لگی تھی۔

"نگہت.....! یہ تو کہہ رہی ہے میں نے تم لوگوں کے مقدر بند کیے ہیں' میں راستہ روکے کھڑی ہوں؟" وہ بے یقینی اور شاک کی کیفیت میں اس کی صورت دیکھنے لگیں۔

"میں یہ کب کہہ رہی ہوں میں تو..... میں تو بس یہ کہہ رہی ہوں کہ مریم بھی نہیں اس گنتی کے انتظار میں تیس کی نہ ہوجائے اور جو لڑکی شادی سے پہلے تیس کا ہندسہ پار کرجائے اسے ہمارے معاشرے کے سنگ دل لوگ عورت کہنے لگتے ہیں پھر اس ڈھلتی عمر کی بوڑھی عورت سے کوئی شادی نہیں کرتا۔ اسے کوئی نہیں اپناتا۔" وہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

آج نگہت نے ان کی آنکھیں کھول دی تھیں اک گہرے ملال و تاسف نے انہیں آ گھیرا کہ اگر وہ یہ بات پہلے سمجھ جاتیں تو آج نزہت اور راحت اپنے گھر کی ہوچکی ہوتیں انہوں نے روتے ہوئے نگہت کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔ آج انہوں نے مریم کی شادی کرنے کا تہیہ کرلیا تھا۔ یہ سوچ کر کہ شاید مریم کے نصیب سے نگہت' نزہت اور راحت کے نصیب بھی کھل جائیں۔

غیروں سے کہا تم نے، غیروں سے سنا تم نے
کچھ ہم سے کہا ہوتا، کچھ ہم سے سنا ہوتا
امید تو بندھ جاتی، تسکین تو ہو جاتی
وعدہ نہ وفا کرتے، وعدہ تو کیا ہوتا

"مجھے ذیشان حیدر کہتے ہیں اور میں آپ سے مل کر ایک روحانی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔" نزدیک ہی عقب سے اس کی مانوس سی آواز آئی تو حیرت اور استعجاب اس پر کچھ اس شدت سے ٹوٹا کہ ہاتھ میں پکڑے گلاس کا مشروب تھوڑا سا چھلک کر برمائیک کی گلاس ٹوپ ٹیبل کو داغ دار کر گیا۔ بے یقینی کے انداز میں اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ وہ اپنے بہترین لباس میں عجیب سی دلکشی لیے سیٹھ فیاض علی کی الٹرا ماڈرن بیٹی سارا سکینہ بانو سے انگریزی میں اپنا تعارف کرا رہا تھا۔ سومی کو اپنی بصارت پر یقین نہ آیا اس نے اپنی گردن موڑ کر سامنے بیٹھے وقار کی طرف دیکھا۔ ان کی حالت بھی اس سے کچھ مختلف نہیں تھی۔

"کہیں یہ کوئی خواب تو نہیں سومی!" اس سے نگاہ ملتے ہی انہوں نے تحیر آمیز مسکراہٹ سے کہا یوں جیسے انہونی بات کو حقیقت میں بدلتا دیکھ کر بھی ناقابل قبول سمجھا جاتا ہے۔

سومی کی تمام تر توجہ اس وقت شان کی طرف لگی ہوئی تھی جو بہت نیچی آواز میں اور بڑے والہانہ انداز میں سارہ کے کانوں میں نہ جانے کیسے چٹکلے چھوڑ رہا تھا کہ سارہ کے نقرئی قہقہے ماحول میں ایک لطیف سا ارتعاش پیدا کر رہے تھے مگر اس کے کانوں میں تو جیسے کوئی سیسہ انڈیل رہا تھا۔ اس نے وقار کا ریمارک ڈھنگ سے سنا بھی نہیں۔

"اوہ! کتنی ناقابل قبول حقیقت ہے جیسے سورج مغرب سے نکل آیا ہے۔" وقار نے آخری فقرہ انگریزی کے محاورے میں ادا کر کے پھر کہا تب بھی وہ سنی ان سنی کر گئی کیونکہ اب شان سارہ کا ہاتھ تھامے ڈانسنگ فلور کا رخ کر رہا تھا اس کی چال بڑی پُروقار تھی اور سارہ کی قامت کے بھرے بھرے بدن میں ایک محسوس کرنے والی لچک آ گئی تھی اور یہ سب کس قدر ناقابل یقین تھا صائمہ صفدر کے لیے جس کی حیران اور پھٹی آنکھوں میں اب ایک تکلیف دہ سی کھٹک ہو رہی تھی۔

"یہ تو بالکل کچھ ایسی بات ہوگئی جیسے کوئی چرواہا اچانک سنہرے دیس کے کسی شہزادے کی جون میں بدل جائے۔" وقار نے پھر ایک محاورے کو انگریزی میں ادا کیا۔ دراصل وہ اس کی توجہ ادھر سے ہٹانا چاہ رہے تھے۔

"اُف شٹ اپ!" اس نے پٹخنے کے سے انداز میں گلاس کو میز پر رکھتے ہوئے برہمی سے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ وقار احمد اس طرزِ تخاطب پر ششدر اسے دیکھتے رہ گئے تو اس کا رویہ انتہائی ہتک آمیز تھا مگر انہوں نے جلد ہی اپنی ناگواری پر قابو پالیا کیونکہ وہ اس کی وقتی کیفیت کو بخوبی سمجھ رہے تھے۔ انہوں نے بُرا ماننے کے بجائے اس کا سرد ہاتھ پکڑ کر بڑی نرمی سے کہا۔

"تھوڑا سا نارمل ہونے کی کوشش کرو سومی! میرا مطلب ہے انجوائے کرو آخر دیکھنا تو چاہیے کہ یہ اپنی حماقت کو کہاں تک نبھاتا ہے اور تم نے تو......" تبھی اس کی نظر پھر شان کی طرف اٹھ گئی وہ سارہ کی کمر میں ہاتھ ڈالے ڈانس کر رہا تھا۔

"آپ ہی انجوائے کیجیے وقار! اب میں چلتی ہوں۔" اس نے وقار کی بات کاٹ کر بڑے بھڑکتے ہوئے انداز میں کہا حالانکہ وہ کسی بھی قیمت پر اپنی فطری کمزوری کا اظہار وقار پر کرنا نہیں چاہتی تھی مگر اس وقت خود پر قابو نہ پاسکی اور وقار کو چھوڑ کر وہاں سے چلی آئی۔

اس روز سووینیر میں جشنِ نوروز کی تقریبات کے سلسلے میں چند مخصوص آئٹم پیش کیے جانے والے تھے اور انہیں دیکھنے کا تو محض ایک بہانہ تھا۔ اصل میں تو وقار نے اس کا فیصلہ سننے کے شوق میں خاص طور پر دو سیٹیں بک کرائی تھیں اور ابھی آ کے بیٹھے ہی تھے کہ شان نے اچانک اور بالکل غیر متوقع طور پر وارد ہو کر یہ گل کھلایا۔ اس سے بے اختیار ان کا دل چاہا کہ شان کو شوٹ کردیں مگر یہ شوٹ کردینے کی تمنا یا خواہش انتہائی

انتشاری لمحات میں جس شدت سے ابھرتی ہے اسی سرعت سے دب بھی جاتی ہے اور اپنی اس شدید خواہش کو بھلانے کے طور پر وہ یہی کرسکے کہ غم اور غصے سے کھولتے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ گھر آئی تو اتنی ٹوٹ پھوٹ رہی تھی کہ لباس تبدیل کرنے کی بھی ہمت نہ ہوئی، اسی لباس میں جو وہ سووینیر کلب پہن کر گئی تھی اپنے بستر پر ڈھیر ہوگئی۔ دماغ میں جہاں تجسس و استعجاب نے غلبہ کردیا تھا وہاں ان گنت خیالوں کا سلسلہ کسی ایک مرکز پر جمنے نہیں دے رہا تھا۔ بھولی بسری یادوں کی سرسراہٹ حافظے کی سطح پر پھیل رہی تھی ذیشان کے ایک بے حد معمولی سے مظاہرے نے سب کچھ الٹ پلٹ کر کے رکھ دیا تھا۔ کچھ بھی نہیں سمجھ آ رہا تھا زندگی کے الجھے ہوئے تانے بانوں کا کون سا سرا پکڑے اور کہاں سے آغاز کرے۔

باہر رات بے حد تاریک اور خاموش تھی، سناٹوں کے رونق سلب کردینے والے قافلے، بڑی سبک خرامی سے بھائیں بھائیں کرتے گھر میں اتر رہے تھے۔ دیوار پر چسپاں بڑے کلاک کی ٹک ٹک تیزی سے سرکتی ہوئی ساعتوں کا احساس دلا رہی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی یادداشت کی دھندلی سطح صاف اور واضح ہوتی جا رہی تھی۔

❀......❀......❀

اس کے والد کا آبائی وطن تو الہ آباد تھا مگر وہ عرصے سے لکھنؤ میں سکونت پزیر تھے اور رجسٹرار کے منصب پر فائز تھے اور وہ لکھنؤ ہی کے ایک مقامی کالج میں پڑھتی تھی۔ اس لیے اپنی ددھیال جانے کا اسے کم ہی اتفاق ہوتا ہے اور جب کبھی طویل چھٹیوں میں وہاں جانے کا اتفاق بھی ہوتا تو وہ بھی اس طرح کے شملہ یا مسوری جاتے ہوئے وہ چند روز کے لیے وہاں بھی رک جاتی مگر یہ چند روز بھی بڑے گراں گزرتے کیونکہ اس کی ددھیال والے مڈل کلاس سے تعلق رکھتے تھے جس میں سفید پوشی تک ہی زندگی محدود ہو کر رہ جاتی ہے اس پر اس کے دادا کا مکان بھی شہر کے ایک گنجان علاقے کی تنگ اور گندی سی گلی کے نکڑ پر واقع تھا بے حد معمولی اور قدیم طرز کا بنا ہوا جس کے کوٹھڑی نما کمروں کے بیچوں بیچ ایک کشادہ سا پختہ صحن تھا گھر ضرور معمولی طرز کا بنا ہوا تھا مگر مدت سے جما جمایا تھا۔ اس لیے پرسکون تھا اور آرام دہ بھی۔ اسے اپنی ددھیال کا یہ گھر بہت پرانا سا لگتا تھا کیونکہ اس کا اپنا گھر اس گھر سے یکسر مختلف تھا۔ اول تو وہ ایک کھلے علاقے میں تھا اور دوسرا اس میں رہائشی ضرورت کی ہر چیز میسر تھی۔ اس کے والد کی اوپری آمدنی بہت اچھی تھی، اس لیے انہوں نے اپنا اسٹیٹس بہت اونچا کرلیا تھا قدرت نے اس کے والدین کو اولادِ نرینہ سے محروم ہی رکھا تھا بس دو بیٹیاں دی تھیں ایک وہ خود تھی اور ایک اس سے پورے آٹھ برس چھوٹی بہن آسیہ تھی۔ اس کے ابو اور امی اسے اپنا بیٹا کہہ کر پکارتے تھے اور اس کا بہت ہی مان کرتے تھے۔ اس کی ہر بات کو مقدم رکھتے تھے اور اس کی ہر ضد پوری کی جاتی غرضیکہ چھوٹی بہن سے زیادہ اس کے چاؤ چونچلے کیے جاتے۔

اس کے ننھیال والے تو بالکل ہی دیہاتی لوگ تھے جن کی زندگی اپنی زمینوں اور کھیتوں تک محدود تھی اور ددھیال والے بھی کچھ اچھی حیثیت کے مالک نہ تھے۔ ابتداء ہی سے جب سے اس نے ہوش سنبھالا سارے خاندان والوں کو اپنے سے نیچا ہی پایا تھا اور پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ اس کے ابو جونئی روشنی کے حد درجہ دلدادہ تھے انہوں نے اس کی ابتدائی تعلیم پہلے ایک انگلش میڈیم اسکول سے کرائی پھر پرائمری کے بعد اسے ڈیرا ڈون کا نونٹ بھیج دیا۔ جہاں سے سفیر کیمرج کرنے کے بعد اس نے لکھنؤ یونیورسٹی کالج میں داخلہ لے لیا۔ اس کی امی تو اب بھی کسی حد تک پرانی روایات کی پابند تھیں مگر اس کے ابو کی آزاد خیالی اور حد سے زیادہ لاڈ پیار نے اسے سرکش اور خودسر بنادیا تھا۔ وہ ہر بات میں اپنی من مانی کرنے کی عادی تھی، کیا چھوٹا کیا بڑا کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھی۔ ننھیال تو جیسی بھی تھی مگر ددھیال خاصی قبول صورت تھی اور اسے تو اپنی ہستی پر اس لیے بھی ناز تھا کہ ایک تو وہ اپنے خاندان کی لڑکیوں میں سب سے زیادہ ماڈرن اور پڑھی لکھی تھی اور اس پر خدا نے شکل و صورت بھی اچھی دی تھی اور جدید افزائش حسن کے چٹکلوں اور پرکاری نے اور بھی قبول صورت بنادیا تھا اور جس لڑکی کے ساتھ اکٹھی اتنی ساری خصوصیات جمع ہوجائیں اس کا مغرور یا خرد ماغ ہونا بھی کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ددھیال میں تایا جان اور ان کی بیوی بڑی اماں کی شمس بھائی، قمر باجی دو ہی بچے تھے۔ ان سے چھوٹے یعنی منجھلے چچا کی چار اولادیں تھیں الطاف بھائی، نازیہ فاخرہ اور عاطف پھر اپنے ابو کی وہ اور آسیہ اور چھوٹے چچا کا اکلوتا بیٹا ذیشان جو چچی کے انتقال کے بعد اور چھوٹے چچا کے جرمنی جا کر ایک جرمن عورت سے شادی کرنے کے بعد دادی اماں اور چچاؤں کے رحم و کرم پر پڑا رہ گیا تھا اور باپ کے ہوتے ہوئے بھی لاوارث

ہو کر نظر انداز کیا جاتا تھا' دونوں پھوپیاں پردیس میں اپنے اپنے گھروں میں آباد تھیں اور سب کی اولادیں پڑھ رہی تھیں۔ شان بھی ایک انجینئرنگ کالج میں زیر تعلیم تھا مگر اس نے بڑی سست رفتاری سے یہ تعلیمی منازل طے کی تھیں۔ عاطف اس سے کئی برس چھوٹا تھا مگر پڑھائی میں اس سے بہت آگے تھا۔ خود شان کی اس گھر میں کوئی حیثیت ہی نہ تھی ہمیشہ حماقتوں کا سمبل بنا نظر آتا تھا۔ نہ لباس ٹھیک نہ حلیہ درست' بے حد لاابالی اور بے حس' جو سدا سب کی خوشامد ہی کرتا نظر آتا۔ ذرا سامنہ لگانے پر سر چڑھنے کی کوشش کرنا بات بے بات کے قہقہے لگانا' بے تکے مذاق کرنا اس کی سرشت میں شامل تھا۔ بھلا خاندان کے کسی بھی لڑکے نے وہ کام کیے تھے جو وہ کرتا کہ بیٹھا سبزی کاٹ رہا ہے' چائے بنا رہا ہے اور ہنڈیا بھون رہا ہے۔ حد تو یہ تھی کہ دادی اماں کے سر میں تیل ڈال کر مالش کرنے کے بعد کنگھی کر کے ان کی چوٹی تک گوندھ دیتا تھا۔ سب دل کھول کر اسے بے وقوف بناتے اور اس کی حماقتوں سے لطف اٹھاتے تھے اور سوی کو تو وہ ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا ایک دم خوشامدی اور چھچھورا سا لگتا تھا۔ وہ ہمیشہ اس سے ڈانٹ کر بات کرتی اور اس کی بے تکی باتوں پر اسے خوب لتاڑتی تھی بلکہ اس پر خوب اپنا رعب گانٹھتی اور وہ بھی واقعی اس سے حد درجہ مرعوب ہو جاتا جب وہ فرفر انگلش میں الطاف بھائی اور شمس بھیا سے باتیں کرتی یا اس پر بگڑتی۔

شمس بھیا چونکہ سارے چچازاد میں سب سے بڑے تھے اس لیے ان کے مزاج میں سنجیدگی بردباری بھی بہت تھی۔ الطاف بھائی فطرتاً کم گو مگر عاطف' نازیہ اور فاخرہ تو شرارتوں کی پوٹ تھے ہر دم شان کو بدھو بنایا کرتیں۔ ایک مرتبہ جب وہ تھرڈ ایئر کی طالبہ تھی قمر باجی کی شادی میں ددھیال جانے کا اتفاق ہوا تو ایک دن عاطف' نازیہ اور فاخرہ زبردستی اسے شان کی کوٹھڑی نما کمرے میں لے گئے۔ گئے تو تھے یہ لوگ اسے اپنی شرارتوں کا نشانہ بنانے مگر وہاں شمس بھیا کو پہلے سے بیٹھا دیکھ کر اپنے ارادے کو ملتوی کرنا پڑا۔ اسے اس روز سوی نے کافی عرصے کے بعد دیکھا تھا' وہ نہایت سنجیدگی سے شمس بھائی سے کسی مسئلے پر گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے کوئی دھیان ہی نہ دیا۔ کونے میں پڑی ایک کرسی پر بیٹھ کر وہیں پڑے ایک انگلش میگزین کی ورق گردانی کرنے لگی مگر عاطف بولے بغیر نہ رہ سکا۔

"ہاں تو پھر کیا رہا شان بھیا آپ کے اس افسانے کا؟" عاطف نے سنجیدہ سی صورت بنا کر کہا۔ الطاف بھائی بھی اس اثناء میں کمرے میں داخل ہو چکے تھے۔ اس کے افسانے لکھنے کی اطلاع پر جہاں سوی کے دل میں گدگدی ہونے لگی' وہاں الطاف بھائی کے سنجیدہ چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"ہاں بھئی شان! سنا ہے تم نے تو بڑے بڑے اہل قلم کو پیچھے بٹھا دیا' ہمیں بھی تو دکھاؤ اپنے افسانے۔" الطاف بھائی نے دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"کون سے رسالے میں چھپتے ہیں تمہارے افسانے؟" شمس بھائی نے اپنی مخصوص بردباری اور سادگی سے پوچھا۔

"کون سے رسالے میں؟ واہ کیا خوب شمس بھیا! یہ کہیے کہ کون کون سے رسالوں میں چھپتے ہیں تمہارے افسانے' کوئی ایک رسالہ تھوڑی ہے جس میں میں نے اپنا افسانہ بھیجا ہے۔ میں نے تو دہلی اور لکھنو سے شائع ہونے والے رسالوں میں بھی اپنے افسانے بھیجے ہیں۔" شان نے ترنگ میں آ کر کہا۔

"اوہو بھئی غلطی ہو گئی' دراصل ہمیں علم ہی نہ تھا ہاں تو کون کون سے رسالوں میں چھپتے ہیں تمہارے مضامین۔" نازیہ نے "کون کون سے" پر زور دے کر انتہائی اشتیاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ارے بھئی" ہادرے نین' مغرب شمال' راس کماری" اور ایسے ہی مشہور معروف' بہت سے دوسرے رسالوں میں میں نے اپنے افسانے بھیجے ہیں۔" شان نے سینہ پھلا کر کچھ اتنے فخر سے بتایا کہ وہ بظاہر میگزین کے مطالعے میں منہمک تھی متعجب سے انداز میں اس کی طرف دیکھے بغیر نہ رہ سکی۔

"اچھا تب تو بہت اچھی بات ہے۔" شمس بھائی نے اپنی سادگی میں بھی سراہنے سے نہ چوکے۔

"واقعی یار تم تو بڑے چھپے رستم نکلے' اپنا ایک آدھ افسانہ ہمیں بھی تو دکھاؤ۔" الطاف بھائی کو بالکل یقین نہیں آ رہا تھا۔ شان بوکھلا سا گیا' کھنکار کر بولا۔

"دکھانے میں تو کوئی حرج نہ تھا مگر..... مگر میرے پاس اس وقت کوئی رسالہ موجود نہیں۔"

"ظاہر ہے اتنے زبردست ادب سے کون محروم رہ سکتا ہے' لوگ پڑھنے کے لیے لے جاتے ہوں گے آپ کے افسانے' کیوں شان بھیا؟" عاطف شرارت آمیز سنجیدگی سے بولا۔

"ارے نہیں بھئی یہ بات نہیں' بس کیا بتاؤں؟" شان منہ لٹکا کر ایسی بے چارگی کے انداز میں بولا کہ فاخرہ نے کرسی پر اچکتے ہوئے بڑی تشویشناک لہجے میں کہا۔

"کیا..... خدانہ کرے کوئی ٹریجڈی ہو گئی ہے؟"

"ہاں بس یہی سمجھ لو۔" شان روتی صورت بنا کر بولا۔

"ہے ہے..... خدا خیر کرے۔" عاطف اور نازیہ نے ایک ساتھ کہا تو الطاف بھائی کو ہنسی آ گئی۔ شان سب کو اپنا ہمدرد پا کر بڑے متاسف لہجے میں بولا۔

"دراصل یہ ایڈیٹر لوگ ہم جیسے قلم کاروں سے ازلی بیر رکھتے ہیں' مجال ہے جو اچھی تحریریں چھاپ دیں۔ میں اب تک جتنے بھی رسالوں میں اپنے افسانے بھیج چکا ہوں ایک نے بھی میرا کوئی افسانہ نہیں چھاپا۔" شان نے جس حماقت آمیز سنجیدگی سے اپنی بات کہی تھی ایک قہقہہ پڑا اور شان جھینپ کر رہ گیا۔

"اُف! یہ تو بڑی زیادتی ہوئی' سراسر ناانصافی۔" نازیہ نے روکھا سا منہ بنا کر کہا۔

"ہاں ہاں اور کیا....." شان نے بھی اپنی جھینپ یوں مٹائی۔

"ارے چھوڑو یار! اگر وہ نہیں چھاپتے تو کیا غم' تم خوشخط میں لکھ کر ہم سے داد لے لیا کرو۔" الطاف بھائی ہنس کر بولے۔

"ہاں واقعی آخر کوئی یوں پہروں بیٹھا صفحے کے صفحے سیاہ کرتا رہے تو کوئی لکیریں تو نہ کھینچتا ہوگا۔ تم نے کچھ نہ کچھ تو لکھا ہی ہوگا بس ذرا اس لکھنے لکھانے کے معاملے میں صبر و تحمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ کوشش جاری رکھو کبھی نہ کبھی تو اچھے لکھنے والوں میں شمار ہو ہی جائے گا۔" شمس بھیا نے اس کی ڈھارس بندھائی۔

"جی ہاں' شمس بھیا! اب میرے اس افسانے کو لے لیجیے' یہ میں نے آج ہی مکمل کیا ہے۔" شمس بھیا کے حوصلہ بندھانے پر خوش ہو کر اس نے اپنی میز کی دراز سے ایک مسودہ نکالتے ہوئے کہا۔

"یہ دیکھیے کتنا شاندار افسانہ ہے' ذرا پڑھ کر دیکھیے گا پھر پتا چلے گا کہ میں کیسا ادب تخلیق کرتا ہوں۔" اس نے پھر فخریہ لہجہ اختیار کیا۔

"ارے بھئی نہیں میرے پاس اتنا وقت کہاں' میں تو....؟" شمس بھیا نے گھبرا کر عذر پیش کرنا چاہا تو الطاف بھائی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"ارے بھئی تم ہی سنا دو جو لکھتا ہے وہی اچھی طرح پوری محبت کے ساتھ پڑھ بھی سکتا ہے۔"

بس پھر کیا تھا شان نہال ہو گیا' جلدی سے مسودہ کھولا اور ہو گیا شروع۔

"چہار سو ہو کا عالم طاری تھا۔"

"اوئی....." نازیہ خوف زدہ ہوتی ہوئی بولی۔ الطاف بھائی نے اسے گھور کر دیکھا۔

"سمندر کی بپھری ہوئی موجیں بڑی شدت سے موجزن تھیں۔"

"لے ہے کیا..... سمندری طوفان آیا ہوا تھا؟" فاخرہ نے سہم کر کہا۔

"بھئی خاموش بیٹھ کر سنو۔" شمس بھیا نے اسے ٹوکا۔

"چنگھاڑ رہی تھیں۔" شان پھر شروع ہو گیا۔

"کون؟" عاطف نے تجسس انداز میں پوچھا۔

"ارے بھئی وہی سمندر کی موجیں۔" شان نے بے زار سے لہجے میں کہا اور بولا۔ "وہ لب دریا کے کنارے خاموش بیٹھی تھی' چاند کی روشنی میں نہائی وہ چاندی کا ٹکڑا لگ رہی تھی۔"

"اور کاربولک سوپ سے رگڑ رگڑ کر اپنا شیشے جیسا مکھڑا دھو رہی تھی۔ اتنا اور بڑھا دیجیے شان بھیا! لطف دوبالا ہو جائے گا۔" عاطف نے بیچ میں لقمہ دیا۔

شمس بھیا بھی اپنی مسکراہٹ نہ روک سکے۔

"بھئی مذاق مت اڑاؤ ورنہ ہم نہیں سنائیں گے۔" شان اٹھلا کر بولا۔

"ارے نہیں نہیں' بکنے دو اسے' ہاں تو پھر....." الطاف بھائی نے ہنسی روک کر کہا۔

"ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے زور سے اس کے سیاہ گھٹاؤں جیسے سنہری بال فضاؤں میں ادھر اُدھر اڑ رہے تھے۔"

"ایمان سے بال تھے یا بم سے نکلی ہوئی چنگاریاں؟" عاطف دخل اندازی سے باز نہیں آیا۔ شمس بھیا نے اسے گھور کر دیکھا۔

"اس کی نیلی نیلی آنکھوں میں آس نراس کے جگنو سے چمک رہے تھے۔"

"ایمان سے اب تو حد ہو گئی شان بھیا!" نازیہ بمشکل اپنی ہنسی روک کر بولی۔

"ارے تعجب کی کیا بات ہے کسی خرگوش کی نسل سے تعلق رکھتی ہوگی ان کی ہیروئن۔" عاطف نے مسکسی سی شکل بنا کر کہا تو ایک زبردست قہقہہ پڑا جس میں شان نے بھی شرکت کی۔

"نہیں خرگوش کی آنکھیں تو لال ہوتی ہیں۔" شان نے

اپنی پوری بتیسی نکالتے ہوئے کہا۔

"بھئی تم لوگ سخت نالائق ہو بولے بغیر نہیں رہ سکتے کیا۔ خوامخواہ اتنی اچھی کہانی کا مزا کرکرا کر کے رکھ دیا۔" الطاف بھائی نے بناوٹی غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو پھر شان میاں!" شمس بھائی نے اشتیاق سے پوچھا۔

"وہ حد نظر تک پھیلی پانی کی چادر کو تک رہی تھی، جس پر سورج کی تیز شعاعیں چمک رہی تھیں۔"

"ہیں...... یعنی سورج بھی نکلا ہوا تھا' گویا دن کا وقت تھا تب تو ڈر کی کوئی بات ہی نہیں۔" عاطف اچک کر بولا تو شان کو سچ مچ غصہ آ گیا۔ اس نے مسودے کو رول کر کے میز پر پٹخ دیا حالانکہ شمس بھیا ان شریروں کو برا بھلا ہی کہتے رہے مگر شان آگے بڑھنے پر بالکل آمادہ نظر نہیں آیا۔

شمس بھائی نہ جانے کیوں اتنی دلچسپی لے رہے تھے اس احمق سے انسان میں۔ اس نے رسالہ ایک طرف رکھتے ہوئے سوچا اور پہلی بار بڑی غور سے شان کا جائزہ لیا۔ عجیب بے تکا حلیہ تھا' تنگ موری کا سیدھا پاجامہ' سوتی میلی سی نیلی قمیص، جس کی بڑی آستینیں بڑی بے پروائی اور بدسلیقگی سے کہنیوں تک سمٹی ہوئی تھیں۔ تھوڑا تھوڑا سنہرا پن لیے سیاہ بال' تیل سے چپڑے ہوئے۔ نقشہ اور رنگت تو چچا میاں سے مشابہہ تھی' اس لیے کچھ گوری تھی مگر اس کے بے ڈھنگے پن اور بے پروائی کی وجہ سے عجیب مضحکہ خیز بن گئی تھی اس نے نفرت سے منہ سکیڑا اور جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے کہاں چلیں سومی!" شمس بھیا نے پوچھا۔

"ارے نہیں تھوڑی دیر تو اور بیٹھیے۔" شان نے اتنے دن میں پہلی بار کچھ ملتجی سے انداز میں اسے مخاطب کیا مگر شان کی بات سن کر تو اس کا موڈ بالکل ہی آف ہو گیا۔ وہ تیزی سے اس کے کمرے سے باہر نکل آئی اور تھوڑی دیر بعد شان کو اس طرح بھول گئی جیسے گھر میں اس کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔

❀......❀......❀

وہ قمر باجی کی شادی کا دن تھا' بارات آنے والی تھی اور ان کے یہاں یہ دستور تھا کہ بارات کے ساتھ ہی دلہا والوں کی طرف سے بری آتی تھی۔ گھر کا ایک ایک فرد بڑے اہتمام سے تیار ہو کر بارات کے استقبال میں کھڑا تھا مگر شان وہی میلے کچیلے کپڑے پہنے ان ملازموں اور ملازماؤں کے ساتھ جو شادی بیاہ کے موقعوں پر ایک خاص معاوضے پر ہاتھ بٹانے آ جاتے ہیں یا بلا لیے جاتے ہیں جُتا بھاگ بھاگ کر چیزیں اٹھوا اور رکھوا رہا تھا۔ سارے گھر میں ایک شمس بھیا ہی تھے جنہوں نے اس کے بے ترتیب حلیے پر ٹوکا بھی تھا مگر اس نے بڑی معصومیت سے کہہ دیا تھا کہ دادی اماں کہہ رہی ہیں تم تو اس کے بھائی ہو تمہیں کپڑے بدلنے کی کیا ضرورت' جا کر بہن کی شادی کے انتظامات کرو تاکہ سمدھیانے والوں کے سامنے عزت رہ جائے۔ شمس بھیا کا دل اس کی معصومیت پر کٹ کر رہ گیا۔ مگر انہوں نے کچھ نہیں کہا البتہ اور سب کو آ کر بتا دیا بعض ہمدرد ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی مظلوم کے لیے دل میں درد تو محسوس کرتے ہیں مگر صرف احساس کی حد تک۔ عملاً کچھ کرتے کراتے نہیں بلکہ خاموش تماشائی بنے سب کچھ دیکھتے رہتے ہیں' ایسے ہی لوگوں میں شمس بھائی کو بھی شامل کیا جا سکتا تھا۔

شمس بھیا نے اسے ٹوک تو دیا مگر اس کی بات کے جواب میں کچھ کہا نہیں البتہ ان لوگوں کو ضرور اس کی سادہ لوحی اور سیدھے پن سے آگاہ کر دیا اور جب وہ پسینوں میں تربتر حلیے سے بے حلیہ ایک طرف کھڑا ٹرے میں شربت سجا رہا تھا تو سومی نے اس کے پاس سے گزرتے ہوئے فقرہ کسا۔

"ذرا دیکھا' بھئی شان کی اس وقت وہی حالت ہے کہ چمار کو عرش پر بھی بیگار۔" تو اس نے اپنے تیزی سے چلتے ہاتھ روک کر بڑی مشیخت سے کہا۔

"نہیں بلکہ ایک بہن کی عزت کا سوال ہے۔" وہ اس سے کسی جواب کی متوقع نہیں رکھتی تھی' جل کر بولی۔

"عزت بھائیوں کے حلیے اور ٹپ ٹاپ سے ہوتی ہے۔ تمہیں اس حلیے میں دیکھ کر تو الٹی عزت پر بن رہی ہے۔" اپنی دانست میں ایک بھرپور چوٹ کر کے وہ نازیہ کا ہاتھ تھامے آگے بڑھ گئی اور شادی کی گہما گہمی میں مصروف ہو گئی مگر قمر باجی کی رخصتی کے وقت اس نے دیکھا کہ شان بڑے صاف ستھرے کپڑے پہنے دلہا کی کار کے پاس کھڑا منہ بسور رہا تھا' سبھی کی آنکھیں نم تھیں مگر اسے ایک مضحکہ خیز انداز میں منہ بسورتا دیکھ کر وہ اپنی ہنسی نہ روک سکی۔

"آپ بات بہت پتے کی کہتی ہیں جو سیدھی دل پر اثر کرتی ہے۔" قمر باجی کی رخصتی کے بعد اس کے نزدیک آ کر شان نے کہا اور اس کے تیور دیکھ کر جلدی سے آگے بڑھ گیا۔

پھر قمر باجی کی شادی کے تین چار روز بعد ہی وہ اپنے والدین اور

چھوٹی بہن کے ساتھ اپنے گھر واپس آ گئی۔

پھر تو اسے دو برس تک الٰہ آباد جانے کا اتفاق ہی نہ ہوا' دراصل وہاں رہنے کے خیال سے وحشت ہوتی تھی اور لکھنو میں تو اتنی زیادہ دلچسپیاں تھیں کہ کہیں جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ گرمیوں کی چھٹیاں وہ نینی تال میسوری یا شملہ میں گزارتی تھی مگر اب تو گریجویشن کے بعد مکمل آرام کر رہی تھی کہ اس کے ابو نے بیٹھے بٹھائے اچانک پاکستان ہجرت کرنے کا ارادہ کر لیا اور لاہور کا رخ کرتے ہوئے کچھ روز الٰہ آباد قیام کرنے کی نیت سے ٹھہر گئے تھے۔ دو برس بعد آنے پر بھی شان میں کوئی فرق نہ پڑا تھا' سب اب تک اسے انگلیوں پر نچاتے یا ڈگڈگی بنا دیتے۔ اسے ان باتوں سے کیا غرض تھی' وہ تو وہاں سب سے ملنے ملانے اور ایک عارضی قیام کے لیے گئی تھی۔

اپنے اتنے پیارے عزیزوں' سہیلیوں اور اپنے وطن چھوڑنے کا غم باقاعدہ طور پر منا رہی تھی' وہی گھر جس کے تصور سے بھی کبھی اسے وحشت ہوتی تھی اور جس کا سارا سسٹم حد درجہ پرانا تھا وہی اب اسے اتنا پیارا اور اچھا لگ رہا تھا کہ اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑنے کا خیال...... کہیں سب سے چھپ چھپ کر روتی اور کبھی کبھی سب کے سامنے۔ شان ان دنوں دادی اماں کی اطلاع کے مطابق سارا سارا دن مارا مارا پھرتا یعنی آوارہ گردی کرتا تھا اور یہ دادی اماں کا ہی دم تھا جو اس کی کج ادائیوں کو برداشت کر رہی تھیں اور سارے گھر میں وہی اک ہستی تھی جو اسے چاہتی تھیں۔

شان جو کچھ پڑھ لکھ رہا تھا اس کے خیال میں اساتذہ اور کتابوں پر ایک بوجھ بنا ہوا تھا' روانگی کے وقت وہ ایک ایک کے گلے لگ کر روتے روتے نڈھال ہوئی جا رہی تھی۔ سب ہی مفارقت کے آنسو بہا رہے تھے' صرف شان ان میں موجود نہ تھا۔ جب وہ کار میں بیٹھ کر ائیر پورٹ کا رخ کرنے لگی تو اس نے دیکھا کہ شان گلی کے نکڑ پر کھڑا بڑی حسرت سے اسے جاتا دیکھ رہا تھا اور بار بار آنکھوں کو رگڑ رگڑ کر اپنے تیزی سے بہتے آنسو پونچھ رہا تھا۔ سخت رنجیدہ اور اداس ہونے کے باوجود سومی کو اس کی حرکت پر ہنسی آ گئی۔

پاکستان آ کر اس کے ابو لاہور سے براہِ راست کراچی چلے آئے وہ کوئی چھوٹا موٹا بزنس کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے کراچی ہی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ نئے نئے ماحول اور اجنبی لوگوں سے واسطہ پڑا تھا' اس لیے سومی کا دل کراچی میں نہ لگا۔ مگر رہنا تو وہیں تھا' اس لیے اس نے کراچی یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ کراچی آ کر تو جو تھوڑی بہت جھجک اور پاسداری تھی وہ بھی جاتی رہی۔ اس کے ابو نے اسے کھلی چھوٹ دے دی جو جی چاہتا کرتی حالانکہ اس کی امی اس کی اس قدر آزادی کے حق میں نہ تھیں اور جلد از جلد اس کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتی تھیں مگر سومی اور اس کے ابو کے آگے ان کی ایک نہ چلتی۔ سومی نے تو شادی کرنے سے بھی انکار کر دیا تھا' اس نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ

"وہ مسٹر رائٹ کا انتظار کر رہی ہے۔"

پھر پتا نہیں وقت کا پہیہ کس رفتار سے گردشِ لیل و نہار کی گاڑی کھینچتا رہا۔ بہت سارے دن گزر گئے تب ایک روز کافی عرصے بعد بس یہی ایک خبر بڑی دلچسپ تھی۔

"شان اپنی انجینئرنگ مکمل کر کے جرمنی جا رہا ہے اور یہ بھی کہ وہ بہت سنبھل گیا ہے' بڑا اداس رہتا ہے اور معلوم ہے کس وجہ سے' تمہارے لیے۔" نازیہ نے گو اس کی تنگ مزاجی کی وجہ سے بہت سنبھل سنبھل کر لکھا تھا مگر مارے غصے کے اس نے نازیہ کا یہ خط پھاڑ کر نہ صرف پرزے پرزے کر ڈالا بلکہ اسے ایسی زبردست جھاڑ پلائی کہ وہ اس سے روٹھ گئی۔

❀......❀......❀

مزید دو سال اس کی دلچسپ ایکٹیوٹیز میں یوں گزر گئے کہ اسے ان کے گزرنے کا پتا بھی نہ چلا۔ اسی اثناء میں اس کی ددھیال والے پاکستان ہجرت کر آئے اور لاہور میں مقیم ہو گئے تھے۔ ایم اے فائنل کر کے وہ فرصت سے بیٹھی تھی تو اس کی امی چند روز بیمار رہ کر ساری عمر کی ذمہ داری اس کے کندھوں پر ڈال کر ہمیشہ کے لیے منہ موڑ گئیں۔ لاہور سے سارا کنبہ دوڑا دوڑا آ گیا اور چہلم کے بعد اس کے ابو اسے اور اس کی بہن کو لے کر لاہور آ گئے۔ فرخندہ کی شادی ہو چکی تھی اور وہ اپنے شوہر کے ساتھ کینیڈا چلی گئی تھی۔ نازیہ کی شادی ہونے ہی والی تھی کہ اس کی امی کا انتقال ہو گیا۔ عاطف امریکہ چلا گیا تھا اور الطاف بھائی پنڈی میں ایک اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔ صرف شمس بھائی بھابی اور ان کے بچے رہ گئے تھے یا دونوں چچا اور دادی۔ پاکستان آ کر ان لوگوں نے اپنا اسٹیٹس بنا لیا تھا' ادھر ماں کا غم بھی بہت تھا شاید اس لیے اس کا دل لگ گیا تھا۔

نازیہ کی شادی کی وجہ سے ان دنوں گھر میں بہت چہل پہل تھی۔ فاخرہ بھی کینیڈا سے آئی ہوئی تھی سوائے عاطف کے سب

موجود تھے اور وہ ہر بات میں پیش پیش کہ ایک دن اچانک اور بے حد غیر متوقع طور پر پورے بیس برس بعد چھوٹے چچا جرمنی سے آ گئے۔ دادی اماں نے پچھلی ساری رنجش اور کلفت بھول کر بچھڑے ہوئے بیٹے کو کلیجے سے لگالیا۔ سارے گھر میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ سومی کو گو ان کی آمد سے کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی مگر انہیں دیکھنے کا اشتیاق بہت تھا اور جب اس کے ابو نے اسے چچا میاں سے ملوایا تو انہیں اپنی یہی بھتیجی بہت زیادہ پسند آئی شاید اس لیے بھی کہ ایک تو وہ تعلیم یافتہ تھی اور اس پر روشن خیال اور نئی تہذیب کی دلدادہ۔ ظاہر تھا اس کے چچا میاں خود بھی زندگی کا ایک حصہ ترقی یافتہ ملک میں گزار کر آئے تھے اس لیے انہیں سومی سے ایک خاص لگاؤ پیدا ہو گیا تھا۔ خود وہ بھی اپنے چچا میاں کی عمدہ عادات، اچھے اصولوں اور آزاد خیالی سے بہت زیادہ متاثر ہو گئی تھی، اتنا عرصہ یورپ میں گزارنے کے بعد بھی وہ اپنی زبان نہیں بھولے تھے اور فطرتاً بڑے بذلہ سنج اور شگفتہ مزاج تھے یہ تو اسے بعد میں پتا چلا کہ شان بھی ان کے ساتھ آیا ہے وہ بھی جب منجھلے چچا جان نے ان سے شان کو اپنے ساتھ لاہور لانے کا شکوہ کیا۔ شان اپنے کسی ضروری کام سے کراچی میں رک گیا تھا، وہ نازیہ کی شادی میں بھی شریک نہ ہو سکا۔

چچا میاں مستقل طور پر آئے تھے، ان کی جرمن وائف کا انتقال ہو چکا تھا۔ نازیہ کی شادی کے ہنگامے سرد پڑے اور سب اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے تو چچا میاں سے کھل کر بات کرنے کا موقع ملا۔ چچا میاں ویسے تو بہت زندہ دل اور شگفتہ مزاج تھے مگر شان کا ذکر آتے ہی اتنے افسردہ ہو جاتے کہ اسے کوفت سی ہونے لگتی اور اس وقت تو خاص طور پر جب چچا میاں بڑے متاسف لہجے میں اس کے ابو سے کہتے۔

"میں نے اس پر جو زیادتیاں کی ہیں ان کا ازالہ تو شاید زندگی بھر نہ کر سکوں گا مگر اتنا ضرور کروں گا کہ اس کے لیے کسی بہترین ساتھی کا انتخاب کر کے اس کی زندگی کے خلا کو پُر کر دوں۔ بے چارہ بچہ جتنا کچھ بھی اس نے کیا ہے اپنی محنت اور لگن سے کیا ہے۔" تب شان کی ادھوری اور بے ڈھنگی شخصیت اس کی نگاہوں میں گھوم جاتی اور وہ دل پر جبر کر کے چچا میاں کی دل گرفتہ باتیں سنتی رہتی۔ ان کی باتوں سے اسے یہ بھی پتا چل گیا تھا کہ شان پورے تین برس جرمنی میں قیام کے دوران چچا میاں سے اس وقت ملا جب اس نے انجینئرنگ ڈپلومہ حاصل کر لیا۔ اس سے پہلے اسے ان سے ملنا ہی گوارا نہ ہوا کہ کہیں ان پر بوجھ نہ بن جائے، نہ معلوم کون کون سے جتن کر کے پڑھائی جاری رکھی اور اپنا پیٹ پالا۔ محنت مشقت کی اور اپنا کیریئر بنالیا مگر چچا میاں چاہے دنیا کی مظلوم ترین ہستی بنا کر پیش کرتے یا ہیرو، اس کے بارے میں جو امپریشن سومی کا تھا اسے کوئی نہیں بدل سکتا تھا۔

وقت جوں جوں گزرتا گیا، چچا میاں کی محبت اور شفقت میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا پھر ایک دن محبت کا بھرم بھی کھل گیا۔ جب اس نے سنا کہ چچا میاں نے اسے شان کے لیے مانگا ہے۔ ان دنوں ایک تو پہلی ہی سخت بے زار تھی کیونکہ شان کراچی سے آیا ہوا تھا اور اسی کی وجہ سے زیادہ تر نازیہ کے یہاں وقت گزارتی تھی کہ اس پر چچا نے یہ شوشہ چھوڑا تو وہ جو نازیہ کے کہنے سننے سے تھوڑی سی رواداری برتنے پر آمادہ ہوئی تھی، ایک دم ہی منحرف ہو گئی۔ شان نے کُل چار روز لاہور میں قیام کیا پھر وہ اپنے جاب کا چارج لینے اسلام آباد چلا گیا اور اس کے جانے کے ایک دو دن بعد ہی اس کے ابو نے اس کا عندیہ لینے کو نسبت کی بات چھیڑی تو ساری رواداری، شرم و لحاظ ادب و احترام بالائے طاق رکھ کر اس نے بڑی حقارت اور سختی سے ان کی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ اس کے ابو بھی زبردستی کے قائل نہیں تھے انہوں نے بھی صاف صاف کہہ دیا کہ جب لڑکی کی مرضی نہیں تو میں اسے مجبور نہیں کر سکتا لیکن جس آسانی سے اس کے ابو نے یہ سب کہہ دیا تھا اس آسانی سے ان کے بھائی، بھاوج اور دادی اماں ان کا پیچھا چھوڑنے والے نہیں تھے۔ سب نے خوب انہیں آڑے ہاتھوں لیا۔ جوان بیٹی کو بٹھائے رکھنے کے طعنے دیئے اور اس کی آئندہ زندگی کے بھیانک رخ دکھائے۔ تائی یعنی بڑی اماں نے تو یہاں تک کہہ دیا۔

"فرخندہ کو بھی دیکھو اس سے ایک برس چھوٹی ہے اور اب خیر سے دو بچوں کی ماں ہے، لڑکی چوبیس برس کی ہو گئی ہے اور تم یوں بے خبر بیٹھے ہو جیسے کوئی فکر ہی نہیں۔ عورت بیسی اور تیسی جب بوڑھی ہو جائے گی تو کوئی پوچھے گا بھی نہیں اور لڑکا بھی تمہارا سگا خون ہے۔ اللہ رکھے صورت سیرت دونوں میں یکتا، بھولا بھالا اور ہونہار۔ تمہاری دلہن خدا انہیں بخشے، زندہ ہوتیں تو اس رشتے سے کتنی خوش ہوتیں مگر وہ بے چاری تو یہ حسرت ہی دل میں لیے منہ موڑ گئیں۔"

دادی اماں نے بھی خوب پھٹکارا، چچاؤں نے بھی سمجھانے بجھانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تب کہیں جا کر اس کے ابو نے صرف قائل ہو گئے بلکہ ان لوگوں کے ہم خیال بن گئے۔ خیالات پلٹے تو زبان بھی پلٹ گئی اب وہی ابو جو اس کی ہر بات پر آنکھیں بند کر کے یقین کر لیتے تھے، زندگی میں پہلی بار بڑی ترش زبان سے کہہ رہے تھے۔

"تم نے شان کے پیغام کو ٹھکرا کر بڑی نادانی کا ثبوت دیا ہے بٹیا! کیونکہ یہ حیدر میاں کی ہی نہیں خود شان کی بھی دلی خواہش تھی اور میں نے تو صرف اسی وجہ سے تمہاری رائے لینی ضروری سمجھی تھی کہ تم سمجھ دار اور کافی باصلاحیت ہو۔ ظاہر ہے شان میرے چھوٹے بھائی کا اکلوتا بیٹا ہے میں اس کی درخواست کو کسی قیمت پر رد نہیں کر سکتا۔ تمہاری شادی شان سے ہو گی یہ میرا فیصلہ ہے۔ اس کے بعد بھی تم اپنی ضد پر قائم رہیں تو میں خود کو ختم کر لوں گا مگر اپنے مدتوں سے بچھڑے ہوئے بھائی کا دل نہیں توڑوں گا لہٰذا تم اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔"

ابو کے اس قدر اٹل انداز میں وہ بھی اتنی بے رخی سے بات کرتا دیکھ کر کچھ دیر تو وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھتی رہ گئی پھر کچھ بس نہ چلا تو منہ ڈھانپ کر رونے لگی مگر اس کے ابو اس کی گریہ زاری کو نظر انداز کر کے کمرے سے چلے گئے تو یہ چچا میاں کی نہیں شان کی خواہش ہے اس کی اتنی جرأت مارے غصے کے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ابو کے فیصلے کی مخالفت کرنے کی ہمت تو نہ پڑی مگر شان سے ایک ایک بات کا بدلہ لینے پر ضرور کمربستہ ہو گئی۔ اس کے ابو نے پھر اس سے کسی بات میں مشورہ لینے کی ضرورت ہی نہ سمجھی۔ اس کے خیال میں ان دنوں وہ اپنے بھائیوں، بھاوجوں اور ماں کے اشاروں پر چل رہے تھے پھر بھلا اس کی خوشی اور ناخوشی کو کیسے گردانتے۔ تبھی تو اسے ان کے فیصلے کے سامنے سرنگوں ہونا پڑا تھا۔ نکاح بہت سادگی سے ہوا تھا اور اس کے خیال میں قطعی ناجائز تھا کیونکہ چچاؤں اور پھپھیوں نے مصیبتوں کا ڈوز پلا پلا کر اور رشتوں کا ہوا دکھا کر زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر اس طرح دستخط کرائے تھے نکاح نامے پر جیسے لکھنے کی ابتداء کراتے وقت بچے کا ہاتھ پکڑ کر تختی یا سلیٹ پر پھروایا جاتا ہے۔

دراصل اس کی خاموشی سے سب کو یہ خدشہ لاحق ہو گیا تھا کہ کہیں وہ عین وقت پر انکار نہ کر دے اور ایسے امکانات بھی سو فیصد تھے کیونکہ اس کے دل میں بھی عین نکاح کے وقت کچھ ایسے باغیانہ خیالات رینگ رہے تھے اور جب ذیشان جیسے اجڈ، وحشی اور احمق انسان نے اس کے شوہر کی حیثیت سے حجلۂ عروسی میں قدم رکھا تو وہ سخت مشتعل انداز میں کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ شان سے اس کی گستاخانہ اور جرأت مندانہ اقدام کا بدلہ لینے کا لمحہ آ گیا تھا۔ تن بدن میں آگ سی لگ رہی تھی اور اپنی بے بسی اور مجبوری کا احساس اس آگ کو ہوا دیئے جا رہا تھا کہ شامت اعمال اس نے حجلۂ عروسی میں قدم رکھا وہ شارک اسکن کی اچکن اور کرتے پاجامے میں ملبوس تھا اور اس شان سے ہزار درجہ مختلف لگ رہا تھا۔ اس قدر نکھرا نکھرا اور مسرور اور اتنا شاندار کہ دادی اماں نے تو باقاعدہ اس کی نظر اتاری تھی اور چچیوں اور پھپھیوں نے بڑھ بڑھ کر بلائیں لی تھیں مگر سومی کو اس وقت اسے دیکھنے کا شوق کہاں تھا وہ تو آتش انتقام میں پھنک رہی تھی جونہی اس نے اندر قدم رکھا وہ غصے سے بل کھاتی ہوئی اس کی طرف بڑھی اور بڑے قہر آلود لہجے میں بولی۔

"تمہیں یہاں آنے کی جرأت کیسے ہوئی، کیا تم اپنی اوقات بھول گئے شان! تم میری نظر میں آج بھی دو ٹکے کے انسان ہو، ایک دم جاہل، اجڈ اور احمق۔ بے وقوف! تم نے میری مجبوری اور بے بسی سے فائدہ اٹھا کر زبردستی یہ رشتہ قائم کیا ہے مگر وہ تمہارے لواحقین کی نظر میں ہی کوئی اہمیت رکھتا ہو گا میری نظر میں قطعی ناجائز ہے۔ میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ میرا نکاح تم سے نہیں ہوا، مجھے بے بس اور مجبور کر کے زبردستی نکاح نامے پر دستخط کرائے گئے ہیں اور اگر نہ بھی کرائے گئے ہوتے تو میں تم کو مرتے دم تک بھی شوہر تسلیم نہ کرتی کیونکہ مجھے تم سے سخت نفرت ہے ازلی نفرت ہے سمجھے شان! لہٰذا جس طرح چپ چاپ آئے ہو اسی طرح میرے کمرے سے نکل جاؤ۔ تم نے اگر اس بات کو شہرت دینے کی کوشش کی یا کسی سے داد فریاد کی تو نتائج بد سے بدتر ہو جائیں گے اور نتائج کے ذمہ دار تم خود ہو گے اور یہ بات کہ میں بھی اپنے نام کی ایک ہی ہوں تم ہی نہیں، سب اچھی طرح جانتے ہیں۔" اس طرزِ مخاطب اور طرزِ عمل پر گھڑی بھر کو تو ذیشان ششدر سے کھڑے اسے دیکھتے رہ گئے پھر اسی وقت اور اسی دم ان کی غیرت و حمیت ان کے ہر احساس اور ہر جذبے پر غالب آ گئی۔ انہوں نے ایک بھرپور نظر سومی پر ڈالی۔ جو اُن کے لیے نفرت اور حقارت کا مجسمہ بنی کھڑی تھی۔

دل تو بہت چاہا کہ اسے اپنی اہمیت کا احساس دلائیں اپنے حقوق اس پر آزما کر اس کی نخوت و پندار کو چکنا چور کر کے رکھ دیں مگر اس نے کہا تھا وہ ان سے سخت نفرت کرتی ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ سے نفرت و حقارت ٹپک رہی تھی۔ اس نے اس کی

عزت ووقار کی دھجیاں بکھیر دی تھیں۔اس لیے انہوں نے دوبارہ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی گوارانہ کیا اور چپ چاپ حجلۂ عروسی سے نکل آئے مگر ان کے احساسات پر تو ایک قیامت سی گزر رہی تھی اچانک ٹوٹ پڑنے والی افتاد کی طرح اس کا اہانت آمیز رویہ ان کے ہوش وحواس مختل کر گیا تھا۔وہ جس کے لیے بے پروا بے حس اور بے وقوف سے شان نے کتنی مشقتیں اٹھا کر اور کیا کیا جتن کر کے اپنا کیریئر بنایا تھا اور جسے وہ بے حد چپکے چپکے جانے کب سے چاہتے چلے آرہے تھے' کارزارِ حیات میں یہ جہاد اس لیے کیا تھا کہ خود کو اس کے قابل بنادے پھر لڑکپن میں تو بعض بچے بے پروا ہوتے ہی ہیں اور شان کی بے پروائی کا یہ عرصہ اس لیے بڑھ گیا تھا کہ وہ سدا سے احساس محرومی کا شکار تھے مگر اب تو انہوں نے اپنی ہر کمزوری پر قابو پالیا تھا۔اپنے والد سے ملنے کے بعد اپنی سب سے بڑی خواہش کا اظہار انہوں نے صائمہ کو اپنانے کے طور پر ہی کیا تھا۔دل کی مرادیں اس قدر جلد پوری ہوگئی تھیں کہ خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔شان حوادث کی بھٹی میں سے نکل کر کندن بن گئے تھے۔اپنوں اور غیروں سبھی کو آزمایا تھا اور سبھی سے چوٹ کھا رکھی تھی' سب سے کاری وار صائمہ نے کیا تھا اسے بھی وہ سہہ گئے مگر اس طرح دنیا کی ہر ہستی پر سے اعتماد اٹھ گیا۔صائمہ کے رویے نے دل کو بالکل ہی توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔انہوں نے اس معاملے میں کسی سے کچھ کہنے سننے کی ضرورت ہی نہ سمجھی اور نہایت خاموشی اور صبر وتحمل کے ساتھ اپنی ساری چھٹیاں گزار دیں اور جب اپنے کام پر اسلام آباد واپس جانے لگے اور اسے ساتھ لے جانے کا مسئلہ اٹھا تو وہ ایک بار پھر بھڑک اٹھی۔

''میں ہرگز ایسے شخص کے ساتھ نہیں جاؤں گی' جس سے شرعی طور پر میرا نکاح ہوا ہی نہیں اور اس وقت تو ابو آپ کے خاندانی وقار اور عزت کا بھرم قائم رکھنے کے لیے میں نے خود آپ کی روایتوں کی قربان گاہ پر چڑھ جانے کے لیے سر خم کردیا تھا مگر اب......اب تو آپ کے دل کی تمام حسرتیں پوری ہوچکیں' اب میں اپنی مرضی کی مالک ہوں۔کوئی میری مرضی کے خلاف مجھے کسی بات پر مجبور نہیں کرسکتا حتیٰ کہ شان بھی نہیں اور میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ میں یہیں رہوں گی۔'' یہ ابو اور دوسرے بزرگوں کے سمجھانے بجھانے اور اصرار کا جواب تھا اس روز پہلی بار اس کے ابو کو اپنی روشن خیالی اور اسے اتنی زیادہ چھوٹ دینے کے احساس پر سخت پچھتاوا ہوا۔نہ صرف پچھتاوا اور تاسف بلکہ افسوس صد افسوس۔سرکش بیٹی نے اس ضعیفی میں انہیں کسی کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہ رکھا تھا آخر والدین لاڈ پیار میں اولاد کو اتنی آزادی اور چھوٹ ہی کیوں دیں جو یہ دن دیکھنے نصیب ہوں۔سارے خاندان میں ان کی بڑی کرکری ہو رہی تھی۔

ادھر شان بالکل خاموش تھے انہوں نے اپنے ساتھ لے جانے کی خواہش ظاہر کی تھی نہ اس کے انکار پر کوئی رائے زنی مگر اس کے ابو شان کی خاموشی کا مطلب سمجھتے تھے۔اسی وجہ سے انہوں نے سومی سے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر وہ شان کے ساتھ نہ گئی تو وہ اسے گھر سے نکال دیں گے' نہ صرف نکال دیں گے بلکہ عمر بھر اس کی صورت نہ دیکھیں گے۔دھمکی کارگر ثابت ہوئی اور اسے بادل ناخواستہ شان کے ساتھ اسلام آباد جانا ہی پڑا۔

❀......❀......❀

شان نے پہلے سے اسلام آباد میں ایک چھوٹا سا بنگلہ نما مکان کرائے پر لے رکھا تھا وہ اسے وہیں لے گئے اور وہ جو بظاہر تمام راستے ان سے سخت بے زار اور لاتعلق سی نظر آرہی تھی دل ہی دل میں سہمتی آئی تھی کہ نہ جانے شان اب اس سے کیا سلوک کریں اور زبردستی کا شکار نہ بنالیں لیکن یہ وسوسے اور خدشات شان کے خاموش اور لاتعلق سے رویے نے جلد ہی ختم کردیئے۔

شان نے اس کی کسی بات میں دلچسپی نہ لی نہ اس سے کوئی سروکار رکھا اور اس طرح وہ اور بھی شیر ہوگئی۔اپنی سرکشی انہیں دکھانے کو سارا سارا دن گھومتی پھرتی اور رات گئے لوٹ کر آتی۔آزاد خیال تو سدا سے تھی۔یہاں آکر تو گویا پوری آزادی مل گئی تھی۔سوسائٹی move کرنے کا شوق یہیں آکر پورا ہوا۔

عورت جب چلن چھوڑ کر غلط راہ پر لگ جائے تو ہر مرد اسے اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتا ہی ہے بلکہ اس کی بے راہ روی سے فائدہ بھی اٹھاتا ہے اور جن جن لوگوں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا' ان میں اولیت وقار احمد کو حاصل تھی۔

وقار احمد جو ایک اعلیٰ سرکاری عہدے پر فائز تھے' ذاتی طور پر بھی متمول اور باحیثیت تھے۔ان کو الہڑ جوانیوں سے آنکھ مچولی کھیلنے کا گر خوب آتا تھا اور ان کی اسی شوقین مزاجی کے سبب ان کی اَن پڑھ اور سادہ لوح بیوی انڈیا میں پڑی سڑھ رہی تھی۔ شکل وصورت کے اعتبار سے ان پر وہی مثل صادق آتی تھی کہ جب خدا حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے کیونکہ ان کا شمار

خوب صورت مردوں میں تو کسی بھی طرح نہیں ہوسکتا تھا البتہ ان کی ٹپ ٹاپ اور اپنی حیثیت کے دکھاوے نے ان کی شخصیت میں ایک تمکنت اور وقار سا پیدا کردیا تھا۔ڈیل ڈول بھی خوب لمبا چوڑا تھا گویا مجموعی طور پر خاصے گوارا تھے اور خود صائمہ کا بھی خیال تھا کہ مرد کی خوب صورتی اس کی قابلیت اور حیثیت میں پوشیدہ ہوتی ہے اور وہ شان سے ہر لحاظ سے اونچی حیثیت رکھتے تھے۔بڑے بذلہ سنج' حاضر جواب اور شگفتہ مزاج ان کے اور صائمہ کے مزاجوں میں بڑی مطابقت اور یکسانیت تھی۔ہم ذوق اور ہم مزاج تھے حتیٰ کہ خیالات اور نظریات بھی ایک ہی تھے اور اسے ایسی ہی ہستی کی تلاش تھی۔دونوں کے درمیان دوستی کا رابطہ قائم ہوا جو دیکھتے ہی دیکھتے عشق کی منازل طے کرنے لگا اور پھر وہاں سے آگے بڑھا تو وقار احمد کی قوتِ برداشت سے باہر ہونے لگا۔سارے معاملات اب تک زبانی جمع خرچ تک محدود تھے اور سومی تو وقار کو دل میں رکھ کر ساری عمر پوج سکتی تھی مگر وقار تو ایک مرد تھے جو دیوتا بن کر عرصے تک اپنی پرستش کا صلہ جلد از جلد دے دینا چاہتا ہے۔وہ بھی ایک عیاش مرد' وقار احمد اب اس کھیل سے اوب گئے تھے۔سومی کو اپنی ذات سے حد درجہ وابستگی نے انہیں خاصا متاثر کردیا تھا اس لیے وہ اپنے اور اس کے تعلقات کو دائمی اور عملی بنانے کے لیے ایک فیصلہ چاہتے تھے اور وہ جو شروع سے اخیر تک ہر معاملے میں نہایت سرکش اور بااختیار تھی۔اپنے اس معاملے میں شان کے ہاتھوں اتنی بے بس ہوگئی تھی کہ کسی فیصلے کا اختیار ہی نہ رکھتی تھی۔اسے معلوم تھا کہ شان اسے کبھی طلاق نہ دے گا گویا شان سے علیحدگی کسی طرح ممکن ہی نہ تھی۔اس لیے وہ ہمیشہ وقار کے اس مقابلے یا تقاضے کو ٹال جاتی۔

وقار احمد کا تعارف اس نے شان سے اس دن کرایا تھا جس دن وہ اسے کلب لے جانے کے لیے گھر آئے تھے اور اتفاق سے شان اس روز گھر پر ہی موجود تھے اور ان کا سامنا وقار احمد سے ہوگیا تھا مگر وقار احمد اس کی ناکام اور ناتمام ازدواجی زندگی کے بارے میں صرف اتنا ہی جانتے تھے کہ اس کی شادی زبردستی شان سے کرائی گئی تھی تاکہ چچا کی بے اندازہ دولت گھر کے گھر ہی میں رہے اور یہ بھی کہ شان بذاتِ خود اس کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔وہ سخت چھچھورا اور کم ظرف ہے۔بہر کیف ان کو اتنا بھی جاننے کی ضرورت نہ تھی' انہیں تو کسی نہ کسی طرح اپنا مطلب نکالنا تھا' ان کے تقاضے بڑھتے ہی جارہے تھے آخر اس نے ایک

غزل

محبت کی طبیعت میں اگرچہ غم نہیں ہوتا
مگر خدشہ جدائی کا غموں سے کم نہیں ہوتا
کوئی جگنو کوئی تارا کہیں سے ڈھونڈ کر لاؤ
دلوں کو پھونک دینے سے اندھیرا کم نہیں ہوتا
محبت کرنے والے تو ہمیشہ ساتھ دیتے ہیں
محبت میں جدائی کا کوئی موسم نہیں ہوتا
زمیں والوں سے یہ کہہ کر ڈھل گیا سورج
اجالا بانٹ دینے سے اجالا کم نہیں ہوتا

رنبیل کنول' راحیلہ' ثانیہ......ڈیرہ اسماعیل خان

یکسو فیصلہ کر ہی لیا۔اپنے اسی نظریے کو سامنے رکھ کر جس پر آج بھی وہ سختی سے قائم تھی کہ اس کا نکاح شان سے ہوا ہی نہیں۔یہ ساری پابندیاں جو اس سلسلے میں اس پر لگائی گئی ہیں' محض اس کے بزرگوں کی تنگ نظری اور جہالت کے نتیجے میں لگی ہیں۔اس لیے اسے اس بات کا حق پہنچتا ہے کہ وہ وقار احمد سے سول میرج کرلے پھر جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا اور اپنا یہی فیصلہ سنانے وہ وقار کے ساتھ سوینیر پہنچی تھی کہ شان کا ایک ہی جلوہ دیکھ کر اپنی ساری خدائی' ہیچ نظر آنے لگی اور اس نے وقار کی موجودگی کا بھی پاس نہ کیا بلکہ انہیں ایک طرح دھتکار کر آگئی تھی۔

بے کراں سناٹوں میں دیوار پر چسپاں گھڑی کی ٹک ٹک کی تکرار جب یادوں پر غالب آنے لگی تو اس نے حقیقت کی دنیا میں آکر پھر گھڑی پر ایک نظر ڈالی بارہ کے ہندسے کی طرف دونوں سوئیاں بڑی سرعت سے بڑھ رہی تھیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے گھڑی نے بارہ کا گجر بجایا تو وہ لباس تبدیل کرنے کے ارادے سے اٹھ کھڑی ہوئی مگر اسی دم باہر کار کا دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔چھوٹا سا بنگلہ تھا۔سارہ سکینہ بانو کی مترنم آواز جس میں اندر تک گونج کر رہ گئی' اس نے جاتے جاتے شان کو دوسرے دن آنے کی تاکید کی تھی گویا راہ ورسم اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ اب سارہ گھر پر بھی آنے لگی۔غصے سے اس کا سینہ تپنے لگا پھر جونہی شان سارہ کو رخصت کر کے اندر آنے لگے۔وہ تیزی سے دروازے کی طرف لپکی مگر راہ ہی میں جیسے کسی نے تیزی سے اٹھتے قدموں کو جکڑ لیا۔

''کس برتے پر اتنا غصہ دکھا رہی ہو صائمہ! اور کس واسطے

سے اسے ٹوکنا چاہ رہی ہو اور پھر اس سے کہو گی بھی تو کیا؟ تمہاری اور اس کی راہیں تو شروع ہی سے جدا جدا ہیں تبھی تو اس نے تمہیں وقار کے ساتھ جانے پر نہیں ٹوکا۔ آج بھی تو اس نے وقار کے ساتھ تمہیں بیٹھے دیکھ لیا تھا' اپنا ہونٹ سختی سے کاٹتی یہی سوچتی وہ اپنے بستر پر واپس آ گئی مگر قرار تب بھی نہ آیا آخر وہ اس قدر دلیر کیسے ہو گیا کہ میری موجودگی میں سارہ کو گھر بھی لے آیا۔ جانے مجھے آج کیا ہو گیا ہے' وہ کچھ بھی کرتا پھرے میری بلا سے۔ مجھے کیا غرض' کیا پروا۔ میں خوامخواہ اتنی سی بات پر اب تک خود بھی الجھتی رہی اور وقار کو بھی ناراض کر دیا ایک بار پھر کرو ہی کلب کا سین آنکھوں میں پھر گیا۔ شان کا ہنسنا' لہک لہک کر باتیں کرنا' جھوم جھوم کر چلنا اور بہکے بہکے انداز میں رقص کرنا۔ اتنا اچھا بال روم رقص یقیناً جرمنی میں ہی سیکھا ہو گا۔ پردہ سیمیں پر جیسے یکے بعد دیگرے مختلف زاویوں کے سین آتے ہیں بالکل اسی طرح اس کی نگاہوں میں بھی شان کے مختلف پوز اترنے لگے۔ جن میں کھوئے کھوئے نہ جانے کب اسے نیند آ گئی' لباس تک تبدیل کرنے کی سدھ نہ رہی۔

وقار واقعی خفا ہو گئے تھے کئی دفعہ فون کرنے کے باوجود نہ مل سکے تو وہ خود ہی ان سے ملنے چل دی۔ بڑی نکھری نکھری سی شام تھی بھورے بادلوں کی ہلکی ہلکی پرت نے دھوپ کی تمازت کو اپنے اندر جذب کر رکھا تھا۔ خوش گوار سے دھندآمیز اجالے میں سبزہ کھلے پڑ رہا تھا۔ ہوائیں بھی بڑے خوش گوار سے انداز میں جسم کو چھوتی ہوئی گزر رہی تھیں جب اس نے وقار احمد کے شاندار بنگلے میں قدم رکھا' وقار بڑے روٹھے روٹھے انداز میں ملے مگر انہوں نے اس کے گزشتہ رات کے رویے کو بالکل نہیں جتایا۔ بڑے اوپری انداز میں بات کرتے رہے اور جب چلتے چلتے اس نے شام کو انہیں کہیں چلنے کی پیش کش کی تب انہیں کہنا ہی پڑا۔

"کل آپ کے ہاتھوں جس قدر میری عزت افزائی ہوئی ہے یہی کیا کم ہے جو آج پھر آپ......" انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"مجھے اپنے اس رویہ پر سخت افسوس ہے وقار! پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا اس وقت' بعد میں سارا وقت میں پچھتاتی رہی۔ خیر شام کو کب آ رہے ہیں آپ؟" اس نے ندامت بھرے انداز میں معذرت کر کے پوچھا۔

"آنے میں تو مجھے کوئی رکاوٹ نہیں مگر کل جیسی صورت حال پیدا ہو گئی تو پھر...... آپ کی اطلاع کو بندہ بھی ایک غیرت مند اور شریف ضمیر رکھتا ہے۔" وقار نے چوٹ کرنے کے سے انداز میں مسکرا کر کہا۔

"مجھے زیادہ شرمندہ کرنے کی کوشش نہ کیجیے وقار! اگر نہیں آنا چاہتے تو خیر میں بھی مجبور نہ کروں گی۔" وہ اپنی جھینپ خفگی سے مٹاتی ہوئی بولی اور وقار کا جواب سنے بغیر چلی آئی۔

رات کے اولین پہر میں ڈولتی سوینیر کی رنگین فضائیں بلورنین فانوس کی جگمگاہٹیں' ریشمی لباس کی سرسراہٹیں' حسن و شباب کی جھلک مارتی تجلیاں' پھولوں اور پرفیوم کی مدہوش کن مہک۔ موسیقی کے زیر و بم میں ملی جلی مدہم سی مضطربانہ سرگوشیاں سگریٹ کے دھوئیں کے ساتھ مل کر یہ سب کتنا حسین لگ رہا تھا کس قدر سحر انگیز تھا۔ دل میں ہوتی دھڑکنیں مستانہ وار زندگی کے ساز پر تھرک رہی تھیں۔ اتوار کی شب تھی مگر ہجوم زیادہ نہ تھا کوئی سیمابی سی دھن بجنے لگتی تو بعض سرپھرے اور منچلے دیسی اور بدیسی جوڑے مستانہ وار رقص کرنے لگتے۔

وہ بھی ڈارک بلو ساڑھی میں ملبوس' خاص سج دھج کے ساتھ وقار کے سامنے ایک میز کے گرد بیٹھی تھی۔ وقار کی تمام تر توجہ اس کی طرف تھی' وہ آنکھوں کی زبان سے اپنے دلی تاثرات کا اظہار کر رہے تھے اس لیے وہ جھینپ سی رہی تھی۔

"بہت دن ہوئے ایک گانا سنا تھا۔" آخر وقار نے دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ بات کی ابتداء کی۔

"کیسا گانا؟" اس نے یونہی خیالات میں الجھے الجھے پوچھا۔

"اچھی طرح یاد تو نہیں مگر کچھ اس طرح تھا......

"تیرے حسن کی کیا تعریف کروں
میں کہتے ہوئے بھی ڈرتا ہوں"

وقار کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"اچھا۔" وہ بے ساختہ کھلکھلائی۔

"بے حد شکریہ!" اس نے ہنس لینے کے بعد سنجیدہ ہو کر کہا۔

"کیوں تعریف کا یہ انداز نہیں بھایا؟" وقار نے اس اچانک سنجیدگی پر پوچھا۔

"نہیں یہ بات نہیں' آج اتنے دن بعد آپ کو میرے حسین ہونے کا احساس ہوا ہے' اس پر تھوڑا سرپرائز ہو رہا تھا۔" اس نے متانت سے جواب دیا۔

"کیا مزید تعریف کرانا چاہتی ہو؟" وقار نے بڑی دلچسپ نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"اوہ نو......! میں ایسی باتوں کو سمجھتی ہوں اور پھر اتنی حسین بھی نہیں ہوں کہ خوش فہمی میں گرفتار ہو جاؤں۔" وقار کی وارفتگی کے جواب میں اس نے جان کر رکھائی برتی۔

"یہ تو میری نظروں اور دل سے پوچھیے کہ آپ میرے لیے کیا ہیں۔ جو ہستی اس قدر عزیز ہو جائے وہ چاہنے والے کو کیسی لگتی ہے اور آپ کو میرے متعلق اتنا اندازہ تو ہو گیا ہوگا کہ میں فالتو باتیں کبھی نہیں کرتا' سیریسلی۔" اس کے گریز نے وقار کو سنجیدہ ہونے پر مجبور کر دیا۔

وہ ہمیشہ جذباتی مرحلوں پر کچھ ایسی ہی غیر جانبدار اور محتاط ہو جاتی تھی' اس نے کوئی جواب نہ دیا اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

"ہاں تو کیا فیصلہ کیا ہے آپ نے آج تو میں سن کر ہی رہوں گا کیونکہ اب مزید آپ کی آنکھ مچولی میرے لیے ناقابلِ برداشت لگ رہی ہے۔ میں شدت سے آپ کے جواب کا انتظار کر رہا ہوں۔" انہوں نے میز پر رکھے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر تھوڑے سے جذباتی پن سے پوچھا مگر وہ تو اس وقت اپنے ہوش میں نہیں تھی۔

ذیشان ایک اجنبی صورت لڑکی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ڈانسنگ فلور کا رخ کر رہا تھا۔ سفید کرسٹل اسنو کے سوٹ میں ملبوس اپنے دراز قامت اور گلیمر کے ساتھ وہ سب میں بہت ممتاز اور ہاٹ لگ رہا تھا۔ سومی کی نگاہوں کا تعاقب کرتی وقار کی نگاہیں شان پر پڑیں تو ایک طنز بھرے تبسم کے ساتھ ان کی گرفت اس کے ہاتھ پر اور مضبوط ہو گئی۔ وہ اس وقت سخت مضطرب نظر آ رہی تھی مگر ان کی گرفت سے اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش نہیں کی۔

"یہ کریڈٹ بھی آپ کی طرف جاتا ہے۔" انہوں نے شان کو اس طرح لڑکی کے ساتھ ڈانس کرتے دیکھ کر کہا۔

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"مطلب یہی کہ وہ تمہارا شوہر ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس نے آپ کی خاطر خود کو اس قدر بدل لیا ہو لیکن آپ کو ان مظاہروں کا اتنا اثر نہیں لینا چاہیے جب کہ آپ اس سے کوئی واسطہ نہیں رکھتیں۔" انداز سمجھانے کا ضرور تھا مگر اس میں بھی ایک طنز شامل تھا۔

"آپ یہ کہہ کر کیا جتانا چاہ رہے ہیں؟" اس نے بھڑک کر اپنا ہاتھ ان کی گرفت سے چھڑاتے ہوئے پوچھا۔

"اپنی اہمیت...... اپنا اور آپ کا تعلق...... جسے یہ شخص قطع کرنے کے لیے کوشاں ہے۔" بڑے متانت آمیز طنز سے وقار نے جواب دیا۔

"اس شخص کو بھلا کیا طاقت اور کیا اوقات' میں اپنی مرضی کی مالک ہوں اور میرے معاملات میں وہ کیا کوئی بھی دخل نہیں دے سکتا۔" اس نے بڑے تیکھے پن سے کہا۔

"مگر ہم تو دے سکتے ہیں اور اب جلد از جلد آپ کا فیصلہ سننا چاہتا ہیں ورنہ پھر......" بات ایک معنی خیز مسکراہٹ سے روک کر انہوں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ وقار بھی اس کی ہنسی میں شریک ہو گئے' شان کی نظر اتفاقیہ دونوں پر پڑی تو انہوں نے اپنی ہم رقص سے کچھ کہا اور کچھ ہی دیر بعد اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے لے کر ہال سے باہر نکل گئے اور کسی خیال سے پھر سومی کو وحشت ہونے لگی۔

وقار اس سے نہ جانے کیا کہہ رہے تھے اس سے ڈھنگ سے سنا بھی نہ گیا وہ ضرور میری غیر موجودگی کا فائدہ اٹھائے گا۔ وہ اس لڑکی کو یقیناً اپنے ساتھ گھر لے گیا ہے گویا اس طرح وہ مجھے نیچا دکھانے کی کوشش کر رہا ہے اگر میں نے فوری ایکشن نہ لیا تو پھر...... پھر؟ وہ گھبرا کر جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وقار اس کی کیفیت بھانپ گئے تھے مگر کل کی طرح آج کوئی بھی رعایت دینے کے موڈ میں نہ تھے۔ سختی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر بولے۔

"کہاں چلیں؟"

"گھر...... اور کہاں؟ میری طبیعت بگڑ رہی ہے ورنہ......؟" اس نے طبیعت بگڑنے کا عذر کرنا چاہا۔

"طبیعت بگڑ رہی ہے یا کچھ بھی ہے' میں آج آپ کو یوں نہ جانے دوں گا۔" وقار نے درشتی سے کہا۔

"اُف' پتا نہیں آپ اس قدر بے صبرے کیوں ہیں۔" وہ تھوڑا بگڑ کر بولی۔

"میں جیسا بھی ہوں مگر آپ کو یاد ہے' یہاں آنے سے پہلے میں نے آپ سے کیا کہا تھا' آپ سچ مچ میری غیرت کو چیلنج کر رہی ہیں۔ صائمہ بیگم اور میں اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے بغیر آپ کا فیصلہ سنے ہرگز جانے نہ دوں گا۔" وقار نے مشتعل ہو کر کہا۔ وہ ایسے رویے کی کہاں عادی تھی برہم سے انداز میں ان کی طرف دیکھ کر بولی۔

"فیصلہ ہی سننا چاہتے ہیں تو سنیے جو کچھ آپ مجھ سے توقع کر رہے ہیں وہ کسی طرح ممکن ہے اور نہ شان سے علیحدگی مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میں شان کی وکیل ہوں۔ ہاں یہ ضرور

ہے کہ مجھے اپنی خاندانی روایات کا پاس ہے۔" اس نے اپنا ہاتھ وقار کی گرفت سے چھڑا کر سخت بدلحی اور بیزاری سے کہا۔

"گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب تک آپ مجھے واقعی بے وقوف بناتی رہیں؟" وقار نے چونک کر پوچھا۔

"اگر آپ جیسے دانا لوگ بے وقوف بننے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں تو پھر یہی سمجھ لیجیے۔" اس نے بھی دوبدو کہا۔

"وہ تو میں اب سے نہیں شروع سے سمجھتا آ رہا ہوں مگر آپ بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ میں آپ کو آسانی سے چھوڑنے والا نہیں۔ کوئی میرے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کرے تو میں اسے گھر تک پہنچا کر رہتا ہوں۔" وقار دھمکیوں پر اتر آئے۔

"آپ مجھے دھمکیوں سے مرعوب کرنے کی کوشش نہ کیجیے' ہم عرصے تک اچھے دوستوں کی طرح ایک ساتھ رہے ہیں اور آئندہ بھی رہ سکتے ہیں بشرطیکہ......"

"میں کسی مشروط معاہدے کا روادار نہیں صائمہ! اب یہ ساری احتیاطیں اپنا اثر کھو چکی ہیں۔" وقار نے جھلائے ہوئے لہجے میں اس کی بات کاٹی۔

"تو پھر آپ کی مرضی میں آپ کو مجبور تو نہیں کر رہی۔" اس نے جل کر کہا۔

"یہ کہنے کی اب کوئی گنجائش نہیں رہی' آپ نے مجھے اس حد تک مجبور کر دیا کہ...... خیر اب وضاحت کیا کروں آپ خود بہت زیادہ سمجھ دار ہیں۔" ایک آوارہ سی مسکراہٹ جس میں تھوڑی ناگواری شامل تھی۔ وقار کے چہرے پر پھیلنے لگی۔

"اگر سمجھدار بھی ہوتی تو کوئی خاص فرق نہ پڑتا مسٹر وقار! میرا جواب کل بھی وہی ہوتا جو آج ہے لہٰذا شب بخیر اور خدا حافظ۔" وہ اپنی مخصوص منہ زوری سے بولی اور تیزی سے باہر کا رخ کیا۔

"مسز صائمہ ذیشان! میں آخری بار تم سے کہتا ہوں کہ ٹھہر جاؤ ورنہ...... ورنہ......" وقار ہال میں دوسرے لوگوں کی موجودگی کو بھی بھول گئے' انہوں نے اپنے تعلقات کے مختصر عرصے میں پہلی بار اسے صائمہ ذیشان کہہ کر مخاطب کیا تھا اور جس انداز میں کیا تھا سب لوگ متجسس سے انداز میں ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ سومی نے ایک لمحہ کو رک کر اور پلٹ کر وقار کی طرف دیکھا جو اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے تھے۔ تبھی کسی کا فقرہ ان کی سماعت سے ٹکرایا۔

"مس صائمہ! تم نے اسے کیوں مایوس کن کیا۔" لوگ

غزل

چرا کر لے گیا جام اور پیاس چھوڑ گیا
وہ اک شخص جو مجھ کو اداس چھوڑ گیا
جو میرے جسم کی چادر بنا رہا برسوں
نجانے کیوں مجھے وہ بے لباس چھوڑ گیا
دکھائی دیتا نہیں دور تک کوئی منظر
وہ اک دھند میرے آس پاس چھوڑ گیا
وہ ساتھ لے گیا ساری محبتیں اپنی
ذرا سا درد میرے دل کے پاس چھوڑ گیا

ساجدہ زید...... ویرووالہ چیمہ

اسے غیر شادہ شدہ سمجھتے تھے مگر اس وقت ہال میں بہت سی سرگوشیاں گونج رہی تھیں۔ مسز صائمہ ذیشان اور وہ اس بات پر وقار کو ملامت کرنے کے لیے رکی مگر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ پا کر اسی دم باہر نکل گئی۔

باہر لابی میں سوینیر کے ایک دو ملازم ہی ادھر اُدھر حرکت کرتے نظر آ رہے تھے یا پھر چند کاروں میں بیٹھے یا کاروں کے نزدیک کھڑے ڈرائیورز وہ وقار کی کار میں یہاں تک آئی تھی مگر کسی بیرے سے سواری مانگنا گوارا نہ ہوا تو وہ روش عبور کر کے گیٹ کا رخ کرنے لگی مگر تبھی وقار نے پیچھے سے آ کر اسے دبوچ لیا۔

"اتنا غصہ ٹھیک نہیں ہے جانِ من! آؤ میں تمہیں ڈراپ کر دوں۔ تنہا جاؤ گی تو غیرت کی یہ کلی جسے تم چھپائے چھپائے پھرتی ہو کوئی ظالم چٹکیوں میں مسل کر رکھ دے گا۔" وقار نے بڑی سخت گرفت کے ساتھ انگلش میں جس بہکے بہکے انداز میں اس قدر عامیانہ بات کہی۔ سومی کی غیرت اسے گوارا نہ کر سکی۔ اس نے ان کی طرف مڑنے کی کوشش کرتے ہوئے ایک زناٹے دار تھپڑ ان کے منہ پر جڑ دیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر گیٹ کے نزدیک ہی کار پارکنگ میں کاروں کے قریب کھڑے ڈرائیور یہ تماشہ بلاٹکٹ دیکھ رہے تھے مگر وہ ان باتوں کے عادی تھے اور صاحب لوگوں کی ذاتیات میں دخل دینا انہوں نے سیکھا ہی نہ تھا۔ اس لیے وہ خاموش تماشائی بنے رہے مگر سب کے سامنے تھپڑ کھا کر تو وقار کے غصے کی انتہا نہ رہی۔

"میں اس بے عزتی کا بدلہ ابھی ابھی چکا دینا چاہتا ہوں' تم سب کے سامنے اپنی بے عزتی کرانے کا سامان نہ کرو اور سیدھی

طرح میرے ساتھ چلو ورنہ میں انہی کی مدد سے تمہیں اپنی کار میں ڈلوادوں گا جو بڑی دلچسپی سے تمہارا تماشہ دیکھ رہے ہیں۔" وقار انگلش میں دانت بھینچ بھینچ کر کہہ رہے تھے مگر وہ اردو میں ان سے مخاطب تھی۔

"تم ایک کمینے اور آوارہ انسان ہو میں تم پر تھوکتی بھی نہیں اپنی خیریت چاہتے ہو تو مجھے چھوڑ دو ورنہ میں بھی تمہیں انہی تماشائیوں کے ہاتھوں ذلیل کرادوں گی۔ اے سنو ڈرائیور! دیکھو یہ بدمعاش مجھے اغوا کرنا چاہتا ہے میں تمہاری قوم کی ہی ایک بیٹی ہوں، مجھے اس کے چنگل سے چھڑاؤ۔" اندر میوزک بج رہا تھا اور باہر نیم تاریک ماحول میں ہال سے کافی فاصلے پر وہ ڈرائیوروں سے مدد طلب کررہی تھی مگر قوم کی اس بیٹی کی جوان کے خیال میں ایک بھٹکی ہوئی خود ساختہ اور اجنبی قوم کی نمائندگی کررہی تھی جو ان کے معاشرے، تہذیب اور روایات کا دامن تار تار کرچکی تھی اور اسے وہ صرف ایک عورت سمجھتے تھے مگر ایک ایسی عورت جو مردوں سے بھی زیادہ دلیر اور بے باک ہو جو ترقی، آزادی اور تقلید کے عوض اپنے نسوانی وقار اور غیرت کا سودا کر بیٹھی ہو ایسی عورت خواہ وہ کسی قوم کی ہوتی یا اپنی قوم کی بیٹی۔ ان اپنوں میں سے کوئی بھی ایک اس کی مدد کو آمادہ نہ ہوا یہاں تک کہ وقار نے اسے گھسیٹ گھساٹ کر کار میں بھی ڈال دیا، اب وہ وقار کے بجائے ان ڈرائیوروں کو لعنت ملامت کررہی تھی مگر جیسے سب بے حس ہوگئے تھے، بہرے اور اندھے ہوگئے تھے۔ گونگے اور مفلوج ہوگئے تھے کسی نے کچھ نہ کہا مگر جونہی وقار کی کار گیٹ سے نکل کر کھلی سڑک پر آئی تھوڑے سے وقفے کے بعد ایک اور کار وقار کی کار کے تعاقب میں زن سے گیٹ عبور کرکے کھلی سڑک پر آ گئی۔ وقار کی کار کی رفتار غیر معمولی طور پر تیز تھی اور تعاقب میں آتی کار کو اس کی عقبی سرخ بتیاں، بہت فاصلے پر دو چھوٹی چھوٹی سرخ چنگاریاں نظر آرہی تھیں مگر اس نے پی رکھی تھی اس لیے وہ احتیاط کے طور پر اپنی کار کی اسپیڈ بڑھانے سے گریزاں نظر آرہا تھا۔ اس لیے وہ بہت پیچھے رہ گیا تھا پھر بھی کار کے تعاقب میں چلتا رہا اور بالآخر ایک بنگلے کے کمپاؤنڈ میں اسے جالیا۔ وقار اپنے بنگلے کے پورچ میں اسے اترنے پر مجبور کررہے تھے کہ تعاقب میں آتی کار جو گیٹ سے باہر ہی روک لی گئی تھی اس کا چلانے والا پھرتی سے اپنی سیٹ سے اترا اور بھاگتا ہوا بنگلے کے احاطے میں داخل ہوگیا پھر اس نے عین وقار کے عقب میں کھڑے ہوکر کڑک کر کہا۔

"اس سے پہلے کہ میں تمہارے اس مجرمانہ اقدام کی سزا دوں تم میری نظروں سے دور ہوجاؤ۔" وقار نے چونک کر اور سہم کر پیچھے دیکھا، یہ شان تھا جنہیں دیکھ کر اچانک ٹوٹ پڑنے والا سہم کسی حد تک زائل ہوگیا۔

"اوہ! یہ تم ہو شکر ہے تمہاری بے حسی تو ٹوٹی مگر کچھ عرصے پہلے ہوش میں آجاتے تو کوئی فائدہ بھی ہوتا تمہارے آنے کا۔ ویسے میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔" تلخ اور رنگین پانی تو ہمیشہ ہی پیتے ہو آؤ آج ہم دونوں شرابِ زیست کے مزے بھی لے لیں لیکن شیئر برابر کا ہوگا۔" وقار نے ایک زہر خند کے ساتھ یہ بات انگریزی میں کہی تھی جس کے جواب میں شان کی غیرت پر لگتے تازیانے ایک عتاب کی طرح وقار پر برس پڑے۔ گھونسے لاتیں اور تھپڑ..... وقار نے بہت مدافعت کی مگر شان پر تو جنون نہیں خون سوار تھا۔ وہ تو وقار کے ملازمین اگر بیچ میں مداخلت نہ کرتے تو شاید شان وقار کا قصہ ہی تمام کرکے دم لیتے۔ وقار کے صرف دو ملازم گھر میں موجود تھے چوکیدار اور بیرا جنہوں نے شان سے الجھ کر اپنا حق نمک ادا کرنے کی کوشش تو پوری کی تھی مگر شان کے دو ہی ہاتھ کھا کر چودہ طبق روشن ہوگئے تھے آخر وہ دونوں بھاگ لیے۔ وقار بھی ادھ موا ہوچکا تھا، شان اسے چھوڑ کر اس کی کار کی طرف جھپٹے۔ وہ اب تک کار میں دبکی کسی لرزیدہ پتے کی مانند تھر تھر کانپ رہی تھی۔ شان نے ایک جھٹکے سے اسے باہر کھینچا اور بے دردی سے گھسیٹتے ہوئے اپنی کار تک لائے، کار کا دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر اسے دھکیل دیا۔

واپسی میں وہ خطرناک حد تک تیز رفتاری سے کار چلا رہے تھے۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے دوران انہوں نے ایک لفظ بھی نہ کہا تھا مگر ان کا کار چلانے کا انداز بتارہا تھا کہ اب تک ان پر جنون سوار ہے، پچھلی سیٹ پر ساکت و جامد بیٹھی سومی اس وقت ہر احساس سے بے نیاز، سائیں سائیں کرتی ہواؤں اور کار کی ہلکی گھر گھر میں ڈوبتی ابھرتی اپنے ساتھ ان کے سلوک پر سہمی جارہی تھی۔ نہ جانے اب وہ کیا کریں اور اس کے ساتھ کس طرح پیش آئیں، اس وقت شان اس کو ایک جاہل اجڈ اور گنوار شخص نہیں بلکہ ایک سخت گیر شوہر نظر آرہے تھے۔ زندگی میں پہلی بار اس کو ان کی اہمیت کا احساس بھی ہوا تو کب اور کس طرح اور کن حالات میں، جب کہ ان کے سامنے اپنی شکست کا اعتراف کرنا بے کار اور بے سود ہی تھا۔

شان کی رگوں میں دوڑتا گرم گرم تازہ لہو، غیرت وحمیت

سے زیادہ غم وغصے کی تپش سے جوش کھا رہا تھا۔ شراب کے ہلکے سرور کی جگہ اب ایک پھونک دینے والی تپش نے لے لی تھی۔ دماغ میں دھواں سا بھر گیا، ہونٹ بڑی مضبوطی سے بھینچے اور اسٹیئرنگ سختی سے تھامے وہ فل اسپیڈ میں اڑے جارہے تھے۔ یہ انہی کا دم تھا جو اس کی کج ادائیوں اور ہٹ دھرمی کو بڑی خاموشی اور سکون سے بھگت رہے تھے۔ انہوں نے جو بھٹکی ہوئی گمراہ کن راہیں اپنائی تھیں ان میں اسے نیچا دکھانے، جلانے تڑپانے کے ارادے کو بالکل دخل نہ تھا بلکہ انہوں نے تو اپنا غم بہلانے کی غرض سے یہ غلط روش اپنائی تھی اس کے علاوہ وہ کر بھی کیا سکتے تھے وہ تو اس سے شادی کرکے اس کے ہاتھوں بلکہ اپنے تمام بزرگوں کے ہاتھوں بے بس و مجبور ہوکر رہ گئے تھے، اپنی خواہش اور درخواست پر اس نے ناطہ جوڑا تھا لہٰذا وہ ان کے لیے سانپ کے منہ کی چھچھوندر ثابت ہوئی تھی جو اگلتے بنتی تھی نہ نگلتے۔ قلبی طور پر نہ سہی ذہنی طور پر تو انہوں نے اس سے ناطہ توڑ لیا تھا، تبھی تو وہ اسے ایک نامحرم کے ساتھ تعلقات بڑھاتے دیکھ کر خاموش تھے ان کی غیرت و حمیت بھی شاید بے حسی کی نذر ہوگئی تھی۔

وہ اپنی ساتھی لڑکی کو باہر تک چھوڑ کر واپس آرہے تھے کہ گیٹ میں داخل ہوتے ہی انہوں نے دیکھا کہ وقار کسی لڑکی کو کار میں دھکیل کر تیزی سے کار لے کر کہیں جارہا ہے۔ ان کا خیال ایک دم ہی سومی کی طرف پلٹ گیا، یقیناً وہ سومی کو لے کر ہی گیا ہے وہ کار پارکنگ کی طرف بڑھتے چلے آئے جہاں ڈرائیور آپس میں قیاس آرائیاں کررہے تھے انہوں نے پل بھر کو ان کے نزدیک رک کر ان کی باتیں سنیں، کوئی کہہ رہا تھا کہ لڑکی اپنی مرضی سے نہیں گئی ہے، کسی کا خیال تھا لڑکی جان بوجھ کر شور کررہی تھی تاکہ دوسرے مردوں کی توجہ اس کی طرف مبذول ہو۔ یہ بھی ایک گر ہوتا ہے، نہیں وہ اسے زبردستی اغوا کرکے لے گیا ہے دیکھا نہیں بے چاری کیسے چیخ چیخ کر ہم سے مدد مانگ رہی تھی کسی اور نے کہا تو شان نے سوچا اگر وہ سومی ہی ہے تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ اچھا ہے ذرا اسے اپنے غرور اور سرکشی کی سزا تو مل جائے گی مگر زبردستی کا لفظ انہیں بے کل سا کرگیا، وقار کو اس طرح جبر و تشدد سے اسے لے جانا خالی از علت نہ لگا وہ تمہاری بیوی ہے شان! بیوی جو شوہر کی عزت ہوتی ہے تم یہ کیوں بھول رہے ہو اچانک ہی ان کی غیرت وحمیت جاگ اٹھی۔ دوسرے ہی لمحے وہ اپنی کار میں جا

رنگا رنگ کہانیوں سے آراستہ دلچسپ جریدہ

aanchal.com.pk

تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے

ماہنامہ نئے افق کراچی

مسلسل اشاعت کے 36 سال

سچ بیتیاں اور جگ بیتیاں ایک دلچسپ سلسلہ دنیا بھر سے منتخب کردہ تحریروں کا مجموعہ جنہیں پڑھ کر آپ کا دل و ذہن روشن ہوجائے گا۔ نسلوں کو متاثر کرنے والا پاکستان کا واحد صاف ستھرا اور تفریحی جریدہ وقت کے ساتھ ساتھ نئے آہنگ، نئے رنگ اور نئے انداز میں قدیم اور جدید ادب کا امتزاج لیے ہر ماہ آپ کی دہلیز پر

قارئین کی دلچسپی کیلئے خوبصورت سلسلے

خوشبوئے سخن: منتخب غزلیں، نظمیں۔ ذوق آگہی اقتباسات، اقوال زریں، احادیث وغیرہ معروف دینی اسکالر حافظ شبیر احمد سے اپنے دنیاوی مسائل کا حل جانیے

پرچہ نہ ملنے کی صورت میں دفتر سے رابطہ کریں۔ فون 35620771/2

بیٹھے اور وقار کے تعاقب میں روانہ ہوگئے نشہ بھی ہرن ہوگیا آخر وہ سومی کو وقار کے چنگل سے چھڑانے میں کامیاب ہو ہی گئے۔

پھر اسی خاموشی کے ساتھ جو سومی کے لیے بڑی جان لیوا ثابت ہو رہی تھی وہ اسے گھر لے آئے۔ کار روک کر سیٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے مڑ کر پچھلا دروازہ کھول دیا وہ بھی لرزیدہ قدموں اور کانپتے ہوئے وجود کے ساتھ بلا کسی پس و پیش کے باہر نکل آئی مگر ابھی سنبھلنے بھی نہ پائی تھی کہ وہ زن سے کار لے اڑے۔ وہ تو سمجھ رہی تھی کہ شان نہ معلوم اس سے کیا سلوک کریں گے نہ جانے کیا کہیں اور کس طرح پیش آئیں مگر انہوں نے تو ایک لفظ بھی نہ کہا اور اسے گھر چھوڑ کر اسی خاموشی کے ساتھ کہیں چلے گئے مگر اسے ایک نئے آزار میں چھوڑ گئے اس کی نفرت پھر عود کر آئی۔

❁......❁......❁

شان واپس لوٹے تو آدھی رات بیت چکی تھی اور سومی اس کے انتظار میں نہیں بلکہ جو کچھ گزر رہا تھا اور مدتوں سے ہوتا چلا آرہا تھا اس پر غور کرتے کرتے اب تک جاگ رہی تھی' باہر کار رکنے کی آواز آئی تو اس کے خیالات کا تسلسل ٹوٹا۔ دل بھی اندر ہی اندر سہم کر رہ گیا جس شان کو اب تک بے وقعت' غیر اہم اور کم تر سمجھتی آئی تھی بلکہ اپنے ستم اور دھونس کا نشانہ بناتی چلی آئی تھی اسی شان سے آج اس قدر خائف تھی کہ ان کی آمد پر ڈر کے مارے دل دہلا جا رہا تھا۔ دھڑکنیں بے قابو ہوتی چلی جا رہی تھیں وہ گھبرا کر بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی شان نے بھاری پردہ سرکا کر اندر جھانکا اور اسے بستر کے قریب کھڑا دیکھ کر بولے۔

''میرے کمرے میں آؤ...... سنا تم نے' چلو میرے کمرے میں۔''

شان کا لہجہ درشت تھا اور ان کی آواز نشے سے ٹوٹ رہی تھی' صاف ظاہر تھا وہ بہت زیادہ پی کر آئے تھے اور ان کے لہجے کی درشتی اس بات کا بین ثبوت تھی کہ وہ ضرور اس سے کوئی بدسلوکی کریں گے نہ جانے کیا سزا دیں گے اگر طلاق دے دی تو......

وہ انہی وسوسوں میں گھری آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ان کے پیچھے ان کے کمرے میں پہنچی۔

وہ اپنی الماری کا پٹ کھولے اندر کچھ تلاش کر رہے تھے ان کی پشت اس کی طرف تھی مگر انہوں نے اس کی آہٹ سن لی تھی وہ دہلیز پر ہی ٹھٹک گئی۔ جانے کیا تلاش کر رہے تھے شان! خدشات کی ایک ناگوار سی لہر اس کے سارے بدن میں دوڑ گئی تب ہی کچھ دیر بعد شان اچانک اس کی طرف مڑے الماری کا پٹ بند کر کے انہوں نے اس سے ٹیک لگالی تھی ان کے ہاتھ میں شراب کی بوتل تھی جس کی مہر توڑنے میں وہ اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھ بھی نہ سکے مگر اس کی نگاہیں تو جیسے ان کی سنجیدہ اور پُرجلال چہرے پر جم کر رہ گئی تھیں۔ بوتل کا کارک اڑا کر انہوں نے اسے منہ سے لگایا چند گھونٹ لیے اور پھر اس کی طرف دیکھا سرخ انگارہ آنکھیں جن میں غضب ناکی بھی نہیں تھی نہ کوئی ایسی بات جو ان کے غصے کا اظہار کرتی بس ایک عجیب سی پریشان کر دینے والی چمک تھی جس نے اسے نگاہیں کترانے پر مجبور کر دیا۔

''بہت زیادہ خوف زدہ معلوم ہوتی ہو' آؤ ادھر بیٹھو۔ میں نے تمہیں عیاشی کے لیے نہیں بلایا۔'' شان کا پہلا فقرہ جس قدر نرم تھا' دوسرے دونوں فقرے اس قدر گرم۔ ان کے لہجے میں تحکم سا نمایاں تھا' مجبوراً اسے ان کے حکم کی تعمیل کرنی ہی پڑی مگر وہ بیٹھی نہیں چند قدم بڑھا کر ان کے بیڈ کے سرہانے کھڑی ہوگئی وہ شراب کے گھونٹ لیتے نہ جانے کیا سوچتے رہے' وسوسوں کی کھد بد نے سومی کو نڈھال سا کر کے رکھ دیا۔ وہ اپنا حق مانگنے یا زبردستی حاصل کرنے کی کوشش کرتے تب بھی وہ اس قدر خوف زدہ نہ ہوتی مگر انہوں نے کہہ دیا تھا کہ میں نے تمہیں عیاشی کے لیے نہیں بلایا۔ اُف جانے کیا ارادہ ہے' نشے میں دھت انسان کا کیا اعتبار۔

''کبھی کبھی محبت میں ایسا مقام بھی آتا ہے جب انسان کا دل چاہتا ہے کہ محبوب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ نہایت اطمینان اور سکون سے پہلے اس کے ہاتھ کاٹے...... پیر کاٹے اور پھر اس کی گردن اڑا دے اور اس پر بھی بس نہ چلے تو اس کی بوٹیاں بکھیر کر رکھ دے' تم یقین نہیں کرو گی سومی! میرے دل میں بھی کچھ ایسی ہی خواہش کروٹ لے رہی ہے۔''

انہیں ہچکی آگئی تھی اس لیے ان کی بات بیچ میں سے ٹوٹ گئی مگر ان کی گونجتی اور نشے سے چُور آواز سومی کا سارا خون خشک کر کے رکھ گئی۔ اف کس قدر سرد مگر ٹھہرا ٹھہرا لہجہ تھا۔ انہوں نے شراب کی کنگ سائز بوتل آدھی سے زیادہ ختم کر ڈالی تھی سومی کی جھکی جھکی خوف زدہ سی نگاہیں ایک بار پھر ان کی طرف اٹھ گئیں۔

''مگر انسان کا اس پر بس نہیں چلتا۔'' انہوں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے اسی سرد لہجے میں کہا۔

''وہ ناشکرا ہے' اچھا کام کرے یا بُرا دونوں کا صلہ چاہتا ہے وہ قانونِ قدرت میں دخل دینے سے نہیں چوکتا اور وہ بھی ایک

عاشقِ صادق جو محبوب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کے بعد چاہتا ہے کہ انہیں پھر سے یکجا کر دے ان میں روح پھونک دے۔ بار بار ایک ہی عمل کو دہراتا رہے مگر یہ اس کی قدرت سے باہر ہوتا ہے۔'' وہ سانس لینے کو رکے' شراب کی بوتل کو پھر سے منہ لگایا اور چند ہی گھونٹوں میں اسے خالی کر کے بستر پر اچھال دیا۔

''مگر ایک انسان' ایک بے حد کمتر جاہل' اجڈ اور قابلِ نفرت انسان جو بد قسمتی سے ایک بہت زیادہ قابل اور مغرور عورت کا شوہر بنا دیا گیا ہو۔ کم از کم اتنا ظرف اور اتنا حق رکھتا ہے کہ ایک غیر محرم کے ساتھ اسے رنگ رلیاں مناتا دیکھ کر یہ عمل بار بار نہ دہرائے تو ایک ہی بار کر لے' بولو کیا یہ صحیح نہیں۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں یوں بے حس و حرکت سی کھڑی مجھ پر کیا جتانے کی کوشش کر رہی ہو۔'' انہوں نے ایک قدم اس کی طرف بڑھ کر کہا مگر لڑکھڑا کر پھر الماری کے پٹ کا سہارا لے لیا۔

''بولو! تم چپ کیوں ہو' کیا مجھے نشے میں بے بس دیکھ کر...... میری بات کا جواب دو۔'' اچانک ہی غیض و غضب کی سرخی ان کے چہرے کے نقوش بگاڑ گئی۔

''نہیں نہیں...... آپ...... آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔'' ان کے خطرناک تیور دیکھ کر اسے کہنا ہی پڑا اس کی آواز خوف و دہشت سے لڑکھڑا رہی تھی۔

''آپ...... ہوں...... ہاہاہاہاہا......'' وہ اس کے آپ کہہ کر مخاطب کرنے پر بڑے بھیانک انداز میں ہنسے پھر ایک دم ہی سنجیدہ ہوگئے۔

''میرا اور تمہارا جذبہ یکسانیت اختیار کر گیا ہے' محبت جب نقطۂ عروج پر پہنچ جاتی ہے اور اس میں ناکامیاں' نامرادیاں اور حسرتیں شامل ہو جاتی ہیں تو تمہارے اور میرے جذبے میں [illegible] ہی ہو جاتا ہے۔ دیکھو میرے دل میں اس عمل کو دہرانے کی خواہش کتنی شدت سے مچل رہی ہے مگر......''

وہ کہتے کہتے ایک دم خاموش ہوگئے اور خود کو تھوڑا بہت سنبھال کر اس کی طرف بڑھے۔ وہ اتنی زیادہ خوف زدہ ہوگئی تھی کہ اپنی مدافعت کے لیے اپنی جگہ سے ہلنے کی سکت بھی اس میں نہ رہی۔ جیسے وہیں گاڑ دیا گیا ہو یا پتھر کا بنا دیا ہو' وہ بالکل ایک مجسمہ لگ رہی تھی۔

''مگر میں یہاں بھی سخت بے بس و مجبور کر دیا گیا ہوں۔ تمہیں مار نہیں سکتا' تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے ذہن سے نہیں بکھیر سکتا۔ میں تم سے کوئی بھی برا سلوک روا نہیں رکھ سکتا۔ اس لیے کہ میں نے ایک شریف آدمی اور تابعدار بیٹے کی طرح اپنے اور تمہارے باپ کو زبان دی تھی۔ میں نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم مجھ سے سخت نفرت کرتی ہو تمہیں اپنایا تھا اور یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ تم دوسرے مرد کی آغوش گرم کرتی ہو' میں تمہیں نبھاتا رہا مگر اب......'' زبان پر آئی بات روک کر شان نے بری بے دردی سے اپنا ہونٹ کاٹا۔ ''مگر اب میری برداشت جواب دے گئی ہے' میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے حالات کو اس جگہ پر پہنچا دیا ہے کہ مجھے اس بے زار کن زندگی کا فیصلہ کرنے میں آج کوئی دقت نہیں ہو رہی ہے۔ میں زبردستی تم کو ساتھ لایا تھا' نہ بھیجنے پر قادر ہوں۔ تم جو اس وقت اتنی زیادہ خوف زدہ اور بے زار نظر آرہی ہو' میرا خیال ہے میرا یہ فیصلہ تمہاری پچھلی ساری کلفتوں کو بھلا دے گا اور تم ہنسی خوشی یہاں سے جاؤ گی۔ میں نے چچا جان کو تمہاری آمد کا تار بھی دے دیا ہے اور کل صبح کی گاڑی سے تمہاری سیٹ بھی بک کرا دی ہے۔''

شان جیسے ٹھنڈے اور نرم لہجے میں کہہ رہے تھے' ان کے الفاظ اس کی سماعت پر اسی قدر سختی سے ہتھوڑے بن کر لگ رہے تھے۔ جو مدت سے وہ چاہ رہی تھی شان نے اس کا فیصلہ کتنی صلاحیت اور آسانی سے کر دیا تھا مگر پھر بھی اپنے آگے اسے تاریکی کے دبیز پردے حائل ہوتے لگ رہے تھے۔ ایک دم ہی باپ چچاؤں کی تمام کنبے کی نظریں' کینہ توز اور کاٹتی ہوئی نظریں اسے اپنی روح میں پیوست ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔ ایک لڑکی سوچنے کی حد تک تو بہت کچھ چاہ سکتی ہے مگر عملاً اپنی چاہت کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ رشتے داروں کے اعتراضات' چہ مگوئیاں' عتاب اور طعنہ زنی...... ایسی نہیں ہوتی جو آسانی سے اپنی چاہتوں کو پورا کیا جائے۔ وہ اتنی خود سر...... سرکش اور خود بددماغ لڑکی ان نزاکتوں کے ہاتھوں کیسی بے بس لگ رہی تھی مگر اس وقت تو ان ساری نزاکتوں پر ایک اور احساس غالب تھا۔ شان اپنے پورے وقار اور شان کے ساتھ اس کے دل میں چھپی نفرتوں پر جھپٹے پڑ رہے تھے۔

''میری طرف سے تم بالکل آزاد ہوگئی ہو۔ تم یہ نا سمجھو کہ میں نشے میں اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھا ہوں۔ شراب تو انسان کے ظرف کا امتحان ہوتی ہے صائمہ! اور یہ ایک محبوب ہستی کی طرف سے زندگی بھر کے لیے ایک تحفہ ہے' یہ تمہاری ازلی نفرت نے مجھے بخشا ہے۔ جاؤ اب......'' انہوں نے ادھر اُدھر جھومتے جسم کو سنبھالنے کے لیے کرسی کا ہتھہ تھام لیا۔

"شان....." اتنی دیر میں پہلی بار وہ تڑپ کر چلائی۔ "اس سے تو اچھا تھا آپ میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے' مارنے اور جلانے کا مکمل بار بار دہراتے مگر..... مگر یہ ٹھنڈی مار جو آپ مجھے دے رہے ہیں اس سے تو بچ جاتی۔" اس نے آنسوؤں سے بھیگی عاجزانہ آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" انہوں نے اپنی سرخ سرخ نشے سے سکڑتی نگاہوں کو اس کی اشکبار نگاہوں میں پیوست کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا میں نے تم پر اس وقت کوئی بہت ہی بڑا ظلم توڑا ہے' کیا اس ظلم سے بھی زیادہ ظلم جو میں نے نکاح کر کے تم پر توڑا تھا۔" ان کے لہجے میں بیتی عود کر آئی۔ وہ زیادہ دیر اس کی آنکھوں میں دیکھنے کے قابل نہ رہے تو انہوں نے سر جھکا لیا۔ نشہ حد درجہ ان پر غالب آتا جا رہا تھا۔ آنکھیں مندی رہی تھیں اور زبان لڑکھڑانے لگی تھی' دوسری بار ذرا اپنی حالت پر قابو پا کر انہوں نے سر اٹھایا تو وہ ان کے بالکل نزدیک کھڑی تھی۔ ندامت کے آنسو اس کی پلکوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر اس کا دامن تر کر رہے تھے۔ نگاہیں چار ہوئیں تو اس نے دوزانو بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھ کرسی کے ہتھے پر رکھے۔ ان کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر ملتجی انداز میں کہا۔

"میں کہیں نہیں جاؤں گی شان! آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔ میں آپ سے نفرت نہیں کرتی شان! وہ تو بس میری ایک نادانی تھی' ایک بہت بڑی بھول....."

"بے بسی اور مجبوری کی آڑ لے کر کوئی غیر متوقع بات سننے کا میں بالکل متمنی نہیں۔" انہوں نے شدید ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں..... خدا کی قسم میں خود کو بے بس اور مجبور سمجھ کر نہیں کہہ رہی بلکہ صدق دل سے کہہ رہی ہوں..... وہ شان جسے میں ایک نامکمل اور نالائق ہستی سمجھتی تھی اسی دن کہیں روپوش ہو گیا تھا جس دن میں نے اس کی اصل شخصیت کا جلوہ سوویئر میں دیکھا تھا اور اب تو..... اب تو....."

"تم میرے اتنے زیادہ پی جانے سے فائدہ اٹھا رہی ہو' عمر بھر لوگوں نے مجھے بے وقوف بنایا' میری کم مائیگی اور سادگی کی وجہ سے میری شخصیت کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا مگر اب میں تمہارے ہاتھوں مزید بے وقوف نہیں بنوں گا' سمجھیں....." وہ کچھ زیادہ ہی مشتعل ہو کر بولے۔

"نہیں نہیں ایسا کوئی خیال بھی میرے لیے باطل ہے گناہ ہے شان! یقین کیجیے' اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں' میرے دل پر چھائی کدورتیں چھٹ گئی ہیں۔ میں آپ کو اب ایک لمحے بھی نہیں چھوڑ سکتی' میں کہیں نہیں جاؤں گی۔" آگے اس کی آواز رندھ گئی تھی اس لیے اس سے بولا بھی نہ گیا۔

"نہیں..... اب ممکن ہی نہیں..... میں ایک فیصلہ کر چکا ہوں' ایک اٹل فیصلہ! میں نے یہ فیصلہ ایک پھونک دینے والی تپش میں عرصے تک جلتے رہنے کے بعد کیا ہے۔ یہ میری زندگی کا پہلا اور آخری فیصلہ ہے سوی! تم نے تو عورت ہو کر مردوں سے بھی زیادہ خود مختاری دکھائی۔ ہمیشہ اپنی من مانی سے کام لیا اور میں نے مرد ہو کر عورتوں کی طرح تمہاری ہر زیادتی کو بڑے صبر و سکون اور ہمت سے سہا مگر آج جب کہ میری برداشت جواب دے گئی' میں نے ایک فیصلہ کر لیا میں نے چاچا جان کو بھی مطلع کر دیا ہے اپنے اس فیصلے سے میں نے تمہیں طلاق دے دی ہے سوی! خدارا یہاں سے چلی جاؤ۔ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ کبھی کبھی محبت میں ایسا مقام بھی آتا ہے' مجھے یقین ہے کہ اب تم میری اس بات کا مطلب سمجھ گئی ہو گی۔ جاؤ..... فوراً یہاں سے چلی جاؤ۔ تمہاری یہاں موجودگی میرے نفس پر بھاری پڑ رہی ہے اور میں اپنے ان چھوٹے موٹے گناہوں میں ایک بڑے گناہ کا اضافہ کرنا نہیں چاہتا۔" وہ کہہ رہے تھے اس کے ہاتھ بے دردی سے جھٹک کر اور کرسی کا سہارا لیتے ہوئے اپنے بستر کا رخ کر کے اور وہ پتھرائے پتھرائے سے انداز میں کھڑی تھی مگر جب "میں نے تمہیں طلاق دے دی ہے" کی تکرار اس کے حواسوں پر ہتھوڑے بن کر پڑنے لگی تو دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ ڈھانپ کر وہ بھاگتی ہوئی شان کے کمرے سے نکل گئی نہ صرف کمرے ہی سے بلکہ تھوڑی ہی دیر بعد وہ اپنا سوٹ کیس اٹھائے رات کی تاریکیوں میں اس طرح روپوش ہو گئی جیسے اس کا اپنا کوئی وجود ہی نہ ہو۔

قسط نمبر 24

میری بھیگی پلکوں کے جو خواب ہیں ٹوٹے
تو تیری یادوں کے سب گلاب ہیں سوکھے
نیند تو میری پلکوں سے دور ہوگئی
جب سے تیرے سارے خواب ہیں روٹھے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

طغرل کو اپنے سامنے دیکھ کر پری نہ صرف حیرت کا شکار ہوتی ہے بلکہ انجانی سی خوشی بھی اس کے دل کا احاطہ کرلیتی ہے۔ اس کی بولتی نظریں خود پر محسوس کرکے وہ جلد ہی اس منظر سے غائب ہوجاتی ہے۔ حارث ایک خوب صورت گھوڑے کے بدلے ماہ رخ کا سودا داؤد مرتضٰی سے طے کرتا ہے۔ یہ دربدری کا سفراب اس کا مقدر بن جاتا ہے اور بہت جلد ہی وہ ایک نئے شخص غفران احمر کے ہاتھوں کا کھلونا بن جاتی ہے۔ طغرل کی آمد دادی کے ساتھ ساتھ صباحت بیگم کے لیے بھی اطمینان کا باعث بنتی ہے۔ وہ صباحت بیگم کے بلاوے پر ہی یہاں آتا ہے اور صورتِ حال کا اسے کسی حد تک اندازہ بھی ہے لیکن فیاض صاحب کے منہ سے یہ سن کر کہ عائزہ کے گھر سے بھاگنے اور پھر بے ہوش ہوجانے والے معاملے کو لے کر وہ جلد از جلد اس کی شادی کے خواہاں ہیں' حیران رہ جاتا ہے۔ صباحت بیگم بھی ایک ہفتے کے اندر عائزہ کی شادی کا سن کر بوکھلا جاتی ہیں اور پری سے بدگمان بھی کہ یہ سب اس نے ہی فیاض صاحب کو بتایا ہوگا۔ عادلہ شیری سے نہ صرف اپنی محبت کا اظہار کرتی ہے بلکہ پری کی طرف سے اس کا دل بدگمان کرنے کی خاطر پری اور طغرل کے ناجائز تعلقات کا بھی ذکر کرتی ہے جس پر شیری نہایت غم و غصے کا شکار ہوجاتا ہے۔ دوسری طرف پری اپنے فوٹو گرافس کے بارے میں ملازمہ سے یہ سن کر کہ وہ عادلہ بی بی نے جلادیے ہیں' حیران رہ جاتی ہے اور کچھ سمجھ نہیں پاتی۔ دادی جان' فیاض صاحب کو اس قدر جلد بازی سے منع کرتی ہیں لیکن وہ مزید کسی نقصان کے متحمل نہیں ہوتے۔ فیاض صاحب عائزہ کی شادی کی تیاری پری کو کرنے کا کہتے ہیں اور وہ اسی سلسلے میں طغرل کے ساتھ شاپنگ کی غرض سے جاتی ہے اور اسی دوران وہ اس سے اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتا ہے کہ وہ بہت جلد اسے اپنا ہم سفر بنانا چاہتا ہے' جس پر پری حیرت و استعجاب کا شکار ہوجاتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

❁.....❁.....❁

اس کے چہرے پر شدید ناپسندیدگی ابھری اور لہجہ سخت ہوگیا۔

''میری مرضی کے بغیر آپ یہ فیصلہ تنہا کس طرح کرسکتے ہیں؟ کس نے حق دیا ہے آپ کو میرے مطابق تاؤ سے بات کرنے کا؟ کیا سمجھا ہوا ہے آپ نے مجھے بے سہارا...... لاوارث؟ کوئی نہیں کیا اس دنیا میں میرا جو آپ کو من مانی کرنے سے باز رکھ سکے؟''

''پلیز...... پلیز پارس! ایسی میں نے کون سی اسٹوپڈ بات کہہ دی ہے جس پر تم اتنا بھڑک رہی ہو لگتا ہے حسِ مزاح بالکل ہی کھوچکی ہو اور میں کیوں تمہیں بے سہارا سمجھنے لگا؟'' اس کے مسکراتے دجیہہ چہرے پر ایک دم ہی غصے کی سرخی چھانے لگی تھی' جس کی آنچ اس کے بھاری لہجے میں نمایاں ہوئی۔

''مجھ سے زیادہ تم رشتوں کے معاملے میں امیر ہو' مجھ سے زیادہ تم کو چاہنے والے موجود ہیں لیکن تم خود ترسی کا شکار ہوگئی ہو۔ تم کو اچھا لگتا ہے کہ سب تم پر ترس کھائیں کہ کتنی مظلوم ہو جو سوتیلی ماں کے ساتھ گزارہ کررہی ہو۔ ماں کے ہوتے ہوئے بھی ان سے دور ہو۔ دادی کی خدمت کرکے زندگی گزار رہی ہو۔''

''وہ میری دادی ہیں ان کی خدمت کرنا میرا حق ہے' آپ فضول باتیں مت کریں تو بہتر ہے' مجھے اس طرح کی باتیں پسند نہیں۔'' طغرل کے بگڑتے مزاج نے اس کے غصے پر دھاک بٹھادی تھی وہ نرمی سے گویا ہوئی۔

''مجھے پروا نہیں تم کو کس طرح کی باتیں پسند ہیں اور کس طرح کی نہیں مگر اپنی میموری میں فیڈ کرلو اس بات کو آئندہ مجھ سے اس لہجے میں بات مت کرنا۔'' اس نے بھی لحاظ و مروت ایک طرف رکھ کر سخت لہجے میں کہا۔

''کیا کرلیں گے آپ؟'' وہ بھلا اس لہجے و انداز کی کہاں عادی تھی۔

طغرل نے کوئی جواب نہیں دیا صرف ایک جلتی نگاہ اس کے سرخ چہرے پر ڈال کر ڈرائیونگ کرنے لگا۔

''خود کو بہت تیس مار خان سمجھتے ہیں آپ؟ میں ڈرنے والوں میں سے نہیں ہوں اور نہ ہی ان لڑکیوں کی طرح ہوں جو شادی کرنا ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھتی ہیں۔''

''اٹس ویری انٹرسٹنگ!'' طغرل کے چہرے پر دھوپ چھاؤں کی طرح غصہ اور شوخ طنز کے رنگ پھیلے وہ استہزائیہ لہجے میں گویا ہوا۔

''آپ کا ارادہ کنواری بی بی بننے کا ہے؟ شادی نہیں کریں گی آپ؟ دادی کی خدمت کرتے ہوئے زندگی گزارنے کا عزم ہے آپ کا؟''

''ہاں...... بالکل!'' اس نے سر سے پھسلتے آنچل کو درست کرتے ہوئے سرد مہری سے جواب دیا' طغرل نے پھر کوئی بات نہیں کی وہ ہونٹ بھینچے ڈرائیو کرتا رہا اس کی آنکھوں میں سوچ کے سائے پھیل گئے تھے وہ اس لڑکی کی خاطر اپنی ذات کو فراموش کرچکا تھا۔

اس کی خاطر وہ بدل گیا تھا' اپنی شوخی' شرارتیں سب ہی تو بھول گیا تھا' اس کے اندر ایک بڑی دلفریب' بے حد جاں فزاں لگن بیدار ہوچکی تھی۔ اس بے حس و بے مروت لڑکی کو پانے' شریکِ سفر بنانے کی آرزو تھی کہ کسی خود رد پودے کی مانند جڑ مضبوط کرتی جارہی تھی اور ایک وہ تھی جو بے اعتنائی و سنگ دلی کی انتہاؤں پر تھی' اس کا دل پری کے رویئے سے بُری طرح دکھی ہوا تھا پھر اسی سنجیدگی اور بگڑے موڈ کے ساتھ وہ شاپنگ کے بلز ادا کرتا گیا۔

❁.....❁.....❁

دلربا اس کے لیے ایک بڑی مصیبت ثابت ہوئی تھی غفران احمر کی ماہ رخ پر عنایتیں اور چاہتیں اسے بہت پریشان و فکر مند کیے ہوئے تھیں جن کا اظہار وہ زبان سے نہیں کرسکتی تھی کہ اس کو اپنا انجام معلوم تھا اگر غفران تک ناپسندیدگی و حسد کی خبر پہنچ گئی تو وہ دن اس کی زندگی کا آخرت دن ثابت ہوگا۔ اپنی زندگی کے خیال سے وہ غفران احمر کے سامنے ماہ رخ پر بہت مہربان رہتی تھی اس کے حسن کی تعریفیں کرتی اور اس کے دل کی حالت سے بے خبر غفران احمر اپنی اس پرانی محبوبہ کو بہت زیادہ اعلٰی ظرف و وفادار سمجھتا تھا۔

ابھی بھی وہ کئی چکر غفران احمر کے بیڈ روم کے بند دروازے کے لگا چکی تھی۔ ماہ رخ کے ساتھ غفران احمر جہاں موجود تھا یہ سوچ کر اس کے اندر انگارے سے دہکنے لگے تھے اور دل کررہا تھا ماہ رخ کو کسی طرح جان سے مار کر پھینک دے اور اس کی جگہ خود لے لے۔

''یہ سب کوئی نیا تو نہیں ہے دلربا! سالوں سے ہم یہ سب دیکھنے کے عادی ہوگئے ہیں پھر اس بار تم کو کیا ہوا ہے جو تم دن رات بے چین و بے سکون رہنے لگی ہو؟'' ہاجرہ بھی غفران احمر کی لائی ہوئی عورتوں میں سے ایک تھی۔ دلربا کو مضطرب و پریشان دیکھ کر وہ اس سے پوچھنے لگی جو ابھی بیڈ پر آکر بیٹھی تھی۔

''اس بار کچھ نیا ہی معاملہ ہے ہاجرہ! اس حرام خور بڈھے کی نیت سیر ہوتی دکھائی نہیں دے رہی ہے مجھے' کئی ہفتے گزرنے کے باوجود بھی وہ اس چنڈال سے دور نہیں ہوا ہے ہر وقت اس بدبخت کا سایہ بنا رہتا ہے' ایسا لگتا ہے جیسے اس کی محبت دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے اس حسین بلا سے۔'' وہ ایک سانس میں بولتی چلی گئی۔

''ارے وہ اس کی پاؤں کی جوتی بن بھی جائے تو ہمیں اس سے کیا؟ غفران احمر نہ کل ہمارا تھا' نہ آج ہمارا ہے' نہ ہی کل ہمارا ہوگا۔ یہ وہ بھنورے ہیں جو پھول پھول منڈلاتے ہیں' کہیں رکتے نہیں ہیں۔''

"میرا نام بھی دلربا ہے اس بھنورے کو اڑنے نہیں دوں گی۔ پر توڑ دوں گی اس کے۔" اس نے ہذیانی انداز میں کہا۔

❁.....❁.....❁

"اس دور کی اولادیں ماں باپ کے لیے کسی آزمائش سے کم نہیں ہیں شازمہ! بہت عجیب دور آ گیا ہے نہ اپنی عزت کا پاس ہے اور نہ ماں باپ کی عزت و وقار کا خیال اور نہ ہی دوسروں کا فکر و خیال رکھا جا رہا ہے۔"

"آپ بہت زیادہ اداس لگ رہی ہیں ممی! کیا پھر شیری نے کوئی ٹینشن کری ایٹ کی ہوئی ہے گھر میں؟" شازمہ نے مسز عابدی کی جانب دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

"کیا بتاؤں بیٹا! شیری کو یہاں آئے چھ ماہ سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے اور میں آج تک شیری کے مزاج کو نہیں سمجھ پائی۔ صبح ان کا مزاج کچھ ہوتا اور شام کچھ۔"

"ڈونٹ وری ممی! آپ شیری کی فکر مت کیا کریں وہ اب بچہ نہیں رہا اپنی حفاظت کر سکتا ہے اچھے اور برے کی تمیز ہے اس کو۔"

"میں جانتی ہوں شازمہ وہ بڑے ہو گئے ہیں مگر ان میں ابھی تک لاابالی پن موجود ہے وہ کسی چیز کو بھی سنجیدگی سے نہیں لیتے۔" وہ شیری کے لیے بہت زیادہ فکر مند تھیں۔

"ممی تو آپ نے خود ہی ان کو بے بی بنایا ہوا ہے اس طرح وہ خود کو کیسے بڑا سمجھیں گے؟ آپ ایسا کریں ان کی شادی کر دیں پھر دیکھئے گا کس طرح وہ ذمہ داریاں پڑنے پر ٹھیک ہوتا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے ماں کو سمجھایا۔

"بابا کی شادی کرنے کا میرا بہت ارمان ہے اور میں نے ان کے لیے لڑکی بھی پسند کر لی ہے۔" وہ ایک دم ہی اس ذکر پر کھل اٹھیں۔

"اوہ ریئلی ممی! کون ہے وہ لڑکی؟" وہ پُرجوش انداز میں بولی۔

"دیکھا ہے آپ نے اس کو فیاض بھائی کی بیٹی ہے پری بے حد اچھی لڑکی ہے، بہت نائس اور چارمنگ ہے۔"

"پری؟ یہ وہی لڑکی ہے نا ممی! جس کی پارٹی میں شیری نے بلا اجازت تصویریں اتار لی تھیں اور جب اس کو معلوم ہوا تو اس نے کتنا ہنگامہ کیا تھا؟ شیری پر کس قدر بگڑی تھی؟" شازمہ نے اپنے دماغ پر زور دیا تو پارٹی کے وہ مناظر اس کے ذہن کی اسکرین پر یکے بعد دیگرے حرکت کرنے لگے تھے۔

"جی بیٹا! میں اس کی ہی بات کر رہی ہوں۔"

"مگر ممی! ایک بات یاد رکھیے گا پری کو بہو بنانے سے پہلے آپ کو اچھی طرح سوچنا ہوگا، بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کرنا ہوگا۔" اس کے لہجے میں گہری سوچ کی پرچھائی تھی۔

"یہ آپ کیوں کہہ رہی ہیں؟ پری فیاض بھائی کی بیٹی ہے ان کا فیملی بیک گراؤنڈ بے حد مضبوط ہے۔ اعلیٰ عزت دار گھرانہ ہے پھر پری معصوم لڑکی ہے عام لڑکیوں سے بالکل مختلف ہے ذمہ دار و حساس محبت کرنے والی ہے وہ اور مجھے پسند بھی ہے۔" مسز عابدی بیٹی کے انداز پر چونک کر گویا ہوئی تھیں۔

"ریئلی ممی! پری میں وہ تمام اچھائیاں موجود ہیں جو ہم چاہتے ہیں، میرے کہنے کا مقصد یہ ہے شیری نے بھی پری میں انٹرسٹ لیا ہے، پارٹی والے دن ہی اس کی آنکھوں میں پسندیدگی موجود تھی پھر اس رات ڈنر پر فیاض انکل کی فیملی میں پری کو ساتھ نہ دیکھ کر جو اس کا موڈ آف ہوا تھا وہ جس طرح دکھی ہوا تھا میں نے اور ثمع نے شدت سے محسوس کیا تھا اور اب اس کا گاہے بگاہے فیاض انکل کے گھر جاتے رہنا، یہ سب ثابت کرتا ہے وہ پری سے کتنی شدید محبت کرتا ہے اور ایسے لڑکے شادی کے بعد صرف اور صرف بیوی کے غلام بن جاتے ہیں اور سب رشتوں کو فراموش کر دیتے ہیں۔"

"اوہ! آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا شازمہ! یہ بھی کوئی سوچنے کی بات ہے بھلا! میرے لیے اس سے اچھی بات کیا ہوگی؟ میرے بیٹے و بہو خوش و خرم زندگی گزاریں، خوش باش رہیں۔" وہ سر ہلاتیں مسکرا کر گویا ہوئیں۔

"ممی! شیری ہمارا اکلوتا بھائی اور آپ کا اکلوتا بیٹا ہے۔ وہ اگر ہم سے غافل ہو گیا ہم کو چھوڑ بیٹھا تو پھر کیا ہوگا؟"

"بلاوجہ کے وسوسے دل میں نہ لاؤ بیٹا! پری پڑھی لکھی اعلیٰ ظرف لڑکی ہے پھر وہ ایک اچھے رکھ رکھاؤ اور مخلص فیملی سے وابستہ ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں وہ بہت پُرخلوص اور قابل فخر بہو و بیوی ثابت ہوگی۔"

"بہت اعتماد ہے آپ کو اس پر ممی! چلیں تھوڑا صبر کریں ذرا میری نند پنکی کا معاملہ حل ہو جائے تو ڈیڈ سے بات کرتے ہیں۔"

❁.....❁.....❁

طغرل کا موڈ بدستور آف ہی رہا تھا وہ اسے گھر ڈراپ کر کے فیکٹری چلا گیا جہاں فیاض اس کا انتظار کر رہے تھے۔

پری نے واچ مین اور ملازمہ کی مدد سے سارا سامان دادی کے کمرے میں رکھوا دیا، ویسے بھی سامان اتنا تھا کہ وہ پرائیوٹ سوزوکی میں لوڈ کروا کر لانا پڑا اس کے باوجود بھی خاصا سامان کار کی ڈگی اور بیک سیٹ پر رکھ کر لانا پڑا تھا۔

صباحت نے اپنے روم کی کھڑکی سے اس کو سامان ملازموں سے اندر رکھواتے ہوئے دیکھا تھا ان کے ماتھے پر پڑیں شکنوں میں مزید اضافہ ہو گیا تھا تمام سامان اندر منتقل ہونے کے بعد وہ پردہ برابر کر کے وہاں سے ہٹ گئی تھیں اور وہاں بیٹھی ناخنوں پر کیوٹکس لگاتی عادلہ سے طنزیہ لہجے میں مخاطب ہوئیں۔

"وہ دیکھو..... کس قدر شاپنگ کر کے آئی ہے ایک دن میں ہی سارا جہیز خرید کر لے آئی ہے عائزہ کے لیے ویسے کس قدر معصوم بنتی ہے گویا اس کو کوئی خبر ہی نہیں ہے کسی چیز کے بارے میں۔"

"جب ہاتھ میں پیسہ ہوتا ہے نا ممی! پھر اناڑی بھی کھلاڑی بن جاتے ہیں، پری کے ساتھ طغرل گیا تھا اور یقیناً بل تو وہ ہی ادا کر رہا ہوگا۔ پری کو جو جو چھانگتا گیا ہوگا وہ خریدتی گئی ہوگی پھر جانے سے پہلے ہر چیز کے لیے دادی نے اس کو گائیڈ کیا ہوگا اور اگر کہیں اس کو پریشانی ہوئی بھی ہوگی تو وہ کال پر دادی سے گائیڈ لائن لیتی رہی ہوگی۔" عادلہ اپنے مشغلے میں مگن انہیں سمجھانے لگی تھی۔

"ہوں! یہ خوب ہے بیٹی میری ہے اس کی شادی کی تیاری کا حق میرا ہے اور اس حق کو ادا کر رہی ہے وہ پری! سوتیلی بہن..... جو نا معلوم کس دل سے سامان لائی ہے؟ سامان میری عائزہ کو برتنا بھی نصیب ہوگا بھی یا نہیں، سوتیلے رشتے سوتیلے ہی رہتے ہیں۔" سخت بے اعتمادی و تنفر بھرا ہوا تھا ان کے لہجے میں۔

"خوامخواہ آپ خون جلا رہی ہیں ممی! یہ سب پری دادی اور پاپا کے کہنے پر کر رہی ہے۔ ان لوگوں کی مرضی سے ہو رہا ہے۔" اسی لمحے عائزہ اندر آئی اور صباحت سے گویا ہوئی۔

"ممی! خیرون دادی کا پیغام لے کر آئی تھی وہ بلا رہی ہیں آپ کو۔"

"ہونہہ! خیال آ گیا ان کو میرا؟ ڈرامہ باز نہ ہو تو۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ عائزہ نے کھڑے کھڑے ہی عادلہ کی مصروفیت کا جائزہ لیا اور کچھ توقف کے بعد گویا ہوئی۔

"کہیں جانے کی تیاری ہے تمہاری عادلہ!"

"ہوں! شیری نے لانگ ڈرائیو کا پروگرام بنایا ہے اس کے ساتھ جاؤں گی۔" وہ ناخنوں پر پھونک مارتی ہوئی کھڑی ہو کر بولی۔

"شیری بھائی کیسے ہیں؟ میرا مطلب ہے ان کا ایٹی ٹیوڈ کیسا ہے تمہارے ساتھ؟"

"شیری..... ہاؤ سویٹ، بے حد ہمبل ہے، بہت کیئرنگ اور پیار کرنے والا بندہ ہے۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔"

"ہم سے؟" عائزہ کا لہجہ طنز و تضحیک سے مبرا تھا۔

"تم یقین کرتی ہو اس کی محبت پر عادلہ؟" عادلہ الماری سے کپڑے نکالتے ہوئے اس کی طرف رخ کر کے گویا ہوئی۔

"بالکل! شیری مجھے ٹائم دے رہا ہے، میری پسند ناپسند کا اس کو بے حد خیال رہتا ہے۔ پسند کرتا ہے مجھ کو پھر بھلا میں اس کی محبت پر یقین کیوں نہیں کروں۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"پسند کرنا الگ بات ہوتی ہے عادلہ! محبت کرنا الگ جذبہ ہے مائنڈ اٹ! میرا خیال ہے شیری بھائی پری کو پسند کرتے ہیں اور یہ احساس تم کو بھی ہے۔"

"پری..... پری..... پری! ہونہہ! میرے اختیار میں ہو تو اس کو اپنے گھر سے باہر نکال کر ہمیشہ کے لیے دروازے بند کر لوں اور تم عائزہ! تم میری بہن ہو کر پری کی سائیڈ لے رہی ہو؟ یہ جانتے ہوئے کہ میں شیری سے محبت کرنے لگی ہوں۔" وہ بُری طرح عائزہ سے بدظن ہوئی۔

"محبت.....!" اس کی آواز بھرا گئی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"اس دور میں محبت کا نام رہ گیا ہے باقی' احساسات مر گئے ہیں' محبت فقط ایک سے ہوتی ہے' جس کے لیے جیا جاتا ہے' جس کے لیے مرا جاتا ہے اب تو محبت کا مفہوم ہی بدل کر رہ گیا ہے۔" عائزہ کی نگاہوں میں راحیل کے سنگ گزارے وقت کے وہ تمام مناظر روشن تھے' جس میں وہ اس کے ساتھ خود کو دنیا کی خوش نصیب لڑکی سمجھتی تھی ان دنوں راحیل کے علاوہ کوئی اچھا نہیں لگتا تھا۔ گھر آ کر بھی اس کے ساتھ گزارے وقت کے تصور میں گم رہتی تھی اور تصورات کی وہ دنیا بہت حسین لگتی اور اب وہ سب یاد آنا کسی اذیت سے کم نہ تھا۔ کل جن ملاقاتوں کو وہ زندگی کا حاصل سمجھتی تھی۔ آج وہ شرمساری' ذلت و ندامت کے درد میں ہمہ وقت مبتلا رکھتی تھیں کل تک جن باتوں کی اس نے پروانہ کی تھی آج وہ تمام بے پروائیاں اس کو کچوکے لگاتی تھیں۔

"محبت کیا ہوتی ہے یہ تم مجھے سمجھاؤ گی اب' کل تک جس محبت کی خاطر مری جارہی تھیں آج اس محبت سے مجھے باز رکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"جس کانٹوں بھری راہ سے میں گزری ہوں' نہیں چاہتی تم بھی اس سے گزرو۔"

"اپنے مشورے اپنے پاس رکھو تم' مجھے ضرورت نہیں ہے ان کی' ہونہہ! خود نے اپنے دل کی ہر آرزو پوری کی' گھر کے زیور تک چرا کر اس آوارہ راحیل کو دے آئی اور مجھے سبق دینے کی سعی کر رہی ہو۔" عادلہ نے واش روم کی جانب بڑھتے ہوئے تحقیر بھرے لہجے میں کہا۔

"ضروری نہیں ہے کسی گرے ہوئے کو دیکھ کر آپ بھی گر جائیں' دانش مندی تو یہی ہے کسی کو ٹھوکر کھاتے دیکھ کر آپ خود سنبھل جائیں۔" عائزہ نے دکھ سے سوچا تھا۔

❀......❀......❀

دادی کی وسیع و عریض آرام گاہ بڑے' چھوٹے' درمیانے کارٹنز سے بھری ہوئی تھی' وہ صوفے پر بیٹھی تسبیح پڑھتے ہوئے صباحت کا انتظار کر رہی تھیں' پری بیڈ شیٹ درست کر رہی تھی سارا دن خریداری کرنے کے باوجود بھی اس کے چہرے پر تھکن کے تاثرات ندارد تھے۔

"آپ نے مجھے بلایا ہے اماں جان!" صباحت اکڑی گردن اور سخت خفگی بھرے انداز میں وہاں آ کر ان سے گویا ہوئی۔

"ہاں! یہ سارا سامان اچھی طرح دیکھو اور بتاؤ کچھ رہ تو نہیں گیا ہے تاکہ جو رہ گیا ہے وہ بھی ہاتھوں ہاتھ منگوا لیا جائے۔" اماں ان کے سرد مزاج کو نظر انداز کر کے رسانیت آمیز لہجے میں گویا ہوئیں۔

"میں کیوں دیکھوں بھلا؟ جب میری بچی کی شادی کی تیاریوں پر میرا حق نہیں ہے تو پھر میں یہ دکھاوا بھی کیوں کروں؟ اس مکار لڑکی کو آپ میرے مقابل لے کر آئی ہیں اماں! اب اس کو ہی میری جگہ دیجیے گا۔ میں اب کسی کام میں آگے بڑھنے والی نہیں ہوں۔" وہ پری کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھتی ہوئی بولیں۔

"کوئی تمہاری جگہ کیوں لے گا صباحت! افسوس تو اس بات پر ہے شادی کے پچیس سال بعد بھی تم فیاض کے دل میں وہ جگہ نہ بنا سکیں جو خاوند کے دل میں اس کی بیوی کے لیے ہوتی ہے۔"

"فیاض نے دل رکھا ہی کہاں ہے اپنے پاس اماں جان!" ان کی جلتی گھورتی نگاہوں کا ہدف بدستور پری تھی۔

"وہ ڈائن' چڑیل اس گھر سے جاتے جاتے فیاض کا دل بھی لے گئی خود تو دوسرے مرد کے ساتھ عیش سے زندگی گزار رہی ہے اور یہاں مجھے......"

"چپ ہو جاؤ صباحت! آخر تم کس دن مثنیٰ کو بھولو گی؟" صباحت کی بات قطع کر کے وہ سخت لہجے میں گویا ہوئیں۔

اپنی ماں کے ذکر پر پری کا دل کسی گھائل پرندے کی مانند پھڑپھڑانے لگا۔

"تمہاری بے وجہ کی جلن اور سوچے سمجھے بات کرنے کے انداز نے تم کو وہ عزت حاصل ہونے نہیں دی جو اس گھر کی بہو بننے کے بعد تمہارا حق تھی' سسرال اور خاوند کی نگاہوں میں عزت پانے کے لیے بہت قربانیاں دینی پڑتی ہیں' عزت نفس مجروح ہوتی ہے سب بھگتنا پڑتا ہے۔"

"دادی جان! میں خیرون کو چائے کا کہہ کر آتی ہوں۔" پری کو اس وقت اپنی وہاں موجودگی مناسب نہیں لگی۔

"ہاں کہہ دو اس کو چائے لے آئے اور ذرا طغرل کو بھی دیکھ لو' آفس سے آ کر سیدھا کمرے میں لیٹ گیا ہے سارا دن تمہارے ساتھ مارا مارا پھرا ہے بازاروں میں' تھکن ہو گئی ہو گی' کھانے پینے کا پوچھ لو اس سے۔"

"جی اچھا! میں خیرون سے پوچھوا لوں گی۔"

"خیرون سے کیوں؟ تم کیا پیروں میں مہندی لگا کر بیٹھ جاؤ گی؟ کچھ احساس کر لو کتنا کام آیا ہے بچہ! سارا دن تو شاید فیاض بھی خریداری نہ کرواتا تمہیں' اتنا ساتھ دیا ہے اس لڑکے نے تمہارا۔" حسب عادت وہ طغرل کی حمایت میں اس کو سنا گئی۔

"ہاں ہاں' مجھے تو آپ کے لاڈلے کے پاؤں دھو دھو کر پینے چاہئیں۔ بڑا احسان عظیم کیا ہے میری جان پر۔" وہ دروازے سے نکلتے ہوئے سوچ رہی تھی وہ صباحت کا لحاظ کر گئی ورنہ ان کو جتاتی ضرور کہ وہ خریداری اپنے لیے کر کے نہیں آئی ہے عائزہ جتنی اس کی بہن ہے' اتنی ہی طغرل کی بھی ہے۔

"بس اب خوامخواہ کی اکڑ ختم کرو آ کر سامان دیکھو' یہ سب فیاض کی مرضی سے ہو رہا ہے جس میں سارا قصور تمہارا ہی ہے۔" اس نے باہر نکلتے ہوئے اماں جان کو کہتے سنا اور اس کو یقین تھا صباحت زیادہ دیر خود کو روک بھی نہ سکیں گی' شاپنگ ان کی کمزوری تھی۔ خیرون کو چائے بنانے کا کہہ کر وہ کوریڈور عبور کر کے اپنے اس کمرے کی طرف چلی آئی جو کافی عرصے بعد ایک رات کے لیے اس کے تصرف میں آ کر پھر چھینا جا چکا تھا چند لمحے وہ گیٹ کو دیکھتی رہی' پھر ناک کیا۔ دروازہ کھلا اور ساتھ سگریٹ کی ناگوار بُو اور دھوئیں نے اس کا استقبال کیا وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر اندر داخل ہوئی۔ طغرل کھڑکیوں کے شیشے کھولنے لگا تاکہ دھواں ہوا میں تحلیل ہو۔

"او مائی گاڈ! آپ اس قدر اسموکنگ کرتے ہیں طغرل بھائی! میں ضرور دادی جان سے آپ کی شکایت کروں گی آپ کو معلوم ہے سگریٹ صحت کے لیے مضر ہے دادی......!" اس کے باقی ماندہ الفاظ حلق میں ہی اٹک کر رہ گئے تھے طغرل نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"ششش...... خاموش! کوئی الفاظ تمہارے منہ سے نکلنا نہیں چاہئے۔ میں نے تم کو خبردار کیا تھا مجھ سے اس لہجے میں بات مت کرنا۔" اس کی یہ حرکت بالکل غیر متوقع تھی۔ پری جو بے تحاشہ دھواں دیکھ کر وہیں سے چیخ کر دادی کو بلا کر دکھانے کا ارادہ رکھتی تھی اس کے ہونٹ طغرل کے ہاتھ کی گرفت میں اس طرح مقید ہوئے تھے کہ جنبش بھی نہ کر سکے تھے۔

"بہت اسمارٹ سمجھتی ہو خود کو؟" وہ اس کی پھٹی پھٹی براؤن بے حد چمک دار آنکھوں میں دیکھتا ہوا استہزائیہ لہجے میں گویا ہوا۔

"ہر وقت دادی جان کو میرے خلاف بھڑکانے میں لگی رہتی ہو۔" اس کے ہاتھ کی گرفت سخت سے سخت ہوتی جارہی تھی پری کا دم گھٹنے لگا اور دل کی دھڑکن بڑھنے لگی تھی۔

طغرل اس کے بے مہر رویے سے اس بری طرح دلبرداشتہ ہوا کہ اس کو گھر ڈراپ کرنے کے بعد وہ آفس بھی جانے پر خود کو آمادہ نہ کر سکا تھا' ایک اشتعال تھا' ایک بے چینی تھی' جو بری طرح اس کی خون کی روانی میں دوڑنے لگی تھی' اس کا دل بغاوت پر آمادہ ہو رہا تھا۔ اس سنگ دل اور مغرور لڑکی کو کوئی ایسا سبق سکھانے پر' جو اس کو تاحیات یاد رہے' جس کو وہ بھول کر بھی نہ بھول سکے۔ گھر آ کر بھی وہ اسی کیفیت کا شکار رہا اور اپنی اس فرسٹریشن کو دھوئیں میں اڑانا چاہا تھا اور ابھی سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ وہ دشمنِ جان اپنے مخصوص انداز میں پھر سے چلی آئی تھی۔

"میں چاہوں تو تمہاری گردن ابھی یہیں دبا دوں۔" پہلی بار پری کے دل میں انجانا سا خوف ابھرا تھا' بلیو پینٹ' وائٹ شرٹ میں اس کی حالت عجیب لگ رہی تھی' بال بے ترتیب تھے چہرے کی سرخی کا عکس اس کی آنکھوں میں بھی جھلک رہا تھا۔ اس کی گرم سانسیں وہ اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی' اس کے ملبوس کی پھوٹتی مہک اور فضا میں پھیلی سگریٹ کی بو اس کے حواسوں کو بوجھل کرنے لگی تھی' اس کو محسوس ہو رہا تھا کسی بھی لمحے وہ بے ہوش ہو کر گر جائے گی۔

"دادی جان سے شکایت کرو گی میری؟" وہ اس کی بے بسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تابڑتوڑ سوال کر رہا تھا۔ "بتاؤ گی ان کو میں بے تحاشا اسموکنگ کرتا ہوں؟" پری کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے اس کی چلتی ہوئی زبان کو گویا ایک دم بریک لگا' پری کی تکلیف کا اس کو اندازہ ہوا تو بے اختیار اس کا ہاتھ پری کے ہونٹوں سے ہٹ گیا ہاتھ ہٹتے ہی پری بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی تھی۔

❀......❀......❀

صحن میں پھلوں اور سبزیوں کے ڈھیروں ٹوکرے موجود تھے جن کو ملازمائیں صاف کر کے علیحدہ علیحدہ برتنوں میں رکھ رہی تھیں۔ وہ سب مستعدی سے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھیں۔ ماہ رخ کھڑکی سے ان کو دیکھ رہی تھی اس کی آنکھوں میں ماضی کی دھند چھانے لگی۔

فیض محمد صحن میں بیٹھا ٹوکروں میں مختلف قسم کی سبزیاں رکھ رہا تھا فاطمہ صحن کے ایک کونے میں لگے نل سے مٹی میں بھرے آلوؤں اور میتھی' ساگ دھونے میں مصروف تھی۔

"نیک بخت! ذرا اچھی طرح رگڑ رگڑ کر مٹی صاف کرو۔" انہوں نے مصروف انداز میں فاطمہ کو ہدایت دی۔

"بے فکر رہو' معلوم ہے مجھے آج پہلی بار نہیں دھو رہی ہوں' روز ہی دھوتی ہوں تم کو ہر وقت یہی فکر رہتی ہے سبزی کے ساتھ لگ کر مٹی نہ چلی جائے لوگ تو اسی طرح مٹی سے بھری سبزی بیچتے ہیں تاکہ وزن بڑھنے سے منافع زیادہ ملے۔"

"تم کیا چاہتی ہو ذرا سے منافع کی خاطر میں اپنا ایمان بیچ دوں؟ اپنی روزی کو گناہ آلود کرلوں؟ رزق حرام کرلوں؟" سادہ طبیعت فیض محمد نرمی سے کہہ رہے تھے۔

"میں تو ایک بات کہہ رہی ہوں رُخ کے ابا! کہ لوگ اس طرح نہیں کرتے میں خود اتنی صفائی سے سبزیاں دھوتی ہوں کہ ان پر ایک ذرا بھی مٹی کا باقی نہیں رہتا ہے آخر کار مجھے بھی تو اللہ کا ڈر ہے میں کیوں روزی کو بے برکت کروں گی۔"

"شکر ہے اللہ کا جس نے مجھے تیری جیسی صابرہ نیک عورت دی ہے' دراصل نیک بخت! عورت اگر صبر شکر کر کے مرد کی کم کمائی میں بھی خوشی رہتی ہے تو مرد کو بڑا آرام وسکون رہتا ہے اس میں محنت ومشقت کرنے کی قوت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے ورنہ جب عورت ناشکری کرتی ہے تو مرد الٹے سیدھے دھندے شروع کر دیتا ہے' سچ تو یہ ہے عورت ہی مرد کو حرام کمانے پر تیار کرتی ہے تو حلال کی ترغیب بھی عورت ہی دیتی ہے۔" فیض محمد نے پیار بھری نگاہ فاطمہ پر ڈالتے ہوئے مطمئن انداز میں کہا۔

ماہ رخ تیار ہو کر کمرے سے نکلی تھی' ماں باپ کو کاموں میں مشغول دیکھ کر حسب عادت اس کا منہ بن گیا تھا۔

"ارے آ گئی میری شہزادی! آج اتنی صبح اٹھ گئی ہو؟" فیض محمد نے شفقت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے کالج میں کوئی تقریب ہے جو اتنی جلدی تیار ہو گئی ہو۔"

"ابا! کوئی تقریب نہیں ہے' گھر سے کالج اتنی دور ہے دو بسیں بدل کر جانا پڑتا ہے روز دیر ہو جاتی ہے مجھے۔" وہ ناگواری سے کہتی ہوئی پلنگ پر بیٹھ گئی تھی۔

"اچھا! میں بھائی فضلو سے کہتا ہوں وہ روزانہ کالج تم کو اپنے رکشے میں چھوڑ آئے گا اور لے کر بھی آ جائے گا' جو اس کا حساب بنے گا وہ ہاتھوں ہاتھ دے دیا کروں گا میں نہیں چاہتا میری بیٹی بسوں میں دھکے کھا کر کالج آیا جایا کرے۔"

"رکشہ.....!" اس نے تنخوت سے ناک سکوڑتے ہوئے کہا۔

"میرا مذاق بنوائیں گے ابا آپ؟ وہاں سب امیروں کی بیٹیاں پڑھتی ہیں اور وہ بڑی بڑی گاڑیوں میں آتی ہیں' ڈرائیوروں کے ساتھ شہزادیوں کی طرح ڈرائیور ہی ان کے لیے دروازہ کھولتے اور بند کرتے ہیں' میں حسرت سے دیکھتی ہوں ان لڑکیوں کو۔"

"کیوں دیکھتی ہو حسرت سے؟ یہ تمہاری ہی ضد کا نتیجہ ہے تم نے میرے منع کرنے کے باوجود ان امیروں کے کالج میں داخلہ لیا اب بھگتو ایسی باتوں کو ہزار دفعہ سمجھایا ہے ماہ رخ! اپنی حیثیت سے بڑھ کر خواہش کرنا چھوڑ دو' اپنے پروں سے زیادہ تم نے بلندی پر پرواز کرنے کی کوشش کی تو اسی تیزی سے زمین پر گرو گی پھر' پَر رہیں گے اور نا ہی وجود سلامت رہے گا۔" فاطمہ سبزیاں دھونے کے بعد پلاسٹک کی چھلنیوں میں رکھتی ہوئی اس سے سخت لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

"اماں دیکھنا میں ایک دن ان بلندیوں کو چھو کر رہوں گی۔"

"ہوں! ذرا دھیان سے بلندیوں کو چھونے والے اکثر پستیوں میں جا گرتے ہیں' سونے چاندی کے محلوں میں رہنے والوں کے دل بہت سخت اور بے رحم ہوتے ہیں میری بیٹی!" وہ تولیے سے ہاتھ خشک کرتی ہوئی اس کے قریب آئی تھیں۔

"اللہ نے جو نعمتیں تم کو دی ہیں ان پر شکر بجالاؤ' کہیں ایسا نہ ہو خواہشوں کے پیچھے بھاگتے ہوئے اتنی دور نکل جاؤ کہ واپسی کا راستہ ہی بھول جاؤ' خواہشیں لاحاصل ہوتی ہیں کبھی کسی کو مکمل نہیں ملتی ہیں ان کو پانے کے لیے بہت کچھ کھونا پڑتا ہے اور تمہارے

پاس ہے ہی کیا کھونے کے لیے ہمارے علاوہ؟ اپنی ذات کے سوا' اگر تم نے ہم کو خود کو کھو کر بھی اپنی خواہشوں کو پالیا تو سوچو آرزوئیں تمہاری پھر بھی تشنہ رہیں گی' ادھوری رہیں گی۔"

"آہ.....ہا!" درد اور پچھتاوا کسی خنجر کی مانند اس کے دل میں اترتا چلا گیا ماں کی آواز در و دیوار سے پھوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی وہ چیخ مار کر روتی ہوئی بیٹھتی چلی گئی۔ کسی وقت امی کی ان باتوں سے اسے سخت چڑ تھی وہ ان کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتی تھی' ان کی باتیں کڑوی لگتی تھیں وہ ان آئینہ دکھاتی باتوں کو سننے کی روادار نہ تھی۔ اب جب وہ اپنی خواہشوں کے سمندر میں غرق ہو گئی تھی وہ تمام باتیں سمجھ آنے لگی تھیں اور وہ گڑگڑا کر دعائیں مانگتی تھی یہ سب ایک خواب بن جانے کی۔

❁.....❁.....❁

پری اس قدر بدحواس ہو کر کمرے سے بھاگتی ہوئی نکلی تھی کہ اس نے کوریڈور کے سرے پر موجود شیری کی موجودگی کو بھی محسوس نہیں کیا وہ منہ پر ہاتھ رکھے شانوں پر پھسلتے دوپٹے کی پروا نہ کرتے ہوئے بھاگتی اس کمرے میں آ گئی جو دادی جان کے کمرے سے ملحق تھا۔ وہ نماز کی چوکی پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی اور تیز تیز سانس لینے لگی۔ دل کی دھڑکن تھی کہ بے ترتیب تھی' گھٹن کا احساس ہنوز برقرار تھا۔ طغرل کے اس جنونی انداز نے اس کے احساس مسل کر ڈالے تھے اسے سمجھ نہیں آیا وہ اس قدر ہسٹرک کیوں ہو گیا تھا' پہلی بار اس نے اسے سگریٹ پیتے دیکھا تھا اور وہ بھی بے تحاشا اور بجائے اپنی حرکت پر شرمندہ ہونے کے اس خوف سے کہ وہ دادی کو نہ بتائے اس نے اس طاقت سے اس کا منہ ہاتھ سے بند کیا تھا اگر چند لمحے وہ اسی طرح ہاتھ جمائے رکھتا تو دم گھٹ کر رہ جاتا۔ چند لمحوں تک وہ بکھرے حواس یکجا کرتی رہی تھی پھر اٹھ کر آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی تو ناک کے نیچے کا تمام حصہ بے حد سرخ دکھائی دیا تھا۔

اس نے آہستگی سے اس حصے پر ہاتھ پھیرا تو وہ سن تھا ابھی تک' گلابی ہونٹوں پر بھی خون آلود سرخی چھلک آئی تھی جو ہلکے درد کی چبھن لیے ہوئی تھی' بے حد آہستگی سے اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور درد کے احساس سے اس کے آنسو بہہ نکلے تھے۔

"طغرل بھائی! آپ کبھی سدھر نہیں سکتے' تہذیب اور تمیز سے آپ کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے' شدت پسندی آپ کے مزاج کا حصہ رہی ہے بچپن سے آج تک آپ مجھے ستاتے آ رہے ہیں' مجھے ہی زخم دے رہے ہیں۔" اب وہ ہاتھ سے اپنی پیشانی پر موجود اس باریک سے نشان کو دیکھ رہی تھی جو دس' گیارہ سال کی عمر میں اس کے دھکا دینے سے لگا تھا۔

"آخر میں ہی کیوں آپ کی شدت پسندی کی تسکین کا ذریعہ بنتی ہوں؟ یہاں میرے علاوہ عادلہ اور عائزہ بھی تو ہیں' ان سے آپ ایسا برتاؤ کیوں نہیں کرتے..... ہاں..... شاید اس لیے کہ ان کی سپورٹ کرنے کے لیے ان کی ممی ان کی بیک پر ہیں' اس لیے آپ کی بھی ہمت ہی نہ پڑی ان سے مذاق میں بھی کوئی شرارت کرنے کی اور میں تنہا ہوں' ممی یہاں میری سپورٹ کے لیے نہیں ہیں۔ پاپا کے لیے میرا ہونا نہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا ہے اور دادی....." وہ روتے ہوئے آئینے میں اپنے عکس سے مخاطب تھی۔

"وہ بہت محبت کرتی ہیں مجھ سے' بے حد چاہتی بھی ہیں مجھے مگر مجھ سے زیادہ وہ آپ سے محبت کرتی ہیں۔ اتنی محبت کہ آپ کے سامنے میری محبت کی ویلیو ڈاؤن ہو جاتی ہے' کس سے شکایت کروں میں آپ کی؟ کون ہے جو میرا ساتھ دے گا؟" وہ ایک بار پھر خود کو تنہا سمجھنے لگی تھی۔ طغرل کی اس ناداستہ حرکت سے جو اس سے سرزد ہوئی تھی' وہ ادھر بیٹھی ہوئی آنسو بہا رہی تھی تو ادھر طغرل بھی دونوں ہاتھوں میں سر تھامے بیٹھا تھا۔

غیر ارادی طور پر سرزد ہونے والی اس حرکت کا ادراک اسے پری کے جاتے ہی ہوا تھا لمحے بھر کو اس کے احساس شاکڈ ہو کر رہ گئے تھے۔

"او گاڈ! یہ کیا ہو گیا مجھ سے؟ وہ پہلے ہی مجھ کو کریکٹر لیس سمجھتی تھی اور اب اس حرکت کے بعد تو وہ میری پرچھائی سے بھی بچے گی۔ او میرے پروردگار! کیا کروں؟ کس طرح اس جذباتی لڑکی کو سمجھاؤں کہ جو ہوا بس وہ محض ایک اتفاق تھا' اپنے بچاؤ کے لیے کی جانے والی فوری تدبیر۔ اس خوف سے کہ تم نے دادی جان کو یہ بتایا کہ میں نے سگریٹ پی ہے اور وہ بھی اتنی کثیر تعداد میں میں دادی جان سے سامنا کس طرح کر پاتا؟ کچھ رشتے ہمارے لیے اتنے محترم ہوتے ہیں جن کے سامنے ہم معمولی سی بے ادبی و گستاخی کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہیں پھر میں یہ کس طرح برداشت کرتا تم دادی جان سے میری شکایت کرو اور مجھے میری

ہی نظروں میں گرادو۔" سوچوں کا آکٹوپس اسے جکڑ رہا تھا۔

"طغرل صاحب! طغرل صاحب!" ملازمہ دروازہ ناک کرتے ہوئے آواز بھی دیتی جارہی تھی اس نے اٹھ کر کھولا تو وہ بولی۔

"صاحب جی! دادی جان بلا رہی ہیں آپ کو۔"

"دادی جان بلا رہی ہیں..... کون کون ہے ان کے پاس؟" یک دم ہی اس کے اندر اس خوف نے سر ابھارا کہیں پری نے دادی سے اس کی شکایت نہ کردی ہو چوری چھپے پورا کیے جانے والے شوق کا بھانڈا نہ پھوڑ دیا ہو اس نے گھبرا کر پوچھا تھا۔

"فیاض صاحب ہیں ان کے پاس اور تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

"اوکے! میں آتا ہوں۔" اس نے اطمینان بھرا سانس لیتے ہوئے کہا ملازمہ چلی گئی۔

❁.....❁.....❁

پری وہاں سے جا چکی تھی اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا تھا شیری کسی بے جان بت کی مانند وہاں کھڑا رہ گیا' وہ عادلہ کو پک کرنے آیا تھا اس کو معلوم نہ تھا جس کو بھولنے کی سعی میں لگا ہوا ہے پہلا سامنا اسی سے ہو جائے گا؟ وہ جانتا تھا پری جس کمرے سے نکل کر بھاگتی ہوئی اندر گئی ہے وہ کمرا طغرل کا ہے اور وہ جس بدحواسی کے عالم میں تھی گویا اس کے اندر سرخ آندھی سی چل اٹھی تھی۔ خوش گوار موڈ یک دم ہی آف ہو گیا ایک سرد آگ تھی جو اس کی رگ و پے میں بھڑک اٹھی تھی' اس کو ہر طرف دھواں ہی دھواں محسوس ہونے لگا اندر جاتے اس کے قدم باہر کی طرف مڑ گئے' عادلہ کا چہرہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا گھبرایا گھبرایا پری کا چہرہ اس کو ہر سمت نظر آرہا تھا۔

"صاحب! عادلہ بی بی تیار ہو کر آرہی ہیں' آپ لیونگ روم میں آکر بیٹھ جائیں' میں آپ کے لیے ملک شیک لا رہی ہوں۔" ملازمہ کو دیکھ کر وہ رک گیا اور اس کی بات نظر انداز کر کے بولا۔

"وہ کار زوالے روم میں کون ہے؟"

"وہاں طغرل صاحب ہیں' وہ ان کا روم ہے۔" خیرون کو اس کا یہ سوال عجیب لگا پر اس نے ظاہر نہ ہونے دیا تھا۔

"اچھا..... جاؤ تم۔" ملازمہ کے اندر جاتے ہی وہ وہاں سے چلا آیا تھا۔

"ہوں! میں تمہیں مار دوں گا پری! میں نے تم کو اس سچے موتی کی طرح پاک صاف سمجھا تھا جو سمندر کی گہرائیوں میں پڑے سیپ کی کوکھ میں ہوتا ہے' جس کو کوئی غلاظت کوئی ہوس چھو نہیں سکتی ہے' تم کو میں نے کیا سمجھا اور تم کیا ثابت ہوئی ہو۔" وہ سوچ کے بگولوں کی زد میں تھا اور فل اسپیڈ سے دیوانوں کی طرح کار دوڑا رہا تھا۔

"نیک نامی و شرافت کا پرچار کرتی ہوئی بدکردار لڑکی! محرم اور نامحرم کا راگ الاپنے والی ایک منافق روح! دن کے روشن اجالوں میں آج میں نے تم کو رات کے سیاہ گناہ آلود اندھیروں میں لپٹے دیکھا ہے' تمہارے چہرے پر کھبراہٹ و بوکھلاہٹ ناجائز مراسم کی تھی۔"

❁.....❁.....❁

"مایوں' مہندی' اُبٹن کچھ بھی نہیں ہو گا یہ سب خود ساختہ رسمیں ہیں' جو بلاوجہ ہم نے خود پر لاگو کر لی ہیں' میں ایسی کوئی رسم کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ سنت طریقے سے نکاح کر کے رخصت کر دیں گے بس۔" فیاض نے صباحت سے دوٹوک انداز میں کہا۔

"آپ خوامخواہ ضد کر رہے ہیں' کوئی اس طرح بھی شادی ہوتی ہے اور پھر لوگ کیا کہیں گے' کیوں اس طرح چھپ چھپا کر بیٹی کی شادی کر دی' کس کس کو جواب دوں گی میں؟"

"مجھے لوگوں سے ڈرمت دلاؤ' میں ایسے لوگوں کی پروا نہیں کرتا جو بلاسبب دوسروں کی کھوج میں وقت برباد کرتے رہتے ہیں اور اگر تم کو اتنا ہی لوگوں کی باتوں کا خوف ہے تو شادی میں شرکت مت کرنا' بیٹھ جانا کہیں منہ چھپا کر مجھے جو کام کرنا ہے وہ میں کروں گا۔"

"واہ بھئی! اچھی ہٹ دھرمی ہے آپ نے مجھے ماں سے مجرم بنا دیا۔" شدت جذبات سے وہ رو پڑی تھیں۔

مصباح

شروع کرتی ہوں اس بابرکت نام سے جس نے تمام جہاں بنائے۔ آنچل کی تمام قارئین اور اسٹاف کو میرا اسلام قبول ہو جی۔ میرا نام مصباح ہے تعلیم کی بات کی جائے تو ایف اے کر رہی ہوں 9 ستمبر کو خوب صورت اور پُرونق دنیا میں قدم رکھا' اسی لحاظ سے میرا اسٹار سنبلہ ہے' مجھے ڈائجسٹ پڑھنے کا شوق ہے آنچل پڑھنے کا جنون کی حد تک شوق ہے۔ مجھے نصرت فتح علی خان کے گانے بے حد پسند ہیں' انڈین موویز میں "دل ہے تمہارا" بے حد پسند ہے۔ میرا فیورٹ مضمون فارسی ہے' آنچل کے توسط سے اپنی امی ابو سے کہنا چاہوں گی میں آج جو کچھ ہوں آپ دونوں کے دم سے ہوں' آپ دونوں کا سایہ تاعمر ہمارے سروں پر قائم رہے' آمین۔ فرینڈز بے شمار ملیں اور بچھڑ گئیں مجھے اپنی دوستوں میں سلمٰی' عروسہ اور رمشاء اقراء بے حد یاد آتی ہیں' جن سے کافی عرصے سے بات نہیں ہوئی' مجھے اپنی کیوٹ سی کزن ایمان سے بے حد پیار ہے' زندگی میں ایسے لوگ جو بچھڑ گئے زندگی کے اس سفر میں ہمیشہ یاد رہیں گے جیسے میرے ماموں۔ شاعری سے بے حد لگاؤ ہے' فیورٹ شعراء کرام میں علامہ اقبال' غالب ہیں۔ "یہ چاہتیں یہ شدتیں" میرا فیورٹ ناول ہے' کھانے کی شوقین ہوں لیکن اتنی بھی نہیں کہ ہر وقت کھاتی رہوں۔ وہی بھلے مجھے بہت پسند ہیں۔ پھلوں میں آم' انار پسند ہیں۔ پسندیدہ موسم برسات ہے' میرا آپی سے شکایت ہے وہ فون بہت کم کرتی ہیں' سلمٰی تم کو شادی کی بہت بہت مبارک ہو' سدا ہنستی مسکراتی رہو' اقراء تم کو منگنی کی بہت مبارک باد۔ آخر میں فاریہ' صفا' سونیا' آسیہ' مریم' منیبہ' اقراء' طیبہ کو بہت بہت سلام' ضرور بتایئے گا میرا تعارف آپ کو کیسا لگا۔

"ماں.....؟ عائزہ کے معاملے میں تم نے جس بے پروائی و غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے اس غفلت میں تم پر جرم ہی ثابت ہوتا ہے مگر افسوس' جان کر بھی میں تم کو اس بھیانک جرم کی وہ سزا نہیں دے سکتا' جس کی مستحق ہو' میرا مان' میرا اعتماد توڑ کر تم نے مجھے توڑ کر رکھ دیا ہے صباحت! تمہارے یہ مگرمچھ کے آنسو میرے ارادوں کو کمزور نہیں کر سکتے ہیں۔" ان کے سخت لہجے میں نمی کا عکس تھا۔

صباحت کی پھر ہمت نہ ہوئی ان سے کچھ کہنے کی وہ وہاں سے چلے گئے' عائزہ جو لاؤنج تک آتی ان کی تند و تیز آواز سن رہی تھی' ماں کی آہٹ پا کر پردوں کے پیچھے ہو گئی تھی اور آہستگی سے پردہ ہٹا کر دیکھا۔ اس کے پاپا کی چال بے حد شکستہ تھی چہرے پر گویا صدیوں کی تھکن اتر آئی تھی ان چند دنوں میں وہ بوڑھے نظر آنے لگے تھے۔

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے عائزہ! کل تک وہ جوان و توانا ں دکھائی دیتے تھے فخر سے سر اٹھا کر چلتے تھے اور اب ان کی چال میں شکستگی ہے وہ خود سے بے پروا دکھائی دے رہے ہیں گویا جینے کی امنگ ہی باقی نہ ہو۔ راحیل کی جھوٹی محبت کی خاطر تم نے اس طرح انہوں کے دل توڑے ہیں' تم کو سچی محبت کیونکر ملتی عائزہ! تم نے ان محبت کرنے والوں کی محبت کی قدر نہیں کی جو تم سے بے غرض محبت کرتے تھے۔"

❁.....❁.....❁

عادلہ بے چین سی پورے گھر میں خیرون کو ڈھونڈتی پھر رہی تھی اور وہ گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب تھی وہ اس کو ڈھونڈتی ہوئی صباحت کے روم میں آئی تو انہیں ٹشو سے آنسو صاف کرتے دیکھ کر پریشان ہو کر پوچھنے لگی۔

"ممی! آپ رو رہی ہیں' کیا ہوا؟ پھر پاپا نے جھگڑا کیا ہے؟"

"ہاں! ان کو آتا ہی کیا ہے ماسوائے جھگڑنے اور غصہ کرنے کے' سب سے ہنس ہنس کر باتیں ہوتی ہیں' مسکرا مسکرا کر پلان بنائے جاتے ہیں اور تمام جلی کٹی میری جھولی میں بھر دیتے ہیں۔"

"پاپا ڈسٹرب ہیں ممی! وہ بہت اداس رہنے لگے ہیں۔"

"میں تو جیسے بہت خوش رہتی ہوں نا' کوئی میرے دکھ کو نہیں سمجھتا؟ میں نے از خود عائزہ کو ایسا کچھ کرنے کی چھوٹ نہیں دی

تھی میں نے تو اس پر بہترین بیٹی ہونے کا اعتماد کیا تھا' وہ یہ صلہ دے گی مجھے معلوم نہ تھا' میں بھی اندر سے اتنی ہی دکھی ہوں جتنا فیاض ہیں۔ عائزہ نے ان کے ہی نہیں میرے اعتماد کو بھی ٹھیس پہنچایا ہے۔"

"اوہ ممی! آپ تو بہت زیادہ جذباتی ہوگئی ہیں۔" عادلہ نے انہیں بازوؤں میں بھرتے ہوئے محبت سے کہا۔

"آپ فکر مت کیا کریں ممی! وقت کے ساتھ ساتھ سب ٹھیک ہوجائے گا' پاپا بھی سب بھول کر ٹھنڈے ہوجائیں گے آپ کیوں ان کی باتوں کو دل سے لگا کر اپنی خوشیوں کو خراب کررہی ہیں۔"

"دل سے کیوں نہ لگاؤں ان کی باتوں کو میری بیٹی کی شادی ہے اور تیاریاں وہ کرے جو مجھے بدترین دشمن لگتی ہے اپنی اور اپنی بیٹیوں کی۔ دیکھو نا کس مکاری سے اس نے مجھے دودھ میں گری مکھی کی طرح نکال پھینکا ہے۔" عادلہ کے شانے پر سر رکھ کر وہ آزردہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

"ڈونٹ وری ممی! آپ ریلیکس رہیں' کوئی کچھ بھی کرے مگر عائزہ کی ممی آپ ہی رہیں گی' جو اہمیت و عزت آپ کو ملے گی وہ پری اور دادی جان کو کبھی نہیں مل سکتی۔"

"ہوں! کہہ تو ٹھیک رہی ہو تم عادلہ! میری جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔" عادلہ کی باتوں نے ان کو غصے جھنجلاہٹ کے احساسات سے نکال لیا تھا وہ مطمئن انداز میں بیٹھی ہوئیں مسکرا کر گویا ہوئی تھیں۔

"کیا ابھی تک آپ کو شیری پک کرنے نہیں آیا ہے؟" وہ اپنی پریشانیوں سے نکلیں تو ان کو یاد آیا وہ شہریار کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوئی تھی۔

"اوہ ممی! میں یہاں خیرون کو دیکھنے آئی تھی اس نے اطلاع دی تھی شیری کے آنے کی' میں اس وقت جیولری پہن رہی تھی سو میں نے خیرون سے کہا وہ ان کو بٹھائیں اور ملک شیک سرو کرے خیرون چلی گئی تھی' میں ریڈی ہوکر لیونگ روم میں گئی تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ میں نے احتیاطاً کی ہول سے دادی کے روم میں بھی جھانکا وہاں دادی کے علاوہ پاپا اور طغرل بھائی موجود تھے شیری نہیں تھے وہاں۔"

"یہ کیا بات ہوئی بھلا شہریار آئے تو پھر کہاں چلے گئے؟"

"وہ واپس چلے گئے ہیں واچ مین نے بتایا ہے میرے معلوم کرنے پر۔"

"واپس چلے گئے..... مگر اس طرح بغیر بتائے کیوں چلے گئے؟ تم کال کرکے معلوم کرو جب وہ تمہیں پک کرنے آئے تھے تو ایسے کیوں گئے ہیں؟" وہ پریشان لہجے میں گویا ہوئیں۔

"یہی معلوم کرنے کے لیے میں خیرون کو ڈھونڈتی پھر رہی ہوں اور وہ ہے کہ غائب ہوگئی ہے کام چور بیٹھ گئی ہوگی کہیں بہانے سے اور شیری نے بھی سیل فون آف کیا ہوا ہے مجھے تو ٹینشن ہورہی ہے!"

"بات تو پریشان ہونے کی ہے عادلہ! ان کا اس طرح جانا معنی رکھتا ہے۔"

"ممی! پاپا نے کوئی اعتراض کیا ہوشاید؟ وہ آج کل ویسے ہی چڑی ہوں رہے ہیں عائزہ کے فیئر کے معاملے میں۔"

"نہیں نہیں عادلہ! ایسی بات نہیں ہوگی' عابدی کی فیملی پر فیاض آنکھیں بند کرکے اعتماد کرتے ہیں' شیری کو وہ گھر کے فرد کی طرح ہی سمجھتے ہیں اور فیاض شیری کے آنے سے قبل آگئے تھے ہاتھ لینے کے بعد وہ اماں کے روم میں گئے ہیں شیری کی آمد سے وہ قطعی بے خبر ہیں۔"

"ممی! شیری کا جھکاؤ کہیں پھر پری کی طرف تو نہیں ہوگیا ہے؟" ایک دم سوسے نے اس کو ڈنک مارا اور وہ دہل کر بولی۔

"نہیں میری جان! تم ایسا فضول کچھ مت سوچو' شک کا جو بیج تم نے شیری کے ذہن میں بویا ہے وہ ضائع نہیں جائے گا' شک وشبے کے لیے مرد کا ذہن بے حد زرخیز ہوتا ہے ایسے جذبات ان کے اندر بے حد تیزی سے پروان پاتے ہیں شیری کے ذہن میں بھی وہ بیج اپنی جڑیں مضبوط کرچکا ہوگا۔ پری کی پارسائی و شرافت پر وہ اب کبھی بھی یقین نہیں کرے گا۔" انہوں نے ہنستے ہوئے اس کو حوصلہ دیا۔

"بی بی جی! آپ بلا رہی تھیں مجھے؟" ہانپتی ہوئی خیرون نے آکر پوچھا۔

"ہاں! کہاں تھیں تم؟ کب سے ڈھونڈ رہی ہوں۔" عادلہ نے اس کو گھورتے ہوئے غصے سے پوچھا۔
"وہ جی اماں جان نے اسٹور روم سے ٹرنک میں رکھا ہوا سامان نکالنے کا کہا تھا وہ ہی نکال رہی تھی۔" اس نے وجہ بتاتے ہوئے کہا۔
"اچھا بس ایسے ہی بہانے ہوتے ہیں تمہارے پاس یہ بتاؤ شیری کو جاتے ہوئے دیکھا تم نے؟ میں نے تم سے کہا تھا ان کو لیونگ روم میں بٹھاؤ؟"
"میں نے کہا تھا ان سے وہ لیونگ روم میں تشریف رکھیں' میں ملک شیک لاتی ہوں مگر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ وہ کارز والا روم کس کا ہے' میں نے بتادیا طغرل صاحب کا روم ہے۔"
"طغرل بھائی کے روم کے بارے میں کیوں پوچھا انہوں نے؟" عادلہ گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے بڑبڑائی۔
"معلوم نہیں جی پر اس وقت وہ کچھ پریشان تھے۔"
"اچھا اچھا ٹھیک ہے تم نے شاید ٹھیک محسوس نہیں کیا ہوگا۔ اب جا کر رات کے کھانے کا انتظام کرو۔" خیرون کی آنکھوں میں تجسس کی پرچھائی دیکھ کر صباحت نے رسانیت سے اس کو سمجھاتے ہوئے وہاں سے ٹالا اور عادلہ سے غصے سے گویا ہوئیں۔
"کیا بے وقوفی کرتی ہو عادلہ! ملازماؤں سے بھی کبھی ایسے پوچھا جاتا ہے' دیکھا تم نے کس طرح وہ کرید کرید کر حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔"
"میں نے بے دھیانی میں اس سے پوچھ لیا تھا اور ویسے بھی اس میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ کسی اور سے یہ بات کرے' جانتی ہے وہ مجھ کو اچھی طرح۔"
"کسی خوش فہمی میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے ملازمین ہمارے در و دیوار پر چھپکلیوں کی طرح چپکے رہتے ہیں تاکہ ہمارا راز جان کر موقع سے فائدہ اٹھا سکیں' ان لوگوں سے محتاط رہنا ہی بہتر ہے۔"
"او کے ممی! میں آئندہ احتیاط کروں گی' میری سمجھ میں نہیں آرہا شیری نے طغرل کے روم کا کیوں پوچھا اور پھر غصے میں کیوں چلا گیا؟"
"فکر مت کرو اس کے غصے کا تعلق آپ سے ہرگز نہیں ہے' پری کی محبت جواب نفرت میں بدل گئی ہے یہ اسی کا اثر لگتا ہے۔"

❁.....❁.....❁

"آپ نے یکطرفہ فیصلہ کیا ہے چچا جان! اتنا بڑا فیصلہ کرنے سے قبل آپ کو فاخر کے والدین سے بات کرنی چاہیے ان کی رضامندی ضروری ہے بارات ان لوگوں کو لانی ہے۔" طغرل نے فیاض سے کہا تو وہ دھیمے سے مسکرا کر گویا ہوئے۔
"برخوردار! عارف بھائی سے دو دن پہلے بات کر چکا ہوں میں' فرخندہ بھابی اپنے کسی عزیز کے جہلم میں جھنگ گئی ہوئی ہیں وہ آجائیں تو عارف بھائی آئیں گے اماں کے پاس' دستور کے مطابق ڈیٹ فکس کرنے کے لیے۔"
"تو کیا فرخندہ مان جائیں گی؟ بڑی ٹیڑھی کھیر ہیں وہ بھی مزاج اور طنطنے میں صباحت سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں۔"
"عارف بھائی نے مکمل یقین دلایا ہے مجھے وہ بھی بلاوجہ کی نمود و نمائش کو پسند نہیں کرتے وہ بھابی صاحبہ کو بھی راضی کر ہی لیں گے۔"
"ہوں' یہ بات تو سولہ آنے سچ ہے عارف بہت سادہ طبیعت اور اچھے اخلاق کا مالک ہے۔" اماں نے پان بناتے ہوئے ان کی بات کی تائید کی۔
"اماں جان! عامرہ' آصفہ کو بلوالیں' ان کے سامنے ایک بار بات ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے ہم سب ساتھ ہوں گے' اچھا مشورہ مل جائے گا۔"
"تم نے اس طرح ہتھیلی پر سرسوں جمائی ہے فیاض کہ سچ مانو میری تو عقل ہی کام نہیں کر رہی ہے اب دیکھو اتنی اہم بات ہے اور میں ان دونوں کو بتانا بھول گئی ہوں اب آ کر مجھ سے شکایت کریں گی کہ ایسے موقع پر ان کو پوچھا ہی نہیں گیا ہے۔" انہوں نے پان کی گلوری منہ میں رکھتے ہوئے سٹپٹائے لہجے میں کہا۔

"آپ فکر مت کریں اماں! میں ان کو بتادوں گا یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے میری بات سن کر وہ ناراض نہیں ہوں گی' یہ مجھے یقین ہے۔"
"عامرہ اور آصفہ پھوپو اتنی سویٹ نیچر ہیں دادی جان! وہ کسی سے بھی زیادہ عرصہ ناراض نہیں رہ سکتی ہیں پھر آپ اور چچا جان سے تو بالکل بھی خفا نہیں ہو سکتی ہیں۔" طغرل نے پُریقین لہجے میں کہا۔
"ارے بس رہنے دو تم نے ابھی ان کی اصلیت نہیں دیکھی' جب بدلحاظی پر آتی ہیں تو آنکھیں ماتھے پر رکھ لیتی ہیں دونوں۔"
"ایسے تو نہ کہیں ان کو وہ بہت نائس ہیں اماں جان!" فیاض نے اٹھتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

❁.....❁.....❁

ماضی کی یادوں نے ماہ رخ کو اس طرح لہولہان کیا تھا کہ وہ بے اختیار ہو کر تیز تیز رونے لگی تھی اس کی آواز اتنی بلند تھی کہ باہر صحن میں کام کرتی ہوئیں ملازماؤں کی سماعتوں تک پہنچ رہی تھی وہ سب کام چھوڑ کر اس کے روم کے باہر جمع ہو گئی تھیں کیونکہ اس وقت غفران احمر روم میں موجود نہ تھا۔ ماہ رخ نے تنہائی سے گھبرا کر بھاری ریشمی پردہ کھسکا کر جالی کے پردے کھینچ دیئے تھے اور ان پردوں کے باہر ملازمائیں حیران و متجسس انداز میں کھڑیں اس کو زار و قطار روتا ہوا دیکھ رہی تھیں لیکن کسی کی ہمت نہ تھی کہ وہ روم میں جانے کی جرأت کرتی وہ وہاں ایک دوسرے سے اشاروں میں اس کے اس طرح رونے کی وجہ دریافت کر رہی تھیں جس سے وہ سب ہی ناواقف تھیں' ماہ رخ ان سے بے پروا روئے جا رہی تھی۔
ایک ملازمہ جا کر ہاجرہ کو بلا کر لے آئی تھی اس نے پہلے اس کو دیکھا پھر الٹے قدموں دلربا کے پاس پہنچی تھی جو بیڈ پر نیم دراز انگور کے گچھے سے انگور نکال کر کھا رہی تھی۔
"دلربا! دلربا! وہ لڑکی بہت رو رہی ہے میں دیکھ کر آئی ہوں۔"
"مرنے دو کم بخت کو میری بلا سے روئے یا مرے' مجھے اس سے کیا؟" دلربا نے نفرت بھرے لہجے میں جواب دیا اور اپنے شغل میں مصروف رہی۔
"ایسا تو مت کہو دلربا! خدا جانے اس کو ایسی کیا تکلیف ہے جو وہ اس طرح رو رہی ہے' چلو ہم چل کر اس کا دکھ بانٹتے ہیں' تسلی دیتے ہیں۔" ہمدرد طبیعت کی ہاجرہ اس کے دکھ پر تڑپ کر رہ گئی تھی۔
"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے ہاجرہ! اس چڑیل نے میری خوشیوں پر شب خون مارا ہے' تم اس کو تسلی دینے کی بات کرتی ہو اگر مجھے اس کا خوف نہ ہوتو میں اس کا خون کر دوں۔"
"تم یہ کیوں بھولتی ہو دلربا! وہ لڑکی بھی تمہاری اور میری طرح کسی مجبوری میں غفران احمر کو مل گئی ہوگی' وہ جوان اور بے حد حسین لڑکی ہے اس کا اور غفران احمر جیسے عمر رسیدہ شخص کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ اس عمر میں اس کے حسن کے پروانے کیا کم ہوں گے۔"
"تم کچھ بھی کہہ لو میرا دماغ اس بدبخت کی طرف سے کبھی صاف ہونے والا نہیں ہے' اپنی بے عزتی میں کبھی نہیں بھول سکتی' غفران احمر نے میری جگہ اس کو ملکہ بنایا ہے میری جگہ اس کو دی ہے۔" وہ کسی طرح بھی اس کو برداشت کرنے کو تیار نہ تھی۔
"سوچ لو اگر اس لڑکی کو کچھ ہو گیا تو غفران احمر ہمارا کیا حشر کرے گا؟ تمام ملازماؤں نے اس کو روتے ہوئے دیکھ لیا ہے اور تم جانتی ہو احمر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وہ ایسے موقع کی تلاش میں رہتی ہیں' کسی نے اس کو بتایا تو پھر ہمارا کیا ہوگا؟" ہاجرہ کی بات پر اس کی عقل بیدار ہوئی تھی۔ یہ حقیقت تھی اس محفل میں نفسا نفسی کا عالم تھا یہاں موجود وہ تمام عورتیں جو کسی دور میں غفران احمر کی منظور نظر تھیں پھر جس جس کی عمر کا چاند ڈھلتا گیا وہ اس محل کی سنگلاخ دیواروں میں ملازماؤں کی صورت میں قید ہوتی چلی گئی وہ اس خوب صورت زندان میں مرتے دم تک کے لیے قید کر لی گئی تھیں۔ جن پر باہر کی دنیا کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند کر دیئے گئے تھے' ایک عرصہ گزرنے کے بعد وہ یہاں کی عادی ہو گئی تھیں۔
ایک دوسرے سے محبت کرتیں اور خیال رکھتی تھیں مگر غفران احمر کے دل میں جگہ بنانے کے لیے وہ ایک دوسرے کی غلطیوں پر نگاہ رکھتی تھیں۔
"تم جا کر دیکھو اس پر کیا موت آپڑی ہے میں آتی ہوں ابھی۔" ہاجرہ اس کی اجازت پاتے ہی وہاں سے ماہ رخ کے روم کی

طرف آئی اور وہاں موجود ملازماؤں کو بھیج کر ماہ رخ کے قریب بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا ہے تم کو؟ کسی تکلیف میں ہو تم؟" وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر محبت سے پوچھ رہی تھی وہ کچھ نہیں بولی صرف روتی رہی۔

"تم مجھے اپنی تکلیف بتاؤ گی تو میں تمہاری مدد کروں گی' تم گھبراؤ نہیں مجھے اپنی بڑی بہن سمجھو' مجھے تم سے ہمدردی ہے تم خود کو اِدھر تنہا نہیں محسوس کرو' بتاؤ کیوں اس قدر رو رہی ہو؟" اس کے لہجے میں محبت کی پھوار برس رہی تھی وہ اجنبی چہرہ جس کو وہ بارہا دیکھ چکی تھی' جس سے تکلم کا موقع ہی نہیں ملا تھا بہت اپنائیت بھری نگاہوں سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ ماہ رخ کی ڈھارس بندھی وہ آنکھیں صاف کرتی ہوئی بولی۔

"کوئی بات نہیں ہے' بس ایسے ہی دل چاہ رہا تھا رونے کو۔"

"ٹھیک کیا تم نے جب رونے کا دل چاہے تو رو لینا چاہیے' آنسو ہمارے دل کی ساری پریشانی' تفکرات' دکھ و درد اپنے ساتھ بہا کر لے جاتے ہیں۔ اچھا منہ ہاتھ دھو کر آؤ میں قہوہ بنا کر لاتی ہوں پھر ہم باتیں کریں گے۔"

❁......❁......❁

"شیری بیٹا! کیا تم ٹھیک ہو؟ یہ آپ کا چہرہ اتنا سرخ کیوں ہو رہا ہے' طبیعت تو ٹھیک ہے نا آپ کی؟" مسز عابدی نے ہاتھ میں پکڑی کتاب ٹیبل پر رکھی اور عینک درست کرتی ہوئی اس سے مخاطب ہوئیں جو خراب موڈ کے ساتھ داخل ہوا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں ممی!" اس نے اکھڑ لہجے میں جواب دیا۔

"میری بات تو سنیں' ابھی آئے ہیں اور کمرے کی طرف جانے کی لگ گئی ہے۔" وہ کہتا ہوا رکا نہیں تھا اسے جاتے دیکھ کر مسز عابدی نے کہا۔

"ایک ضروری بات کرنی ہے آپ سے مجھے' آپ ہیں کہ موقع ہی نہیں دیتے بات کرنے کا۔" ان کے انداز میں ایک دم خفگی در آئی تھی۔

شیری جو اس وقت سخت ذہنی بوجھ کا شکار تھا وہ شدت سے ان تمام سوچوں سے بے خبر ہو جانا چاہتا تھا جو پری و طغرل کو لے کر اس کے دل میں طوفان مچائے ہوئے تھے جس سے چھٹکارا مدہوشی میں ہی تھا مگر وہ جب سے ماں کی ہارٹ کنڈیشن سے واقف ہوا تھا تب سے اس کی یہی کوشش تھی کہ ماں کو کوئی فکر و پریشانی نہ ہو۔

"اچھا ممی بتائیے! کیا بات کرنا چاہتی ہیں آپ؟"

"پہلے یہ بتائیں آپ نے شادی کے بارے میں کیا سوچا ہے؟ فیوچر پلاننگ کیا ہے آپ کی؟ لائف پارٹنر کے بارے؟" ان کے سوالات پر وہ بے ساختہ مسکرا کر گویا ہوا۔

"ممی! میں ابھی میرڈ لائف اسپنڈ کرنا نہیں چاہتا' ابھی آپ مجھے اس بور لائف سے دور ہی رہنے دیں تو بہتر ہے۔"

"بہت آزادہ لیے آپ بیٹا! اب کوئی بہانہ نہیں چلے گا پھر آپ کی عمر اب شادی کی ہو چکی ہے اس عمر میں شادی کر لینی چاہیے۔"

"اوہ ممی! پلیز آپ مجھے فورس مت کریں۔"

"میں فورس نہیں کر رہی شیری! یہ میرا حق ہے' میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اس دنیا سے جانے سے قبل میں آپ کی شادی دیکھنا چاہتی ہوں' کیا مجھے اپنا سہرا دیکھنے کی خوشی نہ دیں گے بابا؟" وہ بے حد جذباتی ہو رہی تھیں۔

"ایسی باتیں مت کریں ممی! مجھے پسند نہیں ہیں۔" ان کی جدائی کا خیال اس کے سخت دل کو پگھلا رہا تھا۔

"ہماری پسند ناپسند سے حقیقت بدلتی نہیں ہے بابا! جو دنیا میں آیا اس کو واپس جانا بھی ہے موت سے فرار کس کو ممکن ہے بھلا؟"

"میں جانتا ہوں' اس حقیقت کو اور مانتا بھی ہوں۔"

"پھر کیوں وقت ضائع کر رہے ہیں؟ میں آپ کی پسند سے واقف ہوں صرف آپ کی ہاں کا انتظار کر رہی ہوں ورنہ مجھے تو فیاض بھائی سے بات کرنے میں کوئی لمحہ بھی نہ لگے گا۔" وہ اس کی بات اچک کر بے صبری سے گویا ہوئی۔

"فیاض انکل سے کیا بات کریں گی آپ؟"

نینا شاہ

تمام پڑھنے والوں اور تمام آنچل کے اسٹاف کو نینا کا پیار بھرا اسلام۔ جناب سب اپنا تعارف کرواتے ہیں میں نے سوچا ہم کیوں کسی سے پیچھے رہیں' ہمارا بھی تو آنچل پر کچھ حق بنتا ہے' تو میں عارف والہ کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئی۔ مجھے کھانے میں چاول بہت پسند ہیں' چکن اور مچھلی بھی۔ مجھے ویسے تو سارے رنگ پسند ہیں کلر کلیکنوائٹ' بلیک' لیمن' بہت زیادہ پسند ہیں۔ مجھے چوڑیاں پہننا بڑی اچھی لگتی ہیں۔ ہاتھوں پہ مہندی لگانا دل کرتا ہے ہر وقت لگی رہے' مجھے پاجامہ' اونچی قمیص اور بڑا سا دوپٹہ اچھا لگتا ہے۔ مجھے بارش بہت پسند ہے لیکن اس کے بعد دھوپ بالکل اچھی نہیں لگتی۔ بارش کے بعد سموسے ساتھ چائے' کوک' گول گپے ہائے منہ میں پانی آ گیا...... میری دوستی سب سے ہو جاتی ہے ناراض بڑی جلدی ہو جاتی ہوں' مان بھی جلد ہی جاتی ہوں۔ کچھ لوگ مغرور بھی کہتے ہیں' میری دوستی سب سے زیادہ گھر والوں میں سے میری سسٹر کے ساتھ ہے۔ جس کی شادی ہو چکی ہے میرے بہنوئی بھی میرے بہت اچھے دوست ہیں' اک کزن ہے اس سے میری بڑی بنتی ہے۔ مجھے تب بہت دکھ ہوتا ہے جب کوئی مجھے اہمیت نہ دے' غصہ بڑا آتا ہے۔ میرے آئیڈیل حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ ہیں۔ ان کے واقعات بڑے شوق سے سنتی اور پڑھتی ہوں۔ مجھے بلھے شاہ کی شاعری بڑی پسند ہے' مجھے پیار والی کہانیاں اچھی لگتی ہیں جب' کبھی دکھی ہوتی ہوں تو آنچل کا سہارا لیتی ہوں جو مجھے اپنے میں سمیٹ لیتا ہے مجھے گانے کا بھی بڑا شوق ہے' راحت بھائی کے گانے سنتی ہوں۔ میری چھوٹی سی بھانجی ہے جس سے میں بہت پیار کرتی ہوں' وہ مجھے دنیا میں سب سے پیاری ہے اور شریر حد سے زیادہ۔ خدا تمہیں ڈھیر ساری خوشیاں دے' تمہارے نصیب اچھے بنائے آمین۔ میرے خیال میں اتنا بہت ہے' یہ نا ہو کہ آپ بور ہوں۔ اجازت آپ کی اپنی نینا۔

"آپ کا پرپوزل دوں گی ان کو' آپ کس کو پسند کرتے ہیں یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں بیٹا!" وہ سرشار لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"کس کے لیے میرا پرپوزل دیں گی آپ؟" وہ حیران پریشان' اس کو معلوم ہی نہ تھا کہ اس کی ماں اور بہنیں اس کے جذبات و احساسات سے اس کی پسندیدگی کو جان چکی ہیں۔

"پری کے لیے...... آپ پسند کرتے ہو نا اس کو اور وہ تو ہم سب کو ہی بے حد پسند ہے میری تو دلی تمنا ہے پری کو بہو بنانے کی۔" وہ اپنی دھن میں کہہ رہی تھیں' پری کے نام پر اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ دکھ و اذیت کی ایک لہر تھی جو اس کے دل سے نکلی اور اس کو سرتاپا لرزا گئی تھی۔ وہ جس آسیب سے بچنے کے لیے گھر آیا تھا وہ یہاں اس سے پہلے پہنچ گیا تھا اس کا دل چاہا وہ ہال سے اٹھے اور کہیں دور بھاگ جائے۔

"پری کو میں نے دیکھتے ہی پسند کر لیا تھا' ایسی نیک سیرت اور باادب لڑکی اس دور میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گی۔"

"ممی! آپ کیا جانیں چراغ تلے کتنا اندھیرا ہے' وہ نیک سیرت نہیں بدسیرت لڑکی ہے۔ وہ منافق ہے ظالم ہے' اپنے چہرے پر منافقت ... کا نقاب لگا کر آپ جیسے سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دیتی ہے۔ عادلہ کی بات پر میں نے پکا بھروسہ نہیں کیا تھا مگر آج جو میری آنکھوں نے دیکھا ہے وہ میں کس طرح جھٹلا سکتا ہوں؟"

"کن سوچوں میں گم ہو گئے ہو بیٹا! میں پرپوزل لے کر جاؤں آپ کا؟" مسز عابدی نے تذبذب سے اس کی سنجیدگی دیکھ کر استفسار کیا۔

"مجھے کچھ ٹائم دیں ممی!" وہ کہہ کر اٹھ کر چلا گیا۔

❁......❁......❁

رات گہری ہو رہی تھی وہ شام سے کمرے میں بند تھی' رات کا کھانا بھی اس نے گول کر دیا تھا' طغرل کے رویئے نے اس کے اندر ... محرومی کا لاوا ایک بار پھر بھڑکا دیا تھا' وہ اپنے ہی گھر میں خود کو اجنبی محسوس کرنے لگی تھی' پہلے گھنٹوں دادی کے عبادت ... میں دل کی بھڑاس آنسوؤں کے ذریعے نکالتی رہی پھر دادی دوسرے روم سے باہر گئیں تو وہ وہاں آ کر بیڈ پر دراز ہو گئی ... جلتی آنکھوں پر بازو رکھ لیا' دو تین مرتبہ خیرون کھانے کے لیے بلانے آئی تو اسے سوتی دیکھ کر واپس چلی گئی۔ خیرون

کوڈاج دینے میں وہ کامیاب ہوگئی تھی مگر دادی کو وہ ڈاج نہ دے سکی تھی۔
"پری..... او پری! کہاں کی نیند آ گئی تم کو ایسی جو کھانے پر بھی نہیں آئیں؟ ارے اٹھو میری بات سنو۔" وہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئی تھیں لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی اس طرح سوتی بنی رہی اس کو معلوم تھا وہ اس کا رویا رویا چہرہ دیکھ کر رونے کا سبب پوچھیں گی اور وہ کیا بتائے گی؟ اگر حقیقت بتا بھی دے گی تو وہ کس طرح یقین کریں گی۔ اسی لمحے دروازہ ناک ہوا اور طغرل اندر آیا تھا اور ان سے بولا۔
"دادی جان! آپ کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟" وہ بات دادی سے کر رہا تھا پر نگاہیں دادی کے برابر میں دراز پری پر تھیں جو اس کی آہٹ پا کر رضائی میں خود کو ملفوف کر چکی تھی دادی دیکھ نہ سکی تھیں مگر طغرل نے بخوبی دیکھا تھا۔
"نہیں بیٹا! جا کر سو جاؤ سارے دن کے تھکے ہوئے ہو کھانا بھی ڈھنگ سے نہیں کھایا تم نے یہ پورا ہفتہ ویسے بھی کاموں میں گزرے گا مجھے فخر ہے جس طرح تم نے ایسے اہم موقع پر فیاض کو بیٹے کی کمی محسوس نہیں ہونے دی بیٹا بن گئے ہو اس کا۔"
"آپ شرمندہ نہ کریں دادی جان! مجھے اچھا لگ رہا ہے یہ سب کرنا آپ بتائیں کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو میں مارکیٹ سے لے آؤں۔" وہ خاصا اپ سیٹ تھا اس کی خود اعتمادی غائب تھی۔
"اِدھر آؤ میرے پاس میرے بچے!" دادی نے اسے پاس بلا کر اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا پھر کہا۔
"بخار تو نہیں ہو رہا ہے تمہیں جو بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔"
"کیا مطلب دادی جان! کیا کہہ رہی ہیں آپ؟" ان کے انداز پر وہ سخت حیران ہو کر گویا ہوا۔
"کھانے کے دوران سے اب تک تم کئی مرتبہ مجھ سے یہ سوال کر چکے ہو اور میں بتا چکی ہوں مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں بیٹا! تم جا کر آرام کرو بخار جب سر پر چڑھ جاتا ہے تو یہی حال ہوتا ہے۔ شکر ہے اللہ کا تم کو بخار نہیں ہے لیکن کوئی پریشانی ضرور ہے۔" دادی اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔
"پریشانی نہیں ہے کوئی بھی میں آپ کے خیال سے معلوم کر رہا تھا۔" ان کی چہرہ شناسی پر وہ ششدر رہ گیا تھا کس سرعت سے دادی نے اس کی بے چینی بھانپ لی تھی وہ شام سے ہی مضطرب تھا پری کے ساتھ ہونے والی نادانستہ حرکت نے اس کو پہلے ہی بے کل کیا ہوا تھا اور پری کو کھانے کی ٹیبل پر نہ پا کر اس کی ندامت اور بڑھ گئی تھی جس کی وجہ سے وہ کھانا بھی نہ کھا سکا تھا۔
"پارس نے ڈنر نہیں کیا ہے طبیعت ٹھیک ہے اس کی؟"
"ہاں طبیعت ٹھیک ہے دراصل آج سارا دن تمہارے ساتھ ماری ماری پھری ہے سارا سامان ماشاء اللہ میری سوچ سے بھی بڑھ کر لائی ہے تھکن کی وجہ سے سوگئی ہے یہ اس کی بچپن کی عادت ہے جب تھکتی ہے تو بھوک پیاس سب اڑ جاتی ہے اس کی۔" رضائی میں وہ آنکھیں کھولے ان کی باتیں سن رہی تھیں طغرل کے لہجے کی اضطرابی کیفیت اس نے محسوس کی تھی لیکن بدگمانی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ وہ اس کی موجودگی بھی گوارا نہ کر رہی تھی۔
"جاؤ میرے بچے جا کر سو جاؤ تھکے ہوئے تم بھی ہو۔" وہ جھکا تو دادی نے پیشانی چومتے ہوئے کہا وہ کچھ سوچ کر بولا۔
"دادی جان! ایک مشورہ کرنا ہے آپ سے زیادہ ٹائم نہیں لوں گا۔"
"صبح کر لینا اب ٹائم تو دیکھو۔"
"مجھے نیند نہیں آئے گی دادی جان! میں شام سے بہت پریشان ہوں۔" اس کے وجیہہ چہرے پر یاسیت ابھر آئی تھی۔
"خیریت ہے نا؟ میں دیکھ رہی ہوں شام سے تمہارا منہ اترا ہوا ہے جبھی کہہ رہی ہوں کوئی گڑبڑ ہے ضرور تم پریشان لگ رہے ہو۔ یہاں بیٹھو میرے پاس اور بتاؤ کیا معاملہ ہے کسی سے جھگڑا ہوا ہے؟" انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب بٹھاتے ہوئے پوچھا۔
"جھگڑا نہیں ہوا وہ میری ایک غلطی سے میرا ایک دوست ناراض ہو گیا ہے مجھ سے رئیلی دادی جان! مجھ سے غلطی ہوگئی ہے میں نے خود سے نہیں کی تھی۔" وہ دانستہ پری کو سنا رہا تھا تاکہ وہ اس کی نیت پر شک نہ کرے۔
"ہاں ہاں! غلطی تو غلطی سے ہی ہوتی ہے خود سے کون کرتا ہے تم نے اپنے دوست کو بتایا نہیں جو ہوا وہ محض اتفاق تھا؟" وہ

پوری توجہ سے سنتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔
"وہ موقع ہی نہیں دے رہا میں تو اس سے معافی مانگنے کو تیار ہوں حالانکہ میں نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا۔"
"ہوں یہ تو اعلیٰ ظرف لوگوں کا وطیرہ ہے جو اپنی غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی تم معافی مانگنے کو تیار ہو خیر فکر مت کرو۔ مان جائے گا وہ خود ہی جب اسے تم بے خطا دکھائی دو گے۔" ان کی گہری نظریں اس کا جائزہ اس طرح لے رہی تھیں جیسے کوئی ماہر تیراک سمندر کی تہہ سے قیمتی موتی تلاش کر رہا ہو۔
"او کے دادی جان! آپ دعا کیجیے گا شب بخیر!" وہ ان کا گال چوم کر وہاں سے تیزی سے نکل گیا۔ اماں اس کے جانے کے بعد کئی لمحوں تک اسی طرح سوچوں میں گم رہی پھر ہاتھ بڑھا کر انہوں نے پری کے چہرے سے رضائی ہٹاتے ہوئے کہا۔
"مجھے معلوم ہے تم جاگ رہی ہو اٹھ جاؤ۔"
"کس طرح سو سکتی ہوں میں آپ کی اور آپ کے اس پرنس کی میٹنگ کی آوازیں کان میں آ رہی ہوں تو خاک نیند آئے گی۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی اٹھی۔
"شرم نہیں آتی ان کو اس ٹائم روم میں آتے ہوئے یہ معلوم ہے ان کو میں بھی یہاں سوتی ہوں یہ کوئی شرافت ہے ان کی بھلا؟"
"پہلی بار تو وہ آیا ہے یہاں اس ٹائم ورنہ وہ تمہاری موجودگی میں گریز کرتا ہے وہ بھی بے حد پریشانی میں......" ان کی نگاہ اس کے سرخ متورم چہرے پر پڑی تو چونک کر بولیں۔
"کیا ہوا تم روئی ہو پری! آنکھیں سوجھ گئی ہیں تمہاری۔"
"بس ایسے ہی دادی جان! سر میں درد ہو رہا تھا۔"
"جھوٹ مت بولو طغرل سے کوئی جھگڑا ہوا ہے تمہارا! کیا ہوا ہے شام سے تم بھی کمرے میں بند ہو کر بیٹھ گئی ہو اور وہ بھی شام سے ہی پریشان پریشان پھر رہا ہے ابھی جو وہ سب بول کر گیا ہے میں سمجھ گئی ہوں وہ تمہیں ہی درحقیقت سنا کر گیا ہے۔" ان کی بات پر اس کا دل بری طرح دھڑکا وہ جانتی تھی وہ سب اس کو ہی سنا رہا تھا لیکن اسے یقین تھا وہ اپنی حرکت پر پشیمان نہیں ہے وہ اس بات سے خوف زدہ ہے اس کی سگریٹ نوشی کا دادی کو معلوم نہ ہو جائے اسی وجہ سے وہ بے چین ہے۔
"مجھے کیوں سنا کر جائیں گے؟ میرا کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔"
"پری! میرا تجربہ تمہاری عمر سے بھی دگنا ہے تمہاری سوچوں تک رسائی حاصل ہے مجھے تم کو اور طغرل کو اچھی طرح جانتی ہوں میں بچپن سے آج تک تم دونوں نے ایک دوسرے سے بیر رکھا ہے۔"
"پلیز دادی جان! میں کہہ رہی ہوں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے ان کا ہاتھ تھام کر کہا۔
"میری دعا ہے ایسا ہی ہو۔" وہ سنجیدگی سے بولیں۔

❀......❀......❀

حالات کی نزاکت پر یا اماں کے سمجھانے پر فیاض نے صباحت سے سمجھوتہ کر لیا تھا وہ ان کو اجازت دے چکے تھے اور وہ اب شادی کی تیاریوں میں پیش پیش تھیں۔
رات کو عارف اور فاخرہ مٹھائی کے ٹوکروں کے ہمراہ بہت خوش خوش آئی تھیں پہلی بار وہ بہت پرتپاک طریقے سے سب سے ملی تھیں ان کی پیشانی طنز و نخروں کی شکنوں سے مبرا تھی بہت محبت سے عائزہ کو گلے سے لگایا اپنے ہاتھ سے مٹھائی کھلاتے ہوئے خوشی سے بھرپور لہجے میں گویا ہوئیں۔
"ماشاء اللہ! میری بہو اتنی نصیب والی ہوگی مجھے معلوم نہ تھا ابھی اس کے قدم میرے گھر کی دہلیز پر پڑے بھی نہیں اور میرے گھر میں خوشیاں آنے لگی ہیں۔"
"ہاں بھئی! اللہ نظر بد سے محفوظ رکھے یہ فاخرہ بالکل درست کہہ رہی ہیں ہمارے ویزوں کا ایک عرصے سے مسئلہ حل نہیں ہو رہا تھا جیسے ہی فیاض نے شادی کی بات کی اور دوسرے دن ہی ہمارے ویزے مل گئے۔" عارف عائزہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر شفقت سے بولے۔

"فاخر کی کمپنی نے اچانک ہی اس کی پرموشن کردی اور ساتھ ہی اسلام آباد پوسٹنگ ہوگئی ہے اسی ہفتے نئی فرم کا چارج سنبھالنا ہے اسے نئی فرم کا کرتا دھرتا وہی ہوگا۔"

"ہمیں بھی حج کے لیے ان چند دنوں میں ہی روانہ ہونا ہے ہمیں اپنی روانگی کی تیاریاں بھی کرنی ہیں اور شادی کی بھی تیاریاں ہیں۔ آپس کی بات ہے خالہ جان! آپ کوئی جہیز وغیرہ کی تیاری نہ کریں' ہمارا جو کچھ ہے وہ عائزہ بیٹی کے لیے ہے' ابھی آپ نکاح اور رخصتی کی تاریخ دے دیں' ابھی میں کوئی دھوم دھڑکا نہیں چاہتا۔ شادی سادگی سے ہوگی ان شاء اللہ ولیمہ حج سے واپسی پر ہم شاندار طریقے سے کریں گے۔ فاخر عائزہ کے ساتھ اسلام آباد میں شفٹ ہوجائے گا نئی جگہ' نیا ماحول ہوگا وہ تنہا وہاں ایڈجسٹ نہ ہوسکے گا۔"

کسی کو کوئی اعتراض نہ تھا پھر فیاض تو سادگی سے اس کو اس گھر سے وداع کرنا چاہتے تھے کہ وہ ہمیشہ اپنی کمزوریوں پر پشیماں رہے۔

"پری! عائزہ کو سروس کے لیے پارلر لے جاؤ' میں نے پاپا کے آفس سے ان کے شوفر کو بلوالیا ہے اپنے شوفر کے ساتھ میں جارہی ہوں شاپنگ کے لیے' شاپنگ کے بعد مجھے بھی پارلر جانا ہے۔" عادلہ نے بال برش کرتی پری سے کہا۔

"او کے' عائزہ سے کہو وہ تیار ہو میں آتی ہوں۔"

"تم آجاؤ وہ تیار ہے اس کو کون سا سولہ سنگھار کرنے ہیں۔" وہ کہہ کر چلی گئی پری نے تیزی سے بالوں کو کیچر میں جکڑا اور پرفیوم چھڑک کر پرس اٹھا کر دادی سے کہتی عائزہ کے روم میں آئی۔

"چلو عائزہ! میں تمہیں پارلر چھوڑ کر ٹیلر کے پاس جاؤں گی' واپسی میں تم کو لے لوں گی۔" اس کے لہجے میں ذمہ داری بھری عجلت تھی۔

"عادلہ نے یہ کام بھی تم پر ڈال دیا تم تو پہلے ہی اتنی بزی ہو۔"

"ڈونٹ وری! یہ کوئی کام نہیں ہے میں تم کو وہاں ڈراپ کر کے کوئی احسان نہیں کروں گی ویسے بھی پارلر کے قریب سے مجھے گزرنا ہی ہے' اچھا ہے اس طرح تمہاری سروس بھی ہوجائے گی۔"

"پری!" وہ اچانک ہی آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گئی۔

"تم کتنی اچھی ہو' میں نے تمہارا بہت دل دکھایا ہے بے حد تنگ کیا ہے تم کو اور تم تو آج بھی ویسی ہی ہو محبت کرنے والی' عادلہ سے زیادہ تم کو میری فکر ہے' رات دن تم میرے لیے خوار ہو رہی ہو۔" وہ اس سے لپٹ کر اپنے آنسوؤں پر اختیار نہ رکھ سکی تھی۔

"مجھے معاف کردو پری! میں نے تمہیں کبھی اپنی بہن نہیں سمجھا۔"

"اب تو سمجھتی ہو نا' چلو دیر ہو رہی ہے مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں۔" وہ اس کے آنسو صاف کرتی ہوئی ہاتھ پکڑ کر باہر لے آئی' گیٹ کے پاس عابدی صاحب کا ڈرائیور کار کے قریب کھڑا تھا۔

سارے راستے عائزہ اس سے محبت بھری باتیں کرتی رہی تھی' اپنے گزشتہ رویوں کی معافی مانگتی رہی تھی۔ کار ایک معروف پارلر کے قریب آ کر رکی تو وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر چلی آئی۔ عائزہ کو پارلر چھوڑ کر وہ باہر آئی تو کار کے پاس اطمینان سے کھڑے شیری کو دیکھ کر حیران ہوئی۔

"آپ یہاں..... شوفر کہاں چلا گیا؟" وہ قریب جا کر گویا ہوئی۔

"جی میں آپ کا خادم! شوفر کے ساتھ ڈیڈ کو جانا تھا' اس کو بھیج کر میں یہاں رک گیا ہوں آپ کی خدمت کے لیے' کم آن پلیز۔" اس نے معنی خیزی سے کہہ کر فرنٹ ڈور وا کیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

شمع بجھ جائے تو پھر جل سکتی ہے
کشتی ہر طوفان سے گزر سکتی ہے
زندگی میں کبھی مایوس نہیں ہونا
کیونکہ تقدیر تو کبھی بھی بدل سکتی ہے

"اذیت دینے میں زیادہ مزا ہے یا اذیت سہنے میں؟" حسام نے کتابوں کو گھاس پہ رکھتے ہوئے اپنے گروپ کے چار لوگوں سے پوچھا۔

"اذیت سہنے میں....." زوناب جھٹ سے بولی۔ "قطرہ قطرہ پگھلنے میں جو مزا ہے وہ پگھلانے میں کہاں۔"

"اذیت میں مزا ہی مزا ہے سہنے میں بھی اور دینے میں....." شہروز ایک بھرپور انگڑائی لیتے ہوئے بولا۔

"زندگی کچھ نہیں سوائے اذیت کے.....!" فیبہ اپنے جذباتی لہجے میں بولی۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" حسام نے چپ چاپ بیٹھے مبین سے پوچھا۔

"وہی جو سب کا ہے۔" مبین ان کے گروپ میں سب سے کم گو تھا۔

"خود تڑپنا یا کسی دوسرے کو تڑپتے ہوئے دیکھنا؟" حسام نے نکتہ اٹھایا۔

"دشمن کو تڑپتے دیکھنے میں مزا آتا ہے اور دوست کے تڑپنے میں بہت زیادہ مزا۔" شہروز بولا۔

"یہ تو دوست یا دشمن پہ انحصار کرتا ہے نا! اس نے پاکٹ میں سے ایک تصویر نکال کر درمیان میں رکھی۔ اس کے سب دوستوں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"دیکھنا یہ ہے کہ تڑپانے میں مزا آتا ہے' تڑپنے میں یا تڑپ ہی مزا ہے۔" وہ چیلنج کرتی نگاہوں سے سب کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

وہ پانچوں ہجویری یونیورسٹی کے طالب علم تھے۔ ان کے بارے میں کوئی بھی کچھ زیادہ نہ جانتا تھا۔ شہروز کے والدین امریکا میں ہوتے تھے' خود وہ بھی پچھلے سال ہی پاکستان آیا تھا مگر کیوں..... یہ وہ کسی کو نہ بتاتا تھا۔ فیبہ کرسچن تھی اور آسٹریلیا سے دو سال کے لیے آئی تھی۔ اس

کے والدین کی وفات ہوچکی تھی وہ اکلوتی تھی اور پاکستان اپنے ننھیال سے ملنے آئی تھی۔ جب ملنے آئی تھی تو یہاں رہ کیوں رہی تھی دو سال گزارنے کے بعد چلی کیوں نہ گئی یہ اسے ہی پتا تھا۔ حسام کا تعلق اپر کلاس سے تھا جہاں سب کچھ ملاوٹ شدہ تھا حتی کہ ایمان بھی...... زوناب بھی بگڑی رئیس زادی تھی۔ مبین سب سے کم گو لیکن سب سے شاطر ایک طوائف کا بیٹا تھا اور گھر سے فرار کے بعد ہاسٹل میں مقیم تھا۔ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا کے مصداق۔ صرف شکلیں ہی بدلی تھیں حقیقتاً اب بھی وہ ویسے ہی ماحول میں رہ رہا تھا جس سے فرار ہوا تھا۔

یہ پانچ نوجوان جن کی اور کسی سے سلام دعا نہ تھی آپس میں متحد تھے۔ ایک بات جوان سب میں مشترک تھی کہ ان کی آنکھوں سے وحشت ٹپکتی تھی۔ زندگی کا دوسرا نام تجسس ہے ان سب میں تجسس نام کا مادہ بالکل بھی نہ تھا کہ یہ وقت سے پہلے ہر حد پھلانگ چکے تھے۔ زندگی بے حس اور اذیت پسند بنا دیتی ہے انسان کو جب اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو یا سب ہی کچھ ہو۔ ان پانچوں کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ تھا۔ وہ بے حس تھے اور اذیت پسند بھی۔

❀......❀......❀

اس نے ٹائپ کیے ہوئے میسج کو تین چار مرتبہ پڑھا۔

ہمیں پتا بھی نہیں ہوتا اور
ہم کسی کی حیات ہوتے ہیں......!

ذہن میں نمبر دوہراتے ہوئے اس نے ایس ایم ایس سینڈ کیا...... دونوں ہاتھوں میں موبائل چھپائے اس نے چہرا گھٹنوں میں دے لیا۔ سیل کی مہین سی ٹون بجی۔ کچھ ڈرتے ہوئے مسکرا کے اس نے ایس ایم ایس پڑھا۔

"آپ کون ہیں؟" اس نے کچھ جھینپتے ہوئے پڑھا۔

وہ لمحہ بھر سوچتی رہی...... "محبت" عنائے لکھ کے مسکرائی تھی۔

"محبت کا کوئی نام بھی تو ہوگا؟"

"محبت کا نام محبت ہے فقط۔"

"رہتی کہاں ہے یہ محبت......؟"

"آپ کے پاس...... آپ سے دور...... ہر جگہ!"

"کام کیا ہے مجھ سے؟"

"تھوڑی محبت چاہیے۔"

"آ کے لے لو۔"

"یہیں بھجوا دیں نا!"

"ایڈریس دے دو۔"

"ہوا کو راز داں بنا کے بھجوا دیں۔" سینڈ کر کے عنائے نے موبائل فون آف کیا اور دھڑکتے دل پہ قابو پانے لگی۔

❀......❀......❀

"بیٹا! تم نے بتایا نہیں پھر......؟" درخان نے چونک کے بلقیس بیگم کی جانب دیکھا۔

"کس بارے میں......؟"

"میزاب کے بارے میں...... میں چاہتی ہوں جلد از جلد تمہاری منگنی ہوجائے۔"

"اتنی بھی کیا جلدی ہے مما!" وہ کچھ بیزاری سے بولا۔

"دیکھو بیٹا ایک تو تم ماشاء اللہ ہو بہت ہینڈسم اور دوسرا اللہ کا شکر ہے کسی چیز کی کمی نہیں ہے ہمارے پاس...... کئی بیٹیوں والیوں کی نگاہیں ہماری جانب ہیں۔ تمہاری کم از کم منگنی ہوجائے تو ان کی آس ختم ہو۔ اس خاندان کی لڑکیاں ہیں ہی کیسی...... بمشکل میٹرک ایف اے پاس۔ نہ سلیقہ نہ تہذیب اس لیے میں نے تمہارے لیے میزاب کو پسند کیا ہے۔ تعلیم یافتہ تو ہے ہی خوب صورت بھی بے تحاشا ہے۔ تمہارے پاپا کو کرلیا ہے میں نے راضی تم نے دیکھا تھا نا میزاب کو مسز راشد کے بیٹے کی شادی پہ......؟"

"ہوں!" درخان کو مبہم سا یاد آیا۔

"پھر کیا کہتے ہو کیا تاریخ رکھیں منگنی کی؟" بلقیس بیگم نے پوچھا۔

"دیکھ لیں مما آپ خود ہی......"

"درخان ادھر دیکھو میری طرف۔" بلقیس بیگم نے اس کے سامنے سے اخبار ہٹایا۔

"بیٹا! زندگی تمہیں گزارنی ہے میزاب کے ساتھ اس لیے جو مسئلہ یا الجھن ہے بلا جھجک میرے ساتھ شیئر کرو۔" بلقیس بیگم رسان سے پوچھ رہی تھیں۔

"مما! باقی سب تو ٹھیک ہے۔ میزاب خوب صورت بھی ہے پڑھی لکھی بھی سب کچھ ہے اس میں...... مگر مما اسے دیکھ کے مجھے سم تھنگ اسپیشل فیل نہیں ہوا۔ میں چاہتا ہوں میری شادی اس سے ہو جسے دیکھتے ہی مجھے نارمل فیل نہ ہو۔ ہمارے درمیان غضب کی انڈر اسٹینڈنگ ہو یعنی میری بات دل میں ہو اور وہ منہ سے کہہ دے جو میری بہت عزت کرے۔" بلقیس بیگم بے ساختہ ہنس دیں۔ "مما آپ نے خود کہا تھا بلا جھجک کہہ دوں۔" وہ کچھ نروٹھے پن سے بولا۔

"بیٹا! میں ہنس اس لیے رہی ہوں کہ ابھی تم دونوں نے ایک دوسرے کو فقط دیکھا ہی ہے۔ ملاقات ہوگی بات چیت کرو گے ایک دوسرے کو جانچو پرکھو گے تبھی تو انڈر اسٹینڈنگ ڈیولپ ہوگی نا! اور "سم تھنگ اسپیشل" بھی فیل ہوگا۔"

"او کے مما!" وہ نیم رضامندی سے بولا۔

"پھر منگنی کی کیا تاریخ رکھیں؟"

"جو آپ کی مرضی......!" اس نے کندھے اچکائے۔

❀......❀......❀

علی اور فاطمہ کی دو ہی بیٹیاں تھیں۔ متاع علی اور عنائے فاطمہ۔ متاع علی ان کی شادی کے پندرہ سال بعد پیدا ہوئی تھی۔ اس سے پانچ سال چھوٹی عنائے فاطمہ تھی۔ علی سکندر بوٹنی کے پروفیسر تھے۔ متاع کی شادی انہوں نے انیس سال کی عمر میں اپنے کزن کے بیٹے فرہاد سے کردی تھی۔ عنائے ابھی چھوٹی تھی اور پڑھ رہی تھی شادی کے پانچ روز بعد عین اس دن جس دن وہ سروس سے ریٹائر ہوئے تھے ان کا ایکسیڈنٹ میں انتقال ہوگیا۔ اچھی خاصی جائیداد انہوں نے چھوڑی تھی سو فاطمہ اور عنائے کو معاشی طور پر کوئی پریشانی نہیں تھی۔ عنائے بے حد خوب صورت تھی اور ذہین بھی۔ اس کی کوئی بھی خواہش آج تک رد نہ ہوئی تھی۔ اپنے حسن کی بدولت جو چیز وہ نہ پاسکتی اسے وہ اپنی ذہانت سے جیت لیتی یہ بھی نہ ہوتا تو پھر دولت تو تھی ناں۔ فاطمہ بوڑھی ہوچکی تھی۔ متاع اپنے گھر میں مصروف سو اس پہ کوئی نظر رکھنے والا بھی نہ تھا۔ خاندان بھر اور دوستوں میں وہ اپنے اچھے اطوار کے سبب مقبول تھی۔ ہاں ایک حادثہ جو کچھ ہی روز پہلے اس کے ساتھ ہوا وہ تھی اس کے چاچو کے بیٹے کے ساتھ اس کی منگنی......! ہر فیصلے میں اس سے رائے لینے والی ماں اور عزیز از جان بہن متاع نے اس سلسلے میں اس کی ایک بھی نہ مانی تھی۔ احمر اپنے والدین کا اکلوتا تھا۔ قدرے فربہی مائل جسم اور ہر وقت کتابوں میں غرق...... چھبیسویں سال میں قدم رکھا تھا اور پی ایچ ڈی مکمل ہونے کو تھی۔ خوش شکل تھا اور دھیمے مزاج کا بھی...... عنائے کو نجانے کیوں اس سے چڑ سی تھی۔ وہ کبھی ان کے گھر آ جاتا تو بالکل سامنے نہ آتی سب اس کی اس حرکت کو شرم پر محمول کرتے جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی۔ وہ اصل میں کسی اور ہی منزل کی تمنائی تھی بہت عرصہ پہلے سے...... شاید بچپن سے ہی...... اور اس منزل کا نام تھا...... درخان خاور علوی! اس کے اکلوتے ماموں کا بیٹا...... خاور علوی کے ہاں ان کا آنا جانا نہ تھا اصل میں خاور ماموں کی بیوی بلقیس کے بھائی عالم فاطمہ سے شادی کرنا چاہتے تھے مگر فاطمہ کے والد وٹہ سٹہ کے سخت خلاف تھے۔ بلقیس کی شادی خاور صاحب سے ہوئی اور فاطمہ کی علی سے تو عالم نے اس بات کو دل پہ لے لیا اور ملک ہی چھوڑ گیا بدلے میں بلقیس بیگم نے خاور پہ بہن سے ملنے پہ پابندی عائد کردی۔ دونوں گھرانوں کا آپس میں آنا جانا نہ تھا مگر خاندان میں تقریبات پہ ایک دوسرے سے ملاقات ہو ہی جاتی تھی اور نجانے کب سے عنائے نے درخان کو اپنی منزل سمجھ لیا تھا۔ اسے ہر چیز بن مانگے ملی تھی سو درخان کو پانے کے لیے بھی اسے تقدیر پہ یقین تھا نہ تدبیر پہ...... اسے یقین تھا کہ وہ اسی کا ہے۔ وہ جب چاہے اسے پاسکتی ہے۔ اس کا خیال غلط جب ثابت ہوا جب درخان کی میزاب کے ساتھ منگنی کی خبریں گردش کرنے لگیں۔ یہ کوئی ایسا زندگی موت کا مسئلہ نہ تھا نہ ہی درخان نے کبھی کوئی امید کا جگنو اسے تھمایا تھا بس کہیں ملاقات ہوتی تو وہ عنائے پہ گاہے بہ گاہے نظریں ڈالتا رہتا اور یہی حال عنائے کا تھا مگر اب درخان کی میزاب کے ساتھ منگنی سے اسے سخت اہانت کا احساس ہوا۔ بلقیس بیگم کی فطرت کا اسے اچھی طرح علم تھا مگر وہ خود نظر انداز کیے جانے کے قابل نہ تھی اس کا بھی اسے احساس تھا۔

درخان صاحب! پوری زندگی کے لیے نہ سہی کچھ دنوں کے لیے ہی سہی...... مگر میں تمہیں پاؤں گی ضرور۔ اگر یہ بندہ میری قسمت میں نہیں لکھا تب بھی میں اسے حاصل کر کے رہوں گی چند دن کے لیے ہی سہی......

وہ گویا تقدیر سے لڑنے پہ آمادہ تھی۔

❀......❀......❀

آنکھوں میں بس گیا کبھی دل میں اتر گیا
اے درد یار تیرے ٹھکانے عجیب ہیں

شعر Send کر کے ابھی اس نے سیل رکھا ہی تھا کہ میسج ٹون بجی۔ اس نے ایس ایم ایس پڑھا۔

آج تو تیری یاد میں ایسے کھوئے ہیں دوست!
جیسے تنہا کشتی کو سمندر میں شام ہوجائے

"فلرٹی......!" عنائے زیر لب بولی۔

"سنو! پلیز بتا دو آپ کون ہو؟" عنائے ایس ایم ایس پڑھ کے زیر لب مسکرائی۔

"میں نے بتایا تو تھا......" عنائے نے مبہم سا انداز اپنایا۔

"او کے پھر یہ بتا دو میرے بارے میں کیا جانتی ہو؟"

عنائے نے پل بھر کو سوچا اور ٹائپ کرنے لگی۔

نام...... درخان خاور علوی...... تعلیم...... ماسٹرز ان ماس کمیونیکیشن...... اکلوتے بھائی ہیں تین بہنوں کے...... دو میرڈ ہیں۔ ایک شارجہ میں ہوتی ہیں دوسری ڈیرہ غازی خان۔ تیسری کا ابھی چند دن پہلے ہی نکاح ہوا ہے۔ والد صاحب کی ایڈورٹائزنگ ایجنسی ہے۔ والدہ ہاؤس وائف ہیں۔ اور تمام گھر کے سیاہ و سفید کی مالک بھی......!

"ہوں..... یار اب تم جلدی سے اپنا نام بتاؤ' تم میرے دوست ہو نہیں سکتے کہ دوستوں کو میری نجی زندگی کے بارے میں اتنی معلومات نہیں..... لڑکی تم ہو نہیں کہ کوئی میرے بارے میں اتنا نہیں جانتی اور لڑکیوں سے میں بہت زیادہ دوستی رکھتا بھی نہیں۔"

"میں آپ کا کزن نہیں..... اور لڑکا بھی نہیں۔"

"پھر آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں؟" عنائے نے اس کی جھنجلاہٹ کو زیادہ ہی محسوس کیا۔

"کچھ نہیں..... او کے اب آپ کو تنگ نہیں کروں گی۔" اس نے سیل ایک طرف رکھ دیا۔ تبھی سیل بجنے لگا..... عنائے نے چھوٹی سی اسکرین پہ نام دیکھا۔ illusion اس نے اپنے سیل میں نمبرز کے ساتھ نام کبھی بھی نہ لکھے تھے۔ wish-dreamlife- سب نمبرز کے اوپر ایسا ہی کچھ لکھا ہوتا۔ موبائل فون بج بج کے خاموش ہو گیا۔ وہ کچھ سوچ ہی رہی تھی کہ دوبارہ سے کال آنے لگی۔ اس نے مسکراتے ہوئے سیل آن کیا۔ اماں اپنے کمرے میں دوا کھا کے سو رہی تھیں۔

"پلیز! اپنا نام بتا دیں۔" دوسری جانب سے درخان کا اصرار ہنوز تھا۔

"آپ مجھے جس مرضی نام سے پکار لیں۔ سمجھ لیں میرا کوئی نام نہیں۔"

"لو یہ کیا بات ہوئی بھلا۔ ویسے میں تمہیں بہت جلد ڈھونڈ لوں گا کہ تم کون ہو؟"

"میری خوش بختی ہوگی۔" عنائے زیر لب مسکرائی۔

"اتنا میں تمہیں بتا دوں تم ہماری کوئی بہت ہی قریبی رشتہ دار ہو کیونکہ دریہ (درخان کی چھوٹی بہن) کے نکاح کی خبر صرف چند ایک لوگوں کو جو ہمارے بہت ہی قریب ہیں کو ہے۔"

"اوہ! میں تو آپ کو دریہ کے جلد اور خاموشی سے نکاح کی وجہ بھی بتا سکتی ہوں۔"

دوسری طرف لحظہ بھر کو خاموشی ہوئی۔

"اک بات بتاؤں تمہیں! تم بہت ذہین ہو۔" درخان نے ٹون بدلی۔

"اچھا.....!" عنائے نے شرارت بھری حیرانی سے کہا۔

"میں بڑا متاثر ہوا ہوں تم سے..... تم ہمیشہ میرے موڈ کے مطابق بات کرتی ہو۔"

چند ادھر ادھر کی باتوں کے بعد عنائے نے فون رکھ دیا..... ابھی وہ اس کی آواز کے سحر میں ہی تھی کہ سیل پھر بجنے لگا۔ عنائے نے لیٹے لیٹے اسکرین کو دیکھا۔ dark-night سیل آف کرتے کرتے اس نے آن کر لیا۔ احمر خوشگوار انداز میں اس کی خیریت دریافت کر رہا تھا۔

"سنو تمہارے میرے بارے میں کیا خیالات ہیں؟" اس کے پھاڑ کھانے والے لہجے کو قطعی نظر انداز کرتے ہوئے احمر نے پوچھا۔

"میرے تمہارے بارے میں کوئی خیالات نہیں ہیں' نہ ہی کوئی دلچسپی ہے تم سے....."

"دلچسپی لو بھی..... اب تو آغاز ہو جانا چاہیے۔ خیر میں نے کال اس لیے کی ہے کہ کل دعوت ہے ہماری طرف..... آپ کی اور تائی کی شرکت کے متمنی ہیں ہم اور پلیز تم ذرا سویرے آ جانا۔ خوشگواریت کا احساس ہوگا۔" وہ آخر میں شرارتی ہوا۔

"میری طرف سے تو کوئی امید نہ ہی رکھیں آپ..... ہاں اماں سے کہہ دوں گی۔" وہ جان چھڑانے والے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"تم کیوں نہیں آؤ گی؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ وہ خاموش رہی۔ "او کے..... میں انتظار کروں گا تمہارا بھی۔" اس نے عنائے کی خاموشی سے اکتا کے کہا اور سیل بند کر دیا۔ عنائے نے سیل سائیڈ ٹیبل پہ پٹخا اور لیمپ آف کر دیا۔ چھم سے درخان کی صورت آنکھوں کے سامنے آ گئی۔

اے کاش درخان.....!

"کیا یہ میں ٹھیک کر رہی ہوں؟" آگہی کا کوئی لمحہ ہاتھ آن لگا تھا۔

"یہ صرف مذاق ہے اور بس..... جب تقدیر میری اولین خواہش کے سلسلے میں مجھ سے مذاق کر سکتی ہے تو میں کیوں نہیں.....؟ بس چند اچھے دن تو چاہتی ہوں میں اور بس.....!" وہ بودی' کمزور سی دلیلوں کی تھپکیاں دے کر ضمیر کو سلانے لگی۔

❁.....❁.....❁

"ایسا فرمانبردار بچہ ہے احمر کہ دیکھ کے جی خوش ہو جائے۔" اماں دعوت سے آنے کے بعد مسلسل اس کی تعریف کیے جا رہی تھیں۔

"ہونہہ.....!" اسے "فرمانبردار جانور" یاد آ گیا۔ "اور دیکھ کے جی خوش ہونے والی شکل ہے تو نہیں اس کی۔" وہ زیر لب بڑبڑائی۔

"تو بھی چلی چلتی عنائے! تمہاری چاچی نے تو بہت پوچھا تمہارے نہ آنے کے بارے میں۔ تیرے لیے کھانا بھی بھجوایا۔" انہوں نے ڈبوں کی جانب اشارہ کیا۔ عنائے نے آنکھ تک اٹھا کے نہ دیکھا۔ احمر بھی کہہ رہا تھا' تائی عنائے کو لے آتیں۔ اب کیا کہتی میں..... مہارانی کے مزاج ہی نہیں ملتے۔ چل اٹھ کھانا برتنوں میں ڈال دے اور کچھ کھا لے۔" وہ عنائے کی مسلسل چپ سے بیزار ہو کر بولیں۔ کچھ لمحے اسے دیکھا اور اندر کی جانب چل دیں۔

"بی بی! اللہ آپ کو حج کروائے' کھانا دے دیں۔ اللہ آپ کو چار پہیوں والی گاڑی دے۔" معصوم سی آواز پہ عنائے مسکرائی' اماں سے نظر بچا کے کھانے کے ڈبے اٹھائے اور باہر چل دی۔

"عنائے.....!" وہ چائے بنا رہی تھی جب اماں نے آواز دی۔ وہ ان کے کمرے میں چلی آئی۔ "کھانا کھایا تو نے.....؟" عنائے کچھ نہ بولی۔ "خاور بھائی نے ہوٹل کھولا ہے' وہیں سے منگوایا تھا احمر نے کھانا۔"

"اوہ....." عنائے کو بے ساختہ حیرت کے ساتھ افسوس بھی ہوا۔ کاش وہ چکھ ہی لیتی..... مگر اب سوائے افسوس کے کچھ نہ ہو سکتا تھا۔

رات کو اس نے درخان سے پوچھا۔

"آپ لوگوں نے کوئی ہوٹل کھولا ہے؟"

"ہاں! کے ایف سی ہمارا ہی ہے۔"

"ارے! وہ تو میں نے ابھی پیچا ہی نہیں۔" خاور کی شریر آواز پہ وہ برجستہ بولی۔

"ہاہاہا! اوہ سوری ہمارا تو پی سی ہے۔" وہ کہاں چوکنے والوں میں تھا۔

"ارے! وہ تو میں نے کل ہی خریدا ہے۔" وہ کہاں بخشنے والوں میں سے تھی۔ "بتائیں نا پلیز!"

"ہاں چند روز پہلے کھولا ہے اپنے ہمسائے شہر میں..... اب میں یہ تو ہرگز نہ پوچھوں گا کہ تمہیں کیسے پتا چلا۔ جس لڑکی کو میری اتنی پرسنلو باتوں کا علم ہے' اس بات کا پتا نہ ہونے کی توقع رکھنا تو عبث ہے۔"

"میز اب کیسی ہے؟" عنائے نے موضوع بدلا۔

"ٹھیک ہی ہوگی۔"

"مطلب.....؟"

"میرا اس سے رابطہ نہیں ہے۔" عنائے نے محسوس کیا اس کے لہجے میں ملگجی سی بیزاری تھی۔

"کیوں.....؟"

"بس ویسے ہی..... تم چھوڑو' ویسے بھی میں اپنے دل کے قریب رہنے والوں سے رابطہ رکھنا پسند کرتا ہوں۔" عنائے کے دل خوش فہم نے کئی اڑانیں بھریں مگر اس نے مسحور کن لمحوں کی زد میں آتے ہی سیل آف کر دیا۔

❁.....❁.....❁

"شہروز! کیا بنا اس کام کا.....؟" ان پانچوں کا گروپ آج مبین کے اپارٹمنٹ میں جمع تھا۔ حسام نے پوچھا۔

"باس! سب کچھ مکمل ہے' بس ایکٹ شروع کرنا ہے۔" شہروز نے اطمینان سے جواب دیا۔

"لوکیشن سمجھ نہیں آ رہی۔" حسام تھوڑا غیر مطمئن تھا۔

"یہ اپارٹمنٹ ٹھیک تو ہے۔"

"ٹھیک تو ہے لیکن مجھے ٹھیک نہیں' زبردست چاہیے۔"

"زونا ب کا بنگلہ کیسا رہے گا؟" شہروز اچانک بولا۔

"اعلیٰ..... اگر زونی اجازت دے تو۔"

"کم آن یار! مجھ سے اجازت مانگو گے؟" زونا ب جو کچھ دور ایکویریم پہ نگاہیں جمائے بیٹھی تھی پاس آ کر بیٹھتے ہوئے کچھ برا ماننے والے لہجے میں بولی۔ "ویسے تم لوگ کیا کرنے لگے ہو؟"

"بتاتے ہیں ذرا یہ فیبہ اور مبین بھی آ لیں۔" حسام نے جواب دیتے ہوئے کچن میں جھانکا۔ "کتنی دیر ہے؟"

"آ گئے دو منٹ..... صبر نہیں ہوتا؟" مبین کچھ جھلایا ہوا تھا۔ فیبہ نے ٹرے درمیان میں رکھی اور وہ پانچوں مگن ہو کے کھانے لگے۔

"ہوں! کیا پلان بن رہے تھے؟" فیبہ آتے ہی صوفے پہ چڑھ بیٹھی۔

"یہ دونوں گھنے میسنے نجانے کیا سوچ بیٹھے ہیں۔" زونی نے جواب دیا۔ شہروز نے خالی ٹرے مبین سے آنکھ بچا کے صوفے کے نیچے سرکائی اور حسام کو بتانے کے لیے کہا۔ مبین خالی پلیٹیں لے کر کچن میں رکھنے گیا۔ حسام نے شیشے کی میز کو ترچھا کیا اور جیب سے تصویر نکال کے میز پہ رکھی۔ فیبہ آگے کو جھکی اور بدمزا ہو کے بولی۔

"یہ تصویر تم نے پہلے بھی دکھائی تھی۔ منہ سے کچھ پھوٹو۔"

"جانتی ہو اس لڑکی کو.....؟" اس نے بہ یک وقت زونی اور فیبہ کو دیکھا۔

"نہیں....." ان کے جواب پہ حسام نے تصویر الٹی' پیچھے نام لکھا ہوا تھا۔ عنائے فاطمہ۔

"کچھ یاد آیا.....؟" حسام دوبارہ پوچھ رہا تھا۔

"نہیں!"

"یہ وہ لڑکی ہے جو اسلام آباد میں مباحثے' ترقی معاشرہ میں علما کا کردار' میں حزب موافقت میں تھی۔"

"وہ مباحثہ جو تم ہار گئے تھے؟" مبین نے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے یاد دلایا۔

"ہوں..... صرف اس لڑکی کی وجہ سے۔"

"اب تم کیا چاہتے ہو اس لڑکی سے..... کیا کرنے والے ہو.....؟" زونی کچھ اکتا کر بولی۔

"میں پتا ہے کیا چاہتا ہوں؟" زونی کو جواب دیتے ہوئے بے

ساختہ اسے پھر وہ لڑکی اور اس کے تیور یاد آئے۔ مباحثے میں جیتنے والے کو بیرون ملک اسٹڈی اسکالر شپ ملنا تھا۔ حسام نے اس مباحثے کو جیتنے کے لیے بہت محنت کی تھی۔ حسام کی آج کل اپنے ماں باپ سے ان بن چل رہی تھی۔ وہ صرف گھر سونے کے لیے جاتا تھا۔ نہ کھاتا تھا گھر سے نہ پاکٹ منی لیتا تھا۔ اس اسکالر شپ کو جیت کر وہ اپنے ماں باپ کو بتانا چاہتا تھا کہ وہ ان کا محتاج نہیں ہے۔ بار بار بجتی تالیاں اور ستائشی نگاہیں باور کروا رہی تھیں کہ وہ جیتنے کے قریب ہی ہے۔ جوش میں آ کر اس نے سوچے ہوئے دلائل میں ایک دو کا اور اضافہ کر دیا اور یہی اس سے غلطی ہوئی تھی۔

''ایسے لوگ موجود تو ہیں مگر آٹے میں نمک کے برابر......''

''معزز سامعین! میرے حزب اختلاف نے کہا کہ ایسے لوگ موجود تو ہیں مگر آٹے میں نمک کے برابر...... آپ گواہ ہیں ایک چٹکی بھر نمک کتنے ہی آٹے کا ذائقہ بدل دیتا ہے۔'' عنائے کے جواب پہ بھرپور تالیاں بجی تھیں اور اس طرح پانسہ الٹ گیا۔ کچھ دیر اور بولنے کے بعد عنائے نے یہ مباحثہ جیت لیا تھا۔ حسام کچھ دیر ساکت رہنے کے بعد عنائے کے پاس گیا۔

''دیکھیں مس! مجھے اس اسکالر شپ کی اشد ضرورت ہے آپ پلیز یہ مجھے دے دیں۔ ونر کے طور پہ آپ کا ہی نام رہے گا۔ اخبارات ٹی وی ہر جگہ...... میں خود سب ٹھیک کر لوں گا۔ آپ بس مجھے یہ اسکالر شپ دے دیں۔ میں اس کے لیے آپ کو پے کرنے کو تیار ہوں۔'' وہ نہایت عاجزی سے درخواست کر رہا تھا۔

''پیسہ مجھے متاثر نہیں کرتا۔'' وہ بے نیازی سے کہتے ہوئے رخ موڑ کے کھڑی ہوگئی۔ حسام نے لحظہ بھر کو اسے دیکھا۔ بلیک اور وائٹ پرنٹڈ اسکارف چہرے کے گرد نفاست سے لپٹا تھا۔ بلیک گاؤن نے پیر تک ڈھک رکھے تھے۔ خوب صورت سپید ہاتھ قابل دید تھے۔

''ویسے اک بات تو بتائیں؟'' وہ حسام کی جانب مڑی تھی۔

''جیت کے ہارنا کیسا لگتا ہے؟'' وہ آنکھیں سکوڑے پوچھ رہی تھی۔

''بہت...... بہت برا......!'' دل میں گالیوں کوسنوں کے درمیان کہا۔ وہ کوئی جملہ پھر کرارا سا سوچ ہی رہا تھا کہ وہ آگے کی جانب بڑھ گئی۔

''یہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا جیت کے ہارنا کیسا لگتا ہے؟ وعدہ رہا! پھر پتا چلے گا پیسے میں کشش ہے یا نہیں؟'' حسام نے جیسے خود سے عہد کیا تھا۔

❁......❁......❁

احمر کے ماموں زاد کی شادی بلقیس کی بھانجی کے ساتھ تھی۔ بارات کے ساتھ عنائے بھی اماں کے ساتھ چاچو کے پرزور اصرار پہ گئی تھی۔ ان کی قریبی میز پہ بلقیس بیگم رخ موڑے بیٹھی تھیں۔

''بلقیس! سنا ہے تم نے بھی اپنے بیٹے کی منگنی کر دی ہے؟'' اماں کے ساتھ باتوں میں مگن ایک رشتہ دار آنٹی نے اچانک مڑ کر بلقیس بیگم سے پوچھا۔

''ہاں بھئی کر دی ہے پچھلے مہینے...... کافی لوگوں کی نگاہیں تھیں میرے بیٹے پہ اگرچہ ہم نے تو کبھی لفٹ بھی نہیں کروائی۔ بہت ہی فرمانبردار ہے میرا درخان جہاں کہا میں نے منگنی کروالی۔'' وہ کن انکھیوں سے اماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''اوں ہوں فرمانبردار بیٹا! میں آج' ابھی کہوں تو وہ یہ منگنی توڑ دے...... عنائے دل ہی دل میں کہتے ہوئے مسکرائی...... ابھی کل ہی تو درخان کہہ رہا تھا۔

''عینی! (عنائے کا بتایا فرضی نام) میں حیران ہوتا ہوں ہماری اتنی انڈراسٹینڈنگ پہ...... مجھے تم جیسی ہی لڑکی چاہیے تھی جو میرے دل کی بات بنا کہے جان لے۔ تم میری کس نیکی کا ثمر ہو' کون سے اچھے کام کا اجر ہو...... جو مجھے بن ریاضت مل رہی ہو؟''

''مل رہی ہوں......؟ محترم ابھی کچھ دن پہلے آپ نے میزاب کے ہاتھ میں انگوٹھی ڈالی ہے۔'' عنائے طنزیہ لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''انگوٹھی اتر بھی سکتی ہے۔'' وہ سنجیدہ ہوا۔ ''عینی! میں نہیں جانتا تم کون ہو...... کیسی ہو! مجھے اتنا زیادہ کیسے جانتی ہو اور مجھے یہ بھی علم ہے تم نے مجھے اپنا نام بھی ٹھیک نہیں بتا رکھا؟'' عنائے اس کے گہرے مشاہدے سے حیران ہوئی۔ ''خیر نام سے مجھے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ عینی! میں دل کی ماننے والا بندہ ہوں اور دل کی ماننے' دل سے سوچنے اور دل سے فیصلہ کرنے والے کبھی بھی پچھتاتے نہیں' کتنا ہی خسارہ ہو جائے۔ وہ سود و زیاں کا حساب نہیں کرتے۔ میزاب میرے دل کا فیصلہ نہیں...... میں نے ہمیشہ دل کی مانی ہے۔ میزاب نامی سوال پہ میرا دل خاموش رہتا ہے۔ جبکہ تمہارے بارے میں دل سے ایک دفعہ پوچھوں' وہ سو دفعہ ہاں کہتا ہے۔ رابطہ بے شک تم نے شروع کیا ہے۔ میں تم سے کوئی ٹائم پاس نہیں کر رہا' تم مجھے آج ایڈریس دو ان شاء اللہ بہت جلد میزاب والا قصہ ختم کر کے میں اپنی مما کو بھیجتا ہوں۔ اپنی سچائی کی میں اس سے بڑی گواہی اور نہیں دے سکتا۔''

عنائے لحظہ بھر کو خاموش رہی پھر بولی۔ ''یہ ناممکن سا نہیں لگتا؟'' اس کے لہجے میں بے بسی نمایاں تھی۔

''ناممکن کچھ نہیں عینی! تم نہیں جانتیں مما مجھ سے کتنا پیار کرتی ہیں۔ ویسے بھی یہ ساری زندگی کا معاملہ ہے' کچھ تامل کے بعد وہ مان

جائیں گی' مجھے یقین ہے۔'' وہ بھرپور تسلی دے رہا تھا۔

''اتنی جلدی بھی کیا ہے؟''

''اتنی دیر بھی کیوں کریں؟'' وہ برجستہ بولا۔

''میں آپ کو بعد میں بتاؤں گی۔'' عنائے نے سیل آف کر دیا۔

''اے عنائے!'' اماں نے ٹہوکا دیا تو وہ ایک دم جیسے حال میں آئی۔ عنائے نے گردن موڑ کے بلقیس بیگم کی طرف دیکھا' وہ خوش گپیوں میں مگن تھیں۔ نفرت کی ایک تیز لہر عنائے کے دل میں اٹھی تھی۔ عجیب تھی وہ بھی! جتنا ان کے بیٹے کو پسند کرتی تھی' ماں سے اتنی ہی شدید نفرت تھی۔ ایک منٹ کے لیے عنائے اس عورت کو برداشت نہ کر سکتی تھی نجانے کیوں......؟ اس نے کبھی بھی کسی سے نفرت نہ کی تھی لیکن بلقیس بیگم سے ہمیشہ کی تھی بلکہ شاید کی ہی بلقیس بیگم سے تھی۔ ان کے رویوں سے' عادات واطوار سے' چال ڈھال' بول چال' ہر ہر شے سے کی تھی۔

❁......❁......❁

دو دن ہو گئے تھے عنائے کو سیل آف کیے ہوئے اک بے چینی سی تھی جس نے اس کے سارے وجود کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔

''اف! یہ کیا مصیبت مول لے لی میں نے؟'' سیل آن کرتے ہوئے اس نے سوچا۔ کچھ پل ہی گزرے تھے' وہ آنکھیں موندے لیٹی تھی کہ سیل کی ٹون بجنے لگی۔ ''ہیلو......!'' اس نے کان سے لگایا۔

''عنائے فاطمہ بول رہی ہیں؟'' دوسری جانب کسی نے بے تکلفی سے پوچھا۔

''جی...... آپ کون......؟'' اسے حیرت ہوئی۔

''میں زوناب بول رہی ہوں۔''

''جی...... سوری میں نے پہچانا نہیں۔''

''پہچانیں گی کیسے؟ ہم تو ایک دوسرے سے مخاطب ہی پہلی بار ہیں۔'' وہ سہولت سے کہہ رہی تھی۔

''کیا کام ہے آپ کو مجھ سے......؟'' عنائے الجھی ہوئی تھی۔

''کام تو ہے...... فی الحال تو میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ آپ اسلام آباد گئی تھیں نا مباحثے میں شرکت کرنے! میں بھی وہیں موجود تھی۔ آپ مجھے بہت اچھی لگی تھیں۔ میں نے بے حد کوشش کے بعد آپ کا نمبر اور ایڈریس معلوم کیا ہے۔ کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟'' وہ بہت اپنائیت بھرے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

''دیکھیں! میں آپ کو بالکل نہیں جانتی......'' عنائے مناسب لفظ سوچ رہی تھی جب اس نے بات کاٹی۔

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ دوستی ہوئی تو جان جائیں گی اور ویسے بھی اس اتوار کو میں اپنی دادی کے ساتھ آپ کے گھر آؤں گی۔'' وہ خود سے ہی جیسے سارے پروگرام ترتیب دیئے بیٹھی تھی۔

''دراصل میرے والدین کا انتقال ہو چکا ہے' ایک دادی' بھائی اور میں ہی ہوتے ہیں۔ بھیا کے لیے دلہن ڈھونڈنے کا اختیار کلی طور پر میرے پاس ہے اور مجھے اس سلسلے میں ایک لڑکی پسند بھی آ چکی ہے بہت زیادہ...... میں اتوار کو آؤں گی نا آپ کے گھر...... پھر تفصیلاً بتاؤں گی۔'' عنائے کی خاموشی پر وہ خود ہی بولتی رہی تھی۔ عنائے پھر بھی چپ رہی۔ آپ کا نام بہت خوب صورت ہے' عنائے فاطمہ! کیا مطلب ہے اس کا......؟''

''پتا نہیں' میں نے کبھی پوچھا نہیں۔ ویسے بھی میرا خیال ہے نام کا مطلب جاننے کا انہیں شوق ہوتا ہے جنہیں اپنا نام پسند نہ ہو۔ دوسری صورت میں وہ معنی' مطلب پہ گزارا کر لیتے ہیں۔ مجھے اپنا نام بے حد پسند ہے' سو کبھی مطلب نہیں پوچھا۔'' زوناب اس کی انوکھی منطق پر بے ساختہ مسکرائی تھی۔

''او کے عنائے! پھر اتوار کو بات ہوگی۔'' وہ الوداعی کلمات کہنے لگی۔ سیل رکھ کر عنائے نے ہاتھ بڑھا کر اپنی فائل اٹھالی۔ سرٹیفکیٹ ہاتھ میں لیتے ہوئے اسے وہ لڑکا بے طرح یاد آیا جو بے حد عاجزی سے اس سے اس کا اسکالر شپ مانگ رہا تھا۔ عنائے کو بعد میں کتنا ہی پچھتاوا ہوا تھا جب اسے باہر جانے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ اماں تو سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ گئی تھیں۔ عنائے نے متاع آپی کو بھی اپنا ہمنوا بنانا چاہا مگر انہوں نے بھی صاف انکار کر دیا۔

''میں نے تمہیں اسلام آباد جانے دیا یہی بہت ہے۔'' ماں اٹھتے بیٹھتے کہتیں۔

''اماں! قسمت سے ملا کرتے ہیں ایسے چانس۔''

''تو زیادہ سقراط نہ بن...... پڑھ لیا جتنا پڑھنا تھا' اب ٹک کے گھر بیٹھو...... آج کل کی اولاد تو گھر کے اندر تالے لگا کے رکھو تو قابو میں رہتی ہے۔''

لگائیں تالے! میں آپ کو دکھاؤں گی گھر بیٹھ کے کیا کیا ہو سکتا ہے۔'' عنائے نے بے حد غصے سے دل میں سوچا۔

❁......❁......❁

ذہین اور تخلیقی ذہن رکھنے والوں کو کبھی بھی فارغ نہیں رہنا چاہیے ورنہ بہت بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ عنائے کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا' جتنی وہ پاکیزہ اور معصوم تھی' آج کل اتنی ہی شیطان کے نرغے میں تھی۔ خالی ذہن تو ویسے بھی شیطان کا گھر ہوتا ہے۔ اس اتوار زوناب اپنی دادی کے ہمراہ آئی۔ سرخ وسپید رنگت کی بے حد خوب صورت اور

ماڈرن لڑکی تھی۔ عنائے کو حیرت ہوئی اس کی دادی بالکل ہی پینڈو اور دبوسی عورت تھیں' ہر بات سے پہلے زوناب کا منہ دیکھتیں حالانکہ بقول زوناب' وہ بچپن سے ان کے ساتھ رہ رہی تھی کہ اس کے ماں باپ فوت ہو چکے تھے۔ پرتکلف چائے کے بعد زوناب ہاتھ دھونے کی غرض سے اٹھی تو اس کی گود سے کچھ نیچے گرا۔ عنائے نے آگے جھک کر اٹھایا' وہ اس کا آئی ڈی کارڈ تھا۔ جو ویسے ہی خاموشی سے اس کے پرس کے پاس اس نے رکھ دیا۔

"آپ نے اپنی بیٹی کا کہیں رشتہ وغیرہ کیا؟" زوناب کی دادی پوچھ رہی تھیں۔

"نہیں..... نہیں آنٹی! ایسی کوئی بات فی الحال نہیں۔" اس سے پہلے کہ اماں کچھ کہتیں' عنائے جھٹ سے بولی۔ اماں نے تیز نظروں سے اسے گھورا۔

"ماشاءاللہ! بہت خوب صورت بیٹی ہے آپ کی۔ میرا پوتا ہے شہروز....." دادی کچھ کہنے لگی تھیں کہ زوناب آ گئی۔ عنائے اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"عنائے! مجھے نہیں پتا ایسی باتیں کن الفاظ میں اور کس طرح سے کہی جاتی ہیں لیکن شہروز میرا اکلوتا بھائی ہے' ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کرتا ہے' عرصہ ہوا' ہم اس کے لیے لڑکی ڈھونڈ رہے ہیں لیکن کوئی نگاہوں میں جچ ہی نہیں رہی تھی۔ جب اسلام آباد میں' میں نے آپ کو دیکھا تو مجھے لگا میری تلاش ختم ہوگئی ہے۔ مجھے آپ جیسی ہی بھابی چاہیے ہر لحاظ سے پرفیکٹ.....! شہروز بھائی نے بھی آپ کو وہاں دیکھا تھا' وہ بھی مجھ سے سو فیصد متفق ہیں۔ اپنا گھر ہے ہمارا کمرشل ایریا میں اور کوئی لمبا چوڑا خاندان بھی نہیں..... ایک آدھ سال تک میری بھی شادی ہو جائے گی تو میں لندن چلی جاؤں گی۔ جو کچھ ہے سبھی آپ کا ہے۔" زوناب نپے تلے انداز میں رٹے رٹائے فقرے کہہ رہی تھی۔

"میں اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہوں۔ اماں سے بات کر لیں۔"

"وہ تو میں کر لوں گی بلکہ اس وقت تک کرتی رہوں گی جب تک وہ مان نہ جائیں گی مگر آپ بھی اپنا ووٹ ہمارے حق میں دیجیے گا نا! یہ شہروز بھائی کی تصویر ہے۔" عنائے نے ہاتھ نہیں بڑھایا بس ایک نظر دیکھا۔ کلوزاپ تھا' اچھا خاصا لگ رہا تھا۔

"آپ آئیں گی نا ہمارے گھر؟ میں انتظار کروں گی۔" وہ جاتے ہوئے بار بار کہہ رہی تھی۔

"عنائے! تمہیں پتا ہے یہ کس سلسلے میں آئی تھیں؟" رات سوتے ہوئے اماں نے نہایت سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں.....!" عنائے نے کچھ پل سوچ کے نفی میں سر ہلایا۔

"میں احمر کے کسی کو فوقیت نہیں دوں گی۔" اماں کی سرد سی آواز آئی۔

"زندگی تو مجھے گزارنی ہے نا!"

"اسی لیے تو تیری اوٹ پٹانگ سن اور برداشت کر رہی ہوں۔ آخر برائی کیا ہے احمر میں؟ بتانا اور سمجھانا میرا فرض ہے آگے تیری مرضی۔ میں کوئی زبردستی نہیں کروں گی لیکن بعد میں مجھ سے کوئی شکوہ مت کرنا۔"

عنائے نے کوئی جواب نہ دیا' کروٹ بدل کے آنکھیں موند لیں۔ ایک چہرہ تصور میں نمایاں ہوا۔

تخلیق کائنات کی یہ ریت بڑی نرالی ہے ساغر
جو ہو نہ سکے اپنا اچھا بھی وہی لگتا ہے.....!

"آہ کاش! درخان خاور علوی.....!" اس نے سرد آہ بھری۔ آنسو بے آواز بہنے لگے۔

درخان خاور علوی' عنائے فاطمہ کی پہلی ناکامی تھا۔ ہوتا ہے کبھی کبھار ایسا کہ ساحل پہ بیٹھا انسان بھی تشنہ لب رہتا ہے۔ سامنے اس کی پیاس بجھانے کا سامان ہوتا ہے' ہاتھ بڑھائے اور خواہش پوری کر لے مگر پیروں میں لپٹی بیڑیوں کا کیا کرے.....؟ بے بسی سی بے بسی تھی۔ ایک دفعہ کہنے کی دیر تھی' ہمت کرنے کی دیر تھی' وہ اس کا ہو جاتا مگر اس کی ماں..... عنائے میں نفرت برداشت کرنے کا حوصلہ تھا' نہ کسی سے مسلسل نفرت کیے جانے کا.....! اور سب سے بڑی بات کہ بلقیس بیگم نے ایسا ہونے ہی نہ دینا تھا۔

"تو کیا کہتی تھی اے تقدیر کہ درخان خاور کبھی بھی میرا نہیں ہو سکتا۔ دیکھ لو' میں تم سے جیت گئی۔ پوری زندگی کے لیے نہ سہی' کچھ دنوں کے لیے تو پا لیا نا اسے اور یہی دن میری زندگی کا حاصل ہیں۔ لگتا ہے ان دنوں میں نے ساری زندگی جی لی..... یہ دن میری زندگی کا رائو راہ ہیں اور احمر..... کیوں پسند کروں میں اسے؟ جب درخان نہیں دے رہی تو احمر کیوں لوں.....؟" وہ اپنے تئیں تقدیر کو مات دے رہی تھی۔ وہ ہمیشہ جیتی تھی۔ مگر تقدیر مسکرا دی۔ عنائے کو نہیں پتا تھا اسے اپنے الفاظ کا خراج دینا پڑے گا۔

زوناب کے پرزور اصرار پر وہ اماں کے ساتھ اس کے گھر آئی تھی۔ پوش ایریا میں بنا وہ بے حد خوب صورت بنگلہ دور سے ہی نمایاں تھا۔ سرخ اینٹوں کی روش' دائیں بائیں لان' بے حد کشادہ لاؤنج اور اس میں کیا گیا لکڑی کا کام..... عنائے نے اپنی زندگی میں کم از کم اس سے خوب صورت گھر نہ دیکھا تھا' اماں بھی مرعوب تھیں۔ زوناب بہت خوش خوش ان کی آؤ بھگت میں مصروف تھی۔ شہروز گھر پہ نہیں تھا۔ اس کی دادی بھی انہیں آئے پانچ منٹ ہوئے تھے کہ کہیں چلی گئیں۔ کچھ دیر بتا کے وہ اٹھ کھڑی ہوئیں' زوناب دروازے تک چھوڑنے آئی۔

"زوناب بے بی! بیگم صاحبہ کا فون تھا' وہ شام چھ بجے تک آئیں گی۔" وہ گیٹ سے نکلنے کو تھی جب ملازمہ نے زوناب کو پکار کے کہا۔ اماں نے الجھی نظروں سے دیکھا۔

"بیگم صاحبہ.....!"

"دادی اماں کا کہہ رہی ہیں۔" زوناب نے بغیر پریشان ہوئے تحمل سے جواب دیا۔

گھر آ کے اماں خاموش خاموش سی تھیں۔

"لوگ امیر تو ہیں لیکن اپنے تو اپنے ہوتے ہیں نا' کوئی فراڈ نہ ہو۔"

"فراڈ نہیں ہے' میں نے آئی ڈی کارڈ دیکھا تھا زوناب کا وہاں گھر کا پتا وغیرہ سب ٹھیک تھا۔" متاع آپی اور اماں کو عنائے نے جیسے تیسے منا تو لیا تھا مگر اماں ابھی بھی تذبذب کا شکار تھیں۔

عنائے سیل لے کر کمرے میں آ گئی۔ آج آخری دفعہ اسے درخان سے بات کر کے ہمیشہ کے لیے رابطہ ختم کرنا تھا۔ اپنی اس نامراد کو اس نے ذہنی طور پر قبول کر لیا تھا۔ رہ گیا دل تو وہ خود ہی آہستہ آہستہ سنبھل جاتا۔

"مجھے آج آپ کو سب کچھ سچ سچ بتانا ہے۔ عنائے نے ایس ایم ایس کیا ہی تھا کہ درخان کی کال آ گئی۔

"یعنی سچ جھوٹ بعد میں ہوتا رہے گا' آپ پلیز مجھے ایڈریس دیں۔" وہ التجائیہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ عنائے کا دل ڈوبنے لگا۔ "مما! میری شادی کی ڈیٹ فکس کر رہی ہیں۔ پلیز عینا۔"

"ایک منٹ مسٹر درخان میں نے کہا نا مجھے آج سب کچھ سچ سچ بتانا ہے۔ میں ایک سچائی ہوں ایک سروے کر رہے تھے ہم کہ منگنی شدہ لڑکے اور لڑکیاں' جنہیں پتا ہوتا ہے کہ یہ ہماری منزل ہے یہاں پڑاؤ ہے' وہ دوسرے لڑکے لڑکیوں میں کیوں انوالو ہو جاتے ہیں۔ آخر ایسی کیا وجہ ہے کیا چیز ہے جو انہیں دوسرے لوگوں کی ذات میں دلچسپی لینے پہ مجبور کرتی ہے۔ آئی ایم سوری ٹو سے کہ مجھے تو ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی سوائے کمزور کردار کے....." عنائے کے اتنے سخت الفاظ پہ درخان کافی دیر خاموش رہا پھر کمزور سی آواز میں بولا۔

"آپ کو کوئی حق نہیں کہ میرے جذبات کا مذاق اڑائیں۔"

"آپ کو بھی تو کوئی حق نہیں کہ اتنے خوب صورت لمحیں' دوسروں کے دل اپنے بس میں کریں۔" وہ محض سوچ کر رہ گئی۔ عنائے کی خاموشی پہ وہ بولا۔

"پہلی بات تو یہ کہ مجھے آپ کی اس ساری بات کا بالکل یقین نہیں آپ جتنا گہرائی سے مجھے جانتی ہیں وہ کوئی غیر نہیں جان سکتا۔ نا ہی کوئی اتنے تھوڑے عرصے میں جان سکتا ہے۔ اگر بالفرض آپ کی بات ٹھیک بھی ہے تو بھی میں سنجیدہ ہوں' آپ مجھے اپنا ایڈریس دیں' میں اپنے دل کی پسند چھوڑا نہیں کرتا۔"

"عجیب دل ہے آپ کا..... اور کتنی احمقانہ بات ہے' دو تین مہینے آپ کا فون پہ مجھ سے رابطہ رہا اور آپ کے دل صاحب نے پسند کر لیا مجھے۔ آپ نے مجھے دیکھا ہے.....؟ میں چاہے تیس پینتیس سال کی ہوں' کیا پتا شادی شدہ یا کئی بچوں کی ماں ہوں۔ بیوہ ہوں۔ آپ کو پتا ہے میرے بارے میں کچھ.....!" عنائے اس کے ساتھ ساتھ اپنے دل کو بھی ڈپٹ رہی تھی۔

"میرے دل نے مجھے آپ کے بارے میں جو کہا میں فقط وہ مانتا ہوں۔ اور دل کبھی جھوٹی گواہی نہیں دیتا۔"

"اوہ! پھر وہی دل! سنبھال کے رکھیں اپنے سر پھرے دل کو.....! میز اب بہت اچھی ہے۔ بہت خوش رہیں گے آپ اس کے ساتھ..... میں آج آپ سے ہمیشہ کے لیے رابطہ ختم کر رہی ہوں۔ خدا حافظ!"

"پلیز آپ..... وہ کچھ کہہ رہا تھا مگر عنائے نے کال کاٹ دی۔ آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے سم نکال کے توڑ دی اور سیل بھی وہیں پھینک دیا۔

بہت جدا ہے اوروں سے میرے درد کا سلسلہ
زخم کا کوئی نشاں نہیں اور درد کی انتہا نہیں

"ہوتا ہے ایسے بھی..... جو کام اوروں کو بالکل آسان اور ممکن لگ رہا ہوتا ہے وہ ہمارے لیے بے حد مشکل اور ناممکن ہوتا ہے۔"

اے کاش درخان.....! سسکیاں روکتے اس نے سوچا تھا۔

درخان کا اسے ملنا بھی ناممکن تھا اور وہ یہ بات جانتی تھی۔ آج آخری دفعہ وہ اس کو رو رہی تھی۔

❀.....❀.....❀

شہروز اگلے مہینے کمپنی کی طرف سے دبئی جا رہا تھا۔ جانے سے پہلے وہ نکاح کرنا چاہ رہا تھا۔ اماں بھی رضامند تھیں۔ شادی چھ ماہ بعد زوناب کی شادی کے ساتھ ہی ہونا قرار پائی تھی۔ پانچ دن بعد نکاح تھا اس کا' اماں شاپنگ کی غرض سے گئی تھیں' وہ لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی جب ڈور بیل بجی۔ کسمندی سے بڑبڑاتے ہوئے اٹھ کے اس نے دروازہ کھولا تو سامنے احمر کھڑا تھا۔

"تائی جی ہیں گھر پہ؟"

"نہیں.....!" عنائے نے وہیں کھڑے کھڑے جواب دیا۔

"یہ کارڈ دینا تھا۔" اس نے کارڈ عنائے کی طرف بڑھایا۔ عنائے نے دیکھا' وہ اس کی شادی کا کارڈ تھا۔ اپنی خالہ زاد سے اس کی شادی ہورہی تھی۔ "میں چلتا ہوں۔" وہ جانے کو مڑا۔

"احمر! سنو....." عنائے نے پکارا۔ وہ پلٹا۔

"سدا خوش رہیں۔" عنائے نے تہ دل سے کہا۔

"شکریہ۔" ایک بے بس سی مسکراہٹ اس کے لبوں پہ آرکی۔ عنائے نے اندر آکے کارڈ ایک جانب رکھا اور احمر سے اپنی نفرت کی وجہ سوچنے لگی۔ وہ اسے برا نہیں لگتا تھا۔ وہ اس سے چڑتی تھی' پتا نہیں وہ اس سے چڑتی تھی یا کسی اور سے..... خیر' وہ سب سوچوں کو جھٹک کے ایک بار پھر ٹی وی کی جانب متوجہ ہوچکی تھی۔

❁.....❁.....❁

کل اس کے نکاح کی رسم تھی۔ پارلر والی نے اس کے دونوں ہاتھوں پہ مہندی سے خوب صورت نقش ونگار بنائے تھے۔ وہ اپنے کمرے میں اندھیرا کیے لیٹی تھی۔ اماں اور متاع آپی کی شاپنگ ختم ہونے میں نہ آرہی تھی۔ دفعتاً فون کی بیل بجی۔ اسے کوفت ہوئی۔ یقیناً زوناب کا ہی فون ہوگا۔ کل سے وہ اس کی جان عذاب کیے دیے رہی تھی فون کر کر کے..... عنائے حیران تھی۔ اماں اور متاع آپی کے پاس تو بالکل بھی ٹائم نہیں تھا..... زوناب نے شاپنگ وغیرہ نہیں کرنی..... ہر وقت فون..... اوہ اٹھی اور ریسیور کان سے لگایا۔

"عنائے فاطمہ سے بات ہوسکتی ہے؟" اجنبی آواز تھی۔

"جی بول رہی ہوں آپ کون؟" عنائے نے الجھ کے پوچھا۔

"حسام بات کررہا ہوں۔ میں اسلام آباد میں مباحثے میں آپ کے حزب مخالف میں تھا۔"

"اوہ! ہاں....." عنائے کو بے ساختہ وہ اسکالر شپ مانگتا لڑکا یاد آیا۔

"کچھ حساب برابر کرنا تھا میم! اس لیے کال کی۔" عنائے کا دل زور سے دھڑکا۔

"پیسے آپ کو متاثر نہیں کرتا ہے نا.....! پھر آپ نے احمر پہ شہروز کو فوقیت کیوں دی؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"دیکھیں مسٹر یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

"ذاتیات کچھ بھی نہیں..... شہروز میرا دوست ہے اور زوناب بھی..... آپ نے کہا تھا پیسا آپ کو متاثر نہیں کرتا' ٹھیک..... جب بندہ اپنے منہ سے الفاظ نکالے تو اس کو ذہن میں محفوظ ضرور رکھے۔ آزمائش ہوسکتی ہے۔ احمر سے..... آپ کے کزن سے آپ کا رشتہ طے تھا نا! پھر اسے رد کر کے شہروز کا پرپوزل قبول کرلیا۔ کیوں.....؟ پیسے کی وجہ سے نا.....! ان کا بنگلہ دیکھ کے؟ چہ چہ چہ..... خیر بتانا یہ تھا کہ ہم آپ کے الفاظ کی آزمائش کررہے تھے۔ شہروز اور زوناب میرے دوست ہیں۔ محض ڈراما کررہے تھے ہم' آپ نے سچ سمجھ لیا.....؟" عنائے کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ سہارے کے لیے کسی چیز کو نہ پاکے وہ نیچے بیٹھ گئی۔

"شہروز کی آج رات لندن کی فلائیٹ ہے' ابھی ہم اسی سے پارٹی لے رہے ہیں۔ آواز تو آرہی ہوگی جشن کی.....؟ کل انتظار مت کیجیے گا۔"

ہم تو آپ کو آزمارہے تھے فقط..... ریسرچ کررہے تھے بس۔

"پیسے میں اٹریکشن ہے یا نہیں.....! میں تو فقط ریسرچ کررہی تھی۔" الفاظ اس کے ذہن میں گڈمڈ ہورہے تھے۔

منزل کے ہوتے ہوئے کوئی کیسے بھٹکتا ہے؟

کمزور کردار.....! کمزور کردار.....! کمزور کردار.....!

تقدیر.....! جب تو مجھے میری پسند نہیں دیتی تو میں تیری پسند کیوں لوں.....؟

اور اب تقدیر اس پہ ہنس رہی تھی۔

"سنو مس عنائے فاطمہ صاحبہ! ذرا آف ایوری تھنگ!" اس کی طویل خاموشی کے بعد وہ پوچھ رہا تھا۔

"ایک بات بتاؤ گی.....؟" وہ اس کے الفاظ دہرا رہا تھا۔

"جیت کے قریب پہنچ کر ہارنا کیسا لگتا ہے؟" وہ اس کے الفاظ دہرا رہا تھا۔

"بہت برا..... بے حد برا۔" عنائے کے ہاتھوں سے ریسیور چھوٹ گیا تھا۔ کتنی عجیب بات تھی نا! وہ تقدیر سے مقابلہ کررہی تھی۔ تقدیر کو مات دینا چاہتی تھی۔ وہ ہمیشہ جیتی تھی۔ لیکن ضروری تو نہیں نا کہ وہ ہمیشہ جیتتی ہی رہتی۔ شاید وہ ہمیشہ جیتتی رہتی اگر تقدیر پہ قانع اور تقدیر لکھنے والے پہ بھروسا کرتی' لیکن اس نے تو تقدیر سے مقابلہ شروع کردیا تھا۔ تقدیر نے احمر کی صورت اسے جتوانا چاہا تھا مگر اس نے خود اپنے حصے میں مات لکھوائی تھی۔ تقدیر کو مات دینے کے چکر میں اور تقدیر بھی شاید ریسرچ کررہی تھی کہ یہ مجھ پہ قانع رہتی ہے یا نہیں.....!

کوئی پھول جیسی تتلی نہ ستارے جیسا جگنو
تیرے بعد بس اندھیرے مرے ساتھ ہم قدم ہیں
وہ تو خود ہے کرچی کرچی مرے رنج کیا سمیٹے
میرے دکھ کو کیسے سمجھے اسے اپنے لاکھ غم ہیں

نورین باجی اس سنڈے بھی اس کے لیے بیسیوں رشتے لائی تھیں۔ کنوارے' رنڈوے' چار بچوں والے' کوئی ادھیڑ عمر فیکٹری مالک۔

"خدا کو مانو نورین! اب میری بیٹی مجھ پر اتنی بھی بھاری نہیں ہے۔" اماں تو سن کے خفا ہوگئی تھیں۔

"اماں! اب اس عمر میں ایسے ہی رشتے آئیں گے' اپنی ثمرین خیر سے تیس کراس کرچکی ہے۔" نورین بے حد صاف گوئی سے بولی۔ اسے ماں کا یوں برافروختہ ہونا اچھا نہ لگا۔

"ایک تو خود رشتے ڈھونڈنے کا کہتی ہیں' اگر بے حد چھان بین کے بعد ایک دو رشتے لاؤں تو بغیر تفصیل جانے جھٹ سے ناں کردیتی ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے پر یہ چار بال بچوں والا' یہ پچاس سال کا رنڈوا..... میرا دل نہیں مانتا۔" اماں تذبذب کا شکار ہوئیں۔

"ارے اماں! کوئی ہتھیلی پر سرسوں تو نہیں جمانی' آنے جانے' ملنے ملانے ایک دوسرے کو دیکھنے بھالنے میں بھی کافی وقت لگتا ہے لیکن نامناسب تاخیر بھی ٹھیک نہیں' میری شادی پہ ثمرین میٹرک کرچکی تھی' اب خیر سے میری مہرین 9th میں آچکی ہے اب آپ خود اندازہ لگالیں۔" نورین بے حد رسانیت سے بولی۔

صحن میں بیٹھی ماں' بہن کی گفتگو کچن کی کھڑکی سے صاف اس تک پہنچ رہی تھی لیکن کسی قسم کے جذبات کا اظہار کیے بغیر وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ آلو چھیلتی رہی۔ کبھی نورین باجی کے لائے ہوئے ان رشتوں پہ وہ خفا ہوکر چیخ پڑتی تھی' اپنی سوتیلی بہن اور نجانے کن کن القاب سے پکارتی رہتی' ہفتوں ناراض رہتی نہ بولتی۔

اماں بھی اس کے شدید ردعمل کو دیکھ کر نورین پہ چڑھ دوڑتیں۔ وقت گزرتا گیا' نورین بغیر بُرا مانے اس کے لیے چن چن کر رشتے لاتی رہتی۔ وہ نہ تو اب ان سے خفا ہوتی نہ ان کے لائے رشتوں میں کیڑے نکالتی' بس اماں ابھی تک اپنی پرانی روش پر قائم تھیں۔

وہ بھی کیا کرتیں' ماں تھیں انہیں ہر ماں کی طرح اپنی چھوٹی اولاد نسبتاً باقی بچوں سے زیادہ پیاری تھی پھر ثمرین تو تھی ہی ان کی ہو بہو تصویر۔ اونچا لمبا قد' چوڑے ڈیل ڈول' پکی سانولی رنگت' معمولی نین نقش جب کہ نورین اپنے ابا کا پرتو تھی' بالکل ویسی ہی خوب گوری چٹی' لمبا سروقد' گہری آنکھیں بھی تو سولہواں سن بمشکل لگا تھا کہ بیری پہ وہ تڑاتڑ پتھر برسے تھے کہ گھبرا کر اماں ابا نے جاوید احمد کے ساتھ بہت نوعمری میں رخصت کردیا۔

❁.....❁.....❁

ہر اتوار کی طرح اس نے آج بھی نورین باجی کے لیے لنچ پہ خاصا اہتمام کرلیا تھا۔ قورمہ' بریانی' کھیر ملائی' آئس کریم نجانے کیا کیا۔ ان کے بچوں کے آنے سے گھر میں رونق تو ہوجاتی لیکن ہر چیز تلپٹ ہوکر رہ جاتی تھی۔ اماں خفا ہوکر ان پر چلاتی رہتیں لیکن ثمرین کو یہ ہنگامہ بہت اچھا لگتا۔

اس نے ایک پلیٹ میں بریانی نکالی' باؤل کو قورمے سے بھرا' باؤل کے اوپر پلیٹ رکھ کر وہ باہر نکل آئی۔

"یہ کیا میں آٹھویں دن ماں کے گھر آئی ہوں اور تمہیں کہیں اور کا سیر سپاٹا سوجھ رہا ہے۔" نورین اسے چادر اوڑھتا دیکھ کر جتا کر بولی۔

"ارے باجی! آپ شام تک تو یہیں ہیں' واپس آکر آپ سے گپ شپ لگاتی ہوں' زیادہ دور نہیں جارہی بس یہیں آنٹی خالدہ کو بریانی دے کر آتی ہوں۔" ثمرین نے مسکرا کر وضاحت دی۔

"ہاں ہاں بھئی' جانتی ہوں پہلے معدہ خوش ہوگا تبھی تو دل

تک رسائی ہوگی۔ معدہ کا رستہ بخوبی پار ہوگا پھر کہیں جا کے جاگیر دل میں کوئی کونا نصیب ہوگا۔" نورین معنی خیزی سے نظریں گھما کے شرارتی انداز میں بولی تھی اور ثمرین محض مسکراتے ہوئے باہر نکل آئی۔

خالدہ آنٹی اسے لان میں ہی مل گئی تھیں' فوارے سے گملوں کو پانی دیتے ہوئے۔ ان کا واحد مشغلہ باغبانی تھا' ڈیڑھ کنال کے گھر کا بیشتر حصہ ہمہ قسم کے پھلوں اور پھولوں پہ مشتمل تھا۔

نورین کو ان کا گھر جنت کا ایک ٹکڑا لگتا' چار سو پھولوں کی قطاریں' رنگوں کی بہار' موسمی پھولوں کا ایک وسیع ذخیرہ ان کے پاس اکٹھا تھا صرف گلاب ہی بیس رنگوں سے زیادہ تھے۔

"ارے ثمرین بیٹا! تم کب آئیں؟" اس پہ نظر پڑی تو خوش دلی سے پوچھا۔

"بس آنٹی ابھی ابھی' آپ اپنے پودوں کے چاؤ اٹھانے میں اتنی مصروف تھیں کہ آپ کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہ سمجھا۔" اس نے مسکراتے ہوئے برتن لان میں رکھی ٹیبل پہ رکھ دیئے اور خود چیئر پر بیٹھ گئی۔

خالدہ آنٹی بھی فوارہ رکھ کر اس کے پاس ایک چیئر پر آبیٹھیں۔

"ثمرین! تم نے زینیا کو دیکھا ہے کیسے اپنا رنگ دکھا رہا ہے؟" انہوں نے بچوں کے سے اشتیاق سے اس سے پوچھا۔

"جی آنٹی! زینیا تو زینیا' ڈیلیا نے بھی پورے ماحول کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔" اس نے تائیدی انداز میں سر ہلاتے ہوئے نظریں پھولوں پر مرتکز کیں۔

"پتا ہے یہ پینزی مجھے کبھی بلی کی طرح لگتا ہے تو کبھی مکی ماؤس کی طرح اور کبھی تو جیسے بھالو ہو بالکل۔" خالدہ آنٹی مخاطب تو اس سے تھیں لیکن محبت بھری نظروں سے اپنے پھولوں کی بلائیں لے رہی تھیں۔

"نمائشی گوبھی کے پھولوں نے گرگٹ کی طرح کئی رنگ بدلے ہیں۔" وہ بے ساختہ ہنستے ہوئے بولیں تو وہ قصداً ہنس پڑی۔

وہ جتنی دیر ان کے ساتھ بیٹھی رہی بس اسی قسم باتیں کرتی رہیں۔

"پٹونیا' پکوٹی اور اسٹاک اگرچہ دیر سے نکلے ہیں' مگر خوب نکلے ہیں۔ مسمری سے تو موسم بہار کا رنگ شرما رہا ہے۔ موتیا' رات کی رانی اور دن کا راجہ اگر نہ ہوتے تو میرا آنگن خوشبو سے خالی ہوتا۔" ثمرین کو ان پھولوں کے نام تو کیا یاد ہوتے فی الحال تو ان کی پہچان بھی صحیح طور سے نہ ہو پائی تھی۔

خالدہ آنٹی کہتیں

"ثمرین! تم نے میرے گل نسترن تو دیکھے ہی نہیں۔" اور وہ انتہائی شوق و دلچسپی سے گلِ انجبار کو ہاتھ لگا کر ان کی خوب صورتی اور لطافت کو سراہنے لگتی۔ خالدہ آنٹی اس کی باغبانی کے متعلق کم علمی پہ خوب ہنستیں اور وہ پشیمانی سے ہاتھ ملتے ہوئے اشوکا اور ایروکیریا کے پودوں میں دل ہی دل میں فرق ڈھونڈنے لگتی۔

خالدہ آنٹی کے اس شوق سے سبھی واقف تھے' ان کے شوہر اور اکلوتا بیٹا ملک یا ملک سے باہر جہاں بھی جاتے ان کے لیے نایاب اور مہنگے پودے لے کر آتے تھے اس کے علاوہ انہیں کوئی اور گفٹ پسند ہی نہ آتا۔ ان کے عزیز رشتہ دار بھی ان کے شوق کی تسکین کی خاطر بیج' پنیری اور قلمیں لے کر آتے۔

ثمرین جب بھی ان کے گھر آتی وہ انہیں اپنے باغ کی تن دہی سے نگہداشت کرتی ہوئی پاتی۔ کبھی کھر پی تو کبھی کسی' کہیں کھاد تو کہیں اسپرے اسے خالدہ آنٹی کی کمپنی مزہ دیتی تھی۔ درحقیقت اسے یہ پھولوں میں گھرا دو منزلہ ماربل کا گھر بہت اچھا لگتا تھا' بہت اپنا اپنا اور اس گھر کے مکین بھی۔

❀......❀......❀

دسمبر کی نرم گرم دھوپ اعصاب کو سکون بخشتی تو سرد اور خشک ہوائیں جسم میں دراڑیں سی ڈال دیتیں۔ دن اتنے چھوٹے کہ دن ختم ہو جاتا لیکن کام ختم نہ ہوتے۔

وہ اماں کی ٹانگوں پر سرسوں کے تیل کی مالش کر رہی تھی کہ محلے کے بچے نے آ کر پیغام سنایا۔

"ثمرین باجی! آپ کو خالدہ آنٹی بلا رہی ہیں۔" وہ تیل کی شیشی ڈھکن سے بند کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اماں سے جانے کی اجازت طلب کی اور وہ بھلا کیوں منع کرتیں۔

پورے گھر میں تنہائی کی ماری' پھولوں سے باتیں کرتی ایک خوش اخلاق عورت' جو اُن کی بے حد عزت کرتی تھی۔ دو ڈھائی سال قبل وہ لوگ ان کے محلے میں آ کر مقیم ہوئے تھے' ایک دو گھر چھوڑ کر ان کا گھر تھا۔ میاں روزی کے سلسلے میں کہیں ایک شہر میں تھا تو اکلوتا بیٹا حصولِ تعلیم کے لیے

دوسرے شہر۔

اس لیے انہوں نے ثمرین کے خالدہ کے گھر وقت بے وقت جانے پر کبھی پابندی نہیں لگائی تھی۔ خالدہ آنٹی اسے ہمیشہ کی طرح دیکھ کر خوش ہوئی تھیں۔

"میں نے پیالے میں مہندی گھول رکھی ہے' آج تیز دھوپ نکلی ہے سردی معمول سے ذرا کم لگ رہی ہے سوچا تم سے مہندی لگوا لوں۔ سامنے سے تو میں اچھے سے لگا لیتی ہوں' مگر پیچھے بالوں میں مجھ سے نہیں لگ پاتی۔" انہوں نے بلاوے کی وجہ اس کے گوش گزار کی۔

وہ ٹاول لپیٹ کر کرسی پہ بیٹھ گئیں اور وہ برش کی مدد سے بے حد توجہ سے ان کے بالوں میں مہندی لگانے لگی۔

وہ اکثر و بیشتر ان کے ایسے کام بخوشی نمٹا دیا کرتی جیسے سردیوں کی آمد پر اسٹور سے رضائیاں' کمبل اور کھیس نکال کر دھوپ میں پھیلانا' کنستر کی صفائی' نئے پرانے کپڑوں کی چھانٹ' پردوں کی دھلائی۔ اس دن بھی انہوں نے سویرے سویرے اسے بلا بھیجا۔

"میری ماموں زاد شگفتہ کئی سالوں بعد میرے گھر کا آج چکر لگا رہی ہے' میں چاہتی ہوں معمول کے سادہ مینو سے ہٹ کر کوئی چیز پکاؤں' مجھے تمہاری مدد درکار ہے۔" اور ثمرین نے انہیں آرام سے کرسی پر بٹھا کر کچن کا سارا کام خود سنبھال لیا۔

خالدہ آنٹی اسے ہدایت دیتی گئیں اور وہ بے حد مستعدی سے کئی ڈشز بہت کم وقت میں تیار کر کے فارغ ہو چکی تھی۔

شگفتہ' خالدہ آنٹی کی طرح بہت خوش اخلاق اور ملنسار تھیں' اس کی بنائی ایک ایک چیز کی کھلے دل سے تعریف کی۔

"لڑکی! تمہیں تو کوئی پروفیشنل شیف ہونا چاہیے۔" کباب بے حد رغبت سے کھاتے ہوئے انہوں نے اسے سراہا۔

اپنی تعریف سن کے اس کا سانولا چہرہ چمک اٹھا۔

"ارے شگی! تم کھانے پر حیران ہو رہی ہو۔ ثمرین کے ہاتھوں میں جادو ہے جادو' کیا کھانا پکانا' سلائی' کڑھائی' بنائی' کون سا ہنر ہے جو اسے نہیں آتا۔ دسوں انگلیاں دسوں چراغ ہیں' نسوانیت کے ہر جوہر سے آراستہ......" وہ خالدہ آنٹی کی اتنی تعریفوں پر جھینپ گئی۔

"بس آنٹی! اتنا مبالغہ بھی نہ کریں۔"

"ارے تم تو کسرِ نفسی سے کام لے رہی ہو' بھلا آج کل کی لڑکیوں کو سوائے چہرے کی لیپا پوتی کے آتا ہی کیا ہے۔ گھر کے کاموں سے تو کوسوں دور بھاگتی ہیں' میں سچ کہہ رہی ہوں شگفتہ! یہ بخت آور جہاں بھی جائے گی اس گھر کو اجالوں سے بھر دے گی۔" خالدہ اب شگفتہ سے مخاطب تھیں۔

"وہ گھر یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔" بے حد قیمتی ساز و سامان سے آراستہ وسیع ڈرائنگ روم پر نظر دوڑاتے ہوئے اس نے

خدایا رحم کر ہم پر

نہ ہے تفریقِ خیر و شر نہ فکر عقبیٰ و محشر
کہیں جھگڑوں میں کٹتے سر' کہیں جینا ہوا دوبھر
ستم یہ ختم کر ہم پر' خدایا رحم کر ہم پر
کہیں قرآن سے بے زاری نہ سنت سے رہی یاری
زنا و سود و میخواری' فقط باقی ہے خودداری
قبائے امن کر ہم پر' خدایا رحم کر ہم پر
کہیں چوری چکاری ہے' کہیں سرمایہ داری ہے
فساد و قتل جاری ہے' فضائے خوف طاری ہے
نہ ہو خوف و خطر ہم پر' خدایا رحم کر ہم پر
ہر اک دولت پہ ہے مرتا' ہے بھائی بھائی سے لڑتا
نہ فکر آخرت کرتا ہے' نہیں تجھ سے کوئی ڈرتا
فقط تیرا ہو ڈر ہم پر' خدایا رحم کر ہم پر
بدی کا پھیلتا سایا' جہاں کو ڈوبتا پایا
قیامت کا سماں چھایا' تھا حضرت نے فرمایا
ہو عفو و درگزر ہم پر' خدایا رحم کر ہم پر
مسلمانوں کو گرما دے' انہیں ایمان لوٹا دے
اس آتش کو بھڑکا دے' دل مسلم کو تڑپا دے
ہو رحمت کی نظر ہم پر' خدایا رحم کر ہم پر
ستم کی شام ہو جائے' یہ شر ناکام ہو جائے
شریعت عام ہو جائے' تیرا انعام ہو جائے
کھلے ایمان کا در ہم پر' خدایا رحم کر ہم پر

سمیرا ادریس......کوٹ رادھا کشن

چپکے سے سوچا۔

"میں جب بھی بلاؤں' دوڑی دوڑی آتی ہے' مجال ہے جو کبھی کسی کام سے انکار کیا ہو۔ ایسی شریف' سنجیدہ اور ہر کام میں طاق۔ خدا نے مجھے بیٹی نہیں دی اگر دی ہوتی تو وہ بالکل ثمرین جیسی ہوتی۔"

"تو بہو بھی تو بیٹی ہی ہوتی ہے ناں۔" اس کا دل بول پڑا۔

"ماشاء اللہ..... ماشاء اللہ۔" شگفتہ ساری گفتگو کے دوران تائیدی انداز میں سر ہلاتی رہیں۔

اتنی زیادہ تعریفوں نے اس کے پسند دل کو خوشی سے بھر دیا تھا' وہ بہت مطمئن سی آنٹی خالدہ کے گھر سے لوٹی تھی۔

❁.....❁.....❁

نورین اس سنڈے آئی تو ثمرین کو دیکھ کر دھک رہ گئی۔ بے حد سانولی رنگت سیاہ پڑ چکی تھی' آنکھوں میں پیلاہٹ' پھٹے ہوئے خشک ہونٹ' بے حد کمزور جسم۔

"ثمر! یہ کیا حالت بنا رکھی ہے' پگلی یوں خود کو گھولنا کہاں کی عقل مندی ہے۔" نورین تاسف سے بولی' اسے حقیقتاً اپنی بہن کی خستہ حالی نے دکھ پہنچایا تھا۔

"تمہیں کتنا سمجھایا تھا' ہم مڈل کلاس لڑکیاں اتنے مہنگے خواب دیکھنا افورڈ کر ہی نہیں سکتیں' اب دیکھ لیا ناں اپنی نادانی کا نتیجہ۔" نورین تاسف سے بولی۔

"سچ باجی! میں نے اس رشتے کے لیے کتنے پاپڑ بیلے تھے' آپ اندازہ نہیں کر سکتیں۔" ثمرین رندھے ہوئے لہجے میں بولی' آنکھیں آنسوؤں سے جھلملا اٹھی تھیں۔ "ایک دن کہا کہ پودوں کے لیے مجھے قدرتی کھاد یعنی گوبر چاہیے اور میں عقل سے پیدل پورا شاپر بھر کر گوبر لے گئی تھی' اتنا غلیظ کام..... چھی!"

"ہاہاہا....." باوجود گمبھیر صورتِ حال کے نورین ہنستی چلی گئی۔

"ہائے عشق! ہم نے تیرے واسطے کیا کیا نہ کیا۔" نورین نے ایک مصنوعی ٹھنڈی سانس بھری۔

"آپ یقین مانیں میں نے جتنے کام اس گھر کے کیے ہیں اتنے تو اپنے گھر کے بھی نہیں کیے۔" شدت جذبات سے ثمرین کی آواز بلند ہو گئی۔

"اس مکار' فریبی بڑھیا کے پاؤں تک دبائے' سر کی مالش کی' کسی نوکرانی کی طرح کپڑے دھوئے' کھانے بنائے مگر مجال ہے جو اس بڈھی کھوسٹ نے احسان مانا ہو۔" ثمرین بے حد غصے سے بولتے ہوئے اپنے جلے دل کی بھڑاس نکال رہی تھی۔

"ویسے تو اوپری دل سے ہر وقت ثمرین ثمرین کی مالا جپتی رہتیں' ثمرین میری بیٹی ہے' یہ تو ہیرا ہے ہیرا۔ جس گھر جائے گی اجالا بکھیر دے گی' ہونہہ..... منافق!" ثمرین نے تنفر سے خالدہ آنٹی کی نقل اتاری تھی اور کمرے سے باہر کھڑی بغور ان دونوں کی گفتگو سنتی خالدہ صدمے اور حیرت سے اپنی جگہ جم گئی تھیں۔

"مکار..... فریبی..... بڑھیا....."

ان کے کانوں میں مسلسل انہی الفاظ کی بازگشت ہو رہی تھی۔

تقریباً مہینہ ہونے کو آ رہا تھا ثمرین نے ان کے گھر آنا چھوڑ دیا تھا۔ آخری بار جب انہوں نے اپنے اکلوتے بیٹے بابر کی اپنی بھتیجی ماہا کے ساتھ بات پکی ہونے کی خوش خبری سناتے ہوئے مٹھائی اس کے سامنے رکھی تھی پھر اس دن کے بعد ثمرین نے ان کے گھر قدم نہیں رکھا۔ پہلے پہل وہ سمجھیں کسی مصروفیت میں گھری ہو گی پھر خیال آیا وہ بیمار بھی تو ہو سکتی ہے۔ یہی خیال انہیں آج اس کی مزاج پرسی کے لیے اس گھر کی دہلیز پر لے آیا تھا' گھر میں داخل ہوتے ہی انہیں کوئی ذی روح دکھائی نہ دی۔

ایک کمرے سے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں وہ اُدھر چل پڑیں' مگر اندر سے نفرت بھری ثمرین کی آواز سن کر باہر ہی رک گئیں۔ ثمرین انہی کی بات کر رہی تھی مگر اس گستاخی اور بدتمیزی کے ساتھ..... وہ تو ہلنے جلنے کے قابل نہ رہیں۔

"خوامخواہ اس چالاک عورت کے پاس اپنا ٹائم ضائع کیا' بے تکی اور فضول باتیں سنیں' گل نسترن' گل نرگس' گل یاسمین' گل انجبار' گل داؤدی..... میرا تو سر کھا جاتیں یہ گل کا لاحقہ سنا سنا کر۔" اندر پھر ثمرین ان کی ذات کے پرخچے اڑا رہی تھی۔

خالدہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے' ان کا دل زور زور سے رونے کو چاہا اپنی اس تذلیل پر نہیں بلکہ بن بیاہی لڑکیوں کے دکھ پر۔

قسط نمبر 8

اداس شامیں، اجاڑ رستے کبھی بلائیں تو لوٹ آنا
کسی کی آنکھ میں رتجگوں کے عذاب آئیں تو لوٹ آنا
میری وہ باتیں تو جن پر بے اختیار ہنستا تھا کھلکھلا کر
بچھڑنے والے میری وہ باتیں تجھے کبھی رُلائیں تو لوٹ آنا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

عادلہ اور اس کی والدہ ایاز کا پرپوزل شہوار کے لیے لے کر آتی ہیں جس پر ماں جی، صبا اور عائشہ ششدر رہ جاتی ہیں۔ ماں جی عادلہ کو مصطفیٰ اور شہوار کے رشتے کی بابت علم کے باوجود رشتہ لانے پر باز پرس کرتی ہیں جس پر بیگم عبدالقیوم شہوار کی ذات کے پرخچے اڑا دیتی ہیں جس پر مہرالنساء بیگم سیخ پا ہو جاتی ہیں جب کہ دروازے کے پاس کھڑی شہوار ان کی باتیں سن کے روتے ہوئے کمرے میں چلی جاتی ہے۔ تابندہ بی شہوار کی طبیعت پوچھنے کے لیے فون کرتی ہیں جس پر شہوار مصطفیٰ اور اس کے رشتے سمیت اپنی پہچان کے حوالے سے شدید ردعمل کا اظہار کرتی ہے جس پر تابندہ بی ششدر رہ جاتی ہیں جب کہ دوسری طرف مہرالنساء بیگم شاہ زیب صاحب سے عادلہ اور اس کی والدہ کی آمد کا ذکر کرتی ہیں اور ساتھ مصطفیٰ اور شہوار کے جلد نکاح پر زور دیتی ہیں۔ انا اپنی دلی حالت سے بے خبر غزل سننے میں مگن ہوتی ہے جب ہی ولید بنا اجازت کمرے میں آ جاتا ہے اور اس کے رونے سے متعلق استفسار کرتا ہے جس پر انا شدید سرد مہری کا مظاہرہ کرتی ہے، نتیجتاً ولید کا ہاتھ انا کے گال پر اپنا نشان چھوڑ جاتا ہے اور وہ ساکت رہ جاتی ہے۔ کافی چھٹیوں کے بعد شہوار کالج جانے کی تیاری کرتی ہے، کالج میں ہاشم اور اس کے ساتھی شہوار کو خوش آمدید کہتے ہوئے اپنے تعاون کی یقین دہانی کراتے ہیں۔ انا سے ملنے کے بعد شہوار کا موڈ کافی خوش گوار ہو جاتا ہے جب ہی اچانک کشف مرتضیٰ بھی ان کے پاس چلی آتی ہے۔ چیئرمین شہوار کو بلوا کر اس سے معذرت کرتے ہوئے ایاز والے معاملے میں اپنے تعاون کی مکمل یقین دہانی کراتے ہیں جس پر شہوار ہلکی پھلکی ہو جاتی ہے، ادھر اُدھر کی رسمی گفتگو کے دوران شہوار انا سے روشی کی فیملی کے متعلق استفسار کرتی ہے، انا کے جواب پر شہوار کافی دلچسپی کا اظہار کرتی ہے۔

اب آگے پڑھیے۔

وہ اپنے آفس میں تھا جب ہی صبا کی کال آئی کہ تابندہ بی آج دوپہر میں حویلی کے ملازم بخشو اور ملازمہ تاج کے ہمراہ آئی ہیں، اس قدر اچانک آمد پر وہ چونکا۔ اس نے صبا سے آنے کی وجہ بھی پوچھی تھی مگر وہ خود بھی لاعلم تھی اسے کیا مطمئن کرتی؟ شہوار کالج میں بھی وہ پرسوں والے رویے کے بعد اس سے ناراض بھی تھا مگر شہوار کو قطعی پروا نہ تھی بلکہ آج صبح جس طرح کا اس کا رویہ تھا اس کی جگہ کوئی عام انسان ہوتا تو فوراً سے پیشتر اپنا ٹمپرامنٹ لوز کر جاتا مگر وہ یہ سوچ کر سہہ گیا تھا کہ وہ پرسوں والے رویے کے بعد محض اب اس کی ضد میں جان بوجھ کر ایسا رویہ اپنا رہی ہے۔ جس طرح ایاز کی طرف سے حالات تھے وہ اسے اس کے حال پر چھوڑ کر ایک طرف بھی نہیں ہو سکتا تھا اور بہرحال اس نے پوری ایمانداری سے اس کی ذمہ داری اٹھائی ہوئی تھی۔ مصطفیٰ نے وقت دیکھا شہوار کے کالج سے آف ہونے والا تھا صبح اس نے خود آنے کا کہا تھا۔ اب تابندہ بی کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے سوچا کہ شہوار کو لیتے ہوئے گھر جائے تاکہ پتا تو چلے کہ بوا کی آمد کس مقصد کے تحت ہوئی ہے یا پھر شہوار نے انہیں بلوایا ہے۔ فرض کرو اگر بلوایا بھی ہے تو کیوں؟

اس نے امجد خان کو بلوا کر اپنی غیر موجودگی میں سب معاملات کو ہینڈل کرنے کی تلقین کی اور آفس کی طرف سے مطمئن ہو کر وہ شہوار کو پک کرنے چلا آیا۔ اس وقت کالج آف ہونے کا وقت تھا۔ وہ وقت پر وہاں پہنچ گیا تھا۔ اسے دس پندرہ منٹ انتظار کرنا پڑا کہ شاید وہ خود ہی باہر آ جائے۔ وہ نہیں آئی تو اس نے موبائل نکال کر اس کا نمبر ملایا۔ چند بیلز کے بعد کال ریسیو کر لی گئی۔

"ہیلو۔" شہوار کی آواز سنائی دی انداز یوں تھا گویا مجبوراً کال ریسیو کرنا پڑی ہو۔

"میں گیٹ پر ویٹ کر رہا ہوں، جلدی باہر آؤ۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا۔

"مگر آپ کیوں آئے ہیں ڈرائیور کہاں ہے؟" اس نے جرح کی۔

"صبح میں نے تمہیں کہا تھا نہ کہ میں پک کروں گا؟ آفس سے اٹھ کر آیا ہوں میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے جلدی باہر آؤ۔" مصطفیٰ نے طنز اور تحکم سے کہا۔ تو وہ اس انداز پر سلگ اٹھی۔

"مجھ پر احسان جتانے کی ضرورت نہیں، نہ صبح میں نے آپ کو ساتھ چلنے کو کہا تھا اور نہ ہی اب باؤنڈ کیا ہے۔" دوسری طرف سے خاصا تلخ جواب ملا تھا۔

"تم آتی ہو یا میں اندر آؤں؟" اس کی تلخی پر مصطفیٰ کا بھی پارہ ایک دم ہائی ہوا۔ جواباً غصے سے موبائل بند کر دیا۔

مصطفیٰ نے غصے سے موبائل کو گھورا مگر یہ بچت رہی کہ اگلے تین چار منٹ کے انتظار کے بعد شہوار کی شکل گیٹ پر دکھائی دی تو اس نے اطمینان بھرا سانس لیا۔ اسے آتا دیکھ کر اس نے فرنٹ ڈور کھول دیا تو وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔ صبح کی طرح اس وقت اس نے کوئی بحث و تکرار نہ کی تھی شاید کالج کے باہر رش کی وجہ سے برداشت کر گئی ہو۔

"کیسا گزرا آج کا دن؟" مصطفیٰ نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔

شہوار نے ایک ناراض سی نگاہ ڈالی اگر صبح وہ ایاز والے قصے کے بارے میں وضاحت نہ کر چکا ہوتا تو قطعی جواب نہ دیتی۔

"ٹھیک گزرا۔" بڑا روٹھا انداز تھا۔

"ایاز اور اس کے ساتھی آئے تھے؟" گاڑی ڈرائیو کرتے سرسری سی نگاہ شہوار پر بھی ڈالی۔

"وہ نظر نہیں آئے۔" اس نے مختصر کہا مصطفیٰ نے پھر دیکھا وہ اس کے بجائے سامنے دیکھ رہی تھی۔

"اور کوئی خاص بات؟" اس کی ایک ہی ٹون پر مصطفیٰ نے گھورا مگر وہ متوجہ کب تھی جو توجہ دیتی۔

"چیئرمین صاحب نے اپنے آفس میں بلوایا تھا چند اساتذہ کی موجودگی میں۔"

شہوار نے "خاص بات" کی وضاحت کر دی۔ مصطفیٰ نے چونک کر اسے دیکھا مگر وہ اب بھی متوجہ نہ تھی۔

"کیا کہہ رہے تھے؟" اس نے رفتار آہستہ کی۔

"آپ کے کالج آنے اور کمپلین کرنے کے بارے میں بتایا تھا۔" اس نے کچھ جتانے والے انداز میں کہا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔ شہوار کے انداز نے اسے ہنسنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"تو پھر مزید کیا بات ہوئی؟" شہوار نے سر اٹھا کر دیکھا مصطفیٰ کی ہنسی زہر لگی اس وقت۔

"یہ آپ چیئرمین صاحب سے دوبارہ آ کر پوچھ لیں۔" مصطفیٰ نے دیکھا وہ خفگی سے جواب دے کر کھڑکی کی طرف منہ موڑ گئی تھی۔ اس نے اپنی ہنسی نچلا ہونٹ دانت تلے دبا کر روکی۔

"ہاں میں بھی سوچ رہا ہوں کہ ہر دوسرے دن چیئرمین صاحب کے پاس چکر ضرور لگا لیا کروں۔" شہوار نے خاصی بے چارگی سے دیکھا مصطفیٰ نے بھی اسی وقت دیکھا۔ لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ تھی وہ سلگ اٹھی۔

"کیا خیال ہے پھر؟" وہ پوری جان سے سلگی۔

یہ شخص جان بوجھ کر اسے ستانے کو کہہ رہا تھا وہ لب بھینچ کر باہر دیکھنے لگے کچھ لمحے اسی طرح خاموشی سے سرکنے لگے۔

"تم نے آج کل میں تابندہ بوا سے کوئی بات کی تھی؟" اس نے فوری چونک کر مصطفیٰ کو دیکھا۔ تو کیا امی جان نے اسے کال کر کے سب بتا دیا میں نے منع بھی کیا تھا۔

"مطلب؟" وہ سلگ اٹھی۔ انداز یوں تھا گویا اندرون خانہ چنگاریاں سی بھڑک اٹھی ہوں۔

"مطلب تو تم ہی بہتر سمجھتی ہو گی، تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اس وقت تابندہ بوا شہر آ چکی ہیں۔" مصطفیٰ کی اطلاع پر وہ حیرت زدہ رہ گئی۔

"امی شہر آئی ہوئی ہیں، کب؟" اس اطلاع پر وہ یکدم حیران رہ گئی تھی۔ اس کی حیرانگی اتنی نیچرل تھی کہ مصطفیٰ نے بغور دیکھا یعنی وہ تابندہ بی کی آمد سے بے خبر تھی۔

"لاسٹ اطلاع تو مجھے یہی موصول ہوئی تھی ابھی ملا نہیں ویسے کنفرم اطلاع ہے یہ ضرور کہہ سکتا ہوں۔" شہوار ایک دم پرجوش ہوا تھی۔

"تو آپ اتنے لیٹ کیوں آئے تھے لینے، امی آئی کب تھیں اور مجھے اب کیوں بتا رہے ہیں فوراً اطلاع نہیں دے سکتے تھے۔"

”محترمہ میں وقت پر ہی لینے آیا تھا آپ ہی لیٹ کالج سے باہر نکلی اور آج دوپہر میں ہی بوا جی آئی ہیں۔“ شہوار نے ایک دم سر ہلا دیا وہ ایک دم فراموش کر گئی کہ وہ اس سے کس قدر خفا ہے۔

”رات بوا جی سے اس کی بات ہوئی تھی مگر تب انہوں نے کچھ نہیں بتایا تھا اس کا مطلب تھا کہ اس سے بات کرنے کے بعد انہوں نے آنے کا پروگرام بنایا تھا مگر وہ آئی کیوں ہیں؟ وہ تو انتہائی ضرورت کے باوجود بہت کم شہر آتی تھیں حتیٰ کہ شادیوں میں بھی وہ نہیں آتی تھیں اس بار کیونکر انہوں نے چکر لگا لیا تھا وہ ایک دم الجھ گئی تھی۔

”امی کس کے ساتھ آئی ہیں؟“ کچھ توقف کے بعد اس نے مصطفیٰ کو دیکھا۔ اب کے انداز پر سوچ تھا۔

”صبا نے کال کی تھی بقول اس کے بخشو اور ملازمہ تاج کے ہمراہ۔“ مصطفیٰ کے جواب پر اس نے سر ہلا دیا مگر اندر سے جیسے پکڑ دھکڑ سی شروع ہو گئی تھی۔ جی چاہ رہا تھا کہ فوراً اڑ کر ماں کے پاس پہنچ جائے۔

”پرسوں جو ہمارے درمیان بات چیت ہوئی تھی تم نے اس کا تذکرہ کہیں بوا جی سے تو نہیں کر دیا؟“ مصطفیٰ کو جو بات کھٹک رہی تھی اس نے آخر کار پوچھ ہی لی شہوار براہ راست اس سوال پر ایک لمحے کو ٹپٹائی۔

”اگر کر بھی دیا ہو تو؟“ چند پل خاموش رہنے کے بعد اس نے سنجیدگی سے کہا۔

”میں تمہیں اتنا کم عقل نہیں سمجھتا تھا۔“ مصطفیٰ کو تاسف نے آ گھیرا۔

”وہ میری ماں ہیں اور میری ان سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔“ مصطفیٰ کے انداز نے اسے پھر سلگا دیا تھا۔ ایک دم بے مروتی سے بولا۔

”یہ تو اور بھی شدید افسوس کی بات ہے کہ تم ان کی بیٹی ہو کر انہیں اذیت دینے سے باز نہیں آ رہی۔“ مصطفیٰ کا لہجہ نہ صرف سلگتا ہوا تھا بلکہ اچھا خاصا طنزیہ بھی تھا وہ تو جیسے ایک دم آگ بگولا ہو گئی۔

”میں آپ کو صاف اور واضح الفاظ میں کہہ چکی ہوں کہ مجھے آپ سے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کرنی۔“ مصطفیٰ کے طنز نے اسے مزید دو آتشہ کر دیا تھا بغیر کسی لحاظ و مروت کے اس نے انگلی اٹھا کر وارن کیا تھا۔

مصطفیٰ نے اسے چند پل دیکھا اور پھر مزید کچھ کہے بغیر گاڑی کی رفتار ایک دم تیز کر دی وہ خود بھی اس سے براہ راست اس سلسلے میں بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ چند منٹ بعد ہی گھر کے گیٹ پر تھے۔ شہوار نے بڑی بے تابی سے گیٹ کھلنے گاڑی اندر جانے کا انتظار کیا جیسے ہی گاڑی رکی وہ مصطفیٰ کے باہر نکلنے کا انتظار کیے بغیر ایک دم دروازہ کھول کر تیز تیز قدم اٹھاتے اندر کی طرف بھاگی۔

”کیا ہوا؟ تمہارے پیچھے کون لگا ہوا ہے جو محترمہ یوں بھاگی آ رہی ہیں؟“ عائشہ نے اسے دروازے میں ہی روک لیا وہ ایک دم جھینپ سی گئی۔ بھاگنے سے سانس اتھل پتھل ہو رہی تھی۔

”بکو نہیں۔“

”کس کے ساتھ آ رہی ہو ڈرائیور تو گھر پر ہی ہے؟“ عائشہ نے اسے بغور دیکھا اس کا سانس تیز تیز چلنے سے پھولا ہوا تھا اور چہرہ سرخ انگارہ ہو رہا تھا۔

”مصطفیٰ لینے آیا تھا۔“ اس نے سادگی سے کہا۔

”ہیں۔“ عائشہ چونکی۔

”اوہ......ہو......!“ عائشہ نے ایک دم شرارت سے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔

”تبھی کہوں یہ سانس کیوں چڑھی ہوئی ہے اور محترمہ یوں بھاگی کیوں آ رہی ہیں؟“ عائشہ کی شرارت پر وہ ایک دم بلش ہو گئی۔

”شٹ اپ۔“

”ہمیں شٹ اپ کروانے سے کیا ہوگا؟“ ہمارے سامنے تو محترمہ شرم کی پوٹلی بنی پھرتی ہیں اور پیچھے یہ عیش ہو رہے ہیں۔ میری کنفرم اطلاع کے مطابق آج کل محترمہ جا بھی میرے خوبرو ڈیسنٹ بھائی کے ساتھ رہی ہیں تبھی کہوں یہ ایک دم ”پانچ سال سے پہلے شادی نہیں کروں گا“ کا نعرہ لگانے والے میرے مصطفیٰ بھائی ایک دم ڈائریکٹ نکاح تک کیسے آ گئے ہیں۔ میں تو سمجھی تھی کہ صرف دال میں کچھ کالا ہے مگر یہاں تو مجھے ساری ہانڈی ہی کالی نظر آ رہی ہے۔“ عائشہ کو موقع ہاتھ لگا اور یہ شہوار کی بدقسمتی تھی کہ اس کا پہلا سامنا ہی اس سے ہو گیا تھا اب بری پھنسی تھی خاصی بے چارگی سے اسے دیکھا۔

”تمہارا بس دماغ خراب ہے اور کچھ نہیں۔“

”ویسی کیا پھلجھڑی مصطفیٰ بھائی نے گاڑی میں چھوڑ دی کہ محترمہ سرپٹ بندوق سے نکلی گولی کی طرح بھاگی آ رہی تھیں۔ خیر تھی نا کہیں میرے سڑیل مزاج برادر نے کوئی رومینٹک قسم کا ڈائیلاگ تو نہیں مار دیا؟“ ادھر بھی عائشہ تھی شہوار کا چہرہ شرم و خجالت سے ایک دم سرخ ہوا۔

”تم اگر چپ نہیں ہوئی تو میں یہ کتاب تمہارے سر پر مار دوں گی۔“ اس نے عائشہ کے یوں نان اسٹاپ بولنے پر کتاب اٹھا کر دھمکی دی۔

”ہاں ہاں، ہم کون سا ایسی دھمکیوں سے ڈرنے والے ہیں۔“ عائشہ پر خاک اثر ہونا تھا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے؟“ مصطفیٰ بھی پیچھے آ گیا اور جس طرح شہوار موٹی سی میڈیکل کی کتاب ہاتھ میں پکڑے عائشہ کو مارنے کی دھمکی دے رہی تھی تاثر یہی تھا کہ وہ مارنے کو بالکل تیار کھڑی ہے۔ مصطفیٰ کی آواز پر شہوار نے جھینپ کر ہاتھ نیچے کیا۔

”آپ کی یہ ہونے والی نصف بہتر ابھی سے روایتی بھابی کا کردار ادا کرنے کی پریکٹس کر رہی ہیں اور میں مظلوم نند دیکھ نہیں رہے کتاب مار رہی ہیں محترمہ مجھے۔“ عائشہ بھائی کو دیکھ کر فوراً دوبدو بولی انداز بہت شرارتی تھی مصطفیٰ بھی پزل ہو گیا تھا۔

”کوئی نہیں......خوامخواہ......میں کب مار رہی ہوں؟“ مصطفیٰ اس کے عقب سے ہوتا اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا تھا۔ عائشہ کے الفاظ پر جھنجلا کر اس نے تردید کی۔

”ہاں پریکٹس تو کر رہی ہو نا؟“ شہوار بری طرح پھنسی تھی ایک دم لب بھینچ لیے مصطفیٰ کے سامنے غصہ آنے لگا۔

”کیوں بے چاری کو تنگ کر رہی ہو۔“ مصطفیٰ نے اس کے تاثرات کو سمجھتے بہن کو ٹوکا۔

”اوئے ہوئے ابھی سے ہونے والی نصف بہتر کی فیور؟“ اس نے آنکھیں مٹکائیں۔

”بکومت۔“ عائشہ کے الفاظ پر وہ بھی سٹپٹا گیا جبکہ عائشہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

”ویسے یہ خوب صورت جوڑی آج اس وقت ایک ساتھ اکٹھی گھر پر کیسے نظر آ رہی ہے۔“ وہ شرارت کرنے سے بھلا کہاں باز آنے والی تھی اور بدقسمتی سے اس وقت دونوں ایک ساتھ اس کے ہاتھ لگے تھے۔

”اس کا دماغ خراب ہے تم جاؤ۔“ بہن کو جواب دینے کے بجائے مصطفیٰ نے اسے کہا تو وہ ایک پل بھی وہاں رکے بغیر فوراً اندر کی طرف بھاگی۔

”دیکھیں یہ آپ زیادتی کر رہے ہیں۔ اسے بھگا رہے ہیں۔“ پیچھے عائشہ دہائی دے رہی تھی۔

”امی کہاں ہیں۔“ رستے میں رخشندہ ملی تو اسے اپنی کتابیں فائل اور بیگ تھماتے پوچھا۔

”ٹی وی والے کمرے میں سبھی بیٹھے ہیں جی۔“ وہ فوراً ادھر آئی تھی امی وہاں بھابی صبا اور ماں کے ہمراہ بیٹھی ہوئی تھیں۔

”السلام علیکم!“ سب کو مشترکہ سلام کر کے وہ امی کی طرف بڑھی اور وہ بھی اسے دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں وہ ایک دم بڑی گرم جوشی سے ان سے بغلگیر ہوئی۔ انہوں نے بھی بڑی محبت اور شفقت سے خود سے لپٹا لیا۔ چند پل اسے سینے سے لگائے اس کے وجود کو محسوس کرتی رہیں اور پھر خود سے جدا کر کے چہرہ ہاتھوں میں تھام کر پیشانی چوم لی تو شہوار کی اس قدر محبت پر آنکھیں نم ہو گئیں۔

”کیسی ہیں آپ اور اس طرح بغیر اطلاع کے اچانک کیسے آ گئیں؟“ جس سوال نے دل میں کھلبلی مچا رکھی تھی فوراً لبوں پر آیا۔

”سکون سے آرام سے بیٹھ کر بات کرو۔“ مہر النساء بیگم نے اس کی اس قدر بے صبری پر ہنس کر کہا تو وہ جھینپتے ہوئے تابندہ بوا کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گئی۔

”بس اچانک پروگرام بنا، تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو سوچا تمہیں دیکھ آؤں۔“ انہوں نے مسکرا کر کہا مگر شہوار کی تسلی نہ ہوئی تاہم مزید کوئی سوال نہ کیا۔ وہ علیحدگی میں ماں سے پوچھنے کا ارادہ باندھ کر ریلیکس ہو گئی۔ تبھی مصطفیٰ بھی عائشہ کے ہمراہ ادھر ہی چلا آیا۔

”السلام علیکم بوا جی کیسی ہیں آپ؟“ قریب آ کر سلام کرتے وہ جھکا تو بوا جی نے نہایت شفقت و محبت سے اس کے سر اور کندھے پر ہاتھ پھیرا۔

”وعلیکم السلام، ماشاءاللہ جیتے رہو۔ میں ٹھیک ہوں تم سناؤ خیریت سے ہو نا؟“

”جی بالکل ٹھیک ٹھاک بس آپ کی دعائیں ہیں۔“ مسکرا کر کہتے وہ ماں جی کے پاس آ بیٹھا۔

”آج تم جلدی آ گئے خیر تھی نا؟“ ماں جی نے بیٹے کو دیکھا جس نے سر ہلا دیا۔

”اور شہوار بیٹے تم کس کے ساتھ آئی ہو؟ ڈرائیور تو ابھی تک گھر میں ہی ہے اکیلی آئی ہو کیا؟“ بیٹے کے بعد انہوں نے شہوار سے پوچھا۔

”شہوار میرے ساتھ آئی ہے۔ مجھے میڈیکل کالج کی طرف کسی کام سے جانا تھا واپسی پر وہاں سے گزرا تو آف ٹائم ہو گیا تھا سو میں نے شہوار کو پک کر لیا۔“ شہوار کے بولنے سے پہلے ہی مصطفیٰ نے جواب دیا تو شہوار اسے دیکھ کر رہ گئی۔ وہ سچ کہہ رہا تھا یا ماں کو ٹال رہا تھا وہ

اندازہ نہ لگا پائی۔
"اور سناؤ مصطفیٰ بیٹا! جاب کیسی چل رہی ہے تمہاری؟" بوا جی کے پوچھنے پر وہ ان سے باتوں میں لگ گیا۔
"میں چینج کر کے آتی ہوں۔" چند منٹ ماں کے پاس بیٹھنے کے بعد وہ وہاں سے اٹھ گئی۔ چینج کر کے لوٹی تو وہاں سبھی گفتگو میں مصروف تھے۔
"لو شہوار بھی آ گئی' کب کی تابندہ آئی بیٹھی ہے سوائے چائے پانی کے کھانا نہیں کھایا کہ شہوار آئے گی تو ساتھ کھائیں گے۔ رخشندہ اور لائبہ نے کھانا لگا دیا ہے۔ مصطفیٰ اب تم لنچ کر کے ہی واپس جانا۔" اس کے اندر داخل ہوتے ہی ماں جی نے فوراً کہا مصطفیٰ نے سر ہلا دیا۔ اور شہوار ایک گہرا سانس لے کر رہ گئی اس کا ارادہ تھا کہ چینج کرتے ہی وہ امی جان کو لے کر اپنے کمرے میں آئے گی اور پھر ان سے اس اچانک اور ہنگامی آمد کی وجہ تو ضرور دریافت کرے گی مگر لگتا تھا کہ اب اتنی جلدی اس کے دل کی یہ خواہش پوری ہونے والی نہ تھی۔

❁......❁......❁

پرسوں ماں اور بہن سے بات کرنے کے بعد وہ کچھ ریلیکس ہو گیا تھا شام میں وہ چند دوستوں کے ساتھ پکنگ کے لیے آؤٹ آف سٹی چلا گیا' دوسرے دن صبح واپس آتے ہی کمرا بند کر کے سو گیا تھا' اب نیند مکمل کر کے جب کمرے سے نکلا تو عادلہ کو لاؤنج کے صوفے پر بیٹھے پایا وہ اپنے ناخنوں کو کیوٹکس سے رنگ رہی تھی۔
"ہو گئی نیند پوری؟" عادلہ نے اسے دیکھ کر پوچھا۔
"ہیلو' کاشفہ کیسی ہے..... اسپتال کا کوئی چکر لگا؟" سر ہلا کر وہ بھی صوفے پر ٹک گیا۔
"پہلے سے کافی بہتر ہے۔" عادلہ نے سرسری سا بتایا۔
"ماما اس وقت کہاں ہیں؟"
"اسپتال میں ہی ہیں کاشی کے پاس۔"
"تمہیں ایک کام کہا تھا' کیا یا ابھی نہیں؟" اِدھر اُدھر کی مزید ایک دو باتوں کے بعد اس نے پوچھا۔
"گئے تھے کل ہم......!" عادلہ نے نخوت سے بتایا۔
"تو پھر......!" وہ ایک دم متوجہ ہوا۔
"تم ان لوگوں کے جواب سے بے خبر تو نہیں۔" عادلہ نے طنز سے ابرو اچکا کر کہا تو اس کے تیور تن گئے۔
"یعنی انکار......؟" اس کے اعصاب ایک دم کشیدہ ہو گئے۔
"اوہ کم آن برادر اب ایسی بھی حور پری نہیں ہے وہ لڑکی' حسین ہے تو کیا ذرا بھی مینرز نہیں ہیں اس میں۔ ہماری سوسائٹی میں ایک سے بڑھ کر ایک لڑکی موجود ہے جو ہماری ایک ہاں کی منتظر ہو گی۔" ایاز کے تیوروں سے ایک دم تاسف کا شکار ہوتے اس نے کہا۔
"بات حسن کی نہیں ہے۔ وہ لڑکی میری ضد بن چکی ہے اب ہزاروں لوگوں کے سامنے میں نے جو ذلت اٹھائی تھی اس کا جب تک بدلہ نہیں لوں گا تب تک چین نہیں ملے گا۔" وہ غصے سے پھنکارا تو عادلہ نے بغور دیکھا۔
"اصل معاملہ کیا ہے ذرا مجھے بھی تو پتا چلے؟"
"معاملہ نارمل سا ہی ہے' کالج میں سامنا ہونے پر میں نے ذرا سی چھیڑ چھاڑ کیا کر دی موصوفہ نے کتاب کھینچ ماری مجھے بھی غصہ آ گیا منہ سے چند گالیاں نکل گئیں درمیان میں کالج کا ایک اور اسٹرونگ گروپ آ گیا اچھا خاصا ہنگامہ ہوا تو بات اساتذہ اور چیئرمین تک پہنچ گئی محترمہ تو طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے گھر روانہ ہو گئیں اور ہماری دونوں گروپس کی میٹنگ کافی لمبی چلی اس دن یار دوستوں کے سامنے خاصی ذلت اور سبکی کا سامنا کرنا پڑا اور اب تو گویا سینے میں ہر وقت ایک آگ سی دہک رہی ہے اور جب تک بدلہ نہیں لے لیتا چین نہیں پڑے گا۔"
"او آئی سی' اس لیے تم نے کالج چھوڑنے کا اعلان کر دیا ہے۔" عادلہ نے ساری بات سن کر دلچسپی سے پوچھا۔
"ہاں بس میں بھی اب میڈیکل کالج کی اس ٹف روٹین سے اکتا گیا ہوں۔ میں تو بس یار دوستوں کے اکسانے پر وہاں داخلہ لینے پر مجبور ہو گیا تھا' پاکٹ بھری ہو تو انجوائے منٹ کا سامان ہر جگہ مہیا ہو جاتا ہے' نو ٹینشن۔"
"شہوار کو بھول ہی جاؤ تو بہتر ہے میں تو محض کاشفہ والے پرپوزل کے انکار کا بدلہ چکانے گئی تھی۔ اچھی خاصی اوقات یاد دلا کر آئی ہوں ماں جی صاحبہ کو' ایسی نیک پروین بی بی مصطفیٰ جیسے لوگوں کو ہی سوٹ کرتی ہیں۔ رہ گئی ذلت اور بے عزتی کی بات تو گولی مارو اپنی کلاس میں ایک سے بڑھ کر ایک لڑکی موجود ہے۔ انجوائے یور لائف۔"

"اب ایسی بھی بات نہیں...... شہوار جیسی لڑکی بھولنے والی چیز نہیں ہے۔"
"ویسے کہہ کیا رہے تھے وہ لوگ؟" اس نے پوچھا تو عادلہ نے کل ہونے والی مکمل بات سیاق و سباق کے ساتھ ایاز کو بتا دی۔
"اوہ' اس کا مطلب ہے کہ ان لوگوں کے ہاں نکاح کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔"
"کہہ سکتے ہو؟" عادلہ نے بے پروائی سے کندھے اچکائے۔
"میرا تو مشورہ ہے گولی مارو اس لڑکی کو' ہم محض ان لوگوں کو ٹینشن دینے اور کاشفہ والی انسلٹ کا بدلہ لینے میں چلی گئی تھی ورنہ شہوار جیسی لڑکیاں تمہارا اسٹینڈرڈ نہیں ہیں۔ میں اچھا خاصا سنا کر آئی ہوں شہوار کی اوقات اور حیثیت آئینے کی طرح صاف کر آئی ہوں۔" عادلہ نے نخوت سے بتایا تو وہ تلخی سے ہنسا۔
"خیر ایاز عبدالقیوم اتنی جلدی اپنی انسلٹ نہیں بھولتا اور وہ لڑکی بھولنے والی چیز بھی نہیں......!"
"تو پھر کیا کرو گے؟" وہ اٹھ کھڑا ہوا تو عادلہ نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا۔
"بڑے نیک خیالات ہیں' کبھی فرصت سے بتاؤں گا مائی ڈیئر سسٹر' اس وقت چند دوستوں سے ملنے جانا ہے اور ہاں اپنے سسرال میں یہ پیغام پہنچا دینا کہ ایاز عبدالقیوم اگر کسی چیز کو حاصل کرنا چاہے اور وہ اُسے کسی وجہ سے نہ مل سکے تو وہ اس چیز کو توڑ دیتا ہے مگر کسی اور کے لیے بھی چھوڑتا نہیں۔" وہ کافی زہریلے اور سلگتے لہجے میں کہتے وہاں سے چلا گیا اور عادلہ کندھے اچکا کر دوبارہ اپنی کیوٹکس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

❁......❁......❁

گزشتہ ساری رات کارت جگا اور گریہ زاری تو تھی ہی مگر شہوار کے سامنے کالج میں سارا وقت خود کو مکمل طور پر حاضر اور بحال رکھنے کے چکر میں گھر آنے تک انا کو لگا اس کے جسم کی حرارت ایک دم بڑھ گئی ہے۔ جسمانی ٹوٹ پھوٹ تھی یا ذہنی اثرات خاصے تکلیف دہ تھے گھر آتے ہی بغیر لنچ کیے سختی سے کسی کو بھی اسے ڈسٹرب نہ کرنے کا کہہ کر کمرا لاک کر کے وہ لیٹی تو کئی گھنٹے گزر جانے کے باوجود کمرے سے باہر نہ نکلی تھی۔ وہ گہری نیند میں تھی جب دروازہ زور زور سے پیٹے جانے کی آواز پر آنکھ کھلی۔ کسلمندی سے اطراف میں دیکھا مگر اندھیرے کی گہری تہہ میں کچھ سجھائی نہ دیا یونہی لیٹے لیٹے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ لیمپ آن کیا تو کمرا روشن ہو گیا۔
"انا' دروازہ کھولو انا......!" روشانے کی آواز سن کر وہ اٹھ بیٹھی۔
نجانے کیا وقت ہوا تھا۔ بستر سے اتر کر پہلے لائٹ آن کی پھر وال کلاک دیکھا تو چونک گئی۔ رات کے نو بج رہے تھے۔ وہ اتنی دیر کمرہ نشیں رہی تھی اسے حیرت ہوئی۔ بالوں کو سمیٹتے اس نے دروازہ ان لاک کیا تو روشی کی صورت دکھائی دی۔
"کیا بات ہے؟ میں کافی دیر سے دروازہ پیٹ رہی تھی جب سے آئی ہو کمرا بند کر کے پڑی ہو؟" روشی کو خاصی تشویش ہو رہی تھی انا نے جواب دینے کے بجائے دونوں ہاتھوں سے بالوں کو سمیٹ کر کیچر کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں جو اسے ڈریسنگ ٹیبل پر پڑا نظر آیا۔
"کبھی کبھی مجھے تم پر بہت حیرت ہوتی ہے ایک دم اتنی موڈی ہو جاتی ہو اور بالکل اجنبی بن جاتی ہو۔" ڈریسنگ سے کیچر اٹھا کر بالوں میں لگاتے اس نے پلٹ کر روشی کا شکوہ سنا اس کی سنجیدگی ہنوز تھی۔
خیریت پوچھنے کے بجائے صرف روشی کو دیکھا۔
"سب باہر تمہارا پوچھ رہے ہیں۔" اس کی خاموشی پر اس نے مزید کہا وہ بغیر جواب دیے واش روم میں گھس گئی۔
"آخر تمہیں کیا ہوا ہے؟ صبح بھی نظر نہ آئیں اور آتے ہی کمرا بند کر کے ایسی غائب ہوئی کہ اب نظر آ رہی ہو۔" وہ منہ ہاتھ دھو کر باہر آئی تو روشانے گھورتے ہوئے پوچھا۔ وہ بغیر کچھ بولے ٹاول سے چہرا صاف کرتے صوفے پر پڑا اپنا دوپٹا اٹھا کر پلٹی۔
"مجھے کچھ نہیں ہوا' بس کچھ تھکن ہو گئی تھی اور نیند میں پتا ہی نہیں چلا کہ اتنی رات ہو گئی ہے۔" بے پروائی سے جواب دیا تو روشی نے بغور دیکھا۔
"تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا ہے؟ تم روئی ہو......!" خاصی تشویش سے اس کی آنکھوں کے سوجے پپوٹوں کو دیکھتے روشی نے پوچھا۔
"نہیں' ساری رات نیند نہیں آئی اوپر سے کالج کی خواری آنکھیں جل رہی تھیں اور شاید اس لیے کوئی انفیکشن ہو گیا ہو گا۔" روشی سے نگاہیں چرا کر جواب دیا۔
"نیند کیوں نہیں آئی تھی؟"
"یہ اب پرانا مرض بنتا جا رہا ہے پھر کسی وقت ڈسکس کر لیں گے چلو باہر چلتے ہیں۔" خاصی بے پروائی سے کہہ کر اس نے باہر کی طرف قدم بڑھائے تو روشی نے ایک دم اس کا ہاتھ تھاما۔

"انا کبھی کبھی مجھے لگتا ہے جیسے تم ایک پہیلی ہو کوئی راز کوئی اسرار چھپا ہوا ہے تمہارے اندر۔ رت جگے یوں ہی کسی کا نصیب نہیں بن جاتے کوئی پریشانی ہے کوئی مسئلہ ہے تو ہم سے کہو۔ یہ رشتے ناتے آخر کس مرض کی دوا ہوتے ہیں۔" روشی نے جھنجلا کر کہا۔ انا روشی کی بات پر ایک کھلکھلا کر ہنس دی۔

"یار تمہیں خوامخواہ تشویش لاحق ہو رہی ہے۔ ریئلی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"انا تمہیں بخار ہے نا؟" روشی کو انا کے گرم ہاتھ نے چونکا دیا۔

"نہیں بس ہلکی سی حرارت فیل ہو رہی ہے۔ سیریس بات نہیں یار ڈونٹ وری۔ چلو باہر چلتے ہیں۔" روشی کی تشویش کو اس نے چٹکیوں میں اڑاتے روشی کے ہاتھ پکڑے اور باہر کی طرف بڑھ گئی۔ اس وقت لاؤنج میں سبھی تھے وہ دونوں ادھر ہی چلی آئیں۔

"السلام علیکم!" سبھی نے اسے دیکھا احسن کے ساتھ کسی فائل پر تبادلہ خیال کرتے ولید نے بھی سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

وہ سارا دن بعد نظر آئی تھی صبح بھی دکھائی دی تھی مگر جس طرح آدھا چہرہ چادر میں چھپائے کھڑی تھی وہ صاف رخ سے دیکھ نہیں پایا تھا اور اس وقت بھی وہ روشی کے پہلو میں تھی۔

"وعلیکم اسلام اٹھ گئی تم تمہیں ڈسٹرب نہ کرنے کے سخت قسم کے آرڈر تھے ورنہ میں کئی بار تمہارے کمرے کے دروازے پر جا کر واپس آ ہوں۔ ایسی بھی کیا تھکن کل رات کے بعد اب شکل دکھا رہی ہو۔" ماموں جان کا شکوہ حاضر تھا وہ ہنس دی۔

"بس آنکھ لگ گئی تھی۔" مسکرا کر کہا۔

"بخار ہے محترمہ کو۔" اس کے ہنسنے پر روشی نے جل کر کہا تو وہ مسکرا کر ماما کے پہلو میں جا بیٹھی۔

"ہائے کیا واقعی انا بخار ہو گیا ہے؟" ماما کو بھی ایک دم تشویش ہوئی فوراً ہاتھ پکڑ کر نبض چیک کی۔

"یونہی کہہ رہی ہے بس ہلکی پھلکی سی حرارت فیل ہو رہی ہے اور تو کچھ بھی نہیں۔" وہ بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہہ رہی تھی پاپا نے بھی اسے دیکھا جو ماما کے دوسری طرف براجمان تھے۔

"ڈاکٹر ہو کر حرارت کو اس طرح لے رہی ہو؟"

"کچھ خاص حرارت بھی نہیں اب وہ تو تھکن تھی اور پتا ہی نہیں چلا کہ کب آنکھ لگی تو اتنی دیر تک سوتی رہی ہوں ورنہ میں ٹھیک ہوں۔" سب کو اپنی طرف یوں دیکھتے پا کر اس نے ہنس کر کہا تو ولید خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔

"تم نے صبح ناشتا بھی نہیں کیا تھا گھر آ کر لنچ بھی گول کر دیا۔ ڈنر پر بھی کئی بار صغراں تمہارے دروازے پر جا کر دستک دے کر آئی تو تم اٹھی ہی نہیں۔ اب بھی روشی باز نہیں آئی تو اٹھا کر لائی ہے۔" ماما نے کہا تو وہ کچھ نہ بولی۔

"پہلے کھانا کھا لو ایک تو حرارت اوپر سے کچھ کھایا پیا بھی نہیں پڑھے لکھوں کو پڑھانا کچھ زیب نہیں دیتا۔ خود ڈاکٹر ہو کر ایسی بے پروائیاں.....!" احسن بھائی نے بھی ڈپٹا تو اس نے منہ بنایا۔

"اب ایسی بھی بات نہیں کالج میں چائے پی تھی۔" فوراً زبان سے نکلا۔

"آفرین ہے رات سے اب تک اسی ایک چائے کے کپ پر گزارا کیا ہوا ہے محترمہ نے۔" ماما نے ایک دم گھورا تو اس نے زبان دانتوں تلے دبالی۔

"جاؤ پہلے کھانا کھاؤ پھر ادھر آ کر بیٹھنا۔ روشی، بہن کو کھانا دو۔" ماموں نے روشی کو کہا تو اس نے بھی فوراً اٹھنے میں ہی عافیت سمجھی۔

"یہ ہنسوں کا جوڑا آج گھر میں وقت پر کیوں کر پایا جا رہا ہے۔" کھانا کھاتے اس نے روشی کو دیکھا جو سب کے لیے چائے بنا رہی تھی۔

"میں سمجھی نہیں، کن کا ذکر کر رہی ہو؟" چائے بناتے پلٹ کر پوچھا۔

"اپنے اور تمہارے بھائی صاحبان کا؟" اس نے طنز سے کہا تو روشی ہنس دی۔

"تمہارا ابھی کوئی حال نہیں میں سمجھی یہ ہنسوں کا جوڑا کس کو کہہ رہی ہو۔"

"کل رات دونوں غائب تھے پچھلے تین چار دنوں سے تمہارے بھائی صاحب غائب رہتے ہیں۔ آج کل دونوں اکٹھے ہر جگہ جانے آنے لگے ہیں تو مجھے ہنسوں کا جوڑا کی مثال ان کے لیے فٹ لگی۔" انا کے اس بیان پر روشی کھلکھلا کر ہنس دی۔

"ہنسوں کا جوڑا.....بہت خوب.....!"

"بخار میں تمہارے تشبیہاتی جملوں میں کافی جدت آ گئی ہے ویل ڈن۔" انا کلس کر رہ گئی۔

"ہاں بس تمہارے ہنسنے کی کسر رہ گئی تھی۔"

"رات دونوں کافی لیٹ آئے تھے پھوپو اور انکل سے دونوں کو ڈانٹ پڑی تھی دراصل پچھلے دنوں جس دن ولی بھائی خاصے لیٹ ہو گئے تھے ہم سب سو گئے تھے صرف تم ہی جاگ رہی تھی جس دن ولی بھائی ایک ڈیڑھ بجے آئے تھے پھوپو کو چوکیدار سے علم ہو گیا تھا کہ ولی بھائی آج کل لیٹ آ رہے ہیں۔ انہوں نے انکل سے شکایت کر دی اور رات جب یہ لوگ گھر واپس آئے تو تم شاید کچن میں یا اپنے روم میں تھی پھوپا جان نے خاصی اچھی کلاس لے ڈالی تھی ان دونوں کی۔ بلکہ رات گئے کی تمام ضروری کارروائیوں پر سنگین قسم کی پابندی بھی عائد کر دی گئی ہے۔" روشی نے تفصیل سے بتایا تو کھانا کھاتے وہ چونک گئی۔

"رئیلی۔" جواباً روشی نے سر ہلا دیا۔

"پہلے تو تمہارے بھائی صاحب اکیلے ہی غائب ہوتے تھے رات میں یہ دونوں ہی تھے بتایا نہیں کس قسم کا ہنگامی دورہ تھا یہ؟" گلاس لبوں سے لگانے سے پہلے انا نے پوچھا۔ انداز بظاہر سرسری سا ہی تھا۔

"مصطفیٰ بھائی کو تو تم جانتی ہی ہوں گی جو امریکا میں ہمارے نیبر تھے؟" چائے کپ میں ڈالتے روشی نے بتایا تو اس نے سر ہلا دیا۔

"ہاں بہت اچھی طرح۔"

"وہ بھی اسی شہر میں اپنی فیملی کے ساتھ رہتے ہیں۔ فرسٹ ٹائم ولید بھائی اکیلے ہی مصطفیٰ سے ملنے گئے تھے رات پھر مصطفیٰ نے ولی بھائی اور احسن دونوں کو کھانے پر بلوایا تھا کسی ہوٹل میں میٹنگ تھی بس وہیں لیٹ ہو گئے۔"

"چھن..... چھن.....!" پانی پیتے انا کو نہ صرف اچھو لگا بلکہ گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر ٹیبل پر گرا اور وہاں سے پھسلتے چکنے فرش پر گرتے ہی چکنا چور ہو گیا۔

"اوہ یہ بھی یعنی اس کی رات والی مصروفیت؟"

"اور وہ خود کیا سمجھی تھی۔" انا کے دل پر بوجھ آ گرا۔ تاسف نے چہار جانب سے آ گھیرا۔ اسے لگا کہ وہ اب اپنی ہی نظروں سے گر گئی ہے۔ وہ اب کبھی ولید کے سامنے اعتماد سے نہیں ٹھہر سکے گی۔

"کیا ہوا؟" گلاس گرنے پر روشی نے پلٹ کر دیکھا جو اچھو لگنے سے منہ پر ہاتھ رکھے کھانس رہی تھی۔

"اچھو لگ گیا کیا؟" وہ فوراً چائے چھوڑ چھاڑ انا کے پاس چلی آئی کندھے پر ہاتھ رکھ کر نہایت تشویش سے انا کو دیکھا۔ کھانستے ہوئے اس کی آنکھوں سے پانی بھی بہہ رہا تھا۔

"اتنی جلدی کیا تھی؟" بہتی آنکھوں سے انا فرش پر بکھرے کانچ دیکھ رہی تھی۔ کیا اعتماد اور بھروسہ بھی کانچ کے اس گلاس کی طرح ہوتے ہیں؟ اک ذرا سی ٹھیس لگی اور گر کر چکنا چور ہو جانے والے؟ اس کے اندر آگ سی دہکنے لگی تو وہ روشانے کے ہاتھ ہٹا کر کھڑی ہو گئی۔

"کھانا تو کھا لو انا؟" ابھی تو انا نے تھوڑا سا ہی کھانا کھایا تھا روشانے اسے کھڑا دیکھ کر کہنے لگی۔ اس نے روشانے کو دیکھ کر نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں بس جی بھر گیا.....!" ایک دم کچن میں گھٹن اور حبس کا احساس بڑھ گیا تو وہ اپنی ہی سوچ سے گھبرا کر کچن کے فرش پر بیٹھ کر بکھرے کانچ اٹھانے لگی۔

"یہ کیا کرنے لگی ہو رہنے دو میں صفراں کو کہتی ہوں وہ اٹھا دے گی۔" روشانے نے اسے منع کیا۔

"تو کیا ہوا؟ گلاس ٹوٹا بھی تو مجھ سے ہی ہے۔ اب کانچ اٹھانے میں کیا حرج ہے۔" روشانے نے خاموشی سے اسے دیکھا وہ ایک ایک کر کے کانچ بائیں ہاتھ پر جمع کر رہی تھی۔

"رہنے دو ہاتھ میں کانچ لگ جائے گا۔ تم اس میں ڈالو۔" ٹیبل سے پلیٹ اٹھا کر انا کو تھمائی تو اس نے خاموشی سے کانچ پلیٹ میں ڈال دیے۔

کانچ سمیٹتے ہوئے اس کی آنکھیں گاہے بگاہے جھلکتی رہیں۔ روشانے کے انکشاف نے اسے احساس جرم کی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ کانچ ڈسٹ بن میں ڈالے اور ہاتھ دھو کر کچن سے نکلنے لگی تو روشانے نے روکا۔

"کافی بناؤں۔" اس کے سنجیدہ موڈ پر روشانے نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"موڈ نہیں ہو رہا میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔ کوئی بھی بلائے میں دروازہ نہیں کھولوں گی اس لیے سب کو کہہ دینا کہ کوئی مجھے ڈسٹرب نہ کرے۔" بہت سنجیدگی اور آزردگی سے کہتے وہ بغیر روشانے کا جواب سنے سختی سے منع کرتے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ کمرا لاک تمام لائٹس آف اور ٹیبل لیمپ روشن کر کے وہ بستر پر آ گری۔

"یہ کیا ہو گیا مجھ سے؟"

"یہ میں نے کیا کر دیا؟" اسے پھر سے رونا آنے لگا۔ رخسار پر انگلیوں کی جلن مزید بڑھ گئی۔

"کیا رقابت و جلن کے احساس نے میری ساری صلاحیتیں زائل کر ڈالی تھی کہ میں پاگل ہو گئی تھی۔ اور وہ کیا سوچتا ہو گا۔" وہ سوچ سوچ کر ہارنے لگی۔

"میں ایسی کیوں ہوتی جا رہی ہوں؟ اچھی بھلی زندگی گزر رہی تھی کہ اچانک اس شخص کی آمد نے اندرون خانہ آگ لگا دی ہے۔ دل ہے کہ اب اختیار ہی میں نہیں..... کیوں؟" تکیے پر سر رکھ کر وہ سسک اٹھی۔

"ولید ضیاء میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔" پہلے ہی نہ جانے کیسے بہلی تھی اور اب پھر سے آگ لگا دی ہے کہنے کو عام سی بات مگر کیسے اپنا ذہن نارمل کروں؟ کیوں اسے دیکھ کر میں نظر انداز نہیں کر پاتی؟ کیوں اسے دیکھ کر اپنا آپ بھولنے لگتی ہوں؟ راتیں عذاب بن گئی ہیں۔ بستر پر کانٹے اگ آئے ہیں۔" وہ سسک اٹھی۔

"اور وہ اگر کبھی کتنی خوب صورت؟ چلو مان بھی لوں کہ رات اس کے پاس نہیں گیا تھا مگر باقی راتوں میں تو جاتا ہی رہا ہے اور کوئی کیا جانے یہ واقعی ایکسیڈنٹ تھا یا کوئی اور تعلق؟" وہ الجھ الجھ کر ہارنے لگی تو بستر پر اٹھ بیٹھی۔ رقابت و جلن نے پھر منفی سوچ میں پھنسا دیا اندر تو آگ دہک ہی رہی تھی کسی پل فرار نہ تھا۔

"ولید ضیاء احمد عام سے انسان ہی تو ہو بس اضافی خوبی یہ ہے کہ اپنے باپ کے برعکس خوب صورت شاندار شخصیت و کردار کے حامل ہو اور کیا میں اتنی سطحی ہوں کہ تمہاری اس مردانہ خوب صورتی نے مجھے گھائل کر ڈالا؟" اپنے تصور میں وہ ولید ضیاء کے سراپے سے ہم کلام ہوئی تو ایک دم تپتی سی رگ و پے میں بھر گئی۔

"نہیں..... انا وقار احمد کبھی سطحی سوچ و کردار کی حامل نہ تھی۔ برسوں بعد ملے تو وہ پہلی نگاہ کے تاثر نے چاروں شانے چت کر ڈالا۔ ورنہ انا وقار احمد یوں لمحوں میں اپنی ہستی بھول جانے والی تو نہ تھی۔" وہ گھٹنوں میں منہ چھپا کر سسک رہی تھی۔

"کیوں ہوا میرے ساتھ ایسا؟ جب سے آئے ہو نیندیں حرام ہو گئی ہیں میری۔ دن رات آگ کی بھٹی میں جلتی ہوں ولید ضیاء احمد رات میری غلطی تھی مگر کیا تم اتنے ہی بے حس اور کم فہم ہو کہ ایک لڑکی تمہارے سامنے پوری جان سے سلگ رہی ہے مر رہی ہے اور تمہیں ادراک تک نہیں ہو رہا۔ تمہیں ترس نہیں آ رہا اور لاعلمی کی یہ حد ہے کہ خود ہی آ کر پوچھتے ہو کہ کیوں روتی ہوں؟" اس نے تکیہ اٹھا کر دیوار پر دے مارا۔ جی چاہا کہ کمرے کی ہر شے جس نہس نہس کر ڈالے وہ ولید ضیاء سے بہت ناراض تھی اور یہ ناراضی مزید آگ بننے لگی۔

"ایک پتھر نے کل ساری رات رلایا ہے مجھے پھر بھی میں بھول جاتی ہوں مگر اتنی راتوں کا حساب کیونکر چکاؤ گے ولید ضیاء احمد بہت قرض ہیں تم پر ایک پتھر مار کر تم سمجھتے ہو کہ تم نے میرے اندر اٹھنے والے احساسات کا گلہ گھونٹ دیا ہے تو خام خیالی ہے تمہاری یہ آگ تو عمر بھر جلنے والی ہے۔ ایک پتھر تو کچھ بھی نہیں۔" بیڈ کی کراؤن سے ٹیک لگا کر وہ خاموشی سے اندھیرے میں گھورنے لگی۔

"میں مان ہی نہیں سکتی کہ تم میرے اندر ہونے والی ان تبدیلیوں سے بے خبر ہوں۔ تم ایک ذہین اور ہوشیار انسان ہو امریکا جیسے معاشرے میں طویل وقت گزارا ہے تم نے۔ تم لاجک کے بغیر بات نہیں کرتے اور تمہاری ناٹ کی یہ حد ہے کہ ایک لڑکی تم سے بدتمیزی کرتی ہے تو تم پتھر مار کر خاموش کروا دیتے ہو کیوں؟"

"ہاں رات میں غلط تھی میرا رویہ غلط تھا مگر ولید ضیا میں کیسے مان لوں کہ تم بے خبر ہو کیونکر.....! تمہارا یہ خوب صورت مردانہ قد کاٹھ فولادی وجود بہاری جادو اثر آنکھیں مستحکم چال اپنے کردار و اخلاق کی حفاظت ولید ضیاء سچ بتاؤں تو میری جیسی لڑکی اگر ہار بھی جاتی ہے تو کیا غلط کرتی ہے ایک پتھر مار کر خاموش کروا دینا کیا حکمت ہے اس میں؟" وہ سسک رہی تھی۔

ایک ان دیکھی آگ میں بھڑ بھڑ جلتے وہ پھر سے تکیے میں منہ چھپا کر گم صم ہو گئی تھی۔

❁.....❁.....❁

باقی سارا وقت اس نے پتا نہیں کیسے گزارا۔ سارا وقت تابندہ بی دوسروں کے ساتھ ہی مصروف رہیں۔ رات گھر کے تمام مرد حضرات لوٹ آئے تو پھر گاؤں کے معاملات پر گفت و شنید کا ایک طویل سلسلہ چل نکلا۔ شہوار صبر کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔

رات بارہ بجے کے قریب تابندہ بی اس کے کمرے میں آئیں تو وہ بڑے حوصلے سے بیٹھی ان کا انتظار کر رہی تھی۔

"تم سوئیں نہیں ابھی تک؟" اسے منتظر پا کر انہوں نے مسکرا کر کہا تو شہوار نے بس غصے سے دیکھا۔

"بڑی جلدی خیال آ گیا میرا؟"

"ناراض ہو گئی ہو؟" مسکرا کر کہتے وہ اس کے قریب ہی بستر پر بیٹھ گئیں۔

"دوپہر میں آپ نے کہا تھا کہ آپ میرے لیے شہر آئی ہیں مگر آپ تو ایک منٹ کے لیے بھی مجھ سے نہیں ملیں غصہ نہ آئے تو کیا کروں؟" اس نے سنجیدگی سے کہا تو تابندہ بی نے بہت محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر اسے خود سے قریب کرلیا اور بڑی محبت اور نرمی سے پیشانی چومی۔

"چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہونے لگی ہو تم ایسی تو کبھی بھی نہ تھی۔ تم تو بہت صابر شاکر اور گم صم رہنے والی تھی۔ غصہ اور ناراضی کے الفاظ تو کبھی تمہاری ذات کا حصہ ہی نہ تھے اب کیا ہوتا جارہا ہے تمہیں میری جان؟ تمہارے اندر روز بروز اس قدر رنجیدگی اور تلخی بھرتی جارہی ہے کہ کبھی کبھی میں سوچنے لگتی ہوں کہ تم وہی پرانی شہوار ہو یا پھر بدل گئی ہو۔" ماں کے الفاظ پر شہوار ایک دم شرمندہ سی ہوگئی۔

"ایسی بات نہیں بس کبھی کبھار ہائپر ہونے لگتی ہوں مگر میں بدلی تو نہیں۔" تابندہ بی نے بغور بیٹی کو دیکھا۔ شکل وصورت' ناک نقشہ' ہر چیز اتنی پیاری تھی کہ انہیں ایک دم شدت سے کسی کی یاد آئی تو بے اختیار اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر چوم لیا۔ شہوار اس والہانہ پن پر سرشار کر رہ گئی۔

"اس قدر ہنگامی دورے کی کوئی خاص وجہ؟ رات ہی آپ سے کافی دیر بات ہوئی تھی تب تو آپ نے اپنے آنے کا قطعی ذکر نہ کیا تھا؟" کچھ دیر بعد شہوار نے پوچھا تو انہوں نے بغور شہوار کو دیکھا۔

"رات تمہاری گفتگو نے مجھے بہت پریشان کردیا تھا بہت سوچا تو یہی حل نکلا کہ تم سے یہاں آکر روبرو بات کروں سچ کہوں شہوار مجھے قطعی امید نہ تھی کہ تم یوں شدت سے اس رشتے سے انکار کر کے بدگمانی کی حد کردو گی۔ میں تمہاری ماں ہوں تمہاری پرورش کی ہے تمہارے ہر رنگ سے باخبر ہوں تمہارے اندر جو بھی تبدیلیاں رونما ہوئی میرے سامنے تھیں مگر رات جس طرح دھمکی آمیز انداز میں بات کر کے تم نے کہا کہ اگر میں نے اس رشتے پر نظر ثانی نہ کی تو تم اپنی تعلیم کو خیر باد کہتے گاؤں آجاؤ گی تو مجھے تمہارے اس طرز گفتگو اور انداز نے ورطہ حیرت میں ڈال دیا اور پھر سوچا کہ پہلی فرصت میں ہی تم سے ملوں تم کیونکر انکاری ہو تمام وجوہات کا خود یہاں آکر جائزہ لوں۔" تابندہ بی نے سنجیدگی سے ساری صورتحال واضح کرڈالی تو وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

"میں نے جان بوجھ کر انکار نہیں کیا وجوہات بہت سولڈ اور مضبوط ہیں میں اب بھی وہی سب کہوں گی جو رات یا اس سے پہلے انکار کرتے وقت کہہ چکی ہوں۔ یہ ایک بے جوڑ اور قطعی ان سوٹ ایبل تعلق ہے۔ ہمارا اور ان لوگوں کا کہیں بھی اور کوئی جوڑ نہیں بنتا۔ امی یہ حقیقت روز اول سے روشن ہے کہ ہم ان لوگوں سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق خونی یا نسبی نہیں رکھتے تو یہ لوگ ہم سے کسی قسم کی تعلق داری بھی نہیں رکھ سکتے۔"

"مگر بابا صاحب بھابی جان' بھائی صاحب اور دیگر لوگوں میں سے کسی کو بھی کوئی اعتراض نہیں۔" تابندہ بی نے کہا۔

"مگر مجھے اعتراض ہے اور رہے گا۔" شہوار نے تلخی سے کہا۔

"میں ان اعتراضات کو نہیں مانتی۔"

"تو پھر امی جی یہ طے ہے کہ میں ادھر نہیں رہوں گی۔" شہوار کا انداز دوٹوک تھا۔

"مصطفیٰ بہت پیارا' اچھا اور سلجھا ہوا لڑکا ہے بیٹا۔" انہوں نے محبت سے کہا۔

"میں ان موصوف کی اچھائی' سلجھے اور پیارے پن سے انکاری نہیں ہوں مگر میرا انکار ہنوز ہے۔"

"وجہ جانے بغیر تو میں بھی انکار نہیں کروں گی۔" شہوار کے انداز پر انہیں بھی غصہ آگیا۔

"آپ عادلہ بھابی کی فیملی کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتیں مگر میں سب کچھ سہہ کر یہ نئی اذیت نہیں جھیل سکتی۔ آپ کو نہیں پتا میں کس طرح اس گھر میں رہ کر کن کن انداز میں اس عورت اور اس کے متعلقین کو برداشت کررہی ہوں۔" تابندہ بی نے بغور دیکھا۔ شہوار کے چہرے پر کربناک سے تاثرات رقم تھے۔

"میں چند بار ہی عادلہ سے ملی ہوں مگر بھابی اکثر فون کر کے اس کے متعلق بتاتی رہی ہیں اب آج کل کوئی نئی بات ہوئی ہے تو بھی بتادو۔ اتنا تو مجھے پتا ہے کہ عادلہ نے اپنی بہن کا رشتہ دیا تھا مگر ادھر سے انکار ہونے پر وہ ناراض بھی آج کل وہ علیحدہ گھر کی ڈیمانڈ کررہی ہے شاید اس بات کو ایشو بنارہی ہے کہ مصطفیٰ اور تمہارا رشتہ طے ہورہا ہے۔" انہوں نے رسانیت سے کہا تو شہوار نے لب بھینچ لیے۔

"آپ کے لیے شاید اتنی سی بات ہو مگر میرے لیے بہت اہم ہے۔ عادلہ بھابی اسی حد تک رہتیں تو میں برداشت کرلیتی کہ میں انکار کے باوجود آپ سے ناراضی کا اظہار کر کے خاموش تھی کہ شاید آپ لوگوں کا فیصلہ درست ہی ہو مگر اب نہیں کل عادلہ بھابی اپنی والدہ کے ہمراہ اپنے بھائی کا رشتہ لے کر آئی تھیں۔" اس نے اصل بات کہہ ڈالی تو تابندہ بی حیرت سے گم صم رہ گئیں۔

"پھر؟" کچھ توقف کے بعد انہوں نے پوچھا۔

"امی جی! یہ صورتحال میرے لیے بہت اذیت ناک ہے۔ میری برداشت سے بہت بڑھ کر ہے انہوں نے جس طرح اپنے بھائی کو لے

کہ میرے کردار اور میرے حسب ونسب پر کیچڑ اچھالا کوئی اور لڑکی ہوتی تو شرم سے مرجاتی۔ امی میرے باپ میرے خون تک کو پوائنٹ آؤٹ کیا گیا۔ کیا میں واقعی نسبی لحاظ سے اس قدر حقیر ہوں کہ آپ کو حقیقت بتاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے؟ کیا لوگ جو میری ذات اور آپ کے حوالے سے مشکوک ہیں تو کیا وہ سب سچ ہے بولیں نا' جواب دیں نا؟" اس نے اذیت وتکلیف سے کہتے ان کے دونوں ہاتھ تھام لیے تو تابندہ بی حیرت سے گنگ' بے حس وحرکت اپنی جگہ ساکت رہ گئیں۔

"بتائیں نا میرے وجود کی حقیقت؟ مجھے بس اپنی نظروں میں سرخرو ہونے کا جواز دیں۔ میں نہ ضدی ہوں نہ بے حیا' بے شرم اور نہ ہی گستاخ' بے ادب۔ بس میں لوگوں کے سوالوں کے سامنے اب مزید نہیں ٹھہر سکتی۔ ان لوگوں کی محبت وخلوص پر کوئی شک نہیں۔ مصطفیٰ کے اخلاق وکردار اچھائی سے میں انکاری نہیں مگر جب میں اپنی ذات سے خود ہی بے خبر ہوں تو کیونکر لوگوں کے سوالوں کا سامنا کرسکتی ہوں۔ میں آپ کو مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتی اس لیے ہمیشہ چپ کی بکل ماری رہی اب بھی میں چپ چاپ سب کچھ سہہ لوں گی۔ یا آپ مجھے حقیقت بتادیں اگر یہ ممکن نہیں تو پھر اس رشتے سے انکار کرڈالیں پلیز۔ پھر میں کبھی آپ سے کچھ نہیں پوچھوں گی۔ مگر یہ طے ہے کہ میں کبھی شادی نہیں کروں گی۔" آنکھوں میں نمی لیے اس نے ماں کو دیکھا وہ گم صم سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھیں۔

"امی جی۔" اس نے ان کو متوجہ کرنے کو ان کے ہاتھ تھامے تو وہ چونک گئیں۔ تابندہ بی کے ہاتھ خطرناک حد تک سرد ہورہے تھے ان کا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ وہ بہت نڈھال اور خستہ حال دکھائی دینے لگی تھیں۔ صرف ایک پل میں۔

"امی جان......!" اس نے ایک دم گھبرا کر ان کے ہاتھوں کو ہلایا تو انہوں نے بے دم ہوتے بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگالی۔

"امی آپ کی طبیعت ٹھیک ہے نا؟" انہیں آنکھیں بند کرتے دیکھ کر چیخی وہ ایک دم متوحش ہوگئی تھی۔

"اپنی ماں کو اس امتحان میں مت ڈالو مجھ سے وہ مت پوچھو جس میں خسارہ ہی خسارہ اور نقصان ہی نقصان ہے تمہاری ماں کے پاس تمہارے ہر سوال کا جواب ہے مگر ابھی کوئی رستہ نہیں واپسی کا' ابھی کوئی نشان کوئی منزل نہیں مل رہی۔ تم اپنے فیصلوں میں آزاد ہو تمہیں اب بھی شادی کے لیے مجبور نہیں کروں گی میں' اگر اعتبار کرسکتی ہوں تو سن لو تم بے نام ونشان نہیں ہو۔ سکندر علی کون تھا اور کہاں سے تعلق رکھتا تھا؟ ایک بڑی لمبی کہانی ہے اور ابھی اس کہانی سے پردہ اٹھانے کا وقت نہیں آیا۔ ابھی تو بہت کچھ سہنا باقی ہے۔ جھیلنا باقی ہے کیسے بتادوں کہ تم کون ہو؟" بہت دھیمے الفاظ میں وہ کہہ رہی تھیں۔ ان کی آنکھیں بند تھیں اور گہرا سیال مادہ ان کی آنکھوں سے بہہ رہا تھا۔ شہوار کے اندر پشیمانی کا گہرا احساس ابھرا۔ ہر بار کی طرح اس بار بھی اپنے سوال وجواب کے سلسلے میں ان کی حالت ناقابل برداشت تھی۔

"ایم سوری امی جان' مجھے معاف کردیں میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔" اس نے ان کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر چوما تو بھی انہوں نے پلکیں وانہ کیں۔

"امی جان آپ کی طبیعت ٹھیک ہے نا؟" نبض چیک کرتے پیشانی چھوتے اس کا تشویش سے برا حال تھا۔

"ہاں اب ٹھیک ہوں' بس آرام کروں گی۔" وہ نیم دراز سی ہوگئیں تو شہوار نے فوراً تکیہ درست کر کے ان کو کمبل اوڑھا دیا۔

"آپ تو میری زندگی کا اثاثہ ہیں زندہ رہنے کی بنیاد مگر تجسس تو انسانی فطرت کا حصہ ہے نا؟ امی جان۔" ماں کی آنکھوں سے ابھی بھی خاموشی سے آنسو بہہ رہے تھے شہوار کے اندر احساس جرم نے کروٹ بدلی۔

"ایم سوری۔" ان کے کندھے پر پیشانی ٹکاتے وہ خود بھی سسک اٹھی۔

"میرے اندر ابھرتے تجسس پر پل نہ باندھے گئے تو کسی دن میرے دماغ کی کوئی شریان پھٹ جائے گی۔"

"سو جاؤ شہوار تمہارا مسئلہ میں سمجھ رہی ہوں۔ تم پر کوئی دباؤ' کوئی زبردستی نہیں۔ تمہاری ماں بڑی بدنصیب عورت ہے بڑے پیارے اور خوب صورت رشتے تھے جن کو چھوڑ دیا' صبر کرلیا۔ قسمت نے سب کچھ دے کر چھین لیا میں نے صبر وشکر کیا اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا۔ تم کہو گی تو ان رشتوں کو بھی چھوڑ دوں گی تمہاری خاطر بہت کچھ چھوڑ دیا اور اب پھر تمہاری خاطر چھوڑ دوں گی۔" وہ رو رہی تھیں۔ ان کا ہر آنسو شہوار کو اپنے دل پر گرتا محسوس ہوا۔

"امی جان پلیز۔" وہ شدت سے رو دی۔

"اپنی جڑ کی تلاش کا حق تو ہر انسان کو ہے نا؟"

"تم بھی لیٹ جاؤ آرام کرو میری نوعمری آبلہ پائی میں گزر گئی ہے تم سے کوئی گلہ' کوئی شکوہ نہیں۔"

پتھر کے خدا' پتھر کے صنم' پتھر کے ہی انسان پائے ہیں
تم شہر محبت کہتے ہو' ہم جان بچا کر آئے ہیں

انہوں نے بڑی اذیت میں شعر پڑھا تو شہوار ساکت سی رہ گئی۔ اف یہ کرب یہ اذیت یہ کون سی کہانی تھی؟

وہ بھلا کیا حالات رہے ہوں گے جن سے اس کی ماں گزری ہوگی اور پھر اذیت وکرب کا یہ جانگسل عالم کہ اس نے جب بھی یہ قصہ چھیڑنا چاہا تھا تابندہ بی کا یہی حال رہا تھا۔ وہ ماں کی آزردگی دیکھ کر مزید کوئی سوال نہ کرسکی تھی۔

کچھ نہ کہہ سکی بس خاموشی وآہستگی سے ان کے ہاتھ تھام کر بہت محبت وخلوص سے دبانے لگی کہ انکار ایک طرف مگر ان سے محبت سے کبھی انکار نہ تھا۔ وہ اس کی ماں تھیں اور رویوں اور فیصلوں میں لاکھ اختلافات سہی مگر تابندہ بی کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا حقیقی اور سچا خون کا رشتہ نہ تھا۔ بس یہی رشتہ اس کی زندگی کی اساس تھا۔ اور یہ رشتہ اس کی زندگی کی بنیاد تھا۔

اور ان کے بغیر وہ کچھ بھی نہیں تھی' کچھ بھی نہیں وہ بے اختیار جھک کر ان کی پیشانی چومنے لگی۔

❁......❁......❁

وہ کافی عجلت بھرے انداز میں کمرے سے نکلی تھی۔

"بھابی پلیز جلدی سے ناشتا تو دے دیں۔" گھڑی باندھتے وہ کچن کے دروازے میں آ کھڑی ہوئی۔

"کیوں آج کہاں کی تیاری ہے؟" ثریا بیگم نے اسے یوں نک سک تیار دیکھ کر پوچھا۔

"ایک جگہ انٹرویو کے لیے جانا ہے۔" بھابی چھوٹے سے کچن میں چولہے کے سامنے کھڑی دودھ ابال رہی تھیں ناشتا سبھی کر چکے تھے دس بج رہے تھے ایک تو وہ لیٹ اٹھی دوسرا انٹرویو کے لیے نکلنا تھا فوراً نہانے اور تیار ہونے میں وہ دیگر لوگوں کے معمول سے خاصی لیٹ ناشتا کرنے آئی تھی۔

"ایک تو تمہارے یہ چکر ختم نہیں ہو رہے چھوٹی موٹی نوکری تمہاری ناک کے نیچے بیٹھتی نہیں' نجانے کہاں کی مہارانی ہو جو ہزاروں کے خواب دیکھتی ہو یہاں تو بڑی بڑی ڈگریاں ہاتھ میں لیے لوگ پھر رہے ہیں جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے کالج سے نکلے اور چلی ہے لاکھوں کمانے' روز نئی چخ چخ...... میں کہتی ہوں آرام سے گھر نہیں بیٹھ سکتی۔ اتنا پڑھ لیا ہے کافی نہیں۔" رابعہ نے گہرا سانس لیا۔ آج کل امی کی طرف سے اسے اسی قسم کی گفتگو سننے کو مل رہی تھی۔ وہ تو خیر ماموں' بھابی اور بھیا کی سپورٹ حاصل تھی جو روز اک نئی مہم کی تلاش میں نکل جاتی ورنہ امی سے کچھ بعید بھی نا تھا کہ اسے سختی سے گھر میں بٹھا لیتیں۔

"لو تم صحن میں آرام سے بیٹھ کر ناشتا کرلو۔" امی کے الفاظ پر بھابی نے فوراً اسے ناشتے کی ٹرے دی تو وہ فوراً صحن میں آ بیٹھی اور ناشتا کرنے لگی۔

"آج کس جگہ جارہی ہو؟" امی کچن سے نکل کر اس کے پاس آ ئیں۔

"علی انٹرپرائز کے نام سے کوئی فرم ہے' کمپیوٹر سیکشن کے لیے انہیں فی میل اسسٹنٹ کی تلاش ہے میری دوست ہادیہ کو تو آپ جانتی ہیں نا چند دن پہلے اس کے چچا کے ریفرنس سے وہاں جاب نکلی ہے اسی نے رات کو کال کر کے اپلائی کرنے اور انٹرویو دینے کا کہا ہے کہہ رہی تھی کہ مزید ایک فی میل اسسٹنٹ کی سیٹ خالی ہے ہوسکتا ہے چانس مل جائے۔ اچھا اور ہینڈسم پیکج ہے دعا کریں یہاں کام بن جائے۔" ناشتا کرتے اس نے کہا تو ثریا بیگم نے سر جھٹکا انہیں لڑکی ذات کا سرے سے گھر سے نکلنا ہی پسند نہ تھا جاب کرنا تو دور کی بات تھی۔

"تم ادھر نزدیک ہی کوئی اسکول وکالج کیوں نہیں دیکھ لیتیں؟" انہوں نے مشورہ دیا۔ آفسز وغیرہ کے کاموں سے ان کو ویسے ہی چڑ تھی۔

"اسکول وکالجز میرے جیسے لوگوں کا اسٹینڈر نہیں ہے میں چند ہزار نہیں بلکہ ہزاروں کمانا چاہتی ہوں۔ کیا فائدہ اتنا پیسہ لگا کر ایم سی ایس کی ڈگری لینے کا اگر وہی کولہو کے بیل کی طرح سارا دن بک بک اور چخ چخ کر کے گزار کر مہینے کے آخر میں چند ہزار لیکر گزارا کرتے رہو۔" اس نے فوراً صفا چٹ جواب دیا۔ اس کے دوٹوک جواب پر ثریا بیگم کا پارہ ایک دم ہائی ہوگیا۔

"تم تو دنیا میں انوکھی پیدا ہوئی ہو نا۔ انسان کو اپنی اوقات نہیں بھولنی چاہیے۔ اللہ بخشے میرے ابا جی کو ایک عام سے گاؤں کے مولوی اور حکیم بھی تھے سارا گاؤں ان کی عزت کرتا تھا گھر میں ہی ابا جی نے جو تعلیم دی وہی ساری زندگی کا زیور ٹھہری۔ قسمت سے جو شخص ملا وہ بھی ایک عام درجے کا ماسٹر تھا پرائمری اسکول کے بچوں کو الف سے انار اور ب سے بکری کے قاعدے پڑھاتا تھا ایک ہمارے خاندان میں تم نرالی پیدا ہوگئی۔ ایم سی ایس کی ڈگری کیا لے لی ہے کسی کو کچھ گردانتی ہی نہیں اور ایک تمہارا بھائی ہے وہ باہر بیٹھا بس سر ہلا کر کہہ دیتا ہے کہ امی جی جانے دیں ابھی بچی ہے۔ میں کہتی ہوں چوبیسویں سن میں پہنچ گئی ہو ابھی بھی بچی ہو۔" رابعہ نے ایک دم سنجیدگی سے ماں کو دیکھا ان کا مزاج ایسا ہی تھا ایک دم ہائی ہوجانے والا۔

"ساری دنیا کی لڑکیاں نوکریاں کرتی ہیں میری سوچ انوکھی نہیں ہے۔"

"ہاں تو وہ اپنی اوقات نہیں بھولتیں۔ چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاتی ہیں۔ مہارانی کے مزاج ہی نہیں ملتے۔ بازار جاؤ تو تین چار ہزار سے کوئی سوٹ نیچے نہیں خریدنا ماں بھلے پانچ چھ سو کا عام کاٹن کا سوٹ خرید کر پہن لے تمہاری بلا سے۔ اور شاہانہ مزاج کا یہ عالم ہے کہ جناب نوکری بھی ہزاروں والی مانگتی ہیں۔"

"امی پلیز کبھی تو کوئی موقع جانے دیا کریں۔ روز جب بھی کہیں جانے کے لیے نکلتی ہوں آپ کا روزانہ یہیں رویہ ہوتا ہے اور باہر جاکر بھی خواری نصیب ہوتی ہے۔ نجانے وہ کونسا دن ہوگا جب آپ خوش ہو کر مجھے رخصت کریں گی اور میرے نصیب میں بھی کوئی معقول نوکری ہوگی۔" ماں کے انداز پر وہ بھی ایک دم غصے سے اٹھی اور کمرے میں چلی آئی۔

"لو اب میں نے کیا ڈانگ (ڈنڈا) ماردی ہے اسے جو ناشتا چھوڑ کر چلی گئی ہے۔" بھابی بھی کچن سے نکل آئی تھیں۔ نند اور بھاوج کا بہت سلوک تھا ناشتا جوں کا توں پڑے دیکھ کر انہیں دکھ ہوا۔

"آپ بھی تو حد کرتی ہیں نا' ہر وقت بے چاری کے پیچھے پڑی رہتی ہیں۔ اب اس کا مزاج شاہانہ ہے خواب اونچے ہیں اور نوکری وہ اپنے لیول کی تلاش کر رہی ہے تو کیا فرق پڑتا ہے آج کے دور کا ٹرینڈ ہے ہر کوئی اپنے فوائد محفوظ رکھتا ہے اور ان کی تلاش کے لیے کوشاں ہیں۔" بھابی امی سے کہہ کر اس کے کمرے میں گھسیں تو وہ اپنی چادر اوڑھ کر فائل اور بیگ لے کر تیار تھی۔

"امی کی باتوں پر غصہ مت کیا کرو وہ پرانے مزاج کی خاتون ہیں بس اندر سے خوفزدہ رہتی ہیں۔" اسے منہ سوجائے کھڑا دیکھ کر بھابی نے مسکرا کر کہا۔

"دعا کریں اس جگہ بات بن جائے ورنہ پھر کہیں اور ٹرائی کروں گی تو امی کو مزید غصہ آئے گا۔" بھابی نے سر ہلا کر اس کا کندھا تھپکا تو وہ ان کے ساتھ ہی کمرے سے نکل آئی۔

"ناشتا مکمل کر کے جانا بھوکے پیٹ گھر سے نکلنا بھی بدشگونی ہوتی ہے۔ رزق کی تلاش میں نکل رہی ہو پیٹ بھرا ہوگا تو آگے بھی امید ہوگی۔" ان کا غصہ بس اسی حد تک تھا بھابی ہنس دیں تو وہ بس سر ہلا کر نفی میں گردن ہلا گئی۔

"جب کھانے لگی تھی تب تو ایک آنکھ نہیں بھائی تھی میں اب بھی رہنے دیں جہاں جارہی ہوں کچھ نہ کچھ لے کر پیٹ پوجا کر ہی لوں گی۔" نخوت سے کہتے چادر سنبھالتی وہ گھر سے نکل گئی تو امی نے بھابی کو دیکھا۔

"دیکھا کتنی بدلحاظ ہوتی جارہی ہے۔ میں سچ کہتی ہوں یہ تم لوگوں اور سب سے زیادہ فیضان کی ڈھیل کا نتیجہ ہے۔ لو بتاؤ میں نے کیا کہہ دیا تھا اب بھوکے پیٹ نکل گئی ہے اور سارا دن بھوکی رہے گی۔" وہ تاسف سے کہہ رہی تھیں بھابی ہنسی دباتیں کچن میں چلی گئیں جہاں دودھ ابلنے ہی والا تھا کہ انہوں نے تیزی سے آگے بڑھ کر چولہا بند کیا۔

❁......❁......❁

وہ آج خلاف معمول آفس سے کچھ جلدی ہی اٹھ گیا تھا دل ودماغ میں اک بوجھ سا تھا۔ شاید اسی لیے کہیں دل نہیں لگ رہا تھا ابھی بارہ بجے تھے مگر وہ اکتا کر احسن کو انفارم کر کے آفس سے نکل آیا۔ کل بھی سارا دن وہ کچھ خاص نہیں کر پایا تھا اور آج بھی ضمیر پر ایک بوجھ تھا۔

"تم اس قابل ہی نہیں کہ تم سے کوئی مروت یا ہمدردی برتے۔" زہریلے انداز میں کہے گئے اپنے الفاظ ہی دل کا چین وسکون غارت کیے ہوئے تھے۔

"ہاں۔" آنسوؤں سے بھری آنکھوں کی بے یقینی بھولنے سے بھی نہیں بھلائی جارہی تھی۔ کل صبح وہ اس کو لان میں دکھائی دی تھی اور اس کو دیکھنے کے بعد جس طرح سے اس نے رخ بدلا تھا۔ بظاہر ولید نے کوئی ری ایکشن تو نہیں کیا تھا مگر اندر ہی اندر پشیمان ضرور ہوگیا تھا۔ بالکل غیر اضطراری انداز میں اٹھ جانے والا ہاتھ اب گہرے ملال سے دوچار کرتا جارہا تھا اتنی بدتمیزی کی تھی وہ تو مرد تھا عقل وبرداشت اس کی ذات کا حصہ تھا ان لمحوں میں کیوں صبر وبرداشت کے دامن کو نہ تھامے رکھا کیوں ایک دم ہائپر ہوتے ہاتھ اٹھا بیٹھا تھا۔

اگر غصہ بھی آیا تھا تو اس کا مسئلہ جاننے کی کوشش کرنی چاہیے تھی۔ پیار سے محبت خلوص سے اس کے رونے کی وجہ جاننے کی جستجو کرنی چاہیے تھی۔ بھلا یہ کہاں کی مردانگی تھی کی ایک دم ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوڑتے ایک کمزور دبے بس پہلے ہی کسی غم سے نڈھال لڑکی پر ہاتھ اٹھا کر وہ ملال جاگ رہے تھے۔ رات کا منظر نگاہوں میں جم سا گیا تھا۔ اسے بخار تھا کل سارا دن اور پھر رات ڈنر میں بھی دکھائی نہ دی اور جب رات گئے روشنی کے ساتھ دکھائی بھی دی تو کس قدر قطع تعلقی کا مظاہرہ کرتے اس کی موجودگی کو یکسر غیر اہم قرار دے گئی تھی۔ اگر وہ بات کرتی تو رات والی صورتحال کلیئر ہوسکتی تھی وہ معذرت کرلیتا تو بات نارمل ہوجاتی اور اندر ہی اندر وہ دل میں تہیہ کر رہا تھا کہ وہ جیسے کھانا کھا کر فارغ ہوگی وہ بہانے سے اسے ایک طرف لے جاکر معذرت کرلے گا اور یہ طے کر کے وہ مطمئن بھی ہوگیا تھا مگر وہ کھانا کھانے کے بعد پھر

سے اپنے کمرے میں جا کر بند ہوگئی تھی اور روشی کے بقول ”اسے کوئی ڈسٹرب نہ کرے وہ دروازہ نہیں کھولے گی۔“ صبح وہ کمرے سے ہی نہیں نکلی اور خود بہت خواہش کے باوجود دوبارہ اس کے کمرے میں نہیں جاسکا تھا کہ گزشتہ رات کی غلطی وہ دوبارہ دوہرانا نہیں چاہتا۔

نجانے وہ کس موڈ میں ہو اور اسے دیکھتے ہی کس انداز میں پیش آئے۔ بہر حال ایک جگہ وہ غلط تھا کہ وہ گزشتہ رات بغیر اجازت کے اس کے کمرے میں گھسنے کی غلطی کر چکا تھا اور پھر بعد میں جان بوجھ کر کسی کی ذات میں انٹرفیئر ہونے کا خمیازہ بھی بھگت لیا تھا۔

اسے آج آفس جلدی آنا تھا سو صبح صبح ہی گھر سے نکل آیا اب یہ بھی کنفرم نہیں تھا کہ وہ کالج بھی گئی ہے یا نہیں۔ بلا مقصد ہی مختلف سڑکوں پر گاڑی گھماتے وہ اکتا گیا تو ایک سڑک کراس کر کے اس نے بلا ارادہ ہی گاڑی روکی۔ یونہی سر اٹھا کر اطراف میں دیکھا تو چونکا وہ اس وقت جس اسپتال کے سامنے تھا وہاں وہ گزشتہ دنوں کئی چکر لگا چکا تھا سوائے کل والے دن کے اور اس وقت خود کو یہاں دیکھ کر چونکا تھا۔

”اف یہ میں کہاں آ گیا؟“ اسپتال کی بلڈنگ دیکھ کر ایک پل کو ولید ضیاء شدید کوفت سے دوچار ہوا بلکہ اندر ہی اندر جز بز بھی ہوا۔

”چلیں ادھر آ ہی نکلے ہیں تو لگے ہاتھوں مریضہ کی عیادت ہی کر چلیں۔“ یہ سوچ کر اس نے اگنیشن سے چابی کھینچی۔ کچھ پل بعد وہ روم کے دروازے پر ناک کر رہا تھا۔

”یس کم ان۔“ اجازت ملنے پر وہ اندر چلا آیا۔

”السلام علیکم!“ کمرے میں مریضہ کے علاوہ اس کی والدہ تھیں۔

”وعلیکم السلام!“ بیگم عبدالقیوم نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

”کیسی ہیں یہ اب؟“ ولید صوفے پر بیٹھ گیا تھا وہ جب سے اس لڑکی کو اسپتال لے کر آیا تھا آج پہلا موقع تھا کہ وہ لڑکی اسے حواس میں دکھائی دی تھی۔

تکیوں کے سہارے وہ نیم دراز تھی۔ زرد چہرہ مگر خوابیدہ حسن ایک پل کو وہ ٹھٹھک گیا تھا۔

”اتنا مکمل حسن۔“

”یہ اب پہلے سے بہتر ہے۔“ لڑکی بھی اسے دیکھ رہی تھی جبکہ اس کی والدہ نے جواب دیا تھا۔

”یہ کون ہیں؟“ کاشفہ نے آہستگی سے اپنی ماں سے پوچھا۔

”یہ ولید صاحب ہیں انہی کی گاڑی سے تمہاری گاڑی ٹکرائی تھی اور پھر بعد میں یہی تمہیں اسپتال لے کر آئے تھے اور ہمیں اطلاع دی تھی۔“ مام نے تفصیلی بتایا تو اس نے ہلکی سی مسکراہٹ سے ولید کو دیکھا۔

”تھینکس ولید صاحب۔“ وہ ولید کی حقیقتاً مشکور ہوئی تھی وہ آج پہلی بار ہوش میں اپنے محسن کو دیکھ رہی تھی ورنہ یہ شخص جب بھی آتا تھا وہ سوئی ہوتی تھی۔

”ناٹ مینشن۔“ آپ کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو میں انسانیت کے ناطے اس کی بھی مدد کرتا۔ یہ میرا اخلاقی فرض تھا۔“ ولید نے بھی مسکرا کر کہا تو کاشفہ حقیقتاً از حد متاثر ہوئی اس نے اب کی بار بغور اس نہایت وجیہہ اور شاندار مرد کو دیکھا۔

”یہ تو بیٹا تمہارا ہم پر احسان ہے ورنہ آج کے دور میں کون اتنی انسانیت رکھتا ہے۔“ کاشفہ کی مام نے لگاوٹ سے کہا۔

”اور جس طرح تم مسلسل چکر لگا رہے ہو عیادت کو آتے ہو محسوس ہوتا ہے کسی بہت ہی نیک ہاتھوں نے پرورش دی ہے ورنہ ایسی اخلاقیات کے مظاہرے اب بھلا کون نبھاتا ہے۔“ کاشفہ کی والدہ پہلے دن سے ہی اس نہایت وجیہہ اور شاندار لڑکے کی وجاہت سے متاثر ہوگئی تھیں اور جب بھی ان کی موجودگی میں ولید نے چکر لگایا تھا ان کا ولید کے ساتھ خصوصی سلوک ہوتا تھا۔

”ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں کب تک مکمل ریکوری ممکن ہے؟“ ولید نے اپنی تعریفوں سے ایک دم گھبرا کر موضوع بدلا۔

”زخم ابھی ٹھیک سے مندمل نہیں ہوا ہے۔ یہ ساری رات درد سے کراہتی رہتی ہے۔ ڈاکٹر کو ٹرینکولائزر کے زیر اثر رکھنا پڑتا ہے۔ جیسے ہی زخم قدرے بہتر ہوئے یہاں سے چیک آؤٹ کر دیں گے۔ باقی ٹریٹمنٹ تو گھر میں بھی ہوتا رہے گا۔“

”ہوں۔“ ولید نے محض سر ہلا دیا۔

کاشفہ مسلسل اس خوبرو اور ڈیسنٹ شخص کو دیکھ رہی تھی۔ جس کی نہ صرف ڈریسنگ لاجواب تھی بلکہ ظاہری شخصیت کے ساتھ ساتھ بات کرنے کا خصوصی انداز، رکھ رکھاؤ اور سلجھا پن بھی بڑا دلکش تھا۔ بس چند ایک بار کی اچٹتی نگاہوں کے بعد ولید نے اس کی طرف نگاہ نہیں کی تھی اس کی مکمل توجہ اس کی مام کی طرف تھی۔ ورنہ اپنی خوب صورتی اور دل کشی سے وہ خود بھی باخوبی آگاہ تھی کہ اس پر پہلی نگاہ ڈالنے والا اس کو بار بار دیکھنے کو ضرور مچل اٹھتا تھا جبکہ یہ شخص ایک بار کے بعد نگاہ ڈالنے کو تیار نہ تھا۔

”کیا لوگے، کچھ منگواؤں؟“ چند اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد مام نے پوچھا تو وہ سلیقے سے معذرت کر گیا۔

”نو تھینکس، اپنے آفس سے اٹھ کر آیا ہوں بلکہ اب تو اجازت دیں آفس میں اور بھی بہت سے ضروری امور توجہ طلب ہیں۔“ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ کاشفہ کی آنکھوں میں ایک دم اضطراب چھلکا۔

”بیٹھیے نا۔“ ولید نے اس نہایت حسین لڑکی کو دیکھا اور دھیرے سے رسمی انداز میں مسکرا دیا۔

”نو تھینکس میم، مجھے واقعی آفس میں ضروری کام ہیں۔“

”پھر کب آئیں گے۔“ ولید نے چونک کر دیکھا وہ بڑی بے قراری سے جواب کی منتظر تھی۔

”دیکھیے پھر کب فرصت ملتی ہے؟ پلیز گیٹ ویل سون۔“ اس نے رسماً کہا تو لڑکی لب دبا گئی۔

”او کے میم، ٹیک کیئر اینڈ اللہ حافظ۔“ وہ دونوں کو کہتا وہاں سے نکلا تھا۔

”اف لڑکی ہے یا کوئی مورت۔“ اپنی گاڑی تک پہنچنے تک اس کے ذہن پر یہی بات سوار تھی۔ پتا نہیں کیا بات تھی جو اسے اندر ہی اندر کلک کر رہی تھی۔ پتا نہیں محسوسات کس نوعیت کے تھے مگر خیال دیرپا تھا۔

”انا ٹھیک ہی کہتی ہے یہ لڑکی واقعی بلا کی خوب صورت ہے۔“ گاڑی اسٹارٹ کرتے ولید کو ایک دم انا یاد آئی تو اور بھی بہت کچھ یاد آیا۔ آنسوؤں سے بھری آنکھیں اور اپنا ایک دم ہائپر ہو کر ہاتھ اٹھانا۔

”احمق، سلی گرل، نجانے کیا کرتی پھر رہی ہے۔ لگتا ہے اب اس سے دوٹوک بات کرنا ہی ہوگی۔ اب پتا چلانا ہی ہوگا کہ کیوں ایسا بی ہیو کر رہی ہے۔ کیا پرابلم ہے؟“ انا کے تصور سے اور بھی بہت کچھ یاد آنے لگا تو ساتھ میں تکلیف دہ احساس بھی دل میں کروٹ لینے لگا کہ اس نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا اور کتنی بے یقینی سے اس نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

”اتنی شدید ناراض ہے کہ اپنی شکل دکھانے کی بھی روادار نہیں۔“ ولید کے اندر ملال بڑھنے لگا تو اس نے فوراً گاڑی کی رفتار تیز کر دی مگر اندرونی اضطراب میں قطعی کمی واقع نہ ہوئی۔

”پہلے مجھے انا سے بات کرنا ہوگی اگر وہ پہلے کی طرح پھر ٹال گئی تو پھر روشانے سے ڈسکس کروں گا۔ آخر پتا تو چلے محترمہ کے ساتھ پرابلم کیا ہے؟ ایسا بی ہیو کیوں کر رہی ہے؟ اگر کوئی ریزن بھی ہے تو لوجک تو نظر آئے۔“ ایک لائحہ عمل تیار کرنے کے بعد اس نے خود کو قدرے ہلکا محسوس کیا اور گاڑی کی رفتار مزید بڑھاتے کیسٹ پلیئر آن کر لیا۔

❀……❀……❀

وہ اپنے آفس میں مختلف فائلز کھولے مصروف تھا جب دروازے پر ناک ہوئی۔

”یس کم ان۔“ فاروقی صاحب اندر داخل ہوئے تو عباس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

”السلام علیکم سر۔“

”وعلیکم السلام، خیریت؟“ انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے عباس نے فائل ایک طرف ہٹا دی۔

”سر آپ کے سیکشن کے کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ کے لیے جو سیٹ خالی تھی اس کے لیے چند امیدوار کو کال کیا تھا انٹرویو سیکشن میں شاہزیب صاحب بھی موجود تھے۔ یہ امیدواروں کی لسٹ ہے اور ہر امیدوار کی لسٹ کے ساتھ ان کے کوائف بھی درج ہیں اور سلیکشن کمیٹی کا یہ رزلٹ ہے چونکہ یہ آپ کے سیکشن کے لیے ویکنسی ہے تو سر شاہزیب کا کہنا تھا کہ سلیکٹیو پرسن سے آپ خود بھی ایک بار مل لیں۔“ فاروقی صاحب نے عباس کے سامنے ایک فائل رکھ دی اور ساتھ ہی سلیکٹیو پرسن کی رزلٹ شیٹ اور کوائف کی فائل بھی عباس نے چند پل تمام پیپرز کو بغور دیکھا پھر فاروقی صاحب کو۔

”بٹ میں نے بابا جان سے صاف اور واضح لفظوں میں کہا تھا کہ مجھے ایک ایکسپیرینسڈ پرسن چاہیے یہ سلیکٹو خاتون تو خود فریش ایم سی ایس ہیں اب ان کو پہلے سکھاؤں گا یا کام کرواؤں گا۔“ عباس فائل دیکھ کر قدرے برہم ہوا۔

”یس سر میں نے سر سے بات کی تھی مگر ان کا پوائنٹ آف ویو آپ سے قدرے چینج ہے ان کا کہنا ہے کہ یوتھ فریش اور شارپ مائنڈ کی مالک ہوتی ہے ان کی صلاحیتوں کو ابھی استعمال نہیں کیا گیا اس لیے نیو اسٹاف کو سلیکٹ کرتے ہوئے خیال کیا جائے کہ وہ فریش اور جوان اور ینگ ہوں اس امیدوار کا اکیڈمک ریکارڈ بہت شاندار ہے۔ بی ایس سی تک اسکالرشپ ہولڈر رہی ہیں یہ خاتون اور ایم سی ایس میں نہایت شاندار پرسنٹیج ہے اور انٹرویو کے دوران میں سب سے زیادہ کانفیڈنٹ اور زبردست پرفارمنس انہی کی رہی ہے۔ پچھلے دنوں سر سجاد صاحب کے سیکشن کے لیے جو خاتون اپائنٹ ہوئی ہیں وہ بھی فریش اور ینگ ہیں۔ یہ دونوں خواتین ایک ہی اداروں کی فارغ التحصیل ہیں ایک

جیسا اکیڈمک ریکارڈ ہے۔ بس ہادیہ کی اب تک کی پرفارمنس بہت زبردست ہے یہ مس بھی انہی کے ریفرنس سے آئی ہیں۔" فاروقی صاحب نے تفصیلی اور تعریفی بیان جاری کیا تو عباس نے اکتا کر فائل ایک طرف کردی۔

"باباجان مطمئن ہیں ان خاتون سے؟" اس نے پوچھا۔

"یس سر۔" عباس کی سنجیدگی پر فاروقی صاحب نے فوراً سر ہلایا۔

"او کے بلوائیں ان خاتون کو۔ سلیکشن تو آپ لوگ کر ہی چکے ہیں اب بھی آپ ہی بات کیجیے گا میں بس چیک کروں گا۔" عباس نے انٹر کام فاروقی صاحب کی طرف بڑھایا تو انہوں نے فوراً متعلقہ لائن پر کال ملائی۔

"عباس صاحب کے سیکشن کے لیے جو خاتون سلیکٹ ہوئی ہیں ان کو اندر بھیج دیں۔" فاروقی صاحب نے پیغام منتقل کر کے انٹر کام رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی ساتھ ہی نسوانی آواز آئی۔

"مے آئی کم ان سر۔" براؤن چادر سلیقے سے اوڑھے وہ لڑکی دہلیز پر کھڑی تھی۔ عباس نے بے زاری سے دیکھا ایسی ڈرپوک سی لڑکی کئی گز چادر اردگرد پھیلائے اس کے ڈیپارٹمنٹ کے لیے سلیکٹ ہوئی تھی لڑکی کو دیکھ کر عباس کا کوفت سے برا حال ہوا۔

"کم ان۔" اس نے رکھائی سے کہا تو لڑکی اندر بڑھ آئی۔

"تشریف رکھیے۔" فاروقی صاحب نے عباس صاحب کے تیور دیکھتے خود ہی لڑکی کو سیٹ کی آفر کی وہ دائیں طرف رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔

"تھینکس۔"

"کیا نام ہے آپ کا؟" عباس نے سابقہ موڈ میں ہی پوچھا۔

"رابعہ نواز۔ بٹ سر میری سی وی میں میرے متعلق تمام معلومات درج ہیں۔" نام بتا کر اس نے بڑے سلیقے اور اعتماد سے عباس کے سامنے رکھی اپنی فائل کی طرف نگاہ کرتے ہوئے کہا تو عباس کی بھنویں تن گئیں۔

"جی دیکھ چکا ہوں آپ کی سی وی میں آپ کے متعلق آپ کی زبانی کوائف سننا چاہتا ہوں۔" عباس نے اب کے ناراضی سے کہا۔

"ایم سی ایس کیا ہے حال ہی میں، میں نے یہاں نیو اپائنٹی مس نادیہ کے ریفرنس سے آئی ہوں میٹرک ایف اے میں اسکالرشپ ہولڈر رہی ہوں۔ بی سی ایس میں کارکردگی اکیڈمک لحاظ سے بظاہر شاندار ہے۔ ہاں ایکسپیرئنس کے لحاظ سے فی الحال میں زیرو ہوں۔ یہ میرا کسی بھی فرم کے لیے جاب کا فرسٹ ایکسپیرئنس ہوگا۔" وہ بہت ہی اعتماد اور وقار سے وہ بول رہی تھی۔ عباس بغور اسے دیکھ رہا تھا۔ بظاہر وہ خاصی خوب صورت لڑکی تھی۔ پہلی نگاہ کا تاثر جو بھی تھا مگر لڑکی دقیانوسی نہیں تھی اور نا ہی آؤٹ آف فیشن تھی ہاں بڑی سی چادر اردگرد ضرور لپیٹے ہوئے تھی۔

"آپ خود ہی بتا رہی ہیں کہ آپ کا یہ جاب کا فرسٹ ایکسپیرئنس ہے جبکہ ہماری فرسٹ رکوائرمنٹ ایکسپیرنسڈ پرسن ہی تھا جبکہ آپ بالکل فریش ایم سی ایس ہیں۔ کیا خیال ہے آپ ہماری فرم کی ریکوائرمنٹ پر پورا اتر سکیں گی؟" عباس نے براہ راست لڑکی کی آنکھوں میں جھانکا وہ دھیرے سے مسکرادی۔

"سر میں دعویٰ نہیں کرتی وقت و حالات انسان کی قابلیت کا فیصلہ کرتے ہیں آپ آزما کر دیکھ لیں۔" وہی پراعتماد لہجہ تھا وہ ذرا بھی کنفیوژ نہ ہوئی تھی براہ راست عباس صاحب کو دیکھ کر گویا ہوئی تھی۔

"میں اکیڈمک ریکارڈ سے متاثر نہیں ہوتا مجھے انسان کی صلاحیتیں متاثر کرتی ہیں۔ جبکہ آپ میں ہماری ڈیمانڈ کے مطابق صرف کوالیفکیشن ہے تجربہ نہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ کی سلیکشن کمیٹی میں سبھی بد دماغ سر پھرے انسان موجود نہیں تھے۔ اگر میرا سلیکشن کیا گیا ہے تو فرم کے رولز اینڈ ریگولیشن کو مدنظر رکھ کر ہی کیا گیا ہوگا۔" عباس کے سوالوں پر اس نے قدرے چڑ کر کہا تو فاروقی صاحب نے اس جواب پر ایک دم ٹھٹکا کر عباس صاحب کو دیکھا جس کے چہرے کے عضلات کھنچ گئے تھے۔

"کتنی اسٹریٹ فارورڈ لڑکی تھی یہ۔"

"اس قدر کانفیڈنس آپ کے حق میں نقصان دہ بھی ہوسکتا ہے، آئی تھنک ابھی آپ کو اپائنٹمنٹ لیٹر ایشو نہیں کیا گیا۔" عباس نے بھی قدرے برہمی سے باور کرایا تو وہ لڑکی مسکرادی یعنی وارننگ دی گئی تھی۔

"یہی تو آپ کو بتانا چاہ رہی ہوں سر کہ ابھی جب اپائنٹمنٹ لیٹر ایشو نہیں کیا گیا تو پھر صاف اور واضح الفاظ میں کہیں کہ محترمہ آپ اس ڈیفنسی کے اہل نہیں کیونکہ آپ کے پاس تجربہ نہیں۔ جبکہ آپ کی سلیکشن کمیٹی مجھے سلیکٹ کرچکی ہے اس کے باوجود یہ انٹرویو کا دوبارہ سلسلہ مجھے کچھ سمجھ

نہیں آرہا؟" اس لڑکی کا اعتماد جوں کا توں تھا۔

اب کے فاروقی صاحب نے اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ کو بمشکل روکا جبکہ عباس اس لڑکی سے ایسے جواب کی توقع نہیں کررہا تھا ایک دم حیرت زدہ رہ گیا۔ کتنی بدتمیز ہے یہ لڑکی۔

"آپ اوور کانفیڈنٹ ہی نہیں بلکہ اچھی خاصی گستاخ بھی ہیں۔" فاروقی صاحب کو مسکراہٹ روکتے عباس نے دیکھ لیا تھا اس کا ٹمپرامنٹ ایک دم لوز ہوا اپنے سینئر ورکر کے سامنے ایسی بے عزتی؟ عباس جھنجلا ہی گیا تھا۔

"تھینکس فار دی کمپلیمنٹس، بٹ میرے لیے اب کیا حکم ہے؟ میں جاؤں، کیونکہ آپ کی توقعات پر میری سی وی پورا نہیں اتر رہی سو پلیز مجھے میری فائل واپس کردیں تاکہ میں جاسکوں۔ میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں کہ میں سلیکٹ ہونے کے بعد دوبارہ انٹرویو کے پراسس سے گزروں۔" عباس کے الفاظ پر وہ لڑکی فوراً کھڑی ہوگئی تھی اور بغیر کسی لحاظ مروت کے اس نے کہا تو دونوں حضرات حیرت زدہ رہ گئے۔

باباجان کو اس میں ایسا کیا نظر آگیا جو سلیکٹ کرلیا۔ کیونکہ کسی بھی شعبے سے متعلق سلیکشن وہ خود کرتے تھے اب کے اگر وہ اس لڑکی کو جانے دیتا تو یقیناً باباجان سے سخت ناراضی کا سامنا بھی ہوسکتا تھا جبکہ یہ لڑکی اسے انتہائی بدتمیز لگی تھی۔

"فاروقی صاحب آپ ان محترمہ کو باباجان کے پاس لے جائیں ان کا سلیکشن انہی کے انڈر ہوا ہے یہاں جو کارروائی وقوع پذیر ہوئی وہ بھی بتادیں۔ میرے پاس آپ آئندہ ایسے پاگل لوگوں کے کیسز لے کر مت آئیے گا۔ اب یہ بابا کا ہیڈک ہے وہ رکھتے ہیں یا رفیوز کرتے ہیں میری بلا سے۔" عباس نے غصے سے دونوں فائلز اٹھا کر فاروقی صاحب کو تھمادیں اور ساتھ ایک سخت غصیلی نگاہ رابعہ پر بھی ڈالی۔ اس ایک نگاہ سے وہ جیسے جل بھن ہی گئی تھی۔

"آپ ہیں کس خوش فہمی میں؟ مجھے بھی کوئی شوق نہیں ادھر جاب کرنے کا۔ ایسے بدتمیز، پاگل ال مینرڈ لوگوں کے ساتھ میں کام کروں گی مائی فٹ، بھلے جاب میرا شوق ہے مگر مجبوری نہیں، ایک چھوڑ ایسی دس جابز تیار ہیں میرے لیے سنبھال کر رکھیں اپنی جاب۔" فاروقی صاحب کے ہاتھ سے اپنی فائل کھینچ کر تن فن کرتی وہ وہاں سے نکل گئی۔

"ارے میم، سنیے تو، پلیز رکیے۔" بے چارے ساٹھ سالہ فاروقی صاحب اس کے پیچھے بھاگے جو طوفانی رفتار سے آفس کا دروازہ کھول کر باہر نکلی تھی۔

❀......❀......❀

مہرالنساء بیگم کو بتا کر کے وہ آج پہلی بار بازار آئی تھیں۔ عرصہ بعد باہر کی دنیا دیکھی تو دل میں بہت سی بھولی بسری یادیں تازہ ہونے لگیں۔

"محبت اور وفا کی دولت سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہوتی۔ احساس زندہ ہوں تو کائنات حسین تر ہوجاتی ہے اور اگر احساس مرجائے تو پھر محبت بھی اس مردہ زمین کو پھر سے شاداب نہیں کرسکتی۔ وفا تو اضافی خصوصیت ہے نا جیسے مردہ زمین کو پھر سے آباد کرنے کے لیے محنت کے ساتھ ساتھ کھاد بیج وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے۔" برسوں قبل کسی کے کہے الفاظ انہیں اپنے دل و دماغ میں گونجتے محسوس ہوئے تو آنکھیں نمی سے اٹ گئیں۔

"آہ کاش......!" دل سے اک ہوک اٹھی تو دل انجانی راہوں پر چلنے کو اکسانے لگا۔ تابندہ بی نے بڑی بے دلی سے کچھ اشیاء خریدیں اور ڈرائیور کو اشیاء دے کر جانے کا کہا تو وہ حیران ہوا۔

"مگر آپ اس طرح اکیلی کیسے آئیں گی۔" تابندہ بی یہاں کے راستوں سے انجان بازاروں سے بے خبر خاتون تھیں ڈرائیور کی پریشانی لازمی تھی۔

"مجھے کچھ اور بھی خریدنا ہے۔ تم جاؤ اور ہاں مہرالنساء اور گھر میں دیگر لوگوں سے کہنا کہ پریشان نہیں ہوں میں تھوڑی دیر میں آجاؤں گی میں رکشہ یا ٹیکسی لے لوں گی اس وقت تولائبہ نے اپنے بھائی کے ہاں جانا ہے اور گھر میں کوئی گاڑی بھی نہیں مجھے کچھ دیر ہوجائے گی وہ خوامخواہ انتظار کرے گی، تم جاؤ۔" تابندہ بی کے دوٹوک انداز پر ڈرائیور سر ہلا کر وہاں سے رخصت ہوگیا۔

ڈرائیور کے رخصت ہونے کے بعد انہوں نے اردگرد دیکھا۔ یوں لگا برسوں بعد باہر کی دنیا میں پھر سے قدم رکھا ہو۔ بہت کچھ بدل چکا تھا ابھی بہت کچھ تبدیلی کے مراحل میں تھا۔ انہوں نے ایک دکان سے کچھ پھل وغیرہ لیے۔

ذہن و دل میں کچھ بھی واضح نہ تھا بس آج خود بخود غیر ضروری امور سر انجام پارہے تھے۔ تابندہ بی نے ایک رکشے والے کو روکا، جگہ اور کرائے کا معاملہ طے کر کے بیٹھ گئیں۔ جوں جوں رکشا آگے بڑھ رہا تھا ان کے دل و دماغ میں کئی خیالات گردش کرتے چلے جارہے تھے۔

"اف سکندر! مجھے قطعی اندازہ نہ تھا کہ اوپر سے اس قدر آدم بے زار خواتین سے الرجک دکھنے والا مرد اندر سے اس قدر رومینٹک بھی

ہوسکتا ہے۔"

"جس کے نصیب میں تم جیسی حسین خوبصورت دل نواز خاتون ہوں وہ تو خود بخود زندہ دل ہونے لگتا ہے نا۔" برجستہ جواب پر کسی کی کھلکھلاتی ہنسی تابندہ بی کے اعصاب کو عجیب پژمردگی کا احساس بخش گئی۔

"یقین نہیں آتا یہ وہی حضرت صاحب مخاطب ہیں جن کے پیچھے میں دیوانہ وار بھاگی ہوں مگر اس ہرجائی نے کبھی قدر نہ جانی۔" کھلکھلاتی ہنسی تھی تو کسی کے الفاظ نے پھر تابندہ بی کو اپنے سحر میں جکڑا۔

"چلیں اب تو ہم آپ ہی کو اپنا سب کچھ مان بیٹھے ہیں پھر تو پچھلے گلے شکوے تو بے معنی ہوگئے نا۔ آپ کو دل کی مہارانی ہی نہیں بنایا بلکہ گھر کی ملکہ بھی بنادیا ہے۔" بھاری لب و لہجے میں کہا تو تابندہ بی کو اپنی پلکیں بھیگتی محسوس ہوئیں۔

"نوازش ہے آپ کی مہاراج۔" شوخ لب و لہجے نے عجیب سی دلگرفتگی سے دوچار کردیا تھا۔

"لیں بیگم صاحبہ آپ کا گھر آ گیا۔" وہ نجانے کن خیالوں میں غرق تھیں جب رکشے والے کی آواز پر چونک کر متوجہ ہوئیں۔ انجان علاقہ اور جگہ دیکھ کر وہ الجھیں۔ انہوں نے یہاں تو نہیں آنا تھا۔

"تمہیں جس جگہ کا کہا تھا وہیں لے کر آئے ہونا؟" باہر نکل کر اردگرد دیکھتے وہ مطلوبہ مکان نہ پاکر پریشان ہوگئی تھیں۔

"جی بیگم صاحبہ جس جگہ کا کہا تھا وہیں لے کر آیا ہوں کس مکان میں جانا ہے وہ یہاں سے پوچھ لیتے ہیں۔" تابندہ بی نے چند قدم آگے بڑھائے اردگرد دیکھا۔ برسوں پہلے وہ یہاں آئی تھیں۔ تب یہاں آبادی نہ ہونے کے برابر تھی چند ایک گھر تھے اس محلّہ میں اور اب دونوں اطراف خوب صورت جدید اسٹائل کے گھر آباد تھے۔ ہر گھر کے سامنے ایک خوب صورت باغیچہ تھا۔ انہوں نے اطراف میں دیکھا تو چونک گئیں بائیں طرف دائیں والی سائیڈ پر ایک گھر ابھی بھی خاصی پرانی طرز کا آباد تھا جو جدید اسٹائلش انداز میں تعمیر شدہ گھروں میں یوں لگ رہا تھا گویا کوئی کھنڈر آباد ہے۔

"بی بی ملا گھر کے نہیں؟" انہیں اردگرد دیکھتے رکشے والا ابھی ان کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔

"اس گھر کے سامنے آ جاؤ۔" رکشے والے کو کہتے وہ اس کھنڈر گھر کی طرف بڑھ گئیں۔

گھر اسی پرانی طرز پر تعمیر تھا سڑک نئی تعمیر کی گئی تھی جس کی وجہ سے گھر سڑک کے مقابلے کافی نیچے ہوگیا تھا اور بالائی منزل کافی خستہ حال تھی یقیناً بارش کے دنوں میں سڑک کا پانی گھر کے اندر ضرور گھس جایا کرتا ہوگا۔ گھر کے سامنے آ کر تابندہ بی نے گھر کو دیکھا۔ برسوں بعد گھر کو دیکھا تو لگا برسوں پہلے کا ماضی نگاہوں کے سامنے آ ٹھہرا ہو۔

"سکندر میں بڑی مشکل سے جان بچا کر آئی ہوں۔ اللہ کا واسطہ ہے مجھے پناہ چاہیے۔ اگر میں یہاں نہ آتی تو پھر کہاں جاتی۔ اس بھری دنیا میں مجھے لگا کہ صرف آپ ہی وہ شخص ہیں جو مجھے پناہ دے سکتے ہیں۔" ایک ڈری سہمی حالات کی ستائی آواز نے ذہن کے دریچے پر دستک دی تو اور بھی کئی آوازوں کی بازگشت ہونے لگی۔

"چلو بیگم صاحبہ گھر تو آپ کو مل گیا ہے نا اب مجھے کرایہ دیں میں چلتا ہوں۔" رکشہ والا بھی ادھر آ گیا تھا۔ تابندہ بی نے اندرون خانہ ہونے والے شوروغل کو ذہن سے جھٹکتے رکشے والے کو دیکھا۔ وہ تیس پینتیس سال کا آدمی تھا۔ مگر محنت و مزدوری نے اس کی صحت پر کافی اثر ڈالا تھا شاید حالات نے اس کو سخت جان بنا ڈالا تھا جو لہجہ بھی سخت ہوگیا تھا۔

"ہاں اسی گھر میں آنا تھا مگر تم جانا نہیں یہ پیسے رکھ لو کچھ کھا پی بھی لو اتنی دیر میں جب تک میں فارغ ہو کر آتی ہوں۔" انہوں نے اپنا بیگ کھولا۔

"پر بی بی میں اتنی دیر تک انتظار کیوں کروں نجانے آپ کب فارغ ہوتی ہو مجھے کوئی اور سواری مل جائے گی اتنی دیر میں۔" رکشے والا کا انداز پروفیشنل تھا۔ انہوں نے ہاتھ روک کر اسے دیکھا۔

"تمہیں تمہارے انتظار کرنے میں جو وقت لگے گا اس کی بھی اجرت دوں گی کچھ وقت لگے گا مجھے فارغ ہونے میں پتا نہیں مکین آباد بھی نہیں یا نہیں ہوسکتا تمہیں انتظار کی زحمت نہ اٹھانا پڑے۔ بہرحال تم انتظار کرو یہ پیسے رکھو میں آتی ہوں۔" بیگ سے ہزار کا نوٹ نکال کر رکشے والے کو تھمایا تو اس نے حیرت سے تابندہ بی کو دیکھا۔

"پر میرا کرایہ تو صرف ڈیڑھ سو بنتا ہے۔"

"رکھ لو کچھ کھا پی بھی لو میں کچھ دیر میں آ جاتی ہوں واپسی کا کرایہ سمجھ لینا۔" تابندہ بی نے اسے نوٹ تھما کر آگے قدم بڑھا دیے تھے۔

ولید اسپتال سے نکلنے کے بعد آفس جانے کے بجائے گھر چلا آیا۔

"روشانے کہاں ہے؟" لاؤنج میں آیا تو صغراں سے سامنا ہوا۔

"وہ تو انا بی بی کے کمرے میں ہیں۔" انا کے نام پر وہ چونکا۔

"کہیں تو بلوادوں۔" صغراں مزید پوچھ رہی تھی۔

"انا گھر پر ہے کیا؟" اس کا انداز پرسوچ تھا۔

"جی صاحب۔"

"صبح ان کو کافی تیز بخار تھا تو بڑی بیگم صاحبہ نے انہیں کالج جانے سے منع کردیا تھا۔"

"اوہ......" ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے وہ پلٹا۔

"آپ کے لیے کچھ کھانے کو لاؤں؟"

"نہیں رہنے دو۔" صغراں کو منع کر کے وہ اپنے کمرے میں جانے کے بجائے انا کے کمرے کی طرف چلا آیا۔ پچھلی غلطی یاد تھی سو اب کی بار دروازے پر صرف دستک دی اور جواب کا انتظار کرنے لگا۔

"آ جاؤ صغراں۔" روشانے کی آواز آئی ولید نے قدم اندر رکھا تو دونوں نے پلٹ کر دیکھا۔ انا بستر پر بیٹھی ہوئی تھی دونوں گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے تھوڑی گھٹنوں پر ٹکائے ولید کو دیکھ کر حیران ہوتی فوراً سیدھی ہوئی جبکہ روشی اس کے بستر پر نیم دراز تھی۔ وہ بھی اٹھ بیٹھی تھی۔

"السلام علیکم......!" ولید نے سلام کیا تو انا نے حیران ہوتے سائید پر پڑا اپنا دوپٹا اٹھا کر سر پر ڈالا۔

"وعلیکم اسلام آپ اس وقت؟" روشی نے ہی پوچھا تو وہ مسکرا دیا۔

"بس کسی کام سے گھر آیا تو صغراں سے پتا چلا کہ تم ادھر ہو۔"

"ہوں۔ بس یہ انا کی طبیعت کی کچھ ٹھیک نہیں تھی رات سے بس کمرے میں ہی بند ہے۔ پھوپو بھی پریشان ہورہی تھیں۔ اب بھی کال کر کے پوچھا ہے کہ اس نے کچھ کھایا پیا ہے یا کمرے میں ہی بند ہے۔ بابا بھی ادھر ہی تھے ابھی اٹھ کر گئے ہیں۔"

"کیا ہوا ہے محترمہ کو؟" ولید نے براہ راست انا کو دیکھا تو وہ بغیر کوئی تاثر دیے اپنے ہاتھوں کو دیکھے گئی انداز بڑا لاتعلقی لیے ہوئے تھا ولید کو شدت سے اس کی لاتعلقی محسوس ہوئی۔

"بخار ہے۔" روشی نے ہی بتایا۔

"یہ بخار کس سلسلے کا ہے؟" وہ اسی طرح دروازے کے پاس کھڑا تھا روشی ولید کے سوال پر ہنس دی۔

"یہ اچھی کہی آپ نے...... بھلا بخار کا بھی کوئی سلسلہ ہوتا ہے۔" انا ہنوز خاموش تھی۔ اگر وہ خاموش تھی تو کیوں؟ ولید کو اس کے انداز نے عجیب سی تکلیف سے دوچار کیا۔ اگر وہ اپنے رویے پر پشیمان تھا تو کیا انا کو اپنے رویے پر غور کرنے کا حق نہ تھا؟ کیا اسے پشیمانی نہ تھی؟

ٹھیک ہے اس نے ہاتھ اٹھانے کی غلطی کی تھی مگر انا کا اپنا رویہ ہی اس غلطی کا سبب بنا تھا جبکہ وہ سب کچھ فراموش کیے صرف اپنی غلطی کی معذرت کے لیے یہاں تک دوبارہ آ گیا مگر انا کا انداز ہنوز وہی تھا۔ وہ بھلا ایسا کیوں کررہی تھی؟ ولید کے اندر اس سوال نے ایک ہلچل سی مچادی تھی۔

"آخر ایسی کیا وجہ تھی کہ ایک دم اس لڑکی کا رویہ بدل جاتا تھا؟" پرسوچ نظروں سے انا کی طرف دیکھا۔

"ولی بھائی بیٹھیں نا؟" روشی نے آفر کی تو روشی کے قریب ہی بستر پر آ بیٹھا۔

"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری۔" ولید نے براہ راست انا کو مخاطب کیا تو اس نے ایک پل کو نگاہ اٹھا کر ولید کو دیکھا۔

اس ایک نگاہ میں کیا کچھ نہ تھا؟ شکوہ، اضطراب، ناراضی، پشیمانی، تکلیف و اذیت اور بھی نجانے کیا کچھ تھا۔ وہ بس دیکھتا ہی رہا۔ کیسی سحر طراز تھیں انا وقار احمد کی۔ وہ حیرت زدہ تھا۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ پھر مہر بہ لب ہوئی تھی۔ روشی نے دونوں کو بغور دیکھا۔

انا تو چپ چاپ تھی ہی مگر آج ولید بھی خلاف معمول خاموش دکھائی دیے۔

"آپ انا کو کسی ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔ رات بھی صرف دس منٹ کے لیے نکلی تھی کمرے سے پھر گھس گئی تھی صبح سے اب تک نہ کچھ کھایا ہے اور نہ ہی ڈاکٹر کے پاس جارہی ہے حتیٰ کہ بابا جان نے بھی کتنی بار اس کو کہا وہ ان کے ساتھ کسی ڈاکٹر کے پاس چلے۔" روشی انا کے

روپے سے پریشان تھی سو بھائی کو دیکھ کر کہنے لگی۔
”پڑھے لکھوں کو پڑھانا شاید اسی لیے کہا جاتا ہے۔ ماشاء اللہ یہ خود سمجھدار ہیں۔ ڈاکٹر بن رہی ہیں حفظان صحت کے اصولوں سے باخبر تو ہیں ہی نا اپنی بیماری میں کیا کرنا چاہیے بے خبر تو نہیں ہے خوامخواہ تم اس کے ساتھ الجھ رہی ہو۔ ٹھیک ہو جائے گی۔“ انا کے رویے پر کچھ الجھ کر خاصی تلخی سے کہا تو انا نے بس ایک پل کو نگاہ ڈالی۔ ولید آنکھوں میں تاسف وملال لیے دیکھ رہا تھا۔ انا پھر بھی مہر بہ لب رہی۔
”انا کیا پرابلم ہے یار کچھ تو بولو جب سے تمہارے کمرے میں آئی ہوں ایسے ہی بیٹھی ہوئی ہو بخار ہے وہ تو پتا چل رہا ہے ڈاکٹر کے پاس نہیں چلنا تو نہ سہی کچھ کھا پی تو لو۔“ اب کے روشی نے بھی کچھ بگڑ کر کہا۔
”میں ٹھیک ہوں۔ بخار بھی اتر چکا ہے۔ ڈونٹ وری، بھوک نہیں جب بھوک ہو گی میرا گھر ہے خود ہی کچن میں چلی جاؤں گی۔“ روشانے کے جواب میں بہت سکون سے کہا تو ولید اٹھ کھڑا ہوا۔ روشی بھی اس کے صاف الفاظ پر خاموش ہو گئی تھی۔
”آپ کھانا کھائیں گے؟“ روشی اسے کھڑا دیکھ کر پوچھنے لگی۔
”ہوں بھوک لگی ہے۔ تم بابا کو بھی بلواؤ اور کھانا لگواؤ میں چینج کر کے آتا ہوں۔“ ایک اچٹتی نظر انا کے سابقہ انداز پر ڈال کر وہ کمرے سے نکل آیا۔
روشی نے کھانا لگوا دیا تھا۔ ولید، بابا اور روشانے تینوں ہی گھر پر تھے سو مل کر کھانا کھایا۔ کچھ دیر بابا کے ساتھ بیٹھا باتیں کرتا رہا روشی کو کرنے کے سو کام تھے سو وہ اٹھ گئی تھی۔ بابا کبھی کبھار ہی آفس جاتے تھے یونہی وقت گزارنے دو تین دن سے ان کا بلڈ پریشر ہائی ہو رہا تھا تو وہ گھر پر ہی آرام کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ بابا کے پاس سے اٹھا تو ذہن میں ابھی بھی انا کا رویہ تھا۔ اس کا ارادہ اپنے کمرے میں جا کر کچھ دیر لیٹنے کا تھا جب صغراں تیزی سے اسی کی طرف چلی آئی۔
”صاحب جی آپ کو انا بی بی کا پتا ہے وہ کہاں ہیں؟“ صغراں کے پوچھنے پر وہ چونکا۔
”کیوں کیا ہوا؟“ ابھی کھانا کھانے سے پہلے تو وہ اپنے کمرے میں تھی۔
”یہ ان کا موبائل ان کے کمرے میں کافی دیر سے بج رہا ہے۔“ صغراں نے ہاتھ میں پکڑا موبائل اسے دکھایا تو ولید نے ہاتھ بڑھا کر موبائل اس سے لے لیا۔
”ادھر ہی کہیں ہو گی، پھوپو یا احسن کے کمرے میں یا پھر کہیں باہر لان میں ہو گی۔“ اس کا موبائل ایک دفعہ پھر بجنے لگا تو صغراں سے لے کر موبائل کو دیکھا۔ اسکرین پر ”شہوار“ کے نام کے حروف جگمگا رہے تھے۔
”تم جاؤ میں خود دیکھتا ہوں۔“ اسے جانے کا کہہ کر خود پھوپو کے کمرے کی طرف بڑھتے اس نے ساتھ میں یس کا بٹن بھی پش کر کے موبائل کان سے لگا لیا۔
”السلام علیکم!“
”وعلیکم السلام!“ دوسری طرف شہوار مردانہ آواز سن کر چپ ہو گئی تھی۔
”ہیلو۔“ خاموشی پر ولید نے کہا۔
”انا سے بات ہو سکتی ہے۔“ ولید کے جواب میں اس نے کہا۔
”ان دنوں تو انا بی بی ہمارے ہاتھ نہیں آ رہی ہیں آپ سے کیا بات کروائیں؟“ پھوپو کے کمرے میں داخل ہو کر اطراف میں دیکھا وہ کہیں دکھائی نہ دی۔
”آپ کون؟“ ولید کے جواب میں شہوار نے پوچھا۔
”میں ولید عرض کر رہا ہوں، انا کا ماموں زاد۔“ پھوپو کے کمرے سے باہر آ کر اب وہ احسن کے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔
”اوہ، کیسے ہیں آپ؟“ شہوار نے پوچھا۔
”اللہ کا بڑا کرم ہے۔“
”صبح انا کا فون آیا تھا اس کی طبیعت ٹھیک نہیں وہ کالج نہیں جا رہی۔ میری بھی ای گاؤں سے آئی ہوئی ہیں تو میں نے بھی آج چھٹی کی تھی اب وقت ملا تو سوچا کہ اس کی خیریت پوچھ لوں، ویسے وہ ہے کہاں...... خود کیوں بات نہیں کر رہی؟“
”وہ اپنے کمرے میں نہیں تھی سو مجھے کال پک کرنا پڑی ڈھونڈنے میں لگا ہوا ہوں شاید آج کی تاریخ میں محترمہ مل ہی جائیں۔“ احسن کے کمرے میں داخل ہوتے ولید نے مسکرا کر کہا تو شہوار بھی ہلکا سا ہنس دی۔

”روشی کیسی ہے؟“ شہوار نے پوچھا۔
”بالکل اے ون، اپنی شادی کی تیاریوں میں لگی ہوئی ہیں محترمہ۔“ احسن کے کمرے میں بھی نہ پا کر ولید کچھ الجھا تھا۔
”انا ملی کہ نہیں؟“ شہوار کی کون سی ولید سے بے تکلفی تھی بس انا کی وجہ سے تھوڑا بہت تعارف تھا مجبوراً بات کرنا پڑ رہی تھی اب انا کو غیر حاضر پا کر مروت برت رہی تھی۔
”نہیں ابھی تک تو اس کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ آپ شہوار سسٹر ایسا کریں کہ کچھ دیر بعد کال کر لیجیے گا تب تک موبائل محترمہ کے پاس پہنچ چکا ہو گا۔“
”نہیں میں نے بس انا کی خیریت پوچھنی تھی کل بھی سارا دن کالج میں بہت ڈل اور سست رہی تھی بخار بھی تھا آج شاید زیادہ ہو گیا ہے ورنہ وہ عام روٹین میں چھٹی کرنے والی لڑکی تو نہیں۔ خیر وہ جب بھی فارغ ہو تو اسے کہیے گا کہ وہ مجھے کال بیک کر لے یا پھر شام کو میں خود کال کروں گی۔“
”جی بہتر اور کوئی حکم......؟“ ولید اب دیگر کمروں میں چیک کرنے اور وہاں بھی نہ پا کر باہر آ رہا تھا۔
”نہیں بس یہی کہنا تھا، نائس ٹو میٹ یو اینڈ اللہ حافظ۔“ شہوار نے اخلاق نبھایا۔
”می ٹو، اللہ حافظ۔“ کال بند کر کے وہ تیزی سے باہر صحن میں آیا۔ اطراف میں دیکھا تو بائیں طرف دیکھ کر رک گیا۔
انا لان کے ایک گوشے میں درخت کے سائے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اندر ہی اندر غصے کا ابال اٹھا مگر وہ پی گیا۔ بہر حال ایک زیادتی وہ کر چکا تھا اور اب مزید بات بڑھانا نہیں چاہتا تھا۔
”تم ادھر بیٹھی ہوئی ہو یہاں صغراں اور میں تمہیں سارے گھر میں ڈھونڈتے رہے ہیں۔“ ولید نے اس کی قریب آ کر کہا تو انا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔
”کیا بات ہے کمرے سے اٹھ کر کیوں چلی آئیں؟“ وہ اس طرح مخاطب تھا گویا پرسوں رات دونوں کے درمیان کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ انا کے اندر پھر سے جوار بھاٹے کا سا سماں پیدا ہونے لگا۔
”تمہاری دوست کا فون تھا۔“ اسے اس طرح خاموش پا کر اس کے قریب ہی درخت کے سائے میں گھاس پر بیٹھتے ہوئے ولید نے کہا اور ساتھ ہی موبائل بھی اس کی طرف بڑھایا۔ اب کی بار وہ حقیقتاً چونکی۔
”کون...... شہوار......؟“ اس کی چپ ایک دم ٹوٹی تھی فوراً موبائل لے کر کال میموری چیک کرتے پوچھا۔
”کس نے کال ریسیو کی تھی؟“ میموری چیک کرنے کے بعد سر اٹھا کر ولید کو دیکھا۔
”میں نے..... تمہاری خیریت دریافت کر رہی تھیں۔“
”اور......؟“ اس نے مزید استفسار کیا تھا۔
”شام کو کال کرنے کا کہہ رہی تھیں ساتھ میں کال بیک کرنے کا بھی پیغام تھا۔“
”اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟“ کچھ توقف کے بعد ولید نے پوچھا۔
”بہتر ہوں۔“ دو لفظی جواب میں کام نبٹا کر وہ اٹھنے لگی تو ولید نے ایک دم اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر روکنا چاہا۔
”بیٹھو تو سہی۔“ انا نے ولید کی اس حرکت پر ازحد حیرانگی سے اسے دیکھا تو ولید نے ایک دم اپنا ہاتھ واپس ہٹاتے ہوئے وضاحت کی۔
”مجھے تم سے معذرت کرنی ہے، پرسوں رات نجانے ایک دم میں کیسے ہائپر ہو گیا تھا۔ ایم سوری یار۔ میں ایک پل بھی چین سے نہیں بیٹھ سکا، غصہ اپنی سب ایک طرف مگر مجھے تم پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا یہ میری غلطی ہے۔ ریئلی ایم سوری، میں دونوں راتیں ایک پل بھی نہیں سو سکا اپنے بی ہیو پر شدید پشیمان ہوں اور بہت گلٹی فیل کر رہا ہوں۔“ انا حیرت سے گنگ رہ گئی تھی ولید اس سے معذرت کرے گا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی اس کا بس یہ خیال تھا کہ ولید اس سے اس لیے بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ پرسوں رات خراب موڈ کی وجہ جان سکے اسی لیے وہ اس سے اجتناب برت رہی تھی مگر اب جس طرح ولید معذرت کر رہا تھا انا کو لگا دل میں موجود سب گلے شکوے ختم ہونے لگے ہوں۔ خیال بس معذرت کے لفظوں کو سن کر دھلنے لگے تھے۔
”مجھے پتا ہے تم مجھ سے ناراض ہو، ہٹ یار اس سارے قصے میں میرا بھی کوئی قصور نہیں۔ تمہارا اپنا رویہ بھی تو کتنا بدتمیزانہ تھا۔ میں نے تو کبھی تمہاری کسی بات پر ضبط کا دامن نہیں چھوڑا۔ نجانے پرسوں رات ایسا کیوں ہوا؟ مجھے تم پر غصہ بھی آیا تم گزشتہ دنوں جس طرح کا رویہ اپنائے ہوئے تھیں کبھی ایک دم پرسکون اور اگلے ہی پل بالکل انجان اور اجنبی انداز، مجھے تمہارے اس رویہ نے بھی ہرٹ کیا تھا۔ بہر حال میں غلطی پر تھا اور اپنی

غلطی پر میں ایکسیوز کرتا ہوں اگر تم قبول کرلو تو پلیز۔" ولید کا انداز بڑا ملتجیانہ تھا۔ انا تصور میں بھی ایسا نہیں سوچ سکتی تھی ولید اس سے معذرت کرے گا۔

"اٹس او کے۔" ولید کے رویے پر وہ خود ہی شرمندہ ہوتے وہیں ڈھے گئی۔

"آپ کا بھی تو کوئی قصور نہیں شاید میں ہی غلط تھی۔" اس کے اندر ملال گھلنے لگے۔ اپنی جذباتیت اپنی کم فہمی پر۔

"میں نے بھی تو آپ کے ساتھ بہت بدتمیزی کی تھی نا؟" اسے اب اپنی غلطی بھی یاد آنے لگی اور وجہ غلطی سے اضطراب رگ و پے میں سرائیت کرنے لگا۔

"ہاں غلطی..... تو میری بھی ہے نا' مجھے خوامخواہ کسی کی ذاتیات میں انٹرفیئر کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔ خواہ وہ ہمارا کوئی کتنا ہی قریبی ساتھی کیوں نہ ہو اور اس سے بھی بڑی غلطی یہ تھی کہ میں بغیر اجازت تمہارے کمرے میں داخل ہوا تھا۔" ولید اپنی ایک اور غلطی قبول کر رہا تھا جس پر انا کی گرفت بھی نہ تھی۔ جو انا وقار کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔

"میں نے بھلا ایسا کب کہا تھا؟" ولید کے الفاظ پر اسے رونا آنے لگا۔ وہ ولید کے تھپڑ مارنے پر خفا ضرور تھی مگر وہ معافی مانگے گا ایسا کبھی سوچا بھی نہ تھا بس وہ تو یہ چاہتی تھی کہ وہ بس اسے محسوس کرے۔ اس کی فیلنگز کو سمجھے۔ بن کہے اس کے جذبات کا ادراک حاصل کرے مگر محبوب کو جھکانا اس کی لغت میں کہیں نہ تھا۔ وہ تو ہمیشہ اس شخص کو خود سے بہت بلند' ہمیشہ اونچے مقام پر براجمان دیکھنا چاہتی تھی۔

"آپ معافی مانگ کر مجھے سخت تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ پلیز ایسا مت کریں۔" وہ اپنے جذبوں سے ہار کر ایک دم رو دی۔ اس شخص کے سامنے خود کو سنبھالے رکھنا اب اس کے لیے بہت مشکل کام ہوتا جا رہا تھا۔

"انا ہم آپس میں کزنز ہیں۔ بھلے عمروں کا فرق سہی' ہم نے علیحدہ علیحدہ ماحول میں ایک طویل وقت گزارا ہے۔ پھر بھی بابا نے ہماری جو تربیت کی اس کی جڑیں آج بھی مضبوط ہیں۔ میں روایتی مرد نہیں ہوں تم اپنے دل کا بوجھ کہہ سکتی ہو مجھ سے نہیں تو روشانے سے ڈسکس کر سکتی ہو۔ کیا پرابلم ہے وجہ تو بتا سکتی ہو نا؟" انا کے پھر یوں شدت سے رونے پر ولید کو شدید تکلیف ہونے لگی اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس نے بہت اپنائیت سے کہا تو وہ جہاں تھی وہیں ساکت ہوگئی۔

وہ بھلا اس شخص کو کیا بتاتی؟ اس کے دل پر کیا بوجھ تھا کیونکر ڈسکس کر سکتی تھی؟ روشانے تو ایک طرف ابھی تک تو وہ ٹھیک سے اپنی ذات کے سامنے بھی اپنی ہار کا اعلان نہیں کر پا رہی تھی۔

"مجھے کوئی پرابلم نہیں ہے۔" اس کے سر پر ولید کے ہاتھ کا بوجھ جوں کا توں تھا۔ اس نے سر اٹھایا تو ولید نے ہاتھ ہٹا لیا اور بغور اس کی آنکھوں میں دیکھا جو بخار اور اب رونے سے پھر سرخ ہو رہی تھیں۔

"کسی عمارت کو بغیر بنیاد کے کھڑے نہیں دیکھا کبھی..... تمہیں واقعی پرابلم نہیں مجھے لاجک دو' آئی سوئیر میں پھر کبھی تم سے کوئی سوال نہیں کروں گا۔" ولید کا انداز دوٹوک تھا اس نے لب دانتوں تلے دبا لیے۔ اور بس ایک لحظہ کو اس بھرپور دل کش مرد کو دیکھا۔

دل چاہا کہ چیخ چیخ کر کہے کہ ہاں مجھے پرابلم ہے اور اس پرابلم کی سب سے بڑی ریزن تم خود ہو' مگر وہ لب سی گئی کہ وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔

"میرے پاس آپ کے کسی بھی سوال کا کوئی جواب نہیں؟" نہایت اضطراب اور دکھ سے کہہ کر وہ اٹھنے لگی تو ولید نے فوراً اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"ایسے تو کبھی نہیں جانے دوں گا میں اب..... تمہیں میرے سوال کا جواب دینا ہوگا۔ جس دن سے میں پاکستان آیا ہوں' صرف چند ایک دن کے علاوہ میں نے ہر بار تمہاری یہی کیفیت محسوس کی ہے کیا بھروسہ نہیں مجھ پر یا اعتماد نہیں؟ اگر تم مجھ سے ڈسکس نہیں کرو گی تو رئیلی میں پھوپو اور احسن سے تمہارے اس رویے کی وجہ ضرور پوچھوں گا۔"

"آپ ہر بات لاجک کے ساتھ قبول کرتے ہیں اگر کسی انسان کے پاس لاجک ہی نہ ہو' میں بہت پرسکون اور اطمینان بھری زندگی گزار رہی تھی۔ آپ کو پتا ہے جب میں امریکا میں آپ لوگوں کے ساتھ رہتی تھی اور جب ماما پاپا نے یہاں آنے کا فیصلہ کیا تھا تو میں نے کتنا شور مچایا تھا میں یہاں نہیں آ رہی تھی۔ مگر زبردستی لائی گئی تھی وہ تو بچپن تھا نا مگر مجھے بہلنے میں کئی سال لگ گئے تھے اور اب میں نے خود کو اس ماحول' یہاں کے رہن سہن میں ڈھال لیا تھا' میں مطمئن بھی تھی مگر اب لگتا ہے سارا اطمینان رخصت ہوگیا ہے ایسا کیوں ہوا ہے مجھے نہیں پتا بس مجھ سے کچھ مت پوچھیں اور جب میرے پاس کسی کے سوال کا جواب نہیں تو بار بار سوال دوہرا کر مجھے تکلیف مت دیں۔ یوں سمجھ لیں بہت سے معاملات بغیر لاجک اور ریزنز کے بھی ہوتے ہیں۔" انا کے لہجے میں عجیب سا دکھ ہلکورے کھا رہا تھا ولید نے بہت غور سے اسے دیکھا۔

اس کی خوبصورتی دکھ و اذیت کی لپیٹ میں زردی کی ردا اوڑھے ہوئے تھی۔ اس کا خوب صورت چہرہ ماند تھا۔ گویا چاند زرد پڑ گیا تھا۔

"انا کوئی تو وجہ ہوتی ہے نا؟ ایسے کیسے مان لوں کہ تم.....!" وہ بہت رسانیت سے کہہ رہا تھا۔

"پلیز ولید.....!" وہ مزید بھی کچھ کہنا چاہتا تھا کہ انا نے ایک دم ہاتھ اٹھا کر سختی سے اسے ٹوک دیا۔

"آپ میرے ماموں زاد ہیں۔ میں آپ کی دل کی گہرائیوں سے عزت کرتی ہوں۔ اگر آپ کو مجھے یوں اذیت دے کر کوئی روحانی خوشی حاصل ہوتی ہے تو ضرور پوچھیے میں روکوں گی نہیں۔ مگر یہ آخری بار اور حتمی الفاظ میں کہہ رہی ہوں میں بہت سے معاملات میں بہت شدت پسند ہوں۔ انتہائی حد تک جذباتی' آئندہ اگر آپ نے مجھ سے کچھ پوچھا تو میں صاف کہہ رہی ہوں میں آپ سے بات کرنا آپ کے سامنے آنا تک چھوڑ دوں گی۔ اگر آپ کو لگے کہ یہ شاید ناممکن ہے تو میرے لیے یہ سب ممکن ہے۔ اس کو ایک کزن ہونے کے ناطے ایک ریکوئیسٹ سمجھ لیں۔ پلیز میں جو بھی ہوں جیسی بھی ہوں اسی حالت میں قبول کرلیں اگر نہیں کر سکتے تو مجھے ایک غیر ضروری چیز سمجھ کر نظر انداز کر دیں پلیز' مجھے کوئی دکھ نہیں' کوئی پرابلم نہیں۔" ولید انا کے لب و لہجے اور الفاظ پر گنگ سا رہ گیا۔

"انا؟"

"کسی کو بڑے دکھوں سے بچانے کے لیے میں اگر چھوٹا دکھ سہہ لوں گی تو کوئی بات نہیں۔ آپ فکر نہ کریں میں ایک دو دن میں نارمل ہو جاؤں گی۔" اس نے مجروح ہنسی ہنستے ہوئے کہا تو ولید نے لب بھینچ لیے اور انا نے آہستگی سے اس کی گرفت سے اپنا ہاتھ نکالا۔

"میں جانتی ہوں میرے الفاظ آپ کو دکھی کر رہے ہیں مگر میں مجبور ہوں پلیز اپنے ذہن پر بوجھ مت ڈالیں یونہی سمجھ لیں ادھر کوئی ریزن نہیں' اگر ریزن ہے تو کوئی سولڈ لوجک نہیں ہے' اگر کسی دن مجھے لوجک مل گئی تو آپ کے پوچھے بغیر آپ کے سامنے اپنے دل کا درد آشکار کروں گی مگر ولید بعض درد ایسے ہوتے ہیں جنہیں آشکار کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ محسوس کرنے والی نگاہ خود محسوس کرتی ہے۔ سو میری طرف زیادہ توجہ بھی مت دیں یوں سمجھ لیں کسی کی کوئی کل سیدھی ہوتی ہے میری کوئی بھی نہیں۔" ہلکا سا مسکرا کر وہ اٹھ کر وہاں سے چلی گئی تو بھی ولید کافی دیر تک اس جگہ بیٹھا رہا۔ انا کے الفاظ میں چھپے مفہوم اور دکھ کو تلاش کرتا رہا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

وہ سو کر اٹھی تو کافی وقت بیت چکا تھا۔ منہ ہاتھ دھو کر وہ کمرے سے نکل آئی۔ آج اس نے تابندہ بی کی وجہ سے چھٹی کرلی تھی وہ لاؤنج میں آئی تو مہر النساء بیگم عصر کی نماز کے بعد کے وظائف میں مصروف تھیں۔ اسے دیکھ کر انہوں نے ہاتھ میں تھامی تسبیح ایک طرف رکھ دی۔

"امی جان آ گئی ہیں؟" انہیں نہ پا کر مہر النساء بیگم کو دیکھا۔

"نہیں ابھی تک تو نہیں آئیں' میں خود بھی انتظار کر رہی ہوں۔" مہر النساء بیگم نے کہا۔ وہ آج بازار گئی تھیں انہیں شاید کچھ خریدنا تھا اس نے ان کے ساتھ جانا چاہا تھا مگر انہوں نے منع کر دیا تھا اور پھر کچھ گھنٹے ڈیڑھ بعد ڈرائیور واپس آ گیا تھا۔ انہوں نے اسے واپس بھیج دیا تھا یہ کہہ کر کہ وہ لائبہ بھابی کو ان کے میکے لے جائے وہ کچھ شاپنگ کے بعد خود ہی آ جائیں گی۔ اس کے بعد کچھ دیر اس نے ان کا انتظار کیا تھا پھر انا کی طبیعت دریافت کرنے کو اسے کال کی مگر اس سے بھی بات نہ ہو سکی تو وہ کمرے میں آ گئی اس کا خیال تھا اب تک تابندہ بی واپس آ چکی ہوں گی اب تو انہیں گھر سے نکلے ہوئے بھی کئی گھنٹے ہو چکے تھے۔ مہر النساء بیگم کا جواب سن کر وہ ایک دم پریشان ہوگئی تھی۔

"اب تو کافی دیر ہو چکی ہے۔ ڈرائیور کو بھی بھیج دیا تھا۔ اب تو شام ہونے والی ہے۔"

"میں خود بھی یہی سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی ہوں ایسی بھی کیا خاص چیز خریدنا تھی جو ابھی تک خریدی نہیں جا رہی۔"

"انہیں تو یہاں کا کچھ خاص پتا بھی نہیں ایسا تو نہیں کہ وہ کہیں راستہ بھول گئی ہوں۔" شہوار کو ایک دم طرح طرح کے اوہام ستانے لگے تھے۔

"اللہ خیر کرے' ساتھ خیریت کے گھر لائے۔" مہر النساء بیگم نے کہا تو وہ ایک دم اضطراب لیے باہر نکل آئی۔

سہ پہر بھی اب رخصت ہو رہی تھی مغرب میں ڈوبتے سورج کی لالی گہرے اورنج رنگ میں ڈھل چکی تھی۔ کچھ دیر بعد سورج مکمل طور پر غروب ہو جانا تھا اور پھر شام کا اندھیرا ہر سو پھیل جانا تھا۔

"شہوار اِدھر اُدھر چکر لگانے کا کوئی فائدہ نہیں اندر آ کر بیٹھو۔ آ جاتی ہیں بوا جی وہ بچی نہیں جو راستہ بھول جائیں۔ خدانخواستہ بھول بھی جائیں تو گھر کا ایڈریس انہیں یاد ہی ہوگا۔" اسے یہاں سے وہاں پیدل مارچ کرتے دیکھ کر عائشہ باہر آ کر کہنے لگی تو وہ گم صم انداز لیے اس کے ساتھ اندر کی طرف بڑھ آئی۔

"حوصلہ رکھو بیٹا آ جائیں گی وہ۔" مہر النساء بیگم نے اشارہ کیا تو وہ خاموشی سے ان کے پاس آ کر بیٹھ گئی انہوں نے محبت سے اپنے ساتھ لگاتے کہا۔

"ڈرائیور کو فون کر کے کہو جلدی گھر آئے اس سے پتا چلے کہ اس نے تابندہ کو کہاں چھوڑا تھا۔ دوپہر بارہ بجے وہ گھر سے نکلی تھی اب شام

ہونے کو ہے کوئی پتا نہیں اور اس کے پاس تو موبائل بھی نہیں ہوتا کہ بندہ کال کر کے ہی پوچھ لے۔" ماں جی نے صبا کو کہا تو وہ فوراً اٹھ گئی۔ ڈرائیور کو کال کر کے تابندہ بی کے متعلق استفسار کیا تو اس نے وہی بتایا جو گھر آ کر کہہ چکا تھا۔ چند مزید باتیں پوچھ کر صبا نے کال بند کردی۔

"تابندہ بوا نے خود اسے گھر چلے آنے کا کہا تھا۔ ڈرائیور بتا رہا ہے کہ انہوں نے لائبہ بھابی کو ان کے بھائی کے ہاں چھوڑنے کا کہہ کر ڈرائیور کو گھر بھیج دیا تھا اور جو کچھ انہوں نے خریدا تھا ڈرائیور کے ہاتھ گھر بھیج دیا تھا جو اس نے آ کر شہوار کو سامان دے دیا تھا۔ اس کے بعد کی صورت حال وہ کہتا ہے کہ اس کے علم میں نہیں ہے۔"

"تم دونوں بہنیں کھانے وغیرہ کا انتظام دیکھو آج لائبہ بھی نہیں' کچن میں رخشندہ اکیلی لگی ہوگی۔ شہوار بیٹا فکر نہیں کرتے آ جاتی ہے ابھی۔" دونوں بیٹیوں کو کہہ کر اس کو بھی تسلی دی تو وہ محض سر ہلا گئی۔ کچھ دیر گزری تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مصطفیٰ کو فون کرو اب تو بہت دیر ہو رہی ہے اللہ خیر کے لائبہ بھی ابھی تک نہیں پہنچی۔ ڈرائیور بھی ایک ہی ہے اب ہر جگہ اسی کو لے کر جانا ہوتا ہے کیا پتا تھا کہ تابندہ لوٹنے میں اتنی دیر کر دے گی۔ اب تو دل میں وہم سے آنے لگے ہیں۔" اسے بے قراری سے کھڑے ہوتے دیکھ کر مہر النساء بیگم نے کہا تو اس نے بھی ان کے مشورے کو فوراً قبول کرنے کا قصد کیا۔

مغرب کی اذانیں ہونے والی تھیں کچھ دیر میں گھر کے مرد آنے والے تھے ایسے میں تابندہ کی غیر موجودگی سب کے لیے پریشانی کا باعث بن سکتی تھی۔ اس نے ایک پل کی بھی تاخیر کیے بغیر فوراً مصطفیٰ کا ذاتی نمبر ملایا۔

"السلام علیکم۔" مصطفیٰ کی آواز سنائی دی۔

"وعلیکم السلام۔ میں شہوار بات کر رہی ہوں۔" اس نے کہا۔ دوسری طرف وہ حیرت سے چونکا تھا۔

"اوہ زہے نصیب' آج تو وی آئی پیز قسم کے لوگ ہمیں یاد کر رہے ہیں۔ اللہ خیر کرے یہ آج ہماری قسمت کیسے جاگ گئی ہے؟" مصطفیٰ تین چار دن کی لاتعلقی کے بعد شہوار کی کال پر ایک دم ایکسائیٹڈ ہوا تھا شہوار نے جھینپ کر گھبرا کر ماں جی کو دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

"یہ ماں جی آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔" اس نے مصطفیٰ کے خوش فہمیوں کے آگے پل باندھے۔

"اوہ' تبھی میں کہوں' ہمیں یوں اچانک کیسے یاد کر لیا ہماری ہونے والی نصف بہتر نے۔" مصطفیٰ کا گویا اسے پوری طرح ستانے کا موڈ تھا۔

"شٹ اپ۔" اس کے الفاظ پر سٹپٹا کر کہا تو دوسری طرف مردانہ قہقہہ نہایت جاندار تھا۔

"ہونے والی بیگم کو اردو لغت میں نصف بہتر ہی کہتے ہیں۔ کیا خیال ہے؟ ویسے اگر تمہاری لغت میں اس کے کوئی اور معنی نکلتے ہیں تو وہ بتا دو ہم وہ کہہ لیا کریں گے۔"

"میں اس وقت بہت پریشان ہوں' کوئی اور وقت ہوتا تو آپ کے اس سوال کا بہت اچھا سا جواب دیتی یہ لیں آنٹی جی سے بات کریں۔" غصے جھنجلاہٹ پریشانی اور اضطراب سے کہتے اس نے ساتھ ہی ریسیور ماں جی کو تھما دیا۔

مہر النساء بیگم نے ریسیور تھام کر سلام دعا کے بعد تابندہ بی کی غیر موجودگی کی داستان سنائی تو دوسری طرف مصطفیٰ بھی پریشان ہو گیا۔

"میں ابھی پتا کرتا ہوں آپ فکرمند نہ ہوں۔ انشاء اللہ وہ آ جاتی ہیں ابھی۔"

"ڈرائیور بھی ابھی تک لائبہ کو لے کر واپس نہیں لوٹا تم خود پتا کرو تابندہ کا' شہوار تو بہت پریشان ہو رہی ہے۔ تمہیں خصوصی طور پر اس لیے کہہ رہی ہوں کہ تم دوسروں کی نسبت جلدی پتا چلا لو گے رابطہ میں رہنا اس دوران اگر تابندہ گھر لوٹ آئی تو اطلاع کر دوں گی۔" انہوں نے چند مزید ہدایات کے ساتھ کال بند کر دی تھی۔

اسی دوران مغرب کی اذان ہونے لگی تو شہوار گھبرا کر ماں کی سلامتی کی دعا مانگتے فوراً اٹھ کر وضو کرنے چل دی تھی۔

(انشاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

اُور کچھ تھا کہ نہ تھا' تیری تمنا تو رہی
زندگی بھر کا اک یہ ساتھ بھی کچھ کم تو نہ تھا
بے حسی تھی کہ مرے ضبط کا انداز تھا یہ
مضطرب تھا بھی اگر میں کبھی برہم تو نہ تھا

وہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوا عجب بے سکون سی خاموشی سے واسطہ پڑا' اک سرد آہ بھر کے وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا' لان عبور کر کے ماں کے کمرے کی طرف بڑھا۔ زینے پر اک نگاہ ڈالی' یونہی اک موہوم امید کے ساتھ پھر دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔

"السلام علیکم! امی جان!" تھکے تھکے انداز میں وہ تسبیح پڑھتی ہوئی ماں کے پاس بیڈ پر آ بیٹھا۔ راشدہ نے اس پر پھونک ماری اور پیار سے بولی، وہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا تھا۔

"کیسا ہے میرا بیٹا!" عمیر اُن کے گھٹنے پر سر رکھے ازلی نرمی سے بولا۔

"بالکل ٹھیک بس ذرا تھکن تھی جو آپ کو دیکھتے ہی دور ہوگئی۔" بیٹے کو محبت سے دیکھتے ہوئے راشدہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔ کتنا الجھا ہوا دکھائی دے رہا تھا' ڈھائی ماہ قبل کتنا تر و تازہ چہرہ تھا اس کا قہقہے لگاتا پُر جوش ہوا کرتا تھا۔ وہ افسردگی سے سوچنے لگیں۔

"چائے بنا دوں؟" وہ سوچیں جھٹک کر پیار سے بولیں۔

"نہیں امی! آج آفس میں کئی بار پی' اب بالکل جی نہیں چاہ رہا۔" وہ دانستہ جھوٹ بول رہا تھا کہ اب ماں کو تکلیف کیوں دے تاہم اس کے لہجے کی اداسی راشدہ سے چھپ نہ سکی۔

"امی! میں بہت شرمندہ ہوں آپ سے' حنا کو آپ سے ایسا رویہ نہیں اپنانا چاہیے تھا۔ آپ بھی یہی سوچتی ہوں گی کہ میں بیوی کو قابو نہیں کر سکا۔" عمیر کی آواز میں یک دم بے بسی اتر آئی۔

"کیسی باتیں کرتے ہو' میں کیوں شرمسار ہوں گی۔ پسند کر کے تو اسے میں ہی لائی تھی' ابھی نئی نئی دلہن ہے سیکھ جائے گی' لاڈ و میں پلی ہے ناں۔" راشدہ نے تسلی دینی چاہی۔ عمیر تلخ ہو گیا۔

"بس کریں امی! آپ اس کی بے جا حمایت نہ کریں۔"

"خبردار جو تم نے اس سے کوئی الٹی سیدھی بات کی' میں گھر میں کسی قسم کی کوئی بدمزگی نہیں چاہوں گی۔ دیکھو بیٹا! جب لڑکی میکے سے سسرال آتی ہے تو نیا ماحول' نئے لوگ' نئی طرح کی طرز زندگی اپنانے میں تھوڑا وقت تو لگتا ہے نا۔" راشدہ نے رسانیت سے سمجھایا۔

"اور امی اگر کوئی خود ہی اس ماحول کا حصہ نہ بننا چاہے تو؟" عمیر کی اس دلیل پر وہ نگاہیں چرا گئیں۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا' تم پریشان نہ ہو۔ جاؤ حنا انتظار کر رہی ہوگی۔" وہ بے حد محبت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں تو عمیر سر ہلا کر باہر آ گیا۔

گھر میں ہنوز خاموشی تھی' آشین آکیڈمی گئی ہوئی تھی۔ لنچ وہ آفس میں ہی کیا کرتا تھا۔ گیٹ بند کر کے وہ غصے سے اوپر آ گیا۔

وہ اندر آیا تو حنا بیڈ پر اپنے پورے حسن و جمال کے ساتھ براجمان تھی۔ کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی کے باوجود اس کے دلکش خدوخال کی کرنیں' تابناکی سے جگمگا رہی تھیں' کھلے بال تکیے پر بکھرے تھے۔ آرائش سے بے نیاز چہرہ دمک رہا تھا۔ سرخ' سیاہ لباس میں لپٹا اس کا سراپا' عمیر کے دل کی دھڑکنوں کو منتشر کر گیا۔ جوتے پاؤں سے آزاد کر کے وہ فریش ہونے کی غرض سے واش روم کی جانب بڑھا پھر فریش ہو کر آرام کی غرض سے بیڈ کے کنارے پر آ کر لیٹ گیا۔ ذرا سی آہٹ پر حنا کی آنکھ کھل گئی۔ سرخ ڈوروں کے ساتھ ناراضگی کی واضح لکیریں تھیں۔ حنا نے مکمل طور پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کروٹ بدلی تو عمیر کے لبوں پر جاندار مسکراہٹ اتر آئی۔ اس نے آگے بڑھ کر اسے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

"الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" والا معاملہ تھا' صبح جو کچھ حنا نے کیا تھا ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ اس سے بھرپور ناراضی کا اظہار کرتا۔

نہ صرف ناراض بلکہ ایک زوردار تھپڑ بھی رسید کرتا۔ مگر یہ ماں کی تربیت تھی کہ وہ چپ چاپ اسے مناتا رہا' اور وہ بھی نام کی تھی ڈنر کے وعدے پر ہی مانی تو اس نے سکون کا سانس لیا۔

یہ آج کی بات نہ تھی' جب سے شادی ہوئی تھی حنا ایسے ہی ہتھکنڈوں کو استعمال کر کے عمیر کا دل جیت لیتی تھی۔

عمیر ہر بار اس کی باتوں کو نظر انداز کر کے گھر کے ماحول کو کشیدگی سے بچائے رکھتا یا پھر ابھی پیمانہ صبر پوری طرح بھرا نہ تھا۔ عمیر کی آنکھوں سے نیند غائب تھی جب کہ تھوڑی دیر بعد وہ پھر غافل آسودہ نیند کے مزے لے رہی تھی' عمیر اسے دیکھتا رہ گیا۔

❁.....❁.....❁

دو بہنوں کا اکلوتا بھائی' متوسط طبقے کا شہری' گھر اپنا تھا پُرسکون ماحول' جلیل اور راشدہ تینوں کو دیکھ دیکھ کر نہال ہوتے۔ گھر میں خوش حالی تھی' مگر وقت کی بے رحم آندھی ایسی چلی کہ ایک رات سینے کے درد کے باعث دل پہ ہاتھ رکھے جلیل ایسے سوئے کہ دوبارہ اٹھ نہ سکے۔

اس وقت نورین بی اے' عمیر نویں اور آشین چھٹی کلاس میں تھی۔ راشدہ ہراساں ہو کر تقدیر سے شکوہ کناں تھیں مگر الحاصل' کمپنی کی طرف سے بقایا جات ملے۔ راشدہ نے رقم سوچ سمجھ کر خرچ کی اور بچوں کو سادگی کا درس دیا۔ مگر صبر و حوصلے کا دامن نہ چھوڑا' ان کا مقصد صرف بچوں کو اچھی تعلیم دلا کر ان کا مستقبل سنوارنا تھا۔ جیسے جیسے حالات سے سمجھوتا ہوتا گیا' وقت گزرتا گیا' میکے میں بھی حالات ان جیسے تھے ایک بھائی تھا وہ بھی اکثر بیمار رہتا اسی طرح جلیل احمد بھی اکلوتے تھے۔

نورین کے بی اے کرتے ہی انہوں نے جاننے والوں کے توسط سے ریحان کا رشتہ قبول کر لیا۔ ریحان خوش شکل اور ذمہ دار نوجوان تھا' اپنا کاروبار تھا۔ خوش حال خاندان تھا یوں جھٹ پٹ نورین ریحان کی ہو گئی۔ راشدہ خاتون کے کندھوں سے بوجھ کا بوجھ سرکا' بیٹی خوش تھی اور ماں نہال۔ داماد بھی بے حد عزت کرنے والا تھا۔ عمیر اب ترقی کی ساری منازل طے کر کے ایم بی اے فائنل ایئر میں تھا' فرماں بردار ماں' بہنوں سے اٹ کر محبت کرنے والا۔

ماں کی قربانیوں اور دکھوں پر اکثر رنجیدہ ہو جاتا' ایسے میں اس کی لمبی لمبی تقریریں اس کا حوصلہ بڑھاتیں' ماں سے بہت قریب تھا۔ آشین اس سے چار سال چھوٹی تھی بالکل گڑیا سی سب کی لاڈلی۔

خدا خدا کر کے عمیر کی تعلیم مکمل ہوئی اور اللہ کی مہربانیوں اور راشدہ کی دعاؤں سے عمیر کو ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اعلیٰ نوکری مل گئی۔ راشدہ ایسے میں جلیل احمد کو یاد کر کے سسک اٹھیں۔

مٹھائی ہاتھ میں اور اشکبار آنکھیں لیے تب عمیر نے ماں کو کندھوں سے تھام لیا' وہ ان کے کرب سے واقف تھا۔

"امی پلیز..... یہ تو خوشی کا موقع ہے۔" عمیر کا اپنا لہجہ بھی گلوگیر تھا' ماں کے آنسو اپنے ہاتھوں میں سمیٹ لیے تو راشدہ مسکرا دیں۔

شام کو نورین اور ریحان اپنے دونوں بچوں سمیت چلے آئے۔ اسامہ اور ندا نانو نانو کرتے دوڑتے ہوئے راشدہ کے گلے آ لگے یوں رات کو خوش گوار ماحول میں کھانا کھایا گیا۔

اب راشدہ اور نورین کو اس کی شادی کی فکر تھی' جو معاملہ اب تک دبا ہوا تھا اس کی نوکری ملتے ہی عود کر آیا' یوں ماں بیٹی اب ایک پیاری سی لڑکی کی تلاش میں سرگرداں تھیں۔

❁.....❁.....❁

"ایسی بھی کیا جلدی ہے۔" عمیر دامن چھڑانے لگا۔

"جلدی..... تمہیں نوکری کرتے چھ ماہ ہو گئے ہیں۔ میں اب میں ایک نہ سنوں گی' مجھے اور نورین کو لڑکی بہت پسند آئی ہے۔ آج کل میں وہ لوگ آنے والے ہیں کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔ برسوں کا ارماں ہے تمہارے سہرے پہ سہرا دیکھوں' اس گھر میں خوشیوں کی بارات اترے' ایک ماں کا اس سے بڑھ کر اور کیا خواب ہو سکتا ہے۔" راشدہ کے لفظ لفظ سے خوشی ٹپک رہی تھی۔ عمیر نے سعادت مندی سے سر جھکا دیا۔

وہ تھا ہی ایسا' بس ایک ہی خواہش تھی کہ اس کی شریک حیات گھر کو جنت کا نمونہ بنا دے' اس کی ماں کو سکھی رکھے' بہنوں سے پیار کرے۔ نہ اسے دولت و جہیز کا لالچ تھا نہ وہ حسن کا شیدائی تھا۔

"ٹھیک ہے امی! جیسے آپ کی مرضی۔" وہ ناشتا مکمل کر کے آفس کے لیے نکل گیا۔

دل میں حسرت کا اک درد ہوا' اَن دیکھی لڑکی نے بلاوجہ اس کے دل دماغ کو قابو میں کر رکھا تھا' سابقہ حالات میں کب وہ ان مہکتے جذبات کو سمجھنے کا متحمل ہو سکا تھا اب آسودگی تھی تو اک نرم و نازک سراپا' من میں ہلچل مچانے آ گیا۔ لبوں پر اک جاندار مسکراہٹ رقص کرنے لگی' وضع دار گھرانہ تھا۔ ریحان کے جاننے والے لوگ تھے' حنا انہیں اس قدر بھائی کہ سب کچھ

جلدی جلدی ہونے لگا۔ منگنی کے بجائے مٹھائی کھلا کر شادی کی تاریخ رکھ دی گئی۔ حنا کا ایک چھوٹا بھائی تھا' والد نے دبئی جانا تھا' اس لیے ٹائم کم تھا یوں راشدہ اور نورین کے بازار کے نہ ختم ہونے والے چکر شروع ہوگئے۔

"ایک ہی بیٹا ہے' سارے ارمان نکال لوں گی۔" راشدہ مسرت آمیز لہجے میں بولیں۔

آخر وہ دن بھی آ گیا جب عمیر پورے اعتماد سے حنا کو مہکتی گاڑی میں پہلو میں بٹھائے گھر لے آیا۔ رسمیں تھیں کہ ختم ہونے کا نام نہ لے رہی تھیں۔ آخر کار رشتے کی ایک بزرگ خاتون نے سب کو بھگایا' نورین حنا کو حجلہ عروسی میں لے آئی۔ عمیر کا سادہ سا کمرا آج آرائش وزیبائش سے پُر تھا۔ کمرے کی نئی چمک دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی' خوشبوؤں سے مشکبار حنا کے الوہی روپ نے کمرے کی آرائش میں انتہا سے زیادہ اضافہ کردیا تھا۔ اسے مہکتی دمکتی سیج پر بٹھا کر نورین مسکراتی ہوئی باہر آ گئی اور عمیر کو اس کے دوستوں کے جمگھٹے سے نکال کر دلہن کے پاس بھیجا' آج اپنے کمرے میں جاتے ہوئے عمیر کے قدم بہک رہے تھے۔ سرشاری تھی' دھڑکنیں نئے ساز پہ دھڑک رہی تھیں اس نے دروازہ دھیرے سے کھول کر لاک کردیا' کمرے کے عین وسط میں حجلہ عروسی پر وہ پری پیکر براجمان تھی۔ عمیر نے زرتار آنچل کیا اٹھایا گویا مبہوت ہی رہ گیا۔ آسمان کی کوئی حور اُس کے سامنے تھی۔ عمیر نے بے اختیار ہوکر اسے بانہوں میں سمیٹ لیا اور رات ان کی مہکتی سرگوشیوں کے سبب دھیرے دھیرے سبک ندی کی مانند بہتی جارہی تھی۔ ماں بہن کا انتخاب جی جان سے پسند آیا تھا۔

***

اگلی صبح شرمیلی مسکان لیے عمیر کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت بھری فاتحانہ چمک دیکھ کر وہ اور زیادہ شرما گئی۔ اس کے اندر اطمینان ہلکورے لینے لگا۔ نورین' راشدہ اور افشین اس کا بے حد خیال رکھتے جب کہ وہ سارا دن بجی سنوری کمرے میں بند رہتی۔ نورین بھی دوسرے' تیسرے دن آجاتی۔ شام کو عمیر آتا تو دعوتوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا۔

ہنی مون کے لیے اسے چھٹی نہ ملی سو روزانہ گھوم پھر کر حنا کو خوش کردیتا' وہ شوقین بھی بہت تھی۔

راشدہ سارا دن بور ہوتی رہتیں' افشین کالج کے بعد اکیڈمی چلی جاتی' وہ گھر کے کام سمیٹتیں رہتیں۔

"بہو! باہر آیا کرو' میرے ساتھ بیٹھا کرو' باتیں کیا کرو۔" حنا جو ابھی تک نئی نویلی دلہن بنی تھی راشدہ کا اتنا کہنا تھا کہ حنا کے اندر آگ بھر گئی' اس نے خودکلامی کرتے ہوئے سوچا۔

"بھلا اس بڑھیا کے ساتھ کیا گپ شپ کروں' خوب سمجھتی ہوں ان سسرال والوں کی چالیں' عروج ٹھیک کہتی تھی مجھے ان کے ساتھ زیادہ فری نہیں ہونا چاہیے۔" اسے عروج کی ساری باتیں یاد آنے لگیں اس کے مشورے' ہدایات...... ابھی شادی کو کچھ عرصہ ہوا نہیں تھا کہ وہ شیطانی منصوبے بنانے لگی۔

جیسے ہی دوپہر ہوتی نیچے سے راشدہ کی پیار بھری آواز آتی۔

"بہو بیٹا! آؤ کھانا کھالو۔"

افشین شاید آ چکی تھی حنا کے سر درد بے پردہ کم ہی اوپر آتی تھی یا پھر پڑھائی کا بہانہ کردیتی۔ اتنی بچی نہ تھی کہ حنا کے بگڑے مزاج کو نہ سمجھ سکتی۔ اس نے اوپر جانا کم کردیا تھا' ماں نے شکوہ کرنا سکھایا ہی نہ تھا۔ راشدہ الگ بہو کے مزاج سے خائف تھیں۔

عمیر آتا تو سوئی ہوئی ملتی' صبح جاتا تو بستر سنبھالا ہوتا حالاں کہ اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے ناشتا بنا کردے' ایک دن یہی بات عمیر نے ماں سے کی' وہ خائف ہوگئیں۔

"ابھی سے...... بالکل نہیں' ابھی تو وہ دلہن ہے۔ تم اسے گھر گرہستی میں الجھا رہے ہو۔ پہلے کھیر پکوائی کی رسم ہوگی' ہر کام میں ہاتھ ڈلواؤں گی۔ میری کون سی بہوئیں آنی ہیں' ابھی مجھے اس کے ناز اٹھانے دو۔" راشدہ نے قطعی لہجے میں کہا تو عمیر ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔ چائے کا آخری گھونٹ لے کر ماں کی دعائیں لیتا آفس چلا آیا تاہم ذہن حنا کے بارے میں سوچتا رہا۔ ڈھائی ماہ ہو رہے تھے حنا کی روز اوّل کی وہی روٹین تھی' کم از کم وہ اس کا استقبال تو کیا کرے۔ صبح جاتے ہوئے مسکرا کر رخصت کرے' وہ دل مسوس کر رہ گیا اس کے خواب بکھر رہے تھے۔

***

جیسے جیسے دن گزر رہے تھے' دل پہ اک نامعلوم بوجھ قبضہ کرنے لگا تھا۔ لیٹے لیٹے اس نے یونہی کتنا وقت صرف کر ڈالا آج صبح کا واقعہ نگاہوں کے سامنے گھومنے لگا' اس نے گزشتہ شب حنا سے کہہ دیا تھا کہ ناشتہ وہ بنا کردے مگر حنا نے اس کے پیار بھرے حکم کو حسب معمول ٹال دیا یوں وہ اس پر بگڑ پڑا' ماں کے ہاتھ سے زبردستی دو نوالے لیتا' بوجھل دل سے آفس آ گیا۔ حنا کو اپنے کیے کا کوئی افسوس نہ تھا۔

ایسا کب تک چلے گا' ہاتھوں کو تکیہ بنائے وہ سوچوں میں گم تھا۔ امی سے اس نے جھوٹ بولا کہ دو بار چائے پی لی حالانکہ آج کسی شے پہ دل مائل ہی نہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ آج حنا اس کے لیے اہتمام کرچکی ہوگی' شائد اسے اپنی آج کی غلطی کا احساس ہوگیا ہو مگر یہاں معاملہ الٹ ہی ملا۔ اب سر درد کے مارے پھٹا جارہا تھا۔ اک نظر قریب سوئی حنا پر ڈالی جو نیند کے مزے لے رہی تھی۔

"بعض لوگ دوسروں کو بے سکون کرکے خود کتنے آرام میں رہتے ہیں۔" جانے کب عمیر کی آنکھ لگ گئی۔

حنا اپنی نیند پوری کرکے اٹھی' غسل کیا' خوب صورت لباس زیب تن کیا اور بال سلجھانے لگی۔ جب عمیر کی آنکھ کھلی تو وہ سنگھار کے ارادے سے لائٹ آن کرنے لگی' عجب فخر اور غرور نے اس کے وجود کا احاطہ کررکھا تھا۔ عمیر کو سخت کوفت ہورہی تھی یہاں تک کہ وہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ حسن دو آتشہ ہوچکا تھا ایسے میں عمیر کے سامنے ماں اور بہن کا چہرہ آ گیا۔

"اٹھیں ناں' تیار ہوجائیں۔" وہ ادائیں دکھاتی بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی یوں عمیر بنا کوئی بات کیے حالات سنبھالنے کی غرض سے تیار ہوکر نیچے آ گیا' افشین اکیڈمی سے آچکی تھی۔ ادب سے بھائی اور بھابی کو سلام کیا۔ راشدہ رات کے کھانے کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔

"امی ہم باہر جارہے ہیں اور کھانا بھی کھالیں گے آپ پلیز کھالیجیے گا۔" وہ انتہائی مشکل سے کہتا' فوراً باہر آ گیا۔

راشدہ کی آنکھوں میں اداسی اتر آئی اور عمیر میں دیکھنے کی تاب نہ تھی۔ حنا مزے سے ڈنر پر ہاتھ صاف کررہی تھی اور عمیر انتہائی بے دلی سے نوالے حلق سے نگل رہا تھا' واپسی پر آئس کریم کی فرمائش پر عمیر خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ تب اس نے افشین کے لیے بھی پیک کروالی۔

راشدہ سونے کی تیاری کررہی تھیں' افشین پڑھ رہی تھی' حنا اندر آتے ہی اوپر چلی گئی۔

"افشین......" عمیر نے اس کا دروازہ ناک کیا۔

"جی بھائی!" دوپٹا برابر کرتی وہ تیزی سے دروازہ کھول کر دیکھنے لگی۔

عمیر نے مسکراتے ہوئے آئس کریم اس کے حوالے کی افشین مسکرادی تب عمیر نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا اور محبت سے بولا۔

"جلدی سے کھالو' پگھل رہی ہے۔" افشین کی آنکھیں یکایک نم ہوگئیں وہ اب ماں کے پاس آ گیا۔

"امی!" آواز دیتا وہ کمرے کے اندر آ گیا۔

"آؤ بیٹا!" انہوں نے خوش دلی سے چادر تہہ کرکے اس کے لیے جگہ بنائی۔

"آپ نے کھانا کھالیا ہے ناں؟" وہ نگاہیں جھکاتے ہوئے بولا۔

"کیا مطلب؟ اتنی رات کو بھی نہ کھاتی' مجھے دوائی لینی ہوتی ہے تو جلدی کھالیتی ہوں۔ اب ذرا مطالعہ کروں گی تو نیند آجائے گی۔ جاؤ تم بھی آرام کرو۔" ازلی محبت سے وہ اسے پیار کرتے ہوئے بولیں۔ عمیر دل پہ بوجھ محسوس کرتے ہوئے باہر آ گیا' گیٹ لاک کیا' لائٹس آف کیں اور دھیرے دھیرے اوپر آ گیا۔

ہلکے گلابی رنگ کی نائٹی میں ملبوس وہ نائٹ کریم کا چہرے پر مساج کرتی عمیر کے دل میں جل تھل کرگئی تھی اس نے ہولے سے اس کانچ کی گڑیا کو بازوؤں میں بھر لیا اور بیڈ پہ آ گیا۔

***

نکھری نکھری صبح کی تمام تر تازگی نے وجود میں سرشاری سی بھر دی تھی' نہا کر آیا تو حنا ہنوز بستر پر ہی تھی تب عمیر کی ساری حسیات جاگ اٹھیں۔

آج بھی سب کچھ حسب معمول ہے وہی سب کچھ' اک تلخ نگاہ' سرد آہ بھر کر اسے دیکھتا وہ دروازہ بند کرکے نیچے آ گیا۔ افشین جاچکی تھی' اخبار کی سرخیاں پڑھتی راشدہ نے آہٹ پر سر اٹھا کر دیکھا تو کھڑی ہوگئیں کسی روبوٹ کی طرح' اخبار میز پر رکھا اور کچن کی طرف جاتے ہوئے بولیں۔

"تمہارے انتظار میں تھی آؤ تو گرم پراٹھا بنادوں۔" عمیر خاموش تھا' رات کی ساری خوب صورتیاں صبح کی تلخ حقیقتوں میں گم ہوکر رہ گئی تھیں' نہ جانے کب تک ایسا چلے گا؟

"طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" آملیٹ توے پر سے اتارتی وہ ذرا تشویش سے بولی تھیں۔

یہ ماؤں کی آنکھوں میں ایسا کیا فٹ کر رکھا ہے ربّ نے کہ اندر کا حال جان لیتی ہیں' عمیر نے حیرت سے سوچا۔

"کچھ بھی نہیں امی!" ایک دم وہ اٹھا اور ان کے گلے میں بازو ڈال کر مسکرا کر بولا اس کا یہی انداز راشدہ کے اندر سکون بھر دیتا تھا۔

"فکر نہ کیا کرو ورنہ سارے بال جھڑ جائیں گے۔" ماں کے کہنے پر وہ ہنس پڑا۔

یوں ماحول قدرے خوش گوار ہوگیا وہ جانے کے لیے قدم بڑھانے لگا تو راشدہ نے اسے پرچی تھمائی' ان کی دوائیاں لکھی تھیں اس پر۔

"بہتر امی!" وہ جیب میں ڈالتے ہوئے بولا۔

یونہی بولتے بولتے نظر اوپر اٹھائی' اک موہوم امید مگر ابھی تک یہ سب خواب ہی تھا۔ خدا حافظ کہہ کر' سر جھٹک کر وہ باہر آیا تو راشدہ کی آیتوں کے حصار میں تھا۔

❁.....❁.....❁

دروازہ لاک کر کے حنا نے سیل فون اٹھایا اور نمبر ملانے لگی۔ دانستہ اس نے عروج کا نمبر محفوظ نہیں کیا تھا' کال کرنے کے بعد مٹا دیتی تھی۔ خوف وڈر بہر حال اپنی جگہ برقرار تھا۔ کان لگا کر سننے لگی۔

"ہاں ٹھیک ہوں میں' تم کیسی ہو؟ یہ تمہاری آواز کو کیا ہوا؟"

"زکام ہے؟" عروج نے پوچھا۔

"نہیں تو..... ارے اپنے تو ٹھاٹ ہیں' راج کر رہی ہوں میں راج! تم ٹھیک کہتی تھیں ان سسرال والوں کو اگر زیادہ منہ لگاؤ تو کچن اور کاموں میں الجھا دیتے ہیں۔"

"اور عمیر.....؟"

"یار! وہ تو پورے کے پورے میرے ہیں' جب چاہا سو گئے' جب چاہا اٹھ گئے' کوئی روک ٹوک نہیں۔ رہی بات ساس کی تو ان کے گیا کہنے کمال ہے۔ مجھے کوئی کچھ کہہ کر تو دیکھے' باقی بچی آشین اس کو تو میں منہ بھی نہیں لگاتی۔ بہت فری ہونے کی کوشش کی اس نے شروع شروع میں' پر میں نے بھی ہری جھنڈی تھما دے رکھی۔ ویسے بھی میں زیادہ اوپر ہی رہتی ہوں' دور سے سب کچھ ٹھیک ہے۔" اس نے ہنستے ہوئے ساری تفصیلات عروج کے گوش گزار کیں اور فون بند کرتے کرتے نصیحت کرنا نہ بھولی۔

"سنو عروج! میں ہی تمہیں کال کیا کروں گی' تم مت کرنا ویسے بھی تم تو ساس اور نندوں کے نرغے میں ہو' اچھا بائے۔" مسکراتے ہوئے اس نے فون بند کیا مگر نمبر مٹانا نہ بھولی۔

ناعاقبت اندیش لڑکی' دوسروں کے کہنے پر چلنے والی اپنے ہاتھوں اپنا گھر اجاڑ رہی تھی۔ ایسے مقدس پاکیزہ پیار بھرے رشتے کسی کسی کا نصیب ہوتے ہیں۔ راشدہ جیسی خاموش طبع ساس' محبت کرنے والی نندیں مگر اس کی اپنی سوچ جانے کہاں جا سوئی تھی۔

❁.....❁.....❁

راشدہ خاموش نظروں سے سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔ کھیر پکوا کر باقاعدہ کھانے بنوانے کا آغاز بھی کروا چکی تھیں مگر حنا کا رویہ ہنوز وہی تھا۔ راشدہ سوچ سوچ کر تھک رہی تھیں' بی پی ہائی ہو جاتا۔ آج انہیں رات سے شدید بخار تھا' آشین نے کالج سے چھٹی کر لی یوں راشدہ کو تھوڑا سا آرام مل گیا۔

اس روز کافی دنوں کے بعد نورین آئی تھی۔ صبح کے دس بج رہے تھے عمیر تو صبح ہی صبح تیار ہو کر ماں کے پاس جا بیٹھا تھا۔ ایک تو دن ہوتا تھا جب ماں بہنوں سے جی بھر کر باتیں کرتا' سودا سلف لاتا' حنا ابھی تک بستر میں تھی۔

جانے اسے کیسی نیند آتی تھی جو پوری ہونے میں نہ آ رہی تھی جاگ تو گئی تھی ابھی کسلمندی سے اینٹھ رہی تھی۔ وہ اٹھنے ہی لگی تھی کہ دروازہ ناک کر کے عمیر اندر آ گیا۔ بچوں کے شور سے اندازہ ہو گیا کہ نورین آئی ہوئی ہے۔ عمیر نے ملگجے اندھیرے کو دور کرنے کے لیے انتہائی سنجیدگی سے آ کر پردے ہٹائے' کمرے میں خوش گوار روشنی پھیل گئی۔

"کیا ہوا ہے؟" وہ بال سمیٹتی اس کی سنجیدگی پر غور کرتی اس کے قریب آ گئی۔

"نورین آپی آئی ہیں۔" اس کے بے پروا انداز پر عمیر نے وال کلاک کی جانب نگاہ اٹھائی جو ساڑھے دس بجا رہی تھی حنا بغیر کچھ بولے آف موڈ کے ساتھ واش روم میں آ گئی اور عمیر سلگتا ہوا نیچے اتر آیا۔ گھنٹے بعد وہ آئی نکھری نکھری' سجی سنوری' سرخ وزرد لباس میں خوشبو بکھیرتی۔ نورین بے حد تپاک سے ملی جب کہ وہ لیے دیئے مزاج کے ساتھ ملی۔ راشدہ دوپہر کے کھانے کی تیاریوں میں تھیں۔

"دلہن تم ناشتا کر لو۔" راشدہ نے اسے پیار سے کہا۔

"دلہن!" عمیر تلملا کر پہلو بدل کر رہ گیا' آخر کب تک یہ دلہنا پا ان پر سوار رہے گا؟ نورین اور آشین باتیں کر رہی تھیں۔

کچن میں دھری کرسی پر وہ بیٹھی تھی' کچن بہت کھلا اور ہوادار تھا۔ کرسیاں' میز' ریفریجریٹر' راشدہ نے ضرورت کی ہر چیز قرینے اور سلیقے سے رکھی ہوئی تھی۔ وہ مزے سے بیٹھی پراٹھے اور انڈے کے ساتھ انصاف کر رہی تھی۔ باقی سب ناشتا کر چکے تھے۔ عمیر ناقدانہ نظروں سے اس کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔

ساتھ ساتھ بہنوں کے ساتھ باتیں بھی کر رہا تھا۔ بچے باہر کھیل رہے تھے۔ راشدہ نے دوپہر اور رات کے کھانے کا سامان ترتیب دے دیا۔ ماں سے مشورہ کرنے کے بعد وہ سودا سلف لانے مارکیٹ آ گیا۔ غصہ تھا کہ اب صدمے کی صورت اختیار کر رہا تھا۔ آخر اسے کب سمجھ آئے گی؟ اک سوالیہ نشان تھا اور جواب کہیں گم ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

سب کے ساتھ تھوڑا بہت کام اپنی مرضی سے کر کے وہ دوبارہ اوپر آ گئی اور فلم دیکھنے لگی یوں دن تمام ہوا' نورین' آشین نے مل کر کھانا بنایا۔ سامان سمیٹا' برتن دھوئے۔ نورین جاتے جاتے عمیر کو حنا کو ساتھ لانے کا اصرار کرنا نہ بھولی۔ عمیر نے مسکراتے ہوئے سر ہلا دیا۔ نورین کو بخوبی بھائی اور گھر کی صورتِ حال کا اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی۔

❁.....❁.....❁

حنا کے بھائی جواد کی سالگرہ تھی' جو پندرہ سال کا ہو گیا تھا سارا گھرانہ مدعو تھا۔ حنا دو روز قبل چلی گئی تھی عمیر کو اس کے بنا کمرا بے حد سونا' سونا لگ رہا تھا۔ جیسی بھی تھی اس کی چاہت' اولین محبت تھی۔ ادھر حنا بہت خوش' آزادی سے عروج سے باتیں کرتی' مزے میں تھی۔ واپسی پر وہ عمیر کے ساتھ آ گئی۔

اب عمیر کی تلملاہٹ عروج پر تھی' ایک بار پھر وہ ماں سے شکوہ کرنے لگا۔

"آخر کب تک ایسا چلے گا؟"

"بیٹا! تم جانتے تو ہو' اس کی سوتیلی ماں نے اسے ہتھیلی کا چھالا بنا کر پالا ہے۔ کتنے لاڈ پیار سے اس کی پرورش کی ہے۔ اب نازوں سے پلی' لاڈلی گھر داری کیسے سنبھالے۔" انہوں نے جواز پیش کیا۔

"تو اس کا مطلب ہے وہ جب تک جیسے چاہے اپنی مرضی سے زندگی گزارے گی' ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔" عمیر تن کر بولا۔

"دھیرے دھیرے سب سمجھ آ جاتا ہے بیٹا! آخر کو ساری عمر کام ہی تو کرنے ہیں۔" ماں نے ایک بار پھر اسے نرمی سے سمجھایا جب کہ انہیں خود کوئی امید دکھائی نہ دے رہی تھی۔ مگر عمیر کو سمجھا سکتی تھیں۔ چھ ماہ ہونے کو تھے مگر اس کے اطوار و انداز ہنوز وہی تھے۔

❁.....❁.....❁

رات سے راشدہ کی طبیعت بہت خراب تھی۔ اس روز تو آشین نے چھٹی کر لی مگر اس دن اس کا بہت اہم ٹیسٹ تھا۔ وہ جلدی جلدی ناشتا بنانے لگی۔

"امی آپ کیا لیں گی؟" وہ فکر مند ہوئی۔

"چندا! تم بے فکر ہو کر جاؤ میں کچھ نہ کچھ لے لوں گی۔" تب آشین نے سادہ سے سلائس اور چائے انہیں دی۔ آشین کو اب ان کے دوپہر کے کھانے کی فکر تھی' ناشتے کے خالی برتن اٹھا رہی تھی کہ عمیر آ گیا۔ ماں کو نہ پا کر لپک کر ان کے کمرے میں آیا۔

"کیا ہوا امی!" وہ تڑپ کر ان کی جانب لپکا۔ وہ بستر میں تھیں' ایسا بہت کم ہوتا تھا۔

"کچھ نہیں بیٹا! بس دل گھبرا رہا تھا۔" وہ نقاہت سے بولتی ہوئی اٹھنے لگیں۔

"امی! آپ کو تو بہت تیز بخار ہے۔" عمیر نے جلدی سے پیشانی پر ہاتھ رکھا تو وہ تپ رہی تھیں۔ آنکھیں سرخ انگارہ' زرد چہرہ۔ "مجھے رات ہی اٹھا دیا ہوتا امی!" عمیر کی آواز میں آنسوؤں کی نمی تھی۔

"معمولی بخار ہے اتر جائے گا۔" وہ زبردستی مسکرا کر بولیں۔

"نہیں میں ڈاکٹر شفیق کو لے کر آتا ہوں۔" وہ اٹھنے لگا تو راشدہ نے اس کا بازو پکڑ لیا اور پیار سے بولیں۔

"پہلے ناشتا کر لو' آشین کو کالج سے دیر ہو رہی ہے جاؤ۔" راشدہ کے پیار بھرے حکم پر وہ کچن میں آ گیا۔ پراٹھا اور آملیٹ میز پر رکھا تھا' وہ شرمندہ ہو گیا۔ آشین چائے کپ میں ڈال رہی تھی ساتھ ساتھ گھڑی بھی دیکھ رہی تھی۔

"بھیا یہ لیں چائے۔" وہ کپ رکھ کر بولی اور اپنے کپ سے بڑے بڑے گھونٹ لینے لگی۔

"بھائی کا ناشتا بنا دوں؟" وہ احترام سے بولی۔

"نہیں گڑیا! تم جاؤ' وہ خود بنا لے گی۔" وہ آشین پر نگاہ ڈال کر تیزی سے بولا اور ساتھ ہی حنا کے لیے غصے کی لہر محسوس کی۔ کیسی بے حس ہے' بڑے بڑے نوالے لے کر وہ چائے ختم کر کے ماں کے پاس آ گیا۔ اتنے میں آشین کی سہیلی نے دروازہ بجا کر اسے پکارا۔ آشین بیگ کندھے پر ڈال کر چادر برابر کرتی ماں کو معمول کے مطابق پیار کر کے باہر آ گئی۔ تب عمیر ماں سے بولا۔

"میں شفیق کو لے کر آتا ہوں' ابھی گھر پر ہی ہوگا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا' پانچ منٹ میں اس کا دوست شفیق اس کے ساتھ تھا۔ جو اس کا گہرا بچپن کا دوست ہونے کے ساتھ ساتھ اچھا ڈاکٹر بھی تھا۔

"بلڈ پریشر ہائی ہے اور بخار بھی خاصا تیز ہے' یہ دوائیاں لے آؤ یار!" شفیق نے اسے پرچی تھمائی۔ "خالہ جان! اب کیسی پریشانی ہے؟ اس گھامڑ کی شادی ہوچکی ہے' فکر کی کیا بات ہے؟" وہ مسکرا کر شرارتی انداز میں بولا تو عمیر نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا اور دونوں باہر آ گئے۔ وہ قریبی میڈیکل اسٹور سے دوائیاں لے آیا اور انہیں کھلادیں۔

"امی! آپ آرام کریں' میں دروازہ بند کردیتا ہوں' آپ کو نیند آ جائے گی تو سب ٹھیک ہوجائے گا۔" محبت سے ماں کو کمبل اوڑھا کر وہ دروازہ بند کرکے باہر آ گیا۔

کتنی خاموشی تھی گھر میں' بیرونی گیٹ بند کرکے وہ آفس فون کرنے لگا کہ دو گھنٹے دیر سے آئے گا' مطمئن ہوکر وہ اوپر چلا آیا۔ شہزادیوں کی طرح راج کرتی حنا ابھی تک بیڈ سنبھالے ہوئے تھی۔ عمیر کا غصہ انتہا پر جا پہنچا تھا۔

"اُف!" یک دم وہ سر تھام کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ ماں بیمار تھی اس وقت وہ کسی بدمزگی کا متحمل نہ ہوسکتا تھا پر کیا کرتا انسان تھا تھوڑی دیر بعد اوں...... آں کرتی' انگڑائیاں لیتی وہ اٹھ بیٹھی۔ سامنے صوفے پر بیٹھے عمیر کو دیکھا' پھر ٹائم۔

"کیا ہوا؟ آپ آفس نہیں گئے ابھی تک؟" بالوں کو سمیٹتی خمار آلود لہجے میں بولی تو عمیر اک سرد آہ بھر کر رہ گیا۔

"امی کی طبیعت بہت خراب ہے اور تم ہر بات سے بے خبر۔" عمیر نے جملہ ادھورا چھوڑا اور کھڑا ہوگیا اور حکمیہ انداز میں بولا۔ "ان کے لیے دلیہ بنادو' میں آفس جارہا ہوں۔" اس کے انداز میں قدرے پریشانی تھی۔

منہ بناتی' بنا کچھ کہے وہ واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

"اونہہ! ڈرامے بازیاں' کسی طرح ملازمہ بن جاؤں۔ دیکھ لوں گی سب کو۔" وہ جان بوجھ کر دیر لگاتی رہی جب کہ عمیر خون کے گھونٹ پی رہا تھا ابھی تک حنا کے مزاج کو نہ سمجھ پایا تھا' مصلحت مگر کب تک وہ بچہ نہ تھا۔ اتنے میں حنا آ گئی اس کے چہرے پر تناؤ واضح تھا۔

"افشین کہاں ہے؟" اک تلخ سوال' عمیر کو اندر تک کھولا گیا' وہ کھڑا ہوا اور حنا کو گھور کر رہ گیا۔

"اسے آج چھٹی کرلینی چاہیے تھی۔" حنا کے الفاظ تھے کہ انگارے' عمیر کے صبر کا پیمانہ لبریز ہورہا تھا۔ مصلحت کی چادر ہاتھوں سے پھسل رہی تھی۔ اندر ہی اندر جو لاوا اب تک پک رہا تھا آج باہر ابلنے کو تھا اسے ماں کا خیال ہونا چاہیے تھا۔

عمیر کی برداشت کی انتہا آخری حدوں پر آئی تو نہ چاہتے ہوئے اس کا ہاتھ حنا کے بائیں گال پر نشان چھوڑ گیا پہلے تو وہ صورت حال کو ہونقوں کی طرح دیکھتی رہی پھر کمرے میں اک طوفان برپا ہوگیا۔ عمیر کے اندر باہر دھماکے ہورہے تھے۔

"بند کرو اپنی بکواس!" وہ دہاڑا۔

"میں...... میں یہاں اک پل نہیں رکوں گی اب۔" چیختی' چلاتی وہ بیگ میں کپڑے ٹھونسنے لگی۔

عمیر شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا' شور مچاتی دھم دھم کرتی سیڑھیاں اترنے لگیں کہ راشدہ کی آنکھ کھل گئی۔ وہ دھڑکتے دل اور چکراتے سر کو سنبھالتی دروازے تک آئیں' باہر عجب نظارا تھا' بیگ سنبھالے وہ طوفان کی طرح شور مچا رہی تھی' عمیر پیچھے غصے سے اترا۔

"کیا ہوا؟" وہ آگے بڑھ کر نقاہت د حیرت سے بولیں۔

"جارہی ہوں میں اپنے گھر' مارا ہے انہوں نے مجھے۔" ایک ہاتھ سے آنکھیں صاف کرتی' وہ گیٹ کی جانب تیزی سے جارہی تھی۔

"عمیر روکو اسے لوگ کیا کہیں گے۔" وہ بے ربط بول رہی تھیں۔

"جانے دیں امی! ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔" عمیر بھی فیصلہ کن لہجے میں بولا۔

"حنا بیٹی رکو۔" وہ آوازیں دیتی اس کے پیچھے لپکیں مگر حنا دھاڑ سے دروازہ بند کرکے باہر نکل گئی۔ راشدہ بت بنی کھڑی تھیں' ان کی طبیعت بگڑنے لگی۔

"امی...... پلیز آپ اندر چل کر لیٹیں۔" عمیر کو ماں کی دگرگوں حالت کا اندازہ ہوا۔

"کیا ہوا مجھے بتاتے کیوں نہیں؟ کیوں گئی ہے حنا؟" بستر پر بیٹھ کر وہ بولیں اور گہرے گہرے سانس لینے لگیں۔

عمیر دوڑ کر پانی لے آیا اور انہیں ہولے ہولے ساری بات بتادی۔

"بہت غلط کیا تم نے' مجھے اسی دن کا ڈر تھا' صبر کرلیتے۔ مر تو نہیں گئی تھی میں۔" وہ رونے لگیں تو عمیر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ مگر اگلے ہی پل حنا کی خودسری یاد آئی تو احساسِ ندامت بہت پیچھے چلا گیا۔

"امی پلیز کچھ نہ سوچیں' سب ٹھیک ہوجائے گا۔ میں آپی کو بلواتا ہوں۔" وہ راشدہ کو لٹا کر باہر آ کر فون کرنے لگا۔ دوا کا اثر تھا کہ راشدہ کچھ ہی دیر میں گہری نیند میں تھیں۔

پورا گھر بھائیں بھائیں کررہا تھا' پتا نہیں کیا غلط تھا کیا ٹھیک۔ اب تو جو ہونا تھا ہوچکا' سوچوں میں الجھا بیٹھا تھا آفس بھی نہ گیا' بہت دیر گزر گئی کہ افشین آ گئی۔

راشدہ جاگ گئی تھیں' ان کے لیے موجودہ صورت حال تکلیف دہ تھیں' افشین کو پتا چلا تو حیرت زدہ رہ گئی۔ شادی کو عرصہ ہی کتنا ہوا تھا اور وہ ناراض ہوکر چلی گئی۔

"چھوڑو سب باتیں' امی کے لیے کچھ بناؤ۔ میں تمہارے اور اپنے لیے کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔ آپی آجائیں تو مل کر رات کا کھانا بنالینا۔" عمیر افسردہ لہجے میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔ آج ماسی بھی چھٹی پر تھی۔ افشین راشدہ کے لیے پھیکا دلیہ بنانے لگی' شکر تھا کہ اگلے دو دن چھٹی تھی' عصر سے پہلے نورین آ گئی۔ بچے نانی کی محبت میں ان کے پاس جا بیٹھے۔ عمیر بھی نورین اور بچوں کے پاس چلا آیا۔ مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی خود کو سزا یافتہ محسوس کررہا تھا۔

"اُف امی! یہ تو بہت برا ہوا' اب کیا کریں؟" نورین کی آواز کانوں میں آئی جب وہ کمرے میں داخل ہوا۔

"السلام علیکم آپی! اور کچھ کرنے کی ضرورت نہیں' جیسے گئی ویسے آئے گی۔ اتنی نازک ہے تو رہے اپنے گھر میں۔" عمیر غصے سے بولا۔

"تمہارا دماغ درست نہیں ہے۔" راشدہ تڑپ کر بولیں۔ "گھر کی عزت ہے وہ' کیوں لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع دے رہے ہو۔ جیسے صورت حال چل رہی تھی' چلنے دیتے' کبھی تو احساس ہوجاتا۔"

"امی بس کریں' اس سے زیادہ میں برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ صبح دس بجے اٹھتی ہے' آپ خود سوچیں آپی! دن بھر امی اور ...... رہتی ہیں' آج تک مجھے ناشتا بنا کر نہیں دیا' کپڑے استری نہیں کیے' دوپہر کو آؤ تو سوئی ہوئی ہے' شام کو روزانہ سیر سپاٹا۔ گھر یوں نہیں چلتے اپنے غرور پر' من مانی پر۔ دوسروں کو غلام بنا کر جینا چاہتی ہے تو رہے اپنے باپ کے گھر' مجھے کوئی ضرورت نہیں ایسی عورت سے۔ جو گھر کو گھر ہی نہ سمجھے۔" ہنسنے ہنسانے والا حلیم الطبع بھائی آج کس قدر تلخ ہورہا تھا۔

"بیٹھ جاؤ۔" نورین نے اسے بازو سے تھام کر کرسی پر بٹھایا۔ "تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو' مگر ایسا ہونا نہیں چاہیے تھا۔ اب یہ سوچنا ہے کہ آئندہ کیا کیا جائے' آخر اس مسئلے کو سلجھانا تو ہے نا۔ بگڑی ہوئی ہے اسے سنوارنا تو ہے ناں' امی کی طبیعت خراب ہے' ایسا کرو تم اسے جا کر ابھی لے آؤ۔" نورین کی بات پر وہ مزید طیش میں آ گیا

"واہ آپی واہ! الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے' مجھ سے ایسی امید مت رکھیے گا کہ میں جاؤں گا تاکہ وہ اور شیر ہوجائے' جیسے گئی ہے ویسے آئے گی اور آپ میں سے بھی کوئی نہیں جائے گا ورنہ......" وہ مٹھیاں بھینچتا' بات کو نامکمل چھوڑ کر کمرے سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا گھر سے باہر چلا گیا۔

❀......❀......❀

چار دن ہوگئے تھے نورین نے فون پر حنا کی والدہ ثمرہ بیگم سے بات کی' پہلے تو وہ کچھ سننے کو تیار ہی نہیں تھیں پھر کہا۔

"جب حنا ہی نہیں چاہتی تو میں کیا کروں اور اگر زور دوں گی تو سوتیلے پن والی بات ہوگی پھر عمیر نے اسے مارا' زیادتی کی۔ پھولوں کی چھڑی سے بھی کسی نے اسے نہ چھوا تھا۔ بہرحال میں اسے اطلاع دے دوں گی۔"

"آپ اسے سمجھائیے تو سہی' نادانی نہ کرے' اپنا گھر اپنا ہوتا ہے۔" نورین کو اب حنا سے زیادہ اس کی ماں پر غصہ آرہا تھا۔ احمقانہ سوچ کی مالک تھیں آخر اس نے تھک کر فون بند کردیا۔

راشدہ کی طبیعت ہنوز خراب تھی' عمیر سے بھی کم بات کرتیں۔ ان کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ وہ حنا کو لے آئے مگر وہ بھی اپنی انا اور خودداری کے علم کو اونچا کیے دن گزارے جارہا تھا۔

"ہیلو! عروج کیسی ہو؟" کئی دنوں سے بند موبائل آن کرکے اس نے عروج کو کال ملائی۔

"جی رہی ہوں۔" عروج کی آواز میں دکھ رچا تھا' حنا کو تجسس ہوا۔

"کیا ہوا' اتنی اداس کیوں ہو؟" حنا خیرت سے بولی یک دم عروج تڑپ کر رونے لگی۔

"میں پچھلے دو ماہ سے میکے میں ہوں حنا! زاہد مجھے لینے نہیں آیا' میری ساس کہتی ہے تین سال میں یہ تمہیں بچہ نہیں دے سکی الٹا فساد مچاتی ہے۔ دفع کرواسے' ہائے کیا راج کے دن تھے حنا! اب تو بھائیوں' بھابیوں کے طنز اور باتیں ہیں۔"

"مگر تم تو کہتی تھیں کہ اپنا راج ہے' تم ملکہ ہو' وہ سب کیا تھا؟" حنا کو اس کی باتوں پر دکھ ہوا۔ عروج کے رونے میں اور شدت آ گئی۔

"غلط کہتی تھی' الٹی کھوپڑی تھی میری' اب عقل آئی۔ لڑ جھگڑ کر من مانی کرتی رہی اور آج اس حال میں ہوں۔"

"بس عروج چپ ہوجاؤ۔" حنا کے دماغ میں جھکڑ چل رہے تھے وہ بھی تو اپنا گھر برباد کرنے پر تلی تھی۔

"تو..... تو تم خود چلی جاؤ ناں۔" حنا ہکلاتے ہوئے بولی۔

"خود..... آہ..... اب کیسے جاؤں' زاہد نے مجھے طلاق بھجوادی ہے۔" عروج اب کے ایسا روئی کہ حنا کانپ کے رہ گئی۔

طلاق..... حنا کے قدموں تلے زمین نکل گئی۔ دماغ ماؤف ہونے لگا۔

"اچھا پلیز چپ ہوجاؤ۔" حنا غائب دماغی سے بولی۔

"سنو حنا! مجھے معاف کردینا' میں نے تمہیں بہکایا تھا' تم خود سوچو سسرال بھی تو اپنا گھر ہوتا ہے مگر ہم لڑکیاں اپنی راجدھانی کے چکر میں بہت اونچا اڑنے لگتی ہیں' ہوش تب آتا ہے جب منہ کے بل زمین پر گرتی ہیں' پلیز مجھے معاف کردینا' میری طرح خود کو تباہ مت کرنا۔ خدا تمہیں اپنے گھر میں شاد و آباد رکھے' آمین۔" عروج نے روتے روتے فون بند کردیا اور حنا اس نئی تکلیف دہ صورت حال پر ہکا بکا تھی۔ راشدہ' آشین' نورین کب اسے اچھے لگتے تھے۔ وہ تو اپنا دامن ان سے چھڑاتی آئی تھی اور عمیر آج پچیس دن ہوگئے تھے اس نے پلٹ کر خبر نہ لی' اُف کس قدر غلطی پر تھی میں اور ماما! وہ مجھے زبردستی کیوں نہیں چھوڑ آئیں حنا کے دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں' اپنا بیوٹی پارلر تھا' ثمرہ بیگم اسی میں مگن تھیں۔

"ٹھیک کیا تم نے' یہ عمیر کی سزا ہے جب تک خود نہ آئے معافی نہ مانگے' میں ہرگز تمہیں نہ بھیجوں گی۔" جب وہ آئی تھی تو انہوں نے اسے پیار کرتے ہوئے یہی کہا تھا تب حنا بھی جوش میں تھی' سوتیلی ماں کی محبت کا دم بھرنے میں بے خود تھی' دن گزر رہے تھے کہ ایک دن اچانک سلیمان صاحب بغیر اطلاع دیئے آگئے' حنا ان کے گلے لگ کر سسک اٹھی۔ وہ اسے یہاں دیکھ کر خوش تو بہت ہوئے پھر اس کی پیشانی چوم لی۔

"ارے کیا ہوا؟" انتہائی محبت سے اسے گلے لگاتے ہوئے بولے تو حنا نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"بغیر بتائے آگئے آپ؟" ثمرہ اٹھلا کر بولیں۔

"بھئی دل چاہا آگئے۔" وہ خوش دلی سے بولے اور حنا کے اترے چہرے کو کھوجنے لگے۔

"عمیر کیسا ہے؟ تمہارے سسرال میں سب خیریت سے ہیں ناں؟" ان کی چھٹی حس نے کسی گڑبڑ کا احساس دلایا تھا۔

"حنا جاؤ بیٹا چائے بنواؤ۔" ثمرہ اسے ہٹانے کی غرض سے بولیں تو حنا تھکے تھکے قدموں سے باہر چلی گئی تب ثمرہ نے نمک مرچ لگا کر سارا واقعہ بتایا۔

"یہ تو بہت بُرا ہوا' آج اتنے دن ہوگئے ادھر سے کوئی نہیں آیا؟" وہ حد درجہ پریشان تھے۔ "میاں بیوی میں کئی طرح کے جھگڑے ہوتے ہیں مگر حنا کو اس طرح گھر چھوڑ کر نہیں آنا چاہیے تھا۔ عمیر نے بھی کوئی رابطہ نہیں کیا؟" وہ پریشانی سے بولے۔

"نہیں! ہاں مگر اس کی بہن نے ایک دو بار فون کیا' آپ خود سوچیں ہماری بیٹی پر تشدد ہوتا رہا اور ہم بے خبر رہے۔ اب جب کہ وہ خود وہاں نہیں جانا چاہتی تو ہم کیا کرسکتے ہیں۔" ثمرہ کے انداز میں بے پروائی تھی' جو سلیمان صاحب کو خوب کھلی۔

"تم نے سمجھایا ہوتا' خود چھوڑ آتیں۔ بیٹیوں کا گھر میکے کے جھکنے سے ہی آباد ہوتا ہے۔" وہ تشویش سے بولے۔

"خیر آپ آتے ہی پریشان ہوگئے' اٹھیں فریش ہوجائیں' میں چائے لگواتی ہوں پھر کھانا کھالیجیے گا۔ جواد بھی آنے والا ہوگا۔ کتنے دنوں سے آپ کو یاد کررہا تھا' بہت خوش ہوگا آپ کو دیکھ کر۔" ثمرہ ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر محبت سے بولیں تو سلیمان صاحب گہرا سانس لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ حنا کا سستا ہوا چہرہ ان کے کلیجے پر برچھیاں مار رہا تھا۔

"خدایا! تُو ہی رحم فرما' عمیر تو بے حد سلجھا ہوا شریف سا بندہ ہے۔ گھر والے بھی وضع دار مرنجاں' مرنج جانے اصل معاملہ کیا ہے۔ وہ مسلسل ایک ہی بات سوچ رہے تھے۔

❁.....❁.....❁

کئی راتوں سے نیند روٹھی ہوئی تھی' آج کتنے دن ہوگئے تھے اب دن صدیوں جیسے لگنے لگے تھے۔ عمیر.....! اس کے لبوں سے محبوب کا نام ابھرا اور آنسو بند توڑ کر بہہ نکلے۔ عروج کو اس کی غلطیوں کو سزا ملی تو کیا مجھے بھی عمیر..... یک دم وہ گھبرا کر بستر سے اٹھی اور کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ آخری راتوں کے چاند کی ہلکی مدہم روشنی میں اس کے دل کی طرح اداسی تھی' نمی سی تھی۔

گھر محبتوں اور قربانیوں سے بنتے ہیں گھر..... اپنا گھر' کب سمجھا تم نے؟ ضمیر کی آواز پر وہ چور نظروں سے ادھر اُدھر دیکھنے لگی ہر جانب اپنی غلطی' اپنا قصور دکھائی دیا۔ پیار اور محبت کرنے والی ساس' پڑھائی میں جتی بے ضرر' خاموش آشین اور کبھی کبھار رونق بکھیرنے آنے والی نورین اور اس کے بچے اور سب سے بڑھ کر عمیر کی چاہت' محبت جس میں وہ تن من

بھگو چکی تھی۔ اس سے دوری سوہانِ روح تھی۔ کتنی ہی دیر وہ اپنا احتساب کرتی رہی نجانے کس پہر جا کر نیند آئی۔

نتیجتاً اگلی صبح وہ شدید بخار میں پھنک رہی تھی۔ سلیمان صاحب بیٹی کے لیے اور زیادہ دکھی ہوگئے' اس وقت بھی وہ دوا کے زیر اثر نیند میں تھی۔ رنگ زرد ہورہا تھا تب وہ کچھ سوچ کر ثمرہ کو ہدایت دے کر ریحان سے ملنے چلے آئے' رات کے آٹھ بج رہے تھے' ریحان ابھی دکان سے لوٹا تھا۔ ڈور بیل بجنے پر ملازم نے آ کر سلیمان صاحب کا بتایا تو وہ ان کا نام سن کر چونکا' نورین کو بھی حیرت ہوئی۔ سلیمان صاحب کا سر جھکا ہوا تھا' نورین کو بہت دکھ ہوا۔

"بیٹا! میں چند روز قبل آیا ہوں' مجھے معلوم نہیں معاملہ کیا ہے تم مجھے کھل کر بتاؤ' اگر حنا کا قصور ہوا تو میں اسے خود چھوڑنے آؤں گا۔" تب نورین نے انہیں مختصراً سب کچھ صاف صاف بتادیا تاکہ وہ بھی حقیقت سے باخبر ہوکر اصل بات سمجھ جائیں' اتنے میں ملازمہ چائے اور دیگر لوازمات لے آئی۔

"بخدا تم سب گھر والے سچے اور حق پر ہو' حنا نادانی میں بے وقوفیاں کرتی رہی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ثمرہ زیادہ قصوروار ہے اسے سمجھا کر گھر چھوڑ آئی۔ بہرحال اب پریشان نہ ہو' جیسے ہی اس کی طبیعت ٹھیک ہوئی میں خود اسے لے کر آؤں گا اور راشدہ بہن سے دست بستہ معافی مانگوں گا۔"

"نہیں..... نہیں انکل! آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔" ریحان ایک دم ان کے پاس جا بیٹھا اور ان کے ہاتھ تھام کر بولا۔

"آپ نے سب سمجھ لیا' بس اتنا ہی کافی ہے' ہم شریف' وضع دار لوگ ہیں' دوسروں کی بیٹی کو اپنی بیٹی سمجھتے ہیں۔" ریحان نے انہیں تسلی دی۔

"انکل زیادہ طبیعت خراب ہے تو میں اور امی حنا سے ملنے آجائیں۔" نورین بے چین ہوکر بولی۔

"ضرور آؤ بیٹی! مگر ابھی نہیں میں خود اسے دو چار روز میں لے آؤں گا' اب مجھے اجازت دو۔" وہ خالی کپ پرچ میں رکھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"راشدہ بہن کو میرا اسلام کہیے گا۔" وہ جاتے جاتے رک کر نورین کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولے تو نورین نے مسکرا کر سر ہلادیا۔ ریحان انہیں بیرونی گیٹ تک چھوڑنے آیا۔

❁.....❁.....❁

دو روز کے شدید بخار کے بعد آج وہ بہتر تھی مارچ کی نرم گرم دھوپ میں بیٹھی تھی۔ لان بہار کے پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔ حنا کا ثمرہ نے بہت خیال رکھا' خود سلیمان صاحب نے بھی مگر دل کی بے چینی کا کیا علاج۔ عروج کا دکھ اسے اندر ہی اندر تڑپا رہا تھا۔ آج موسم بے حد خوش گوار تھا۔ ثمرہ فروٹ باسکٹ لے کر لان میں چلی آئی' سلیمان صاحب بھی ہمراہ تھے۔

"کیسا ہے میرا بیٹا؟" وہ اس کے برابر والی کرسی پر بیٹھ کر محبت سے بولے۔

"ٹھیک ہوں بابا' بہت بہتر۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"ایسا ہے بیٹا جانی کہ کل شام ہم دونوں آپ کو آپ کے اصلی گھر چھوڑنے جارہے ہیں' جو ہوا سو ہوا بیٹیاں اپنے گھروں میں بستی اچھی لگتی ہیں۔ اپنے شوہر کے ساتھ اونچ نیچ اور چھوٹی موٹی باتیں گھروں میں ہوجایا کرتی ہیں۔ سمجھ دار بیٹیاں وہ ہوتی ہیں جو سسرال کو اپنا گھر سمجھیں ان کے دکھوں کو اپنا دکھ سمجھ کر ان کے ساتھ تعاون کریں۔ انا خودداری' من مانی سب بے کار و بے معنی ہیں۔ تمہارے سسرال میں تو سبھی محبت کرنے والے ہیں' افراد ہی کتنے ہیں؟ راشدہ بہن بہت نیک اور فرشتہ صاف خاتون ہیں اور عمیر بھی بہت سلجھا ہوا اچھی عادات کا انسان ہے۔ کوشش کی جائے بیٹا کہ شوہر کو غصہ نہ دلایا جائے نہ مقابلہ پر اترا جائے۔ ہم دونوں تمہیں خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔" حنا کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے تو ثمرہ نے اسے گلے سے لگالیا۔

"میں نے تم پر اس لیے بھی زور نہیں دیا تھا کہ تم خود فیصلہ کرو اگر میں زبردستی کرتی تو تم مجھ سے متنفر ہوجاتیں۔" ثمرہ نے اس کے آنسو صاف کیے۔

"بس ثمرہ! اس موضوع پر اب کوئی بات نہ ہوگی' تم لوگ کل شام کو تیار رہنا اور جواد کو بھی اکیڈمی مت جانے دینا' وہ بھی ہمارے ساتھ جائے گا۔" انہوں نے ثمرہ سے کہا۔

"چلو اب کچھ شاپنگ کرنی ہے وہ کرآئیں۔" ثمرہ نے اٹھتے ہوئے کہا اور ندامت کے آنسو لیے حنا کمرے میں آگئی۔

بابا نے میرا بھرم رکھ لیا' کچھ بھی تو نہیں کہا مگر عمیر جانے میرے ساتھ اب کیا سلوک کرے۔ اب سب کچھ مجھے برداشت کرنا ہوگا۔ ہمت اور حوصلے سے' ایک نئی حنا بن کر' اپنے آشیانے کو بکھرنے سے بچانا ہے۔ میری محبت' چاہت عمیر کو جیت لے گی۔

اس کے لبوں پر اک شرمیلی مسکان در آئی' اپنے گھر جانے کی سرشاری تھی وہ ابھی سے بیگ میں سامان رکھنے لگی پھر کل

شام سے پہلے ثمرہ نے اسے دلفریب کام دار سوٹ دیا۔ ہلکا ہلکا میک اپ کیا' جیولری پہن کر وہ چاند کو شرمانے لگی' گویا آج رخصتی ہو رہی ہو۔

سلیمان صاحب مٹھائی اور فروٹ کے ٹوکرے گاڑی میں رکھوا رہے تھے' گفٹس وہ پہلے ہی حنا کو تھما چکے تھے' جواد بھی تیار ہو کر مزے لے رہا تھا۔

دھڑکنوں کو سنبھالتی وہ گاڑی میں ثمرہ کے ہمراہ آ بیٹھی' خاموش جامد جانے اب کیا ہو' اتنے کروفر سے گئی تھی' اسے ندامت نے آ گھیرا۔ گیٹ پہ گاڑی رکی تو جواد نے بیل بجائی۔

چند لمحوں بعد عمیر باہر آیا' ہکا بکا رہ گیا۔ جلدی سے آگے بڑھا اور انتہائی اکرام سے سلیمان صاحب کے گلے جا لگا۔

"آیئے اندر آیئے!" بے حد احترام سے وہ ثمرہ سے مخاطب ہوا اور ساتھ کھڑے مہکتے وجود پر اک نگاہِ غلط بھی نہ ڈالی۔

حنا کا دل کٹ کر رہ گیا۔ سب اپنا کیا دھرا تھا' آنسوؤں کا گولہ حلق میں پھنس گیا۔ نپے تلے قدم اٹھاتی وہ سب کے ہمراہ اندر آ گئی' خاموش تھی' عمیر انہیں ڈرائنگ روم میں لے آیا۔

"بیٹھیے پلیز' میں امی کو بلا لاؤں' ان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔" عمیر کی آواز میں تشویش تھی۔ وہ کہتا ہوا باہر چلا گیا' حیران حیران..... تھوڑی دیر بعد وہ راشدہ کو لیے آہستہ آہستہ اندر آ گیا۔ ثمرہ جلدی سے آگے بڑھ کر ملیں۔

"ارے! میری بیٹی آ گئی ہے۔" حنا گویا خواب میں چلتی ان کے گلے جا لگی تو راشدہ کے اندر جیسے توانائیاں بھر گئیں۔

"آداب بہن جی!" سلیمان صاحب نے کھڑے ہو کر تعظیماً کہا تو وہ مسکرا دیں۔

"میں بہت شرمندہ ہوں بہن جی! میرا آپ کی بہو بھی ہے اور بیٹی بھی اور نادان بھی' جو حماقتیں یہ کرتی رہی اسے معاف کر دیں۔" حنا سر جھکائے سب کچھ دھڑکتے دل سے سن رہی تھی' اس کے گرد راشدہ نے بازو پھیلا کر اسے اپنے قریب کر رکھا تھا جیسے دوبارہ کہیں چلی نہ جائے۔

"ارے کیسی باتیں کرتے ہیں آپ' بس اب کوئی بات نہ کریں' میری بیٹی آ گئی ہے میں اور کچھ نہ سنوں گی۔" راشدہ کے لبوں سے شہد ٹپک رہا تھا۔

"ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی! ہم تو آپ کی امانت لوٹانے آئے ہیں۔ بیٹا عمیر! وہ گاڑی میں کچھ سامان ہے وہ اتروا لو۔ جاؤ جواد بھائی کے ساتھ۔" ابھی وہ باہر جا ہی رہے تھے کہ ریحان اور نورین بھی آ گئے۔ بچے خوب چہک رہے تھے انہیں تو معلوم ہی تھا تاہم عمیر کے بتانے پر وہ مصنوعی چونکے اور خوشی خوشی اندر داخل ہو گئے۔ حنا فوراً نورین کے گلے جا لگی اور ریحان کو آداب کیا۔ تھوڑی دیر بعد آشین بھی اکیڈمی سے آ گئی۔

"آپ سب بیٹھیں میں کھانا لگواتا ہوں۔" ریحان اٹھنے لگا تو سلیمان صاحب نے اسے بٹھا دیا۔

"ہم کچھ نہیں کھائیں گے' ہمیں اجازت دیں' خدا آپ سب کو خوش رکھے۔"

"نہیں انکل! چائے تو ضرور چلے گی۔" نورین اور آشین کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

مٹھائی اور چائے سے تواضع ہوئی' یوں سب مسکراتے ہوئے خوش دلی سے چلے گئے۔ ریحان اور نورین بھی جانے لگے کہ کل بچوں کا پیپر تھا سب اس سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے مگر عمیر ابھی تک دل میں کدورت لیے بیٹھا تھا' راشدہ بھی یوں بیٹھی تھیں گویا بھلی چنگی ہوں' کھانا لگا کر آشین کے ساتھ سامان سمیٹنے لگی۔ برتن صبح ماسی نے دھوئے تھے' عمیر ماں کو کمرے میں لٹا کر دوائی وغیرہ دے کر آشین کو چائے کا کہہ کر کچن میں آ گیا۔ حنا کافی تبدیل نظر آ رہی تھی۔ راشدہ خوش تھیں کہ بیٹے کا گھر پھر سے آباد ہو گیا ہے' عمیر اوپر جا چکا تھا۔

"جاؤ بیٹا آرام کرو۔" اس کا ماتھا چوم کر وہ بولیں۔ تب وہ لرزتے قدموں سے اوپر جانے لگی۔

اب کیسے سامنا ہو گا' اب تک تو سب لوگ تھے' اب تنہائی۔ دروازہ ادھ کھلا تھا' عمیر شاید واش روم میں تھا۔ وہ دروازہ بند کر کے اندر آ گئی ابھی وہ وہیں کھڑی تھی کہ واش روم کا دروازہ کھلا' عمیر باہر آیا لباس تبدیل ہو چکا تھا۔ چہرے پر سنجیدگی تھی اور ماتھے پر بل جو اس کی اندرونی کیفیت کے غماز تھے۔ ابھی وہ کھڑی کچھ سوچ رہی تھی کہ دروازہ ناک ہوا' آشین چائے لائی تھی دو مگ' گرم گرم بھاپ اڑاتی خوشبودار چائے۔

"ارے بھابی! آپ بیٹھیں ناں' یہ لیں گرم گرم مزے دار میرے ہاتھ کی بنی ہوئی جائے۔" آشین نے درمیانی میز پر ٹرے رکھا اور ایک مگ عمیر کی مخصوص جگہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر دوسرا مگ اٹھا کر حنا کو ساتھ لے کر صوفے پر آ بیٹھی' اس کی اتنی محبت پر حنا جز بز ہو رہی تھی' اتنے میں حنا خود کو کمپوز کر چکی تھی۔

"بھابی پلیز دوبارہ مت جایئے گا' آپ ہمارے گھر کی رونق ہیں' آپ کے دم سے خوب صورتی ہے۔" آشین کی آواز

گلوگیر ہوگئی تو حنا مارے ندامت کے سر جھکا کر گھونٹ گھونٹ چائے پینے لگی۔

”اچھا بھائی! میں چلتی ہوں شب بخیر بھیا۔“

”شب بخیر گڑیا!“ عمیر محبت میں اسے گڑیا کہا کرتا تھا۔ وہ دروازہ بند کر کے باہر چلی گئی۔

عمیر نے اک سرسری نگاہ اس پر ڈالی‘ گہرے فیروزی رنگ کے کامدار سوٹ میں دل میں اتر جانے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔ نگاہیں نیچی کیے چائے پی رہی تھی۔ سرتاپا بدلی ہوئی دکھائی دے رہی تھی مگر عمیر کے دل میں جو بال آچکا تھا‘ اسے نکالنا فی الحال مشکل نظر آرہا تھا۔ چائے کا آخری گھونٹ لے کر اس نے کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔

حنا اٹھی اور اپنا شب خوابی کا لباس نکالا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی جو مان اور اعتماد اس کے اندر پہلے تھا اب اس کی جگہ خوف اور ڈر نے لی ہوئی تھی۔ عروج کے ساتھ ہونے والے تلخ واقعہ نے اسے اندر تک جھنجوڑ ڈالا تھا پھر عمیر کا مبہم رویہ۔

اب وہ اس کی جانب اک نگاہ ڈالنے کا بھی روادار نہ تھا۔ حنا الٹا خود کو اس کے لیے اضافی بوجھ تصور کر رہی تھی۔ واپس بیڈ روم میں آئی تو کروٹ لیے عمیر سوتا بنا رہا۔

”کیا کروں اب؟“ اس کے اندر اسی سوال کی گردان تھی۔

لائٹ آف کر کے وہ بیڈ کے دوسرے کنارے پر آگئی۔ ہمت نہ پڑ رہی تھی کہ اسے مخاطب کرتی‘ چھو سکتی‘ کچھ کہہ سکتی۔ معافی ہی طلب کر لیتی مگر وہ تو بالکل ہی اجنبی اور بیگانہ رویہ لیے ہوئے تھا‘ اک بار بھی مخاطب نہ کیا تھا۔

کمرے میں ہلکی نیلگوں روشنی کا راج تھا اور گہری جامد چپ‘ کچھ سوچ کر وہ آگے بڑھی اور عمیر کے بائیں کندھے پر اپنا نازک ہاتھ رکھا کہ یک دم وہ دہاڑا۔

”ہاتھ مت لگاؤ مجھے۔“ عمیر کی آواز میں نفرتوں کا اک جہاں آباد تھا‘ حنا کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی‘ اشکوں نے بند توڑ ڈالے وہ تو کچھ سننے کو تیار ہی نہ تھا۔

”بند کرو یہ ناٹک‘ ورنہ کمرا خالی کرو‘ ڈسٹرب کر کے رکھ دیا ہے مجھے۔“ اس نے نفرت سے کہا۔

حنا پلکیں آنچل سے صاف کرتی‘ تکیہ اٹھا کر نیچے قالین پر آلیٹی پھر جانے کس لمحے اسے نیند آئی پھر کئی دنوں کی روٹین کی طرح فجر کے وقت اس کی آنکھ کھل گئی۔

سر بھاری تھا اور نیچے سونے کے سبب جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا مگر صبر کی سل اب اس کے سینے پر دھری تھی۔ خدا سے شکوہ نہیں کرنا تھا بلکہ شکر ادا کرنا تھا وہ ہولے سے اٹھی پھر بھی چوڑیاں بج اٹھیں۔ بیڈ پر لیٹے عمیر نے کروٹ بدلی اور دیکھا کہ وہ واش روم میں جا رہی تھی‘ حیرت زدہ ہی تو رہ گیا کہاں دن چڑھے اٹھنے والی آج دن چڑھنے کے انتظار میں اٹھ بیٹھی تھی۔ وضو کر کے آئی تو عمیر مزید حیرتوں کے سمندر میں غوطہ زن ہوا۔

تپائی پر سے جائے نماز اٹھا کر وہ بکل مارے نماز ادا کرنے لگی۔ کایا پلٹی لگ رہی تھی مگر عمیر کے دل کا معاملہ جوں کا توں تھا۔

ڈرامے باز‘ فریبی ڈھونگ رچا رہی ہے‘ مجھے دکھا رہی ہے کہ میں کتنی نیک ہوگئی ہوں اونہہ...... اس نے نفرت سے سوچا۔

عمیر بھی نماز کے ارادے سے اٹھ بیٹھا‘ جب واپس آیا تو وہ صوفے پر بیٹھی لبوں سے کچھ ادا کر رہی تھی وہ تو سحر خیزی کا اور نماز کا پابند تھا مگر حنا کو آج پہلی مرتبہ علی الصبح اٹھتے پایا تھا۔ نماز پڑھ کر وہ دوبارہ لیٹ گیا‘ نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کمرے کی خاموشی کو حنا کی چوڑیوں کی کھنکھناہٹ تھوڑی دیر بعد توڑ ڈالتی۔ عمیر کچھ دیر لیٹا رہا‘ ذرا روشنی پھیلی تو وہ ہولے ہولے اٹھی‘ خالی مگ ٹرے میں رکھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

عمیر اس نئی صورت حال پر انگشت بدنداں ہی تو تھا۔

کتنے دن اس نے اذیت کی بھٹی میں سلگ سلگ کر گزارے تھے۔ ماں کی حالت یاد آئی تو حنا کے لیے غصے اور نفرت کی لہر پورے وجود میں سرائیت کر گئی۔ جتنا میں جلا ہوں‘ سلگا ہوں‘ پریشان ہوا ہوں تمہیں بھی اتنا نہ ستایا‘ تڑپایا تو میں بھی عمیر نہیں۔ تم نے میری محبت اور وارفتگی دیکھی ہے‘ میرا غصہ اور نفرت نہیں۔ یاد رکھو گی کس سے پالا پڑا ہے۔ تمہارے ڈرامے اب مجھ پر اثر کرنے والے نہیں‘ وہ سر جھٹک کر اٹھا اور آفس جانے کی تیاری کرنے لگا‘ الماری کھولی تو گول مول کپڑے خود ہی ڈھونڈ ڈھانڈ کے ایک شرٹ نکالی اور پریس کرنے لگا۔ بار بار افشین سے کہنا اچھا نہ لگتا تھا‘ وہ بھی کالج جاتی پھر اکیڈمی...... آ کر گھر کے کام‘ شرٹ پریس کر کے وہ تیار ہونے لگا۔ تیار ہو کر خوشبو بکھیرتا نیچے آیا۔ راشدہ اپنے کمرے میں تھیں اور افشین کالج جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی‘ کچن میں آیا تو سگھڑ بیویوں کی طرح وہ ناشتہ بنانے میں مگن تھی۔ آہٹ اور خوشبو پر بھی اس نے مڑ کر نہ دیکھا۔ عمیر ماں کے پاس چلا آیا‘ ان کے چہرے پر

خوش گوار مسکراہٹ تھی۔ ایک مکمل‘ خوب صورت مسکراہٹ۔ عمیر کے اندر اطمینان اتر آیا۔

”آپ کی طبیعت ٹھیک ہے ناں امی! خدا آپ کو ہمیشہ صحت والی لمبی عمر کے ساتھ سلامت رکھے۔“ ماں کے گرد دو بازو پھیلا کر وہ انتہائی محبت سے بولا۔

”میری بہو آگئی ہے بس اسے کچھ مت کہنا۔“ راشدہ نے اسے ایک بار پھر سمجھایا‘ تو عمیر محض ’ہوں‘ کر کے رہ گیا۔ اتنے میں وہ راشدہ کے لیے چائے اور سلائس لے آئی‘ راشدہ اسے دل سے دعائیں دینے لگیں۔

”بیٹا! میں کچن میں ہی آرہی تھی تم یہاں کیوں لے آئیں‘ میں بھلی چنگی ہوں۔ چلو آؤ سب وہیں چل کے ناشتہ کرتے ہیں۔“ خاموشی سے ٹرے اٹھا کر حنا کچن میں آگئی اور عمیر کے لیے پراٹھا بنانے لگی بالکل خاموش‘ افشین بھی کالج یونیفارم میں اندر آگئی۔

”آداب بھیا‘ بھابی!“ سلام کر کے وہ دوسرے چولہے پر چائے کا پانی رکھنے لگی۔

”تم بیٹھو ناشتہ کرو‘ میں بنا دیتی ہوں چائے۔“ وہ ہولے سے بولی تو عمیر کو گزشتہ دن یاد آگئے‘ اس نے کبھی کچن کا رخ کیا ہی نہ تھا اور اب آج یوں کھڑی تھی جیسے برسوں سے یونہی کام کرتی چلی آرہی ہو تب افشین نے مسکراتے ہوئے اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں‘ محبت کا یہ رنگ راشدہ کے لیے بے پناہ سکون کا باعث تھا۔

مزے دار ناشتہ کرنے کے بعد عمیر نے خدا کا شکر ادا کیا۔ بادامی رنگ کے پلین سوٹ پر کامدار دوپٹہ سر تک لیے‘ چہرے پر حزن و ملال کی ہلکی سی تہہ تھی۔ وہ چائے کے گھونٹ لیتا مسلسل اس کو بار بار دیکھ رہا تھا اور بری طرح نظر انداز بھی کر رہا تھا دل کو ذرا سا کچھ ہوا پر وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا۔

افشین کالج روانہ ہوگئی‘ اس نے ناشتے کے نام پر صرف چائے اور دو سلائس لیے تھے جب عمیر ماں سے مخاطب ہوا۔

”آج کیا پکانا ہے امی! بتا دیں؟“

”ارے مجھ سے کیا پوچھتے ہو‘ ہماری بیٹی سے پوچھو آج سے سب کچھ اس کی مرضی سے ہوگا۔“

اتنا مان‘ اتنی عزت اس قابل تو نہ تھی وہ۔ حنا نے گڑبڑا کر راشدہ کی طرف دیکھا۔

”نہیں امی جان! جیسا آپ کہیں۔“

رنگارنگ کہانیوں سے آراستہ دلچسپ جریدہ
aanchal.com.pk
تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے
ماہنامہ نئے افق کراچی
مسلسل اشاعت کے 36 سال
سچ بیتیاں اور جگ بیتیاں ایک دلچسپ سلسلہ دنیا بھر سے منتخب کردہ تحریروں کا مجموعہ جنہیں پڑھ کر آپ کا دل و ذہن روشن ہو جائے گا۔ نسلوں کو متاثر کرنے والا پاکستان کا واحد صاف ستھرا اور تفریحی جریدہ وقت کے ساتھ ساتھ نئے آہنگ‘ نئے رنگ اور نئے انداز میں قدیم اور جدید ادب کا امتزاج لیے ہر ماہ آپ کی دہلیز پر
قارئین کی دلچسپی کیلئے خوبصورت سلسلے
خوشبوئے سخن: منتخب غزلیں‘ نظمیں۔ ذوق آگہی اقتباسات‘ اقوال زریں‘ احادیث وغیرہ معروف دینی اسکالر حافظ شبیر احمد سے اپنے دنیاوی مسائل کا حل جانیے
پرچہ نہ ملنے کی صورت میں دفتر سے رابطہ کریں۔ فون 35620771/2

"اچھا تو آج سبزیوں کی بریانی اور چکن کڑھائی بنالو ہر چیز رکھی ہے۔ بیٹا! تم جاؤ خیر سے' فکر نہ کرو میں ماسی رحمت سے ضرورت کی چیزیں منگوالوں گی۔" وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔ حنا میز پر سے چیزیں اٹھانے لگی۔

عمیر ٹشو سے ہاتھ صاف کرتا' باہر آ گیا حنا کی آنکھیں بھر آئیں۔ کٹھور' سنگ دل' بے حس' بے رحم جانے کیا کیا خطاب اسے دے ڈالے۔ اتنے میں عمیر کی گاڑی کا ہارن بجا' دور تک اس کی بازگشت محسوس کرتی رہی' تھوڑی دیر بعد ماسی آ گئی۔

"سلام بی بی!" درمیانی عمر کی ماسی رحمت کئی برسوں سے آ رہی تھی۔ وہ حیران حیران حنا کو دیکھے گئی۔

"آپ ٹھیک ہیں چھوٹی بی بی! باجی تو پریشان تھیں' سارا دن آپ کے واسطے دعائیں کرتی رہتی تھیں' اب تو ٹھیک دکھتی ہیں۔"

"ہاں میں ٹھیک ہوں' تم برتن اور صفائی کے بعد یہ سبزیاں بنا دینا پھر اوپر آ جانا' میں اوپر ہی ہوں۔ اسے ہدایت دے کر وہ اوپر آ گئی۔ الماری کھولی تو کپڑوں کا ڈھیر نیچے آن گرا' سارے کپڑے نکال کر ترتیب سے رکھے' پانچ چھ شرٹس نکالیں' پریس کیں۔ موزے' ٹائیاں' رومال اور دیگر چیزیں قرینے سے رکھیں۔ بستر پر دھرا کمبل تہہ کیا' شکنیں درست کیں۔

ماسی آ گئی تو سارا کمرا صاف کروایا' جھاڑ پونچھ کے بعد کمرا بہت صاف اور نکھرا نکھرا لگ رہا تھا۔ ہر چیز قرینے سے رکھی تو اطمینان ہوا' لان سے تازہ' مہکتے پھول گلدان میں سجا دیئے پھر آ کر کچن سنبھالا' ساتھ ساتھ راشدہ سے باتیں بھی کرتی جا رہی تھی۔ ماسی کو کچھ ضروری سامان کی لسٹ بنا کر دی پھر دو بجے تک کچن میں رہی۔ راشدہ نے ظہر کی نماز پڑھی تو اسے بھی کپڑے تبدیل کرنے کے لیے کچن سے نکالا۔ بریانی دم پر تھی' چکن کڑھائی تیار تھی' اسی دوران افشین آ گئی۔

آج بدلا ہوا سماں دل و جان کو خوش کر رہا تھا' اماں بھابی سے مل کر وہ باتیں کرنا چاہتی تھی کہ راشدہ نے حکم صادر کیا۔

"افشین بیٹا! تم سلاد اور رائتہ بنا دو' بھائی آنے والا ہوگا تب مل کر سب کھانا کھائیں گے' جاؤ بہو! تم تیار ہو جاؤ۔ شوہر کے آنے سے پہلے اچھی بیویاں سج سنور کے بیٹھتی ہیں۔" راشدہ کے کہنے پر وہ اوپر چلی آئی۔

اونہہ! سج سنور کے..... صاحب کے مزاج نہیں مل رہے' میں کس کے لیے تیار ہو کے بیٹھوں' آج سے پہلے ایسا کب ہوا تھا وہ تو کھانا کھا کر گہری نیند میں ہوتی تھی اب چونکہ عمیر کے آنے کے اوقات تبدیل ہو گئے تھے۔ آتشی اور فیروزی رنگ کے دلکش لباس میں غضب ڈھا رہی تھی' ہلکا ہلکا میک اپ' مناسب جیولری' ظہر کی نماز ادا کر کے وہ بیٹھی ہی تھی عمیر آ گیا۔

"اوہ..... ماشاء اللہ!" طنزیہ انداز میں کہتا بیڈ پر بیٹھ کر اس نے جوتے اتارے اور فریش ہونے چلا گیا۔ فریش ہو کے آیا تو حنا ہنوز کمرے میں بیٹھی تھی۔

تیاریاں..... مہکتا وجود..... سولہ سنگھار۔

عمیر طنز سے دیکھتا اس کے قریب آ گیا' مہکتا سراپا' چاہتا تو سب کچھ بھلا کر اسے سینے میں سمو لیتا مگر......

"یہ تیاریاں..... اوچھے ہتھکنڈے مت آزماؤ مجھے دکھانے کے لیے۔" الفاظ تھے کہ زہر میں بجھے تیر' مارے احساسِ توہین کے حنا کا چہرہ سرخ پڑ گیا اور خفت سے پیشانی عرق آلود اور آنکھیں اشکوں سے لبریز۔

"تم جو ہو میں جانتا ہوں' جتنا تم نے مجھے ذلیل کیا' ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ میں تمہیں یہاں دیکھنے کے بجائے تین حرف بھجوا دیتا مگر میری ماں کو دعائیں دو' جس نے مجھے اس فعل سے باز رکھا اور خبردار جو آئندہ میرے سامنے اس حلیے میں آئیں۔" وہ نفرت سے کہتا اس کا بازو جھٹک کر نیچے آ گیا۔

لبوں پر قفل لگائے' آنسو دل پر گرائے' وہ بھی گہرا سانس لیتی نیچے آ گئی۔ افشین اتنے میں اسے آواز دے چکی تھی۔

پھر تو عمیر کی یہ عادت ہی بن گئی اسے ذہنی اذیت دینا' طنز کرنا' گزری باتیں دہرانا اور حنا بس اشک بہاتی رہ جاتی اور عمیر اپنے بھڑکتے غصے کو تسکین پہنچاتا رہا' تپش کم ہو جاتی پھر کچھ دیر بعد نئے سرے سے غضب کی آگ بھڑک اٹھتی۔

❁......❁......❁

یونہی کتنے دن بیت گئے۔

اس روز چھٹی تھی نورین اور بچے صبح سے آئے ہوئے تھے' خوب ہنگامہ تھا' تینوں کچن میں گھس کر باتوں کے ساتھ ساتھ دوپہر کے کھانے تیار کر رہی تھیں۔ حنا پلاؤ' نورین سالن اور افشین سویٹ ڈش بنا رہی تھی۔ کھانا بہت مزے دار بنا تھا' خاص طور پر پلاؤ عمیر کو بہت پسند آیا مگر حسب معمول اس میں جان بوجھ کر نقص نکالتا رہا' سب نے تو اسے مذاق جانا مگر حنا کو معلوم تھا یہ بھی اس کا اک انداز تھا اسے ٹارچر کرنے کا۔ سامان وغیرہ سمیٹ کر افشین لیڈو اٹھا لائی' بچے باہر صحن میں کھیل رہے تھے۔

"چلیے بھابی!" افشین اسے لیے ڈرائنگ روم میں آ گئی جہاں نورین' راشدہ اور عمیر موجود تھے۔ عمیر کو دیکھتے ہی وہ ذرا گھبرائی کیونکہ اسے دیکھتے ہی عمیر کے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھ گیا تھا۔ جیسے راشدہ نے بغور نوٹ کیا تاہم چپ رہیں کافی دنوں سے وہ عمیر کا رویہ نوٹ کر رہی تھیں' اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے' انتظار میں تھیں۔

بھیا! میں اور آپی پارٹنر آپ اور بھابی۔" عین حنا کے سامنے عمیر کو اس نے لا بٹھایا تو وہ بغیر کوئی لمحہ ضائع کیے بنا اٹھ کھڑا ہوا اور اک تلخ نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے بولا۔

"مجھے اپنا پارٹنر پسند نہیں۔" یہ کہتا وہ کمرے سے نکل گیا۔ حنا پر گھڑوں پانی گر گیا' اہانت کا شدید احساس' سب کے سامنے گویا اس نے اک طمانچہ دے مارا تھا۔ حنا مارے ضبط کے آنکھیں سرخ کر بیٹھی' چہرہ احساسِ توہین سے پہلے ہی لال ہوا جا رہا تھا' خفت' درد' روح تک زخمی ہو گئی تھی۔

تب نورین نے ماحول کی سنگینی کو محسوس کیا اور خود عمیر کی جگہ بیٹھ گئی اور راشدہ کو بھی ساتھ ملا لیا۔ انہیں عمیر کی حرکت پر سخت طیش آ رہا تھا' فی الحال چاروں کھیل سے لطف اندوز ہونے لگیں۔

عمیر اوپر آ کر اپنی حرکت پر ہنس پڑا کہ یکایک ضمیر کی آواز پر چونکا' کیا کر رہے ہو؟ کب تک اسے اور خود کو سزا دو گے اب تو وہ تمہاری مرضی کے مطابق ڈھل چکی ہے۔

"نہیں..... نہیں..... اسے ابھی اور ستانا ہے۔" شیطان بہکا رہا تھا اور وہ بہک رہا تھا۔

رات کھانے کے بعد راشدہ نے اسے بلا کر خوب لتاڑا۔

"بس امی! بازی میرے ہاتھ میں ہے' آخر میری عزتِ نفس کچل کر گئی تھی وہ۔ پلیز مجھے مجبور مت کریں' جب میرا دل صاف ہو جائے گا' پلٹ آؤں گا ابھی نہیں۔" وہ تن فن کرتا کمرے سے نکلا اور واک کے ارادے سے باہر چلا گیا۔

تازہ ہوا میں ذہن کو کھلا چھوڑ دیا' گھنٹے بعد واپس آیا تب قدرے سکون سا محسوس ہوا راشدہ عشاء کی نماز ادا کر رہی تھیں' وہ گیٹ بند کر کے لائٹس بند کر کے اوپر آ گیا۔

کمرے میں خاموشی تھی مگر قالین پر لیٹی حنا سر تک کمبل لیے سسکیاں لے رہی تھی۔ اس کا لرزتا وجود' عمیر نے بھی تو سب کے سامنے اس کی ایسی بے عزتی کی تھی کہ اندر تک زلزلہ آ گیا تھا۔ جانے کتنی سزا اور باقی ہے اچانک ہی اس کے رونے میں شدت آ گئی۔

عمیر جانے کیا سوچ کر دو زانو بیٹھ گیا اور اس کے منہ پر سے کمبل ہٹایا شدت گریہ سے سرخ آنکھیں' لمبی بھیگی پلکیں' لرزتا وجود یک دم وہ اٹھ بیٹھی اور پیچھے کو کھسکی۔

"کتنی سزا اور دیں گے مجھے' ایک ہی بار میرا گلا گھونٹ دیں۔ روز روز کے مرنے سے بہتر ہے کہ مجھے ایک ہی دفعہ ختم کر دیں' نہیں برداشت ہوتی مجھ سے آپ کی نفرت۔ نہیں سہہ سکتی یہ اذیت۔" وہ بازوؤں میں سر دے کر تڑپ کے رو دی۔

"اوہ! تو احساس ہو گیا تمہیں ابھی سے' تھک گئیں ابھی تو تم نے بہت کچھ اور بھی برداشت کرنا ہے۔ چچ..... چچ..... چچ....." وہ کاری وار کرتا' طنز کے تیر برساتا اٹھ گیا اور بیڈ پر جا لیٹا۔ سسک سسک کر روتی حنا جانے کب نیند کی مہربان پری کے سینے پر سر رکھ کر سو گئی۔

❁......❁......❁

دن اسی آس پر گزر رہے تھے کہ کب عمیر کی نفرت ختم ہوگی۔ اس روز شام سے ذرا پہلے سلیمان صاحب اور ثمرہ آ گئے' وہ واپس جا رہے تھے حنا باپ کے گلے لگ کر سسک اٹھی۔ راشدہ کو حد درجہ شرمندگی ہوئی کہیں کچھ بول نہ دے' پیمانہ بھر جائے تو چھلک جاتا ہے مگر ایسا کچھ نہ ہوا' عمیر کے اندر کہیں شرمساری نے سر اٹھایا' جس پر اگلے ہی پل شیطان قابض ہو گیا۔

ان کی خاطر مدارت کی گئی' وہ بے حد خوش تھے۔

"میں اب مستقل پاکستان آ جاؤں گا' تھکنے لگا ہوں گھر سے دور اب نہیں رہا جاتا۔" وہ عمیر سے بے تکلفانہ بولے۔

"اپنی بیٹی کو روز فون کروں گا' فکر نہ کرنا۔" وہ اسے چمکارتے ہوئے بولے تو سوں سوں کرتی حنا سر ہلا کر رہ گئی۔

ثمرہ نے بھی اسے گھر آنے کو کہا' یوں اس کی پیشانی چوم کر وہ سب سے مل کر چلے گئے۔ حنا خاموشی سے برتن سمیٹنے لگی۔

عمیر کے کولیگ نے اپنے بھائی کے لیے عمیر سے افشین کی بات کی۔ عمیر نے انہیں گھر آنے کی دعوت دی' دو روز بعد وہ لوگ آ گئے۔ افشین کا مارے شرم کے بُرا حال تھا' نورین کو بھی بلا لیا گیا۔

لڑکا اچھی جاب پر تھا' خاندان بھی اچھا تھا' وہ افشین کو پسند کر گئے' جاتے جاتے اپنے گھر آنے کو کہا۔

"آپ کی بہو ماشاء اللہ بہت سلجھی ہوئی اور پیاری ہے۔" لڑکے کی بھابی نے راشدہ سے کہا تو وہ مسکرادیں۔ حنا کا ملنسار رویہ اور رکھ رکھاؤ فیضان کے گھر والوں کو بہت بھایا۔

چند روز بعد وہ فیضان کو دیکھ آئے ضروری معاملات بھی طے کر لیے گئے۔

"بھئی میری بہو کے قدم مبارک ہیں اور سلجھاؤ کی وجہ سے سب کام بہتر ہو رہے ہیں۔" بہت تعریف کی انہوں نے حنا کی۔

حنا اور آشین کچن میں تھیں' نورین' راشدہ اور عمیر باتیں کر رہے تھے' ساری باتیں بخوبی سمجھ آ رہی تھیں۔

"اونہہ! جسے میں اچھی لگنا چاہتی ہوں وہ تو دھتکار رہا ہے۔" اس نے سوچا۔

رات کا کھانا کھا کر نورین اور ریحان چلے گئے۔ حنا کا دل عجیب ہو رہا تھا۔ راشدہ سب کام حنا کے مشورے سے کر رہی تھیں' سبھی کھلے دل سے اس کے معترف تھے۔ عمیر کو اس سے اب کیا شکایت باقی تھی؟

ہر چیز صاف ستھری' قرینے سے پڑی ملتی۔ بہترین مزے دار کھانا' ماں کی خدمت' بہنوں سے اس کی محبت' اک وہی ماش کے آٹے کی طرح اکڑا جا رہا تھا۔

رات کے سناٹے میں تنہائی سے گھبرا کر اس کا جی بار بار اکساتا کہ قالین پر لیٹے ریشمی وجود کو بانہوں میں سمیٹ لے مگر انا آڑے آ جاتی۔ دن اسی نہج پر گزر رہے تھے۔ حنا لبوں کو سیے اس کی زیادتی کو برداشت کرتی۔

"میں دیکھ رہی ہوں عمیر! تمہارا رویہ حنا کے ساتھ بالکل ٹھیک نہیں ہے۔" انہوں نے ایک بار پھر اسے لتاڑا تب عمیر کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"میری سمجھ میں بالکل نہیں آتا امی! آپ کی طرف داری ہمیشہ حنا کی طرف رہی ہے' کیا وہ وقت بھول گئیں کہ اس نے ہمیں کس طرح ذلیل کیا۔"

"چپ کرو' بند کرو اپنی فضول باتیں' میں حنا کے خلاف کوئی بات نہیں سنوں گی۔ خدا کی پناہ بچی کو اتنا ارزاں کر رکھا ہے' سارا دن گھر میں قید' نہ کہیں لے کر جاتے ہو' نہ سیدھے منہ بات کرتے ہو۔ کیا خدا' رسول ﷺ کے احکامات فراموش کر بیٹھے ہو' کب تک اپنے حقوق و فرائض سے پہلو تہی کرو گے۔ بیٹا! خدا معافی کو پسند کرتا ہے پھر ایک انسان جب سدھر جائے خود سے شرمندہ ہو تو ہم کون ہوتے ہیں اسے بدلے کی سولی پہ چڑھانے والے' مت کروایا۔" راشدہ نے حسب معمول ایسے ڈانٹ کر پھر پیار سے نرمی سے سمجھایا۔ وہ صرف ہوں کر کے اٹھ گیا۔

آج فیضان کے گھر والوں نے آنا تھا' سبھی تیار تھے ہلکا سا میک اپ اور گلابی خوب صورت لباس میں حنا دل میں اتر جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی' مگر اسے کیا' اس پر کیا اثر ہونا تھا؟ کیا پروا تھی' طنزیہ نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ اگلے ہفتے منگنی کی تقریب کی رسم رکھ دی گئی۔

"شکر ہے اللہ تعالیٰ کا اس نے مجھ پر کرم کیا۔" راشدہ سجدۂ شکر بجا لائیں۔

❁.....❁.....❁

آج آشین کی منگنی تھی' ڈھیروں کام حنا نے اپنے ذمے لے رکھے تھے۔ اگرچہ بہت چھوٹے پیمانے پر تقریب تھی مگر پھر بھی سب کو ڈیل کرنا تھا۔ راشدہ نے سب کچھ بہت سادگی سے کرنے کو کہا' یہاں تک کہ آشین کو میک اپ کرنے سے بھی منع کر دیا مگر حنا اور آشین کی دوست کے اصرار پر انہیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔

"آنٹی بس ہلکا سا کریں گے۔" نبیلہ جو بیوٹیشن بھی تھی' اجازت لے کر ہی اٹھی۔ حنا بھی سارے کاموں کا جائزہ لے کر تیار ہونے چل دی۔

سیاہ رنگ کا چست پاجامہ اور سیاہ موتی' ستاروں سے بھری کام دار فراک۔ نازک جیولری و ہلکے میک اپ سے حسن وفا تشنہ ہو گیا تھا' سیاہ نازک سینڈل میں قید سفید پاؤں غضب ڈھا رہے تھے۔ آنچل شانوں پر ڈال کر وہ باہر جانے کے لیے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھنے والی تھی کہ یکدم عمیر اندر آیا جو اپنا موبائل بھول گیا تھا۔ اس سے ٹکرا کر' لڑکھڑا کر گرنے والی تھی کہ عمیر کے مضبوط بازوؤں نے اسے سمیٹ لیا۔

"گلے لگنے کا اتنا ہی شوق ہے تو صاف کیا ہوتا' یہ فلمی تماشے کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" حنا اس کی گرفت سے نکل کر نکلی تو عمیر کی طنزیہ آواز زہر سے بھی بُری لگی۔ آنکھوں میں نمی در آئی۔

وہ خود کو سنبھالتی سب کے پاس آ گئی' مہمانوں کی آمد آمد تھی۔ سب سے خوش دلی سے ملی یوں رات گئے تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ وہ بُری طرح تھک گئی تھی' بھاگ دوڑ' مہمان نوازی' چہرے پر اگرچہ بشاشت تھی۔ آنکھیں نیند اور

تھکن سے بوجھل' نورین نے سب کچھ چھڑوا کر اسے آرام کرنے کمرے میں بھیج دیا۔

"جاؤ بیٹا! تم آرام کرو۔" راشدہ نے بھی یہی کہا تو وہ ہولے ہولے قدم اٹھاتی کمرے میں آ گئی۔

لباس تبدیل کر کے وہ تکیہ اور چادر لے کر اپنی مخصوص جگہ پر آ گئی مگر اب نیند کوسوں دور تھی' آدھے گھنٹے بعد عمیر بھی آ گیا۔ چینج کر کے وہ بھی بیڈ پر دراز ہو گیا۔ حنا کا دلکش روپ اسے بار بار ڈسٹرب کر رہا تھا مگر ایک بار پھر انا آڑے آئی اور وہ نیند کی وادیوں میں کھو گیا۔

❁.....❁.....❁

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو حنا بیٹا!" صبح ہی صبح سلیمان صاحب نے فون کر کے اسے وش کیا تو اسے یاد آیا کہ آج اس کی سالگرہ ہے۔

"شکریہ پاپا!" وہ مسکرادی پھر ثمرہ نے بھی مبارک بادی' دعائیں بھی۔

ناشتے کے بعد عمیر آفس چلا گیا کہ نورین کا فون آ گیا' اس نے بھی مبارک باد دی تو حنا کو اپنا آپ اہم لگا۔

"عمیر نے وش کیا؟" نورین نے شرارت سے پوچھا۔

"انہیں تو علم بھی نہیں۔" حنا سادگی سے بولی۔

"اچھا تو پھر ہم سب مل کر اسے سرپرائز دیں گے۔ میں شام تک آ جاؤں گی کسی کو کچھ نہیں بتانا۔" اس نے تختی سے حنا کو تنبیہ کی۔ حنا اچھا کہہ کر اپنے کاموں میں لگ گئی۔

اسے یاد آیا کہ عمیر نے رات کو اپنے دوستوں کے پاس جانا تھا' ایک دوست نے اپنی شادی کے سلسلے میں سب قریبی دوستوں کو اکٹھا کیا تھا۔ حنا اس کے کپڑے پریس کرنے لگی۔

"اونہہ! میری سالگرہ۔" وہ بجھے دل سے سوچے گئی۔ عمیر آیا' رکھا کھا کر سو گیا۔

شام سے ذرا پہلے نورین آ گئی' جب عمیر تیار ہو کر آیا۔

"بھئی میں تو جانے والا ہوں اور آپ لوگ اب آئے ہیں۔" بلیک تھری پیس سوٹ میں اس کی شخصیت نکھری نکھری لگ رہی تھی۔

"کب تک آؤ گے؟" نورین نے سرسری پوچھا۔

"یہی کوئی دس بجے تک۔" وہ کلائی گھما کر گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔

"ہاں بس میں تو ابھی تھوڑی دیر میں چلی جاؤں گی۔ تم لوگ کتنے دنوں سے میری طرف نہیں آئے۔" نورین نے شکوہ کیا۔

"نہیں آپی! ضرور آئیں گے۔" وہ گڑبڑا کر بولا۔

"اچھا مجھے دیر ہو رہی ہے' اللہ حافظ۔" وہ کہتے ہوئے تیز تیز چلتا باہر چلا گیا۔

"یہ تو اچھا ہوا' چلو آؤ ہم اپنا کام کریں۔" اس نے آشین سے کہا۔ نورین نے جلدی سے پھولوں کی ٹوکری راشدہ کے بیڈ کے نیچے سے نکالی اور اوپر چلی آئیں۔ گلاب' موتیا' چنبیلی..... وہ کمرے کو سجانے لگیں۔

"آپی! پلیز نہ کریں۔" وہ نہ نہ کی گردان کرتی ان دونوں بہنوں کے آگے بے بس کھڑی تھی' جانے یہ سب دیکھ کر عمیر اس کے ساتھ کیا سلوک کرے۔ وہ جانتی تھی مگر اپنا بھرم بھی تو رکھنا تھا۔

"یہاں تمہاری پہلی سالگرہ ہے اور دھوم دھام سے ہو گی یہ تو سب عمیر کو سرپرائز دینا ہے۔ کتنا بدھو ہے میرا بھائی! بھلکڑ کہیں کا۔" نورین نے محبت سے کہا۔

"چلو اب تمہاری باری ہے تیار ہونے کی' ریحان آنے والے ہوں گے مجھے گھر بھی جانا ہے۔" نورین اور آشین نے کمرے کو جملہ عروسی سے کم شکل نہ دی تھی۔ اب ان دونوں کے آگے حنا کٹھ پتلی بنی بیٹھی تھی۔ سرخ جوڑے میں تیز میک اپ' بھاری جیولری کسی طرح بھی دلہن سے کم نہ لگ رہی تھی' اسے گھبراہٹ ہونے لگی۔

"چلو امی سے مل آئیں۔" وہ اسے لے کر راشدہ کے پاس آ گئیں۔

"ماشاء اللہ! اللہ نظر بد سے بچائے۔" انہوں نے حنا کی پیشانی چومی اور خوب صورت گولڈ کا کنگن اس کی نازک کلائی میں ڈال دیا۔ آشین نے پرفیوم اور نورین نے خوب صورت سیٹ تحفے میں دیا۔ حنا ان کی محبت پر آنکھیں نم کر بیٹھی' دل اندر سے خوف زدہ تھا۔ اب کیا کرے' اتنا میں ریحان آ گئے' نورین بھی گھر چلی گئی۔

"چلو بہو! تم بھی اوپر جاؤ" عمیر آئے تو اس کے کان کھینچتی ہوں۔" آشین اس کے ہمراہ اوپر آ گئی' کچھ دیر باتیں کرتی رہی پھر نیند کا کہہ کر سونے کی غرض سے اپنے کمرے میں آ گئی' کسی بھی لمحے عمیر آنے والا تھا۔ حنا کو خوف نے جکڑ لیا۔

ساڑھے دس بجے عمیر آیا' راشدہ قدرے غصے میں تھیں۔ وہ

گیٹ لاک کر کے ان کے پاس آیا تو موڈ آف پایا۔

''امی! پھر مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی؟'' وہ مسکراتا ہوا ان کے ہاتھ تھام کر بولا۔

''آج حنا کی سالگرہ تھی' کچھ یاد رہا تمہیں؟'' وہ غصے سے بولیں۔

''اچھا.....'' وہ بے پروائی سے بولا۔

''کیا مطلب اچھا..... بیوی ہے تمہاری' اب اگر وہ منہ سے کچھ نہیں کہتی تو اس کا یہ تو مطلب نہیں کہ وہ گونگی بہری ہے۔'' اب کے راشدہ انتہائی کڑے تیوروں سے بولیں۔

''امی! پلیز اپنا بلڈ پریشر ہائی مت کریں' رہا اس کا تحفہ تو لے آؤں گا کل۔'' اس کا اندازِ مخاطب اب بھی ایسا ہی تھا۔ وہ ضبط کر کے رہ گئیں۔

''اسے معاف کردو اور زندگی کو اچھے طریقے سے گزارو۔ خوشی سے' محبت سے۔ انسان خطا کا پتلا ہے تم ایک عرصے سے نظر انداز کر رہے ہو' خود بھی پریشان نہ ہوا سے بھی تکلیف نہ دو۔ مت اسے اذیت دے کر خدا کے قہر کو آواز دو۔'' راشدہ بولتے بولتے چپ ہوگئیں تو عمیر کے ضمیر نے اسے ایک بار پھر جھنجوڑا۔

''اچھا امی! جیسے آپ کی مرضی' آپ آرام کریں میں بھی چلتا ہوں۔'' عمیر متضاد کیفیات کا شکار تھا۔ ماں کی باتیں سو فیصد درست تھیں۔ اب میں اتنا شقی القلب نہیں آخر گوشت پوست کا انسان ہوں' تھوڑی دیر صحن میں رک کر آسمان کو تکتا رہا پھر مسکرا دیا۔

کہیں نہ کہیں ملن کا ستارا جگمگا رہا تھا۔ وہ دل کو سنبھالتا ہوا کمرے میں آ گیا جیسے ہی دروازہ کھولا' گلاب' موتیا اور چنبیلی کے معطر جھونکوں نے اس کا استقبال کیا اور اندر کا منظر اس سے زیادہ حیران کن تھا۔ پھولوں بھرا کمرا آرائش وسجاوٹ کا شاہکار' درمیانی میز پر خوب صورت کیک دھرا تھا اور سب سے بڑھ کر کمرے کے وسط میں کھڑی حنا عروسی انداز لیے انگلیاں مروڑتی ہراساں ہراساں اسے دیکھتے ہی مزید لرزنے لگیں' نظریں جھک گئیں۔

''وہ..... یہ سب میں نے نہیں کیا.....'' عمیر اس کے انتہائی قریب آ گیا تب اس نے بڑی بڑی ہرنی سی سجی سنوری خوف زدہ آنکھیں اٹھائیں اور سہمے لہجے میں ہاتھوں کو مسلتے ہوئے کپکپا کر بولی۔

''اچھا.....'' تب نام نہاد انا کے سارے پردے چاک کرتے ہوئے اپنے دونوں بھاری ہاتھ اس کے لرزتے نازک کندھوں پر رکھ کر پورے استحقاق کے ساتھ اسے اپنے مقابل کیا۔

''جس نے بھی کیا' ٹھیک کیا۔'' وہ کانوں کے قریب سرگوشی کرتے ہوئے مدھر آواز میں بولا تو جیسے صحرا میں پھوار برس اٹھی ہو۔

اسے اپنی سماعتوں کا دھوکا محسوس ہوا۔ حنا نے لمبی پلکیں اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں چاہتوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا' جذبوں کی لپک تھی۔

''سالگرہ مبارک ہو۔'' مدہوش انداز میں اس نے کہا تو حنا دیکھے گئی یکا یک اس کی آنکھوں سے سیل رواں بہہ نکلا۔

عمیر نے اسے بازوؤں میں بھر لیا' عمیر کو اس کی ہچکیاں شرمندہ کر رہی تھیں۔

''بس کرو بہت ہو چکا۔'' روئی روئی شرمیلی آنکھیں' جھجکتی' لرزتی پلکیں' کپکپاتے ہونٹ بے خود ہو کر عمیر کے لبوں نے اس کے آنسو چن لیے۔

''یہ محبتوں کا سفر اب مل کے بانٹیں گے۔ وعدہ کرو حنا! اب ایسا کچھ نہیں ہوگا جو دل میں فاصلے لے آئے۔'' عمیر کے انداز نے سارے فاصلے سمیٹ لیے۔ حنا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور عمیر اسے ساتھ لگائے کیک کی جانب بڑھا۔

''میرا تحفہ؟'' حنا رک کر پورے استحقاق سے بولی۔

''گفٹ ابھی دوں؟'' عمیر سر کھجا کر شرارت سے بولا تو حنا شرمیلی مسکان لیے اسے دیکھے گئی تب بے خود ہو کر عمیر نے اسے خود میں سمو لیا اور فضا اس ملن پر گنگنانے لگی۔

دو ستاروں کا زمین پر ہے ملن آج کی رات
مسکراتا ہے امیدوں کا چمن آج کی رات

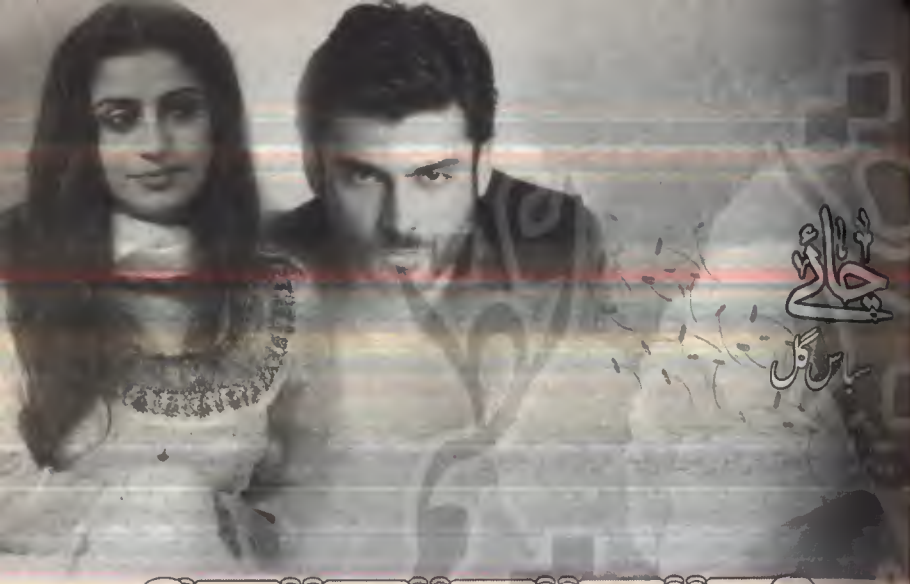

بات کرتے نہیں جہاں ہمسائے
اس نے مجھ کو وہاں پلائی چائے
پیاس میں تشنگی بجھا جائے
درد کی دوڑ کر دوا لائے

''حد ہوتی ہے یار' یہ گھر ہے یا چڑیا گھر؟'' ارتضیٰ جونہی گھر میں داخل ہوا حسب معمول خالہ بی کے پالتو جانوروں نے اس کا سواگت کیا۔

مرغیاں' بطخیں' طوطے' کبوتر' بلی' سب پال رکھے تھے۔ اس گھر کے مکین اتنے نہیں ہیں جتنے جانور اس گھر میں بستے ہیں۔ انسان اور جانور کی تمیز ہی ختم ہوگئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ انسان جانور پال رہے ہیں یا جانوروں کے ساتھ ساتھ انسان پل رہے ہیں؟ جانوروں نے انہیں رکھا ہوا ہے کہ انہوں نے جانوروں کو رکھا ہوا ہے؟''

''شکر کرو کہ تمہیں بھی رکھا ہوا ہے۔'' گنا چوستی رابعہ نے کہا تو بولی۔ اسی وقت ایک بڑی بطخ نے ارتضیٰ کو چونچ ماری تو وہ بری طرح چلا کر بولا۔

''لوگ چوکیداری اور پہرداری کے لیے کتا پالتے ہیں' انہوں نے اس کام کے لیے بطخیں پال رکھی ہیں۔ کم بخت جہاں جاؤ بنا بھونکے' ٹھونگیں مار دیتی ہیں۔''

''تمہیں اعتراض کس بات پر ہے' ٹھونگیں مارنے پر یا بنا بتائے ٹھونگیں مارنے پر؟'' رابعہ صحن میں بچھی چارپائی پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھی تھی۔ گنے کے چھلکے اور رس سے خالی پھوک سارے صحن میں بکھرے تھے۔ کھیاں اپنے حصے کا رس چوسنے گنے کے چھلکوں اور پھوک پر بھنبھنا رہی تھیں۔ ارتضیٰ کو یہ نظارہ دیکھ کر شدید کوفت ہوئی۔

''یہ کیا کر رہی ہو؟'' وہ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''گنا کھا رہی ہوں۔''

"اپنے اردگرد دیکھو ذرا' کتنا گند پھیلا ہے' چوڑی چمارن نہ ہوتو۔" ارتضیٰ منہ بسورتے ہوئے غصے سے بولا۔

"اے' اے تمیز سے بات کرو۔" وہ تنک کر بولتی چارپائی سے اتر آئی۔

"کیا تمیز سے بات کروں؟" وہ غصے سے سینہ تانے اس کے سامنے کھڑا بول رہا تھا۔ اونچا لمبا' بھوری آنکھوں اور گندمی رنگت والا مضبوط جوان تھا۔

"کتا بھی جس جگہ بیٹھتا ہے نا تو اپنی دم سے وہ جگہ صاف کرکے بیٹھتا ہے۔"

"ہاں تو تم بیٹھ جایا کرونا' جگہ صاف کرکے' تمہیں کس نے روکا ہے؟" وہ ترکی بہ ترکی جواب دیتی اسے تپا گئی۔

"کیا کہا تم نے؟" وہ لڑنے کو اس کے سر پہ چڑھ دوڑا۔

"مجھے گالی دی تم نے' کتا کہا مجھے؟"

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا' پچھلے آدھے گھنٹے سے تم ہی بھونک رہے ہو۔ میری انسلٹ کررہے ہو' میں نے کچھ کہا تم سے۔" وہ بھی تیزی سے بولتی ہوئی اپنا دفاع کرنے لگی۔

"بکواس بند کرو' گندی مکھی۔" اس نے ہاتھ یوں لہرایا جیسے مکھی اڑا رہا ہو۔

"تم تو جیسے کمانڈر سیف گارڈ ہونا۔" وہ جل کر بولی۔

"پکایا کیا ہے؟" وہ چارپائی پر بیٹھ کر اپنے بوٹ اتارنے لگا۔

"تمہارا بھیجا۔" جواب حسب توقع جلا دینے والا آیا تھا۔

"بھیجا' اب بچا کہاں ہے؟ وہ تو تم پہلے دن ہی چٹ کرگئی تھیں۔" وہ آرام سے مسکراتے ہوئے بولا۔

"سڑا ہوا تھا تمہاری طرح۔"

"تم تو بہت کھلی ہوئی ہونا' جل ککڑی نہ ہو تو۔" وہ اس کی چٹیا کھینچ کر آگے بڑھا تھا۔

"بس' بس میرے منہ مت لگو تم۔" رابعہ نے اسے تنبیہہ کی۔

"میں گندگی کے منہ نہیں لگتا۔"

"اچھا' تو اتنی دیر سے اور کیا کررہے ہو؟"

"جھک مار رہا ہوں' وقت ضائع کررہا ہوں اپنا۔" وہ چڑا تھا۔

"چلو کچھ تو پتا ہے کہ کیا کررہے ہو۔" وہ تمسخرانہ انداز میں ہنستی باورچی خانے کی طرف بڑھ گئی۔

"چائے پیوگے۔" جاتے جاتے مڑ کر پوچھا تھا۔

"ہزار بار کہا ہے کہ میں چائے نہیں پیتا' نہیں پیتا' تمہاری سمجھ میں نہیں آتا کیا؟" وہ غصے سے اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"نہیں۔" وہ اسے چڑانے والے انداز میں مسکرائی۔

وہ پاؤں پٹختا اپنے کمرے میں گھس گیا اور خالہ بی اپنے کمرے سے برآمد ہوئیں۔ سر پر دوپٹہ لپیٹ رکھا تھا۔ وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔

"مجال ہے جو سکون سے عصر کی نماز پڑھنے دو مجھے' تم دونوں بچے نہیں رہ گئے جو ہر وقت لڑتے جھگڑتے رہتے ہو۔ آنے دو فون تمہارے اماں' باوا کا' ان سے شکایت کروں گی کہ کیسی پھوہڑ اور لڑاکا اولاد بھیج دی میرے گھر' ان سے دو گھڑی سکون سے نہیں بیٹھا جاتا۔ یہ ساری زندگی کیا خاک ساتھ رہیں گے۔ ان کا تو کوئی اور ہی بندوبست کرنا پڑے گا۔ یہ بیل منڈھے چڑھنے والی نہیں ہے۔" خالہ بی چارپائی جھاڑتے ہوئے بڑبڑا رہی تھیں' رابعہ چائے کے دو کپ ٹرے میں رکھے باورچی خانے سے باہر نکلی۔

"خالہ' چائے۔"

"اے بی بی' چائے کے علاوہ بھی کبھی کچھ پکا' کھالیا کرو' چائے پی پی کے چائے جیسا تو رنگ کرلیا ہے تم نے۔"

خالی بی' نے اسے خفگی سے دیکھتے ہوئے لتاڑا۔

"خیر خالہ' اب اتنی بری رنگت بھی نہیں ہے میری' گندمی رنگت ہے سونے کی طرح دمکتی ہوئی۔" وہ اتراتے ہوئے بولی۔

"ہونہہ' اپنے منہ میاں مٹھو۔" ارتضیٰ پولیس کی وردی تبدیل کرکے براؤن رنگ کے شلوار قمیص میں ملبوس

کمرے سے باہر نکلا تو اس کی بات سن کر بولا۔

"تم بتاؤ...... چوری کھاؤ گے؟ میاں مٹھو۔" لہجہ اور سوال ذو معنی تھا۔

"یہ مہربانیاں کسی اور پہ کرو' مجھے بخشو۔" وہ چڑ کر ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"بخشے تو تم اپنے نیک اعمال پہ جاؤ گے' اگر تم نے کیے ہوں گے تو۔"

"تم کیا ناشتے میں کوے فرائی کرکے کھاتی ہو جو سارا دن کائیں کائیں کرتی رہتی ہو؟" ارتضیٰ نے صحن میں لگے واش بیسن میں اپنا چہرہ دھوتے ہوئے سوال کیا۔

"خیر میں تمہارا ناشتہ تو نہیں ہڑپ کرتی' وہ تو یونہی تمہیں دیکھ کے زبان میں کھجلی سی ہونے لگتی ہے۔"

"اللہ جی نے اس لڑکی کو اچھی بھلی شکل دی' رنگ روپ دیا' دلکش آواز' نرگسی آنکھیں' ریشمی دراز زلفیں دیں' شنگرفی ہونٹ دیئے' کول جیسے ہاتھ پاؤں دیئے اور پھر زبان دے کر سارے کیے کرائے پہ پانی پھیر دیا' کیا ہی اچھا ہوتا اگر رابعہ کم گو ہوتی آہاہ۔" ارتضیٰ نے اسے بغور دیکھتے ہوئے دل میں سوچا۔

"چائے پی لو...... بہت مزے کی ہے۔" رابعہ نے دوبارہ پیشکش کی۔

"نہیں پیتا' کیا کرلوگی؟"

"میں خود ہی پی لوں گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔ وہ دانت پیستا ہوا اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

❁......❁......❁

ارتضیٰ' خالہ بی کی نند کے دیور کا بیٹا تھا اور رابعہ ان کی بھانجی تھی۔ تیئیس کا سن تھا' ماں باپ کو اس کی شادی کی ستا رہی تھی۔ خالہ نے رابعہ کو اپنے گھر بلا لیا تھا کیونکہ ارتضیٰ کا ٹرانسفر ان کے شہر میں ہوا تھا' وہ ایس ایچ او تھا۔ قریبی تھانے میں اس کی پوسٹنگ ہوئی تھی۔ خالہ بی اور ان کی کوئی اولاد نہیں تھی جبھی انہوں نے گھر میں پرندے پال رکھے تھے۔

انہوں نے ارتضیٰ کو اپنے گھر ٹھہرا لیا تھا۔ اور خالہ بی نے رابعہ کو بلا لیا تھا تاکہ ارتضیٰ اور رابعہ ایک دوسرے سے مل لیں' مزاج کو پرکھ' سمجھ لیں' اور شادی کی بات بن سکے مگر یہاں الٹا ہی معاملہ تھا۔ رابعہ ہواؤں سے لڑتی تھی' تو ارتضیٰ بنا آگ کے جلتا رہتا تھا۔ وہ جتنا کم گو تھا' رابعہ اتنا ہی زیادہ بولتی تھی۔ وہ بہت باتونی تھی۔ سگھڑ تھی' مگر اپنا سگھڑاپا ظاہر نہیں کرتی تھی۔ ارتضیٰ کو جان بوجھ کر چڑایا کرتی تھی' ابھی اسے یہاں آئے ایک ہفتہ ہی ہوا تھا کہ اس نے ارتضیٰ جیسے خاموش طبع آدمی کو غصہ دلا کر بولنے' چیخنے پر مجبور کردیا تھا۔ خالہ بی کو ان کا پلان ناکام ہوتا نظر آرہا تھا۔ وہ دونوں تو ایک دوسرے سے ڈھنگ سے

غزل

میں کسی اور کا ہوں اتنا بتا کر روئی
وہ مجھے مہندی لگے ہاتھ دکھا کر روئی
عمر بھر کی جدائی کا خیال آیا تھا شاید
وہ مجھے پاس اپنے دیر تک بٹھا کر روئی
اب کے نہ سہی ضرور حشر میں ملیں گے
یکجا ہونے کا دلاسہ دلا کر روئی
مجھ سے زیادہ بچھڑنے کا غم اس کو تھا
وقتِ رخصت وہ مجھے سینے سے لگا کر روئی
میں بے قصور ہوں قدرت کا فیصلہ ہے یہ
لپٹ کے مجھ سے بس وہ اتنا بتا کر روئی
مجھ پر ایک قرب کا طوفان ہوگیا ہے
جب میرے سامنے میرے خط جلا کر روئی
میری نفرت اور عداوت پگھل گئی ایک پل میں
وہ بے وفا ہے تو کیوں مجھ کو رلا کر روئی
سب شکوے میرے ایک پل میں بدل گئے وصی
جھیل سی آنکھوں میں جب آنسو سجا کر روئی

کامران خان...... کوہاٹ

بات کرنے کو راضی نہیں تھے تو بھلا نکاح کے لیے کیسے راضی ہو سکتے تھے۔

"سنا ہے محلے میں جو جوئے کا اڈا چل رہا تھا وہ تم نے بند کرا دیا ہے' جواریوں کو رنگے ہاتھوں پکڑا ہے۔"

شام کو وہ گھر لوٹا تو رابعہ نے اسے دیکھتے ہوئے مدھم لہجے میں استفسار کیا۔

"ٹھیک سنا ہے تم نے۔" وہ اسے دیکھنے لگا۔

"تو اسی خوشی میں چائے ہو جائے۔"

"کتنی بار کہا ہے میں نے تم سے میں چائے نہیں پیتا' نہیں پیتا۔" وہ اسے گھورتے ہوئے تپے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تم پولیس والے ہو کر چائے نہیں پیتے' پولیس والے تو بہت چائے پیتے ہیں۔"

"میں نہیں پیتا۔"

"کیا کہا؟" رابعہ نے اپنا کان آگے کیا۔

"نہیں پیتا' نہیں پیتا۔" وہ چیخا تھا اب کے۔

"اچھا بابا مان لیا کہ نہیں پیتے' اس قدر تکرار کی کیا ضرورت ہے؟"

"تم جو اونچا سنتی ہو۔"

"نہیں اچھا سنتی ہوں۔" رابعہ نے تصحیح کی۔

"اچھی لگتی بھی ہو۔" ارتضیٰ نے اس کے دلکش سراپے کو دیکھا' دو دن سے وہ خوب صاف ستھری تیار نظر آ رہی تھی اور گھر بھی صاف ستھرا نظر آ رہا تھا۔ یہ تبدیلی اس کے لیے حیرت کا باعث تھی۔

"پھر کیا خیال ہے؟"

"کس بارے میں؟" ارتضیٰ ٹھٹکا۔

"کچھ اچھا ہو جائے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" ارتضیٰ الجھن آمیز نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم واقعی پولیس والے ہو نا؟" رابعہ نے طنزاً پوچھا۔

"کوئی شک ہے کیا؟"

"شک نہیں ہے یقین ہے کہ تم نے غلطی سے پولیس کی وردی پہن لی ہے۔ ورنہ تم میں پولیس والوں جیسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ہاں میں کسی کو لوٹتا نہیں۔" وہ اطمینان سے بولا' لہجہ ذو معنی تھا۔

"ہاں تم جیسے کو تو اپنے لٹنے کی خبر بھی نہیں ہوتی' تم جیسے تو خود ہی لٹ جاتے ہیں۔ اور پولیس والے..... وہ تو لوٹنے پہلے ہیں' پوچھتے بعد میں ہیں۔ چوروں' لٹیروں کو پولیس موبائل کا سائرن بجا بجا کر الرٹ کر دیتے ہیں کہ ہم آ رہے ہیں' اپنا کام جلدی نبٹا کر نکل لو۔ مسلسل ہارن پہ ہارن دے کر بتاتے ہیں کہ بھاگ لو' پھر نہ کہنا بتایا نہیں تھا۔"

رابعہ نے مسکراتے ہوئے مذاق اڑایا وہ بھی جانے کیوں اب کی بار غصے میں نہیں آیا تھا بلکہ مسکرا رہا تھا' اسے بہت توجہ سے دیکھ رہا تھا۔

"ویسے تم نے اب تک شادی کیوں نہیں کی؟"

رابعہ کے اس غیر متوقع سوال پر وہ ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگا۔

"کوئی اچھی لڑکی ملی ہی نہیں۔"

"ملی نہیں' یا راضی نہیں ہوئی۔" رابعہ نے مذاق سے کہا وہ ضبط کر گیا۔

"اچھی لڑکی تمہیں ملے گی بھی نہیں' مل بھی گئی تو تم سے شادی کے لیے راضی نہیں ہو گی۔" وہ بہت یقین سے کہتی اس کی جان جلا گئی۔

"کیوں.....؟" ارتضیٰ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"کیونکہ بزدل' کمزور اور ڈرپوک مرد کو کوئی عورت پسند نہیں کرتی۔"

"شٹ اپ۔" وہ اس توہین پر سیخ پا ہو کر بولا۔

"تمہیں پولیس کے محکمے نے کیسے بھرتی کر لیا؟" وہ طنز کرنے سے باز نہ آئی۔

"پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ہمارا مجرموں سے پالا پڑتا ہے' عورتوں سے نہیں' وہاں مجرم' مجرم ہوتا ہے' مرد' عورت کی تمیز نہیں ہوتی۔" وہ اس کی طنزیہ گفتگو سے تنگ آ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کبھی اپنے تھانے سے باہر نکل کے بھی دیکھو دنیا

کتنی وسیع' کتنی حسین اور خوب صورت ہے' کبھی اس وردی سے باہر نکل کر ادھر ادھر بھی جھانک لیا کرو کہ آس پاس کتنے رنگ بکھرے پڑے ہیں۔" رابعہ نے تاسف زدہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"دیکھ تو رہا ہوں' آس پاس' بکھرے رنگ اس سے زیادہ کی حاجت ہی نہیں ہے تو ادھر ادھر کیوں جھانکوں؟"

ارتضیٰ نے سبز اور گلابی رنگ کے خوبصورت لباس میں رابعہ کے دلکش سراپے کو اپنی نگاہوں میں جذب کرتے ہوئے دل میں کہا۔

"مجھے سرکاری کوارٹر مل رہا ہے' میں جلد ہی وہاں شفٹ ہو جاؤں گا۔" ارتضیٰ نے اس کی بات نظر انداز کر دی اور اسے نئی خبر دی تو رابعہ کو دھچکا سا لگا۔

"اچھا! مبارک ہو۔" رابعہ نے رواداری نبھاتے ہوئے کہا۔

"خیر مبارک' جان چھوٹے گی میری تم سے' اتنا تو میں تھانے میں نہیں تھکتا جتنا تم کھپاتی ہو۔"

"ارتضیٰ بیٹا! تم سچ مچ جا رہے ہو۔" خالہ بی نے سنا تو اداس ہو گئیں۔

"جی خالہ! سچ پوچھیں تو میں آپ کی اس لاڈلی بھانجی کی وجہ سے جا رہا ہوں' اور کچھ آپ کے پرندوں کی وجہ سے۔ رابعہ ان کے ساتھ مل کر اتنا شور مچاتی ہے کہ دماغ کی دہی بن جاتی ہے۔" ارتضیٰ نے رابعہ کو چڑانے کے لیے سنجیدگی سے کہا۔

"سن رہی ہیں خالہ! شرم' لحاظ' مروت' رواداری تو نام کو نہیں ہے اس شخص میں' جس گھر میں اتنے دن کھایا' پیا' سویا' جاگا' ہنسا بولا' اس میں سو کیڑے نکال رہا ہے۔ بندہ جھوٹے منہ شکریہ ہی ادا کر دیتا ہے یہ تو جاتے جاتے بھی کڑوا ہی بولا۔"

رابعہ نے غصے سے چیخ کر کہا۔ خالہ بی افسردہ سی شکل لیے کھڑی تھیں۔

"تم تو جیسے گڑ کی ڈلی ہو نا۔" ارتضیٰ نے اسے چھیڑا۔

"میں کیا ہوں؟ یہ تو تمہیں وقت بتائے گا۔"

نبیلہ اسلام

آنچل کے قارئین کو میری طرف سے محبت بھرا سلام قبول ہو۔ جی تو قارئین میرا نام نبیلہ اسلام ہے' پیار سے "بیلا" کہلاتی ہوں۔ مابدولت 23 دسمبر 1994ء کو تشریف لائیں۔ میں تین سال سے آنچل کی خاموش قاری ہوں۔ پانچ بہنیں ہیں' میں دوسرے نمبر پر ہوں اور سیکنڈ ایئر کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ بیسٹ فرینڈ عندلیہ آپی ہیں اور باقی فرینڈز' سمعیہ' کومل' سونم' عائشہ' آمنہ اور زارا ہیں۔ شاعری بہت پسند ہے' مہندی بہت اچھی لگا لیتی ہوں۔ اب اچھی بری عادات کا ذکر ہو جائے تو بری عادت یہ ہے کہ غصہ بہت جلدی آتا ہے لیکن جلد ہی اتر جاتا ہے اور ہر کسی پر اعتبار کر لیتی ہوں۔ اچھی عادت یہ ہے کہ رحم دل ہوں کسی کو بھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی' مجھے دوستی کرنے کا بہت شوق ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ تم بولتی بہت کم ہو' بقول کومل "گم صم رہتی ہو" میں سب سے زیادہ پیار اپنے پاپا سے کرتی ہوں' پڑھائی میں اچھی ہوں' سائیکالوجی فیورٹ مضمون ہے۔ میری خواہش ہے کہ بہت پڑھوں کوکنگ کا بھی بہت شوق ہے' نت نئے کھانے بنانے کی کوشش کرتی ہوں اکثر اچھے بن جاتے ہیں۔ فیورٹ کلر براؤن' فیروزی اور پنک ہیں۔ جیولری میں رنگز اور کانچ کی چوڑیاں پسند ہیں۔ میرا مشغلہ اچھی کتابیں پڑھنا ہے' جی تو قارئین آپ بور تو نہیں ہو رہے بس تھوڑی دیر اور برداشت کر لیں' فیورٹ ناولز "تھوڑا سا آسمان" اور "ہم کہاں کے سچے تھے" آنچل میں اقراء صغیر احمد اور نازیہ کنول نازی بہت اچھا لکھتی ہیں پلیز قارئین آپ اپنی آراء سے ضرور آگاہ کیجیے گا کہ ہم سے مل کر کیسا لگا' اللہ حافظ۔

وہ اسے دیکھتی معنی خیزی سے کہتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"ارے اپنی چائے تو پیتی جاؤ۔" وہ پیچھے سے بولا۔

"تم پی لو۔" وہ غصے سے بولتی کمرے میں گھس گئی۔

"نہیں پیتا۔" وہ ہنسا۔

''ایک دن پیو گے اور مجھے یاد کرو گے۔'' وہ خود کلامی کرتی بستر پر ڈھے گئی۔

رابعہ من ہی من میں اسے چاہنے لگی تھی اور اس نے نوٹ کیا تھا کہ ارتضیٰ جتنا اس سے چڑتا تھا' اتنا ہی اسے چھپ چھپ کے' چور نظروں سے تکتا تھا۔ بات بے بات جھگڑنا' تو بس اس سے ہمکلام ہونے کے لیے' کچھ تو تھا اس کے دل میں جو وہ کہہ نہیں پا رہا تھا یا سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ اور بہت بے نیازی سے خوشی خوشی یہاں سے جا رہا تھا۔ رابعہ کی ماں کا فون آیا تھا۔ وہ بتا رہی تھیں کہ اس کے لیے بہت اچھا رشتہ آیا ہے اور لڑکا بینک میں ملازم ہے اچھی تنخواہ ہے' اپنا گھر ہے' وہ لوگ رابعہ کو دیکھنا چاہ رہے تھے۔ اس کی تصویر وہ دیکھ چکے تھے اور رابعہ انہیں بہت پسند آئی تھی' لہٰذا رابعہ کا خالہ بی کے ہاں مزید رکنا بے فائدہ تھا۔ سو رابعہ نے بوجھل دل کے ساتھ اپنا سامان باندھ لیا۔

بہت سا وقت گزر گیا' ارتضیٰ نے ترقی کی کئی منازل طے کر لیں لیکن اس کا دل وہیں کہیں خالہ بی کے گھر کے کسی کونے میں کھو گیا تھا۔ ''چائے...... چائے'' کی تکرار کرتی اس شوخ و شریر لڑکی کے سنہرے روپ میں گم ہو گیا تھا۔ لیکن اس کا انکشاف اور احساس ارتضیٰ بیگ کو بہت دیر سے ہوا تھا۔ ''چائے'' سے وابستہ اس کی یاد ہر پل اس کا چین چرایا کرتی تھی۔ اور اب اسے بھی چائے پینے کی ایسی لت پڑی تھی کہ چھڑائے نہ چھٹتی تھی۔ پتا نہیں وہ رابعہ کی یاد میں ''چائے'' پیتا تھا' یا اسے بھلانے کے لیے چائے کا رسیا ہو گیا تھا۔ مگر اس کی بیوی اس کی اس عادت سے بہت تنگ تھی۔

''مجھ سے نہیں بنتی بار بار چائے۔ اپنی لاڈلی سے کہہ دیں وہ بنا دے گی۔'' پھر سے چائے کی فرمائش پر بیوی نے ٹکا سا جواب دیا۔

''پاپا' مجھے اور کچھ بنانا نہیں آتا صرف چائے بناتی ہوں' ابھی بنا کے لاتی ہوں۔'' چودہ سالہ رابعہ نے ارتضیٰ کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے پھر سے ماضی کے جھروکوں میں کھونے لگا۔

''بہت عرصہ ہوا اک دن......!
بتایا تھا مجھے اس نے......
بنانا کچھ نہیں آتا......
اگر میں کچھ بناتی ہوں'
تو بس ''چائے'' بناتی ہوں
پیئو گے نا؟
اور میں اس پر مسکراتا ہی رہا تھا
کہ بنانا کچھ نہیں آتا......!
بناتی ہو تو بس ''چائے''
مجھے چائے سے الجھن ہے
نہیں پیتا' نہیں پیتا
اور اب اس بات کو گزرے
زمانے ہو گئے کتنے
نہیں معلوم مجھ کو کہ
وہ کیسی ہے......؟
کہاں پہ ہے......؟
مگر اب ''چائے'' پیتا ہوں
بڑی کثرت سے پیتا ہوں
بڑی حسرت سے پیتا ہوں

''پاپا چائے''...... رابعہ کی آواز نے ارتضیٰ کو ماضی کی یادوں سے باہر نکالا۔

''رکھ دو۔'' اس نے مسکراتے ہوئے اپنی بیٹی کو دیکھا جس کا نام اس نے رابعہ رکھا تھا۔ کیوں......؟ یہ صرف وہی جانتا تھا۔ اس نے گہرا سانس خارج کیا اور چائے کا کپ اٹھا کر اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔

رُکی رُکی سی ہوا ہے' تھکا تھکا ہے چاند
وفا کے دشت میں حیران کھڑے ہیں راہی دو
کسی طرح سے تغافل کا باب تو کھلے
نہیں میں پیار کے قابل تو کچھ سزا ہی دو

''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں رخسانہ بیگم! اب یہ ممکن نہیں ہے۔'' عظمت خان نے اپنی بیگم کو گھورتے ہوئے تادیبی لہجے میں کہا۔

''واہ بھئی واہ! آپ کو کب سے یہ اختیار ہو گیا کہ آپ میرے معاملات میں دخل اندازی کریں۔ آپ بھی سن لیں اس گھر میں وہی ہوتا آیا جو میں نے چاہا اور آگے بھی وہی ہوگا جو میں چاہوں گی۔'' رخسانہ بیگم نے جزبز ہوتے ہوئے تیکھے لہجے میں کہا۔

''بس بیگم! میں نے بھی کہہ دیا ہے اب وہ نہیں ہوگا جو آپ چاہ رہی ہیں۔ کاش آپ کی بھی کوئی بیٹی ہوتی تو آپ کو احساس ہوتا کہ آپ کس قدر گناہ کرنے جا رہی ہیں۔ آپ اس بے گناہ کو کس جرم کی سزا دینا چاہ رہی ہیں؟ آپ کے دل میں خوفِ خدا ہے یا نہیں' بہت برداشت کر لیا میں نے مگر اب نہیں۔ میں خاموش تماشائی نہیں بنوں گا۔ یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔'' مجید عظمت خان غصے سے دہاڑے۔ رخسانہ بیگم کی آواز مزید تیز ہو گئی۔

''عظمت خان! آپ بھی کان کھول کے سن لیں میری بات' یہ گھر یہ کاروبار سب میرا ہے یہاں میری حکومت چلتی ہے اور میرے فیصلے۔ آپ ایک چھوٹی سی بات کو رائی کا پہاڑ نہ بنائیں اور میں کل شام جا رہی ہوں روحیل کا رشتہ لے کر' بہتر ہوگا کہ آپ بھی میرے ساتھ چلیں ورنہ میں خود ہی چلی جاؤں گی۔''

کمرے میں داخل ہوتے روحیل کو یوں لگا جیسے یہاں کہیں قریب ہی بم دھماکہ ہوا ہے اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس کی ماما یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ اس کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا وہ بے یقینی سے دروازے پر کھڑا رہ گیا۔

''ماما آپ کیا کہہ رہی ہیں؟'' روحیل ان کے قریب چلا آیا۔

''کچھ نہیں بیٹا! بس مجھے وہ لڑکی مل گئی ہے' جس کی مجھے تلاش تھی۔ دیکھو گے تو دیکھتے رہ جاؤ گے' اتنی خوب صورت ہے وہ ماشاء اللہ!'' انہوں نے اس کی حیرانی کو نظر انداز کرتے ہوئے فرطِ مسرت سے کہا۔

"ماما میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ میری شادی تو طے ہے نہ کومل سے پھر۔" روحیل نے پریشانی و مایوسی سے اپنی ماما کی طرف دیکھا۔

"ارے بیٹا! تمہیں اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے تمہاری ماما ہے نہ وہ ناممکن کو ممکن بنا دے گی' بس مجھے تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔ روحیل بیٹا! بڑے جلد بازی میں کومل سے تمہارا رشتہ طے کر دیا نہ جانے ان لوگوں نے مجھے کیا گھول کر پلا دیا تھا اور اب میں پچھتا رہی ہوں مگر بیٹا! تمہاری ماما نے پچھتاوے کو کبھی گلے سے نہیں لگایا اور ابھی وقت ہمارے ہاتھ سے نہیں نکلا کون سی شادی ہوگئی ہے تمہاری کومل سے۔"

"بیگم خاموش ہو جائیے' آپ کو تو ذرّہ برابر بھی دوسروں کے جذبات کا احساس تک نہیں ہے۔ دو دن پہلے آپ بڑی دھوم دھام سے کومل کو مایوں بٹھا کر آئی ہیں۔ شادی میں صرف پانچ دن باقی ہیں اور آپ اس قسم کی بے ہودہ باتیں کر رہی ہیں اور آپ نے کومل سے رشتہ طے کرنے میں کوئی جلد بازی نہیں کی تھی آپ نے ہزاروں لڑکیوں کو رد کرنے کے بعد بڑی چاہ سے روحیل کے لیے منتخب کیا کومل کو۔ بہت پیاری لڑکی ہے آپ ہی کی الفاظ تھے کہ روحیل کی ہونے والی دلہن کومل لاکھوں میں ایک ہے۔ آپ نے شادی کو گڑیا گڈے کا کھیل سمجھ رکھا ہے یا کوئی مذاق۔" عظمت خان نے ان کی بات قطع کر کے نہایت تلخ لہجے میں کہا۔

"بس بس زیادہ جذباتی ہونے کی آپ کو ضرورت نہیں ہے' ابھی تو شادی میں پورے پانچ دن باقی ہیں۔ ارے لوگوں کی تو بارات آ کر لوٹ جاتی ہے' میں ایسی کون سی انہونی کر رہی ہوں' جو آپ اتنے چراغ پا ہو رہے ہیں۔" انہوں نے بڑے بے پروا سے انداز میں کہا۔

"ماما' پاپا ٹھیک کہہ رہے ہیں کیوں جگ ہنسائی کرانے پر تلی ہوئی ہیں آپ' سارا زمانہ ہنسے گا ہم پر۔ پلیز ماما! ایسا نہ کریں اور کومل کا کیا ہوگا اب اچانک آپ کے انکار سے اس کے دل پر کیا بیتے گی۔ لوگ کیسی کیسی باتیں بنائیں گے آپ نے سوچا ہے اس بارے میں۔" روحیل نے ماں کو سمجھانا چاہا مگر وہ اس وقت کچھ سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں تھیں۔

"ارے واہ! یہ خوب کہا تم نے۔ ہماری کیوں جگ ہنسائی ہوگی' ہم لڑکے والے ہیں اور تمہیں کومل سے زیادہ چاہ یا ہمدردی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اسے تمہارے لیے پسند کیا تھا اور اب میں ہی رد کر رہی ہوں۔ بس اب یہ شادی نہیں ہوگی اور عظمت خان آپ کو زیادہ ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں ہے' میں اس معاملے کو کیسے ڈیل کرتی ہوں یہ میرا کام ہے۔" انہوں نے حتمی انداز میں کہا روحیل کو تاسف سا ہوا ماں کی سوچ پر۔

"مگر ماما آپ ایسا کیوں کرنا چاہ رہی ہیں' کل تک تو آپ کومل کے گن گا رہی تھیں اور پھر یہ اچانک اس میں اتنی برائی نظر آ گئی کہ آپ یہ سب کر رہی ہیں۔"

"ریلیکس بیٹا! آرام سے بیٹھو میں تمہیں بتاتی ہوں۔" انہوں نے روحیل کو بٹھاتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"نہیں ماما میں اس موضوع پر کچھ سننا نہیں چاہتا۔ کومل مجھے پسند ہے اور میری شادی اسی سے ہوگی۔" روحیل نے غصے سے کہا۔

"ارے واہ تمہاری پسند کیسے بن گئی وہ۔ وہ میرا انتخاب تھی تم تو اسے جانتے بھی نہیں تھے اور اس رشتے کو طے ہوئے صرف تین مہینے گزرے ہیں اور میں نے تمہیں خود اس سے موبائل پر رابطے میں رہنے کے لیے کہا تھا کہ شادی سے پہلے تم دونوں میں انڈر اسٹینڈنگ ہو جائے۔"

"تو ماما میں بھی تو یہی کہنا چاہ رہا ہوں کہ ان تین مہینوں میں ہم ایک دوسرے کے مزاج سے واقف ہو گئے ہیں۔ میرے اور اس کے خیالات ایک جیسے ہیں۔ ماما ہم دونوں دل سے ایک دوسرے کو پسند کرنے لگے ہیں' ماما اگرچہ وہ انتخاب آپ کا تھی مگر اب وہ آئیڈیل میری ہے۔ اب وہ نہیں ہو سکتا جو آپ چاہ رہی ہیں۔" روحیل نے ایک دم سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"واٹ! تم مجھے انکار کر رہے ہو' تمہاری اتنی جرأت کب سے ہوگئی۔ وہ لڑکی ابھی اس گھر میں آئی نہیں ہے تم اس کے لیے ابھی سے ماں سے گستاخ ہو رہے ہو۔ وہ تمہاری زندگی میں شامل ہوگئی تو کیا کرو گے' بس روحیل تمہیں وہ کرنا ہوگا جو میں کہہ رہی ہوں۔ اب تم کومل سے کوئی رابطہ نہیں کرو گے' اگر تم نے میرا حکم نہیں مانا تو میں تمہیں......" وہ کچھ کہتے کہتے ایک دم خاموش ہوئیں پھر اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے بولیں۔

"روحیل مجھے تم پر بڑا مان ہے' تم میری اکلوتی اولاد ہو۔ مجھے تم پر بڑا فخر ہے' تم نے کبھی میری نافرمانی نہیں کی۔ پانچ سال تم نے یورپ میں گزارے مگر تمہارا مجھ سے وعدہ تھا کہ تم شادی اپنی ماما کی پسند سے کرو گے۔"

"ماما میں آپ کی پسند کی لڑکی سے ہی شادی کر رہا ہوں پھر بھی آپ......" روحیل نے کہتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔

"ہاں تو میری جان! اب میرا انتخاب کومل نہیں۔ میری پسند گلِ ناز میری کلاس فیلو روحیلہ احمد کی اکلوتی بیٹی ہے۔ وہ تو کل شام جب میں بہادر آباد کے شاپنگ مال میں داخل ہوئی تو اچانک ہی میری نظر اس لڑکی پر پڑی جو اس وقت شاپنگ سینٹر میں اپنے لیے ڈریس منتخب کر رہی تھی۔

میں تو اسے یک ٹک دیکھتی رہ گئی' نہ جانے مجھے ایک دم کیا ہوا کہ میں اس کی طرف بڑھ گئی تبھی اس کے قریب کھڑی خاتون کی نظر مجھ پر پڑی۔ شناسائی کی ایک جھلک آنکھوں میں نظر آئی' دوسرے لمحے حیرت زدہ انداز میں بولی۔

"رخسانہ مجید......؟ کیسی ہو تم......؟"

"اور تم...... تم روحیلہ احمد۔" میں نے ذہن پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔

"بس تم نے تو مجھے پہچانا نہیں کافی فربہ ہوگئی ہوں نا اور تم آج بیس سال بعد بھی ویسی ہی اسمارٹ نظر آ رہی ہو' عمر کے علاوہ کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تم میں۔" میں نے مسکراتے ہوئے اس لڑکی کی طرف دیکھا جو اَب ہم دونوں کی طرف متوجہ تھی۔

"رخسانہ یہ میری اکلوتی بیٹی گلِ ناز ہے۔"

پنک کلر کی لانگ شرٹ چوڑی دار پاجامے میں سر پر میچنگ کا کامدانی اسکارف میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ اس کی گلابی گلابی رنگت اور بھی نکھری نکھری سی لگ رہی تھی۔ اتنی حسین جمیل لڑکی میں نے اپنی پینتالیس سالہ زندگی میں نہیں دیکھی۔ روحیلہ بتا رہی تھی گلِ ناز نے اسی سال ایم ایس سی کیا ہے اور اسے گل ناز کے لیے بہت اعلیٰ پرپوزل کا انتظار ہے۔

"رخسانہ مجید پرپوزل تو بہت آتے ہیں اس کے لیے مگر کوئی میرے معیار پر پورا اترے گا تو ہاں کروں گی نا اور تم سناؤ کتنے بچے ہیں؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"روحیلہ! میرا تو ایک اکلوتا بیٹا ہے روحیل! ماشاء اللہ پُرکشش خوب صورت' اعلیٰ تعلیم یافتہ اور میری تمام جائیداد کا اکلوتا وارث۔ روحیلہ سچ پوچھو تو مجھے تمہاری گلِ ناز روحیل کے لیے پسند آئی ہے مجھے بھی ایسی حسین لڑکی کی تلاش تھی۔ میں کل شام آ رہی ہوں روحیل کا پرپوزل لے کر۔" روحیلہ نے مجھے حیرت سے دیکھا جیسے اسے میری بات کا یقین نہیں آ رہا ہو پھر کچھ سوچتے ہوئے ہولے سے مسکرائی اور بولی۔

"ضرور آؤ رخسانہ مجید! میں تمہیں کیسے انکار کر سکتی ہوں۔"

روحیلہ کی شادی بھی بہت اعلیٰ گھرانے میں ہوئی تھی میجر نواز سے۔ مگر شادی کے دس سال بعد دونوں میں علیحدگی ہوگئی۔ میجر نواز نے دوسری شادی کر لی' پلٹ کر بیٹی کی بھی خبر نہ لی۔ روحیلہ اپنے باپ کے گھر آ گئی تھی' باپ کا تو پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا ماں ہی اس کا سہارا تھی ایک بھائی تھا وہ بھی باہر سیٹل تھا' وہیں اس نے شادی کر لی۔"

"بس اب خاموش ہو جائیں رخسانہ بیگم! آپ بھول گئی ہیں شاید روحیلہ احمد ہے نا بقول تمہارے تم سے بہت حسد کرتی تھی' شاید تم یہ بھی بھول گئیں کہ ہم دونوں کی منگنی ہونے کے بعد تمہارے موبائل سے میرا نمبر حاصل کرنے کے بعد تمہارے خلاف مجھے بدگمان کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔" عظمت خان نے طنزیہ لہجے میں یاد دلایا۔

"مگر تم بھول رہے ہو کہ اس حرکت پر میں نے اسے کتنا ذلیل کیا تھا اور پھر اس نے مجھے سوری کر لیا تھا وہ تو ایک الگ ہی کہانی تھی اب اس وقت اس کا تذکرہ فضول ہے۔ ویسے بھی مجھے گزری باتوں کو یاد رکھنے کی عادت نہیں ہے اور اس بات کا فضول تذکرہ نکال کر عظمت خان آپ کیا جتانا چاہ رہے ہیں؟" انہوں نے غصے سے کہا۔

"یہی کہ روحیلہ احمد کو میں شروع سے ناپسند کرتا ہوں یونیورسٹی کے زمانے سے اور یہ رخسانہ بیگم آپ بھی بہت اچھی طرح جانتی ہیں۔" عظمت خان نے جواباً کہا۔

"میں فضول بحث کرنا نہیں چاہتی آپ سے' ہاں تو میں کیا بتا رہی تھی روحیلہ ایک عرصے سے ملٹی نیشنل کمپنی میں ایک اچھی پوسٹ پر ہے۔ میجر نواز سے علیحدگی کا ذکر کرتے ہوئے وہ رنجیدہ سی ہوگئی تھی۔ گل ناز کی خاطر اس نے دوسری شادی نہیں کی' مجھے بھی بڑا افسوس ہوا اس کی ٹریجڈی جان کر۔ روحیلہ کی بھی ہمارے جیسی مختصر فیملی ہے' عظمت خان ہمارے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ مجھے روحیلہ سے کچھ نہیں لینا۔ مجھے تو بس گلِ ناز کو اپنی بہو بنانا ہے' گل ناز اور روحیل کی جوڑی چاند سورج کی ایسی جوڑی ہوگی جیسے لوگ دیکھ کر میری پسند میرے انتخاب کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔"

مجید عظمت خان انہیں گھورتے خاموشی سے کمرے سے باہر چلے گئے۔ وہ جان چکے تھے وہ وہی کریں گی جو دل میں ٹھان چکی ہیں۔

روحیل سر جھکائے خاموش کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا' اس نے آہستگی سے اپنے دونوں ہاتھ ان کے ہاتھوں سے چھڑاتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔

"بس کل تم میرے ساتھ گلِ ناز کے گھر چل رہے ہو اور رہے تمہارے پاپا! انہیں منانا میرا کام ہے۔ وہ اسی طرح پہلے بھڑکتے ہیں اور پھر خود ہی ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔" رخسانہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا' روحیل محض تاسف سے سر ہلا کے رہ گیا۔

❀......❀......❀

"ارے دیکھنا کومل! جوتا چھپائی کے پورے بیس ہزار لوں گی روحیل سے۔ کیوں صادقہ!" کومل کی ماموں زاد کزن شمائلہ نے چہکتے ہوئے کہا۔

"اور ہاں شمائلہ! مہندی لگائی کے بھی پچیس ہزار سے کم نہیں لینا ہے۔ اتنی ڈھیر ساری کزن ہیں' ہم' ہر کسی کے حصے میں دو ہزار تو آئیں اور پھر روحیل بھائی کوئی معمولی شخصیت تو ہیں نہیں۔ انکل مجید عظمت

خان اور رخسانہ آنٹی کی لاکھوں کروڑوں کی جائیداد کے اکلوتے وارث' ہمیں تو اپنی آپی کے نصیب پر رشک آرہا ہے۔" شمائلہ نے کہتے ہوئے مسکرا کر کومل کی طرف دیکھا تو اس کے خوب صورت ہونٹوں کی مسکان اور گہری ہوگئی۔

"ارے لڑکیوں یہ ڈھولک بجاتے بجاتے تم لوگ کیا باتیں لے کر بیٹھ گئی ہو۔ بس بھی کرو اب کومل کو تنگ کرنا' ہماری کومل تو بہت بہت پیاری ہے اور ماشاءاللہ روحیل بھی بہت چارمنگ سا لڑکا ہے۔ اللہ دونوں کو نظر بد سے بچائے۔" کومل کی بھابی بیگم نے ہنس کر کہا۔

"چلیں بھابی! اسی بات پر سب کے لیے ذرا اچھی سی چائے بنوائیں' گلہ بیٹھ گیا ہے گا گا کر۔" مریم نے لقمہ دیا۔

"ہاں تم لوگ مہندی کے مقابلے کے لیے خوب تیاری کرلو میں چائے بنوا کر بھیجتی ہوں۔" بھابی کہتی ہوئی کچن کی طرف چلی گئیں۔

شمائلہ نے ڈھولک سنبھال لی' ایک بار پھر شور ہنگامہ قہقہے شروع ہوچکے تھے۔ ڈھولک کی آواز' تالیوں اور ڈفلی کا شور۔ لڑکیوں کے گانوں کی آوازیں لیونگ روم میں گونج رہی تھیں۔

شرمگیں سی مسکراہٹ سجائے کومل ان سب کے بیچ بیٹھی تھی سب کزن اسے مایوں کے کمرے سے اٹھا کر اپنے بیچ لے آئی تھیں۔ پیلے سوٹ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی' ابٹن کی بھینی بھینی خوشبو سے اس کا پیلا لباس مہک رہا تھا۔ آنکھوں میں حسین خوابوں کی جوت چمک رہی تھی۔ لڑکیوں کی کھنکتی ہوئی ہنسی' فقرے بازی کومل کے ساتھ جاری تھی۔

"خالہ امی! آپ کا فون ہے روحیل کے گھر سے۔" عائشہ بانو کی بھانجی نے آکر اطلاع دی۔ وہ لپک کر اپنے روم میں آگئیں۔

"ہیلو السلام علیکم رخسانہ بہن!" عائشہ بانو نے ریسیور کانوں سے لگاتے ہوئے مسرور سے انداز میں کہا۔ دوسری طرف سے رخسانہ بیگم بولیں۔

"عائشہ بانو اس وقت میں آپ کو بڑی ایمرجنسی میں فون کررہی ہوں۔ اتنی دیر سے آپ کے سیل پر ٹرائی کررہی ہوں مگر آپ سے رابطہ ہی نہیں ہورہا تو میں نے پھر پی ٹی سی ایل پر کیا۔"

"جی جی رخسانہ بہن شادی کا گھر ہے' شور ہنگامہ اتنا ہے کہ کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے کہ......" عائشہ بانو نے مسرت سے کہا۔

"جی مگر عائشہ بہن! میں جو بات آپ سے کہنے جارہی ہوں' سمجھ نہیں آرہی کیسے کہوں مگر بڑی معذرت کے ساتھ یہ بتاتے ہوئے دکھ ہورہا ہے کہ میرے بیٹے روحیل نے کومل سے شادی سے انکار کردیا ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ کسی اور لڑکی کو پسند کرتا ہے۔" رخسانہ بیگم نے بڑی مکاری سے اپنی بات عائشہ بانو کے گوش گزار کی۔ جسے سن کر ریسیور عائشہ کے ہاتھ سے گرا اور وہ وہیں زمین پر بیٹھتی گئی تھیں۔

"زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی تھی میں نے تم سے شادی کرکے رخسانہ بیگم! آج مجھے اپنی اس غلطی کا احساس بہت شدت سے ہورہا ہے۔ کاش میں نے اس وقت جذبات سے نہیں ہوش مندی سے کام لیا ہوتا۔ میں نے تمہارے کہنے پر شادی کے فوراً بعد اپنے والدین' بہن بھائیوں سب کو چھوڑا اور تمہارے باپ کے دیئے اس گھر میں شفٹ ہوگیا جس گھر میں تمہارے فیصلوں اور تمہاری حکومت کا راج ہے۔ میرا تعلق مڈل کلاس گھرانے سے اور تمہارا اپر کلاس سے' میں نے تمہاری محبت میں بہت کچھ کھویا ہے اور آج تم نے اپنے بیٹے کو بھی اس سفاکی میں شامل کرلیا اور اپنے مقصد میں سرخرو ہوتے ہی ہو یہ تمہاری جیت نہیں ہے رخسانہ بیگم! دوسروں کا دل دکھا کے تم کبھی بھی سچی خوشی حاصل نہ کرسکو گی' یاد رکھنا۔"

مجید عظمت خان جو نجانے کب سے ان کے پیچھے خاموش کھڑے ان کی باتیں سن رہے تھے اپنے غصے پر قابو نہیں رکھ پائے جب کہ وہ انہیں نظر انداز کرتی تیزی سے روم سے باہر چلی گئیں۔

دوسری طرف عائشہ کی چیخ سن کر سب ہی ان کے کمرے میں موجود تھے۔ وہ بے ہوش پڑی تھیں کومل بھی اٹھ کر ادھر ہی آگئی۔

"امی جان! کیا ہوا ہے' آنکھیں کھولیں' کچھ بتائیں تو...... کس کا فون تھا؟" کومل نے فکرمندی سے انہیں ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"ارے روحیل کے گھر سے فون تھا' میں نے نمبر چیک کیا معلوم کرو کیا ہوا ہے' جسے سن کر بھابی جان بے ہوش ہوگئی ہیں۔ مجھے ہول اٹھ رہا ہے کہ نجانے کیا بات ہوگی ہے جو بھابی کا یہ حال ہوگیا۔" کومل کی پھوپی نے کہا تو تایا جان کے بیٹے فاخر نے نمبر ڈائل کیا مگر دوسری طرف فون انگیج جارہا تھا۔

"روحیل بھائی کے نمبر پر ٹرائی کریں فاخر بھائی' میں ملا دیتی ہوں نمبر۔" کومل کی بہن صادقہ نے کہا۔

صادقہ نے کئی بار ٹرائی کیا مگر کوئی جواب موصول نہیں ہوا' صادقہ نے مایوسی سے فاخر کی طرف دیکھا۔

"نہ جانے کیا بات ہے بیل تو جارہی ہے وہ اٹھا ہی نہیں رہے۔" صادقہ نے تشویش سے کہا۔

"اٹھیے بھابی جان! کیا بات ہوئی ہے۔" پھوپی راحت نے ان کا ہاتھ سہلاتے ہوئے پوچھا انہیں ہوش آرہا تھا۔

"ارے شمائلہ تھوڑا سا جوس لے کر آؤ' شکر ہے ہوش میں تو آئیں۔" عائشہ بانو نے خشک ہوتے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"یہ لیں بھابی! تھوڑا سا جوس پی لیں۔" راحت پھوپی نے انہیں اٹھاتے ہوئے جوس کا گلاس ان کے ہونٹوں سے لگادیا چند گھونٹ لینے کے بعد ان کے منہ سے ایک ٹھنڈی آہ نکلی' ان کی نظر سامنے بیٹھی کومل پر پڑی۔

"میری بیٹی کومل! میں تجھے کیسے بتاؤں۔" ان کا لہجہ ایک دم بھیگا ہوا تھا اور پھر عائشہ بانو پھوپی کے ساتھ لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں جس سے سب کی پریشانی میں مزید اضافہ ہوگیا۔

"امی پلیز اس طرح نہ روئیں کچھ بتائیں تو۔" کومل نے بڑھ کر ان کے ہاتھ تھام لیے۔ عائشہ بانو نے ایک نظر اپنے روم پر ڈالی سب ہی موجود تھے اور پریشانی سب کے ہی چہروں پر نمایاں تھی' سوال آنکھوں میں مچل رہے تھے تب ہی انہوں نے اپنے اندر حوصلہ اور ہمت کرتے ہوئے آنسو آنچل سے صاف کرتے ہوئے آہستہ سے بولیں۔

"روحیل کی ماں رخسانہ کا فون تھا' کہہ رہی تھیں کہ روحیل نے شادی سے انکار کردیا ہے۔"

"کیا...... یہ کیسے ہوسکتا ہے' آخر کیوں......؟" ملی جلی آوازیں ایک ساتھ کمرے میں سنائی دیں۔ جس نے سنا حیران رہ گیا' ایسا کیوں ہوا کیسے ہوا' کئی سوال تھے سب کی زبان پر۔

شادی کے پُررونق گھر میں مایوسیوں کے اندھیرے چھا گئے تھے اور کومل کو تو جیسے ایک چپ سی لگ گئی تھی۔ ابھی دو دن پہلے کی تو بات تھی' جب اس کی روحیل سے بات ہوئی تھی کیسے کیسے عہد و پیماں کررہے تھے' روحیل کتنے خوش اور مسرور تھے اور میں ہواؤں میں اڑ رہی تھی۔

یہ کیا کیا راحیل آپ نے' عرش سے فرش پر پٹخ ڈالا۔ نہیں نہیں یہ سب جھوٹ ہے' کاش کے یہ سب جھوٹ ہو' ایک مذاق ہو' کچھ سوچتے ہوئے اس نے روحیل کا نمبر ڈائل کیا تھا۔ دوسری بیل پر لائن کاٹ دی گئی' اس نے کرب سے ہونٹ کاٹ لیے۔

گھر کی خواتین اور مرد حضرات سر جوڑے بیٹھے تھے۔

"کتنے کمینے لوگ ثابت ہوئے۔ ذرا بھی دوسروں کے جذبات کا احساسات تک نہیں۔ یہ بھی نہیں سوچا لڑکی مایوں بیٹھ چکی ہے' انہیں اب پتا چلا کہ روحیل کسی اور لڑکی کو پسند کرتا ہے۔ ایسا تھا تو پہلے کیوں خاموش رہا۔"

سب کی اپنی اپنی رائے تھی اپنے اپنے سوال تھے' عائشہ بانو صدمے سے نڈھال تھیں۔

"عائشہ تم اپنی جان نہ گھلاؤ جو ہوا اس میں بھی اللہ کی کوئی مصلحت ہوگی' اس کی حکمت وہی جانے۔" کومل کے تایا جان نے انہیں تسلی دیتے ہوئے سمجھانا چاہا تو وہ روتے ہوئے بولیں۔

"بھائی جان میری یتیم بچی پر یہ بڑا ظلم ہوا ہے' اللہ دشمن کے ساتھ بھی ایسا نہ کرے۔ لوگ کیسی کیسی باتیں بنائیں گے' ہم کس کس کو صفائی پیش کریں گے۔ جتنے منہ اتنی ہی باتیں بنیں گی۔"

"تم زیادہ پریشان نہ ہو عائشہ! یہ تو اچھا ہی ہوا کہ ان لوگوں کی اصلیت پہلے ہی پتا چل گئی اگر کومل کی رخصتی کے بعد روحیل کوئی ایسا قدم اٹھاتا تو ہم سب کیا کرتے۔ ابھی تو کومل گھر میں ہے' کچھ نہیں بگڑا' تم عائشہ اپنا دل چھوٹا نہ کرو۔" عائشہ بانو کی جٹھانی نبیلہ نے انہیں تسلی دی۔

"ہاں عائشہ! نبیلہ ٹھیک کہہ رہی ہے' جوڑے تو آسمان پر بنتے ہیں کسی کی باتوں کی کوئی پروا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" تایا جان نے بھی تسلی دی اور کہتے ہوئے سامنے کھڑے اپنے بیٹے فاخر پر نظر ڈالی۔ جو اپنی ہی سوچوں میں گم کھڑا تھا ایک امید کا جگنو عائشہ بانو کی ویران آنکھوں میں چمکا تھا۔

❁......❁......❁

رخسانہ بیگم خوشی اور شادمانی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔ ہال رنگین روشنیوں سے جگمگا رہا تھا' گل ناز دلہن کے روپ میں بے حد حسین لگ رہی تھی۔ روحیلہ کے چہرے پر بہت سکون اور اطمینان تھا' وہ بہت خوش خوشی مبارک باد وصول کررہی تھی سرشار تھیں کہ انہیں روحیل جیسا خوبرو اور دولت مند داماد ملا اور وہ بھی رخسانہ مجید کا بیٹا۔ روحیلہ نے زیرلب مسکراتے ہوئے رخسانہ مجید کی طرف دیکھا جو مہمانوں کے جھرمٹ میں کھڑی کسی بات پر بے ساختہ ہنس رہی تھیں۔

"آخر آج میں نے تم کو شکست دے ہی دی رخسانہ!" انہوں نے فاتحانہ مسکراہٹ چہرے پر سجا کے سوچا۔

روحیل بھی قدرے خوش تھا گل ناز واقعی بہت حسین لگ رہی تھی' وہ گل ناز کے حسین چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے بھرپور انداز میں مسکرا دیا۔ اپنی اماں کی خواہش کا احترام کرکے وہ خود کو قدرے پرسکون محسوس کررہا تھا۔ دلہن بدلی تھی شادی کی تاریخ اور دن وہی تھا۔ رخصتی کے ساتھ رخسانہ مجید کے قریبی عزیز بھی ساتھ تھے' گھر مہمانوں سے بھرا بھرا لگ رہا تھا۔ روحیل کے ہونٹوں پر بھی دلفریب مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی وہ مسرور سا اپنے روم کی طرف بڑھا۔ دوسری جانب کومل کی شادی بھی اس کے تایا جان اور دیگر گھر والوں کی رضامندی سے اسی دن فاخر سے کردی گئی تھی۔

"لکھنے والے نے تمہیں میرے نصیب میں لکھا تھا جب ابا جان نے اپنے ارادے کو مجھ پر ظاہر کیا تو مجھے تو ایسا لگا جیسے میرے من کی مراد پوری ہوگئی۔ تمہیں نہیں معلوم کومل! میں تمہیں ہمیشہ سے پسند کرتا تھا مگر اظہار کے لیے کسی مناسب موقع کے انتظار میں اتنی تاخیر کردی کہ تم اچانک روحیل سے منسوب کردی گئیں اور میں خاموشی سے سوچتا ہی رہ

گیا مگر آج یقین آ گیا کہ جذبہ سچا ہو تو منزل خود چل کر سامنے آ جاتی ہے۔" فاخر نے دلہن بنی کومل پر ایک بھرپور پیار بھری نظر ڈالتے ہوئے کہا تو کومل نے شرمگیں نگاہوں سے فاخر کی طرف دیکھا اور ہولے سے مسکرا دی۔ آسودگی کی اک لہر اس کے اندر اتر گئی تھی۔

❀......❀......❀

گل ناز گھونگھٹ میں سر جھکائے بیٹھی تھی جبھی قدموں کی آہٹ پر اس کا دل بہت تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اندر ہی اندر وہ نروس سی ہو رہی تھی تب ہی روحیل نے اس کا گھونگھٹ اٹھاتے ہوئے کچھ کہنا چاہا تھا کہ گل ناز نے اپنی خوب صورت دراز پلکوں کی جھالر اوپر اٹھائی۔

"اس سے پہلے کہ آپ کچھ کہیں، میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔" اس نے نظریں جھکاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ روحیل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "گل ناز آپ کی خوب صورت آواز نے میرے کانوں میں جلترنگ سے بجا دیئے ہیں اور میں بڑی خاموشی سے یہ جلترنگ سننا چاہوں گا' کیا کہنا ہے کہیں۔" روحیل نے اس کے بہت نزدیک ہوتے ہوئے شوخ لہجے میں کہا۔

"میں اپنی زندگی کی ابتداء سچائی سے کرنا چاہوں گی۔ میں بہت خوش نصیب ہوں کہ مجھے آپ جیسا ہم سفر ملا بظاہر تو ہماری چاند سورج کی جوڑی ہے یہ بھی سچ ہے کہ میں بہت خوب صورت ہوں مگر۔"

"مگر کیا......؟" روحیل نے چونک کر اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"میں...... میں سن نہیں سکتی' پیدائشی بہری ہوں اور میرے دونوں کان بھی نہیں ہیں۔" گل ناز نے کہتے ہوئے سر سے آنچل نیچے گرا دیا۔ گل ناز کے خوب صورت چہرے کی بدنمائی نے سارے چہرے کو بدنما کر دیا تھا۔ کانوں کی جگہ صرف سوراخ تھے' جس میں بھاری خوب صورت آویزے لٹکے ہوئے تھے۔ روحیل آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا' گل ناز کی جھیل جیسی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی تیر رہی تھی۔

"میں نے مما سے کہا تھا وہ آپ کی ماما کو سچائی بتا دیں مگر مما نے میری ایک نہ سنی۔" گل ناز کا لہجہ بھیگ سا گیا تھا۔

روحیل کچھ دیر بیٹھا اسے یک ٹک دیکھتا رہا پھر ایک جھٹکے سے اٹھا اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر لانے لگا۔ گل ناز نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا' جلدی سے سر پر بھاری آنچل ڈالا' وہ اسے لیے دبے قدموں اپنی ماما کے روم کی طرف آ گیا۔ سب مہمان سونے کے لیے دوسری منزل پر جا چکے تھے۔ روحیل نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔ دوسری دستک پر رخسانہ بیگم نے دروازہ کھولا۔

"روحیل تم......؟" انہوں نے دونوں کو حیران نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ عظمت خان بھی اٹھ کر ان کے نزدیک آ گئے۔ روحیل اپنے پیچھے دروازہ بھیڑتے ہوئے بولا۔

"یہ چاند چہرہ' ستارہ آنکھیں...... ماما آپ کی آئیڈیل بہو گل ناز آپ کو گڈ نائٹ کہنے آئی ہے۔ کہہ رہی تھی میں نے اپنی مدران لا کو گڈ نائٹ تو کہا نہیں۔"

او تھینکس گل ناز! تم نے دیکھا روحیل! میرا انتخاب کیسا ہے اور گل ناز تم بھی بہت لکی ہو تمہیں روحیل جیسا......"

"ماما پلیز اپنے الفاظوں کو ضائع نہ کریں۔ یہ پیدائش بہری ہے' سن نہیں سکتی۔ او...... اور گل ناز کے کان بھی نہیں ہیں۔" روحیل نے ان کی بات کاٹتے ہوئے ایک ایک لفظ چبا کر کہا اور گل ناز کے سر سے آنچل گرا دیا۔

"وہاٹ...... یہ...... یہ سب کیا ہے...... اتنا بڑا دھوکا۔ روحیلہ نے مجھے فریب دیا ہے۔ اُف خدایا! یہ میں نے کیا کیا' اس فریبی عورت نے نہ جانے مجھ سے کون سے جنم کی دشمنی نکالی ہے۔ نکاح نامے پر اتنی ساری ڈیمانڈز لکھوانے کی وجہ اب سمجھ آئی مگر روحیلہ اب دیکھنا میں تیری گل ناز کو کیسے طلاق دلا کر واپس بھیجتی ہوں میرا نام بھی رخسانہ مجید ہے۔ روحیل میں ابھی فون کرتی ہوں روحیلہ کو اور تم کو ابھی اسی وقت طلاق دینی ہوگی اس چڑیل کو۔" رخسانہ بیگم کی زبان سے انگارے نکل رہے تھے۔

"ماما خاموش ہو جایئے ایسا نہ ہو آپ کی آواز سن کر سوتے ہوئے مہمان جاگ جائیں اور اب آپ بھی میرا فیصلہ سن لیں۔ گل ناز سے نکاح کے دو بولوں نے اور اس کی سچائی نے مجھے اس کا اسیر کر دیا ہے یہ میری زندگی ہے میری ہم سفر ہے اور اب آپ جو چاہیں کر لیں میں ساری زندگی یہ رشتہ نبھاؤں گا۔"

"شاباش بیٹا! تم نے میرے دل کو خوش کر دیا۔" عظمت خان نے آگے بڑھ کر روحیل کا کندھا تھپتھپایا۔ روحیل مسکراتے ہوئے اور گل ناز کا سرد ہاتھ تھامے اسے لے کر اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔

"دیکھا رخسانہ بیگم کسی بے گناہ کا دل دکھانے کی سزا۔ میں نے کہا تھا نہ خدا کے قہر سے ڈرو اس کا خوف کرو۔" انہوں نے شکستہ حال بیگم کو دیکھ کے کہا تو رخسانہ بیگم نڈھال سی ان کے کندھے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں۔

❀

نئی کونپلیں

شرم' جھجک' دہشت پریشانی
ناز سے کام کیوں نہیں لیتیں

آپ' وہ' جی یہ سب کیا ہے
تم میرا نام کیوں نہیں لیتیں

"کیا ہوا ہے؟" کالج سے واپسی پر گھر میں داخل ہوتے ہی غیر معمولی سناٹے نے اس کا استقبال کیا وجہ سے کسی حد تک واقف ہونے کے باوجود وہ نازیہ سے پوچھ بیٹھی۔

"وہی جو ہمیشہ ہوتا ہے" جواب بھی حسب توقع تھا۔ بیگ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر وہ کپڑے بدلنے کے بعد منہ ہاتھ دھو کر فریش ہوئی پھر کھانا لینے کے لیے کچن کی طرف چل دی گھر پہنچ کر عام طور پر انسان کی تھکن میں کمی ہو جاتی ہے لیکن ہمیشہ کی طرح گھر پہنچنے پر اس کی تھکن میں اضافہ ہی ہوا تھا، جو بھی ہو پیٹ کا دوزخ تو بھرنا ہی تھا۔ کچن سے نکلتے ہوئے اس نے سائرہ بیگم کے کمرے کی طرف ایک نظر ڈالی اور پھر خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی آئی۔

سائرہ اور احمد کے بچوں میں تین بیٹیاں اور ایک بیٹا علی شامل تھے، سب سے بڑی شازیہ اس سے چھوٹی نازیہ اور تیسرے نمبر پر وہ خود تھی، علی شازیہ سے چھوٹا مگر باقی دونوں بہنوں سے بڑا تھا۔ احمد ایک پرائیویٹ کمپنی میں اچھی پوسٹ پر تھے جبکہ سائرہ مکمل طور پر ایک ہاؤس وائف تھیں۔ شازیہ کو ماسٹرز کیے کئی سال گزر گئے تھے، پڑھائی میں اب اس کی دلچسپی ختم ہو چکی تھی اور وہ بس پیا دیس جانے کے انتظار میں تھی۔ جبکہ علی نے بھی ایم بی اے مکمل کر لیا تھا اور ملک کے دوسرے نوجوانوں کی طرح آج کل ایک اچھی جاب کی تلاش میں تھا، نازیہ ماسٹرز کر رہی تھی جبکہ وہ خود بی ایس کے آخری سال میں تھی۔ ایک معقول آمدنی چار تعلیم یافتہ بچے اور ایک خوبصورت گھر بظاہر ان کی زندگیوں میں کوئی مسئلہ دکھائی نہیں دیتا تھا لیکن یہ تو کوئی سائرہ بیگم سے پوچھتا کہ ان کے لیے زندگی کس قدر دشوار تھی۔ انسان بھی عجیب ہوتا ہے مسائل سے بھاگنے کی کوشش میں بھی اپنے لیے مسائل جمع کرتا رہتا ہے ایسا ہی کچھ سائرہ بیگم کے ساتھ بھی تھا۔

یہی سب کچھ سوچتے ہوئے سونیا نہ جانے کب نیند کی گود میں پناہ لے چکی تھی۔

"اٹھ جاؤ مغرب کا وقت ہونے والا ہے۔" شازیہ کی آواز پر وہ جلدی سے اٹھ بیٹھی کیونکہ اسے آج ایک بہت ضروری اسائنمنٹ پورا کرنا تھا۔

"امی جاگ گئیں؟"

"ہاں......!" شازیہ کا جواب مختصر تھا۔

"ابو اور علی گھر پر نہیں ہیں؟"

"نہیں، ابو آج آفس سے لیٹ آئیں گے اور علی صبح سے پھپو کی طرف گیا ہوا ہے شاید رات وہیں رہے۔"

سونیا بال سمیٹتی بستر سے اٹھ گئی۔ نازیہ اپنے بستر پر بیٹھی کوئی میگزین دیکھ رہی تھی، جبکہ شازیہ بیڈ سے ٹیک لگائے خلاؤں میں گھور رہی تھی۔

"میں چائے بنانے جا رہی ہوں تم لوگوں کے لیے بھی بنا لاؤں؟" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے ماحول کی سنجیدگی کو کم کرنے کی کوشش کی۔

"نہیں۔" دونوں کا جواب ایک ساتھ آیا۔ دونوں کے چہروں پر حد درجہ سنجیدگی اور بیزاری دیکھ کر یکلخت اسے وحشت نے آگھیرا۔

"پلیز آپی خود کو ریلکس کریں آپ کو تو پتا ہے امی کی عادت کا، پھر اتنی ٹینشن لے کر اپنی حالت کیوں خراب کرتی ہیں؟ پلیز اس دائرے سے باہر نکلیں زندگی کا لطف لیں دیکھیں تو زندگی کتنی خوبصورت ہے۔"

"تمہارے لیے یہ کہنا بہت آسان ہے کیونکہ روز روز تماشا ہم لوگ بنتے ہیں میڈم۔"

"انجام تو میرا بھی یہی کچھ ہونا ہے۔" سونیا کے اداسی سے کہنے پر شازیہ کو اپنے لہجے کی تلخی کا احساس ہوا وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اس سے پہلے ہی سونیا کمرے سے جا چکی تھی۔ شازیہ کو

افسردگی نے آن گھیرا۔

"خوامخواہ ہی سونیا کا موڈ خراب کیا اس کا اس میں کیا قصور۔" شازیہ کے کہنے پر نازیہ نے میگزین سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا اور پھر سے میگزین کی طرف متوجہ ہوگئی جیسے سمجھ ہی نہ آئی ہو کہ اس موقع پر اسے کیا کہنا چاہیے یا شاید کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

❁.....❁.....❁

"السلام علیکم امی، انھیں چائے پی لیں۔" دونوں بہنوں کو چائے دے کر وہ اپنی اور امی کی چائے لیے ان کے کمرے میں آگئی تھی۔ سلام کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کپ تھام لیا۔

"طبیعت کیسی ہے آپ کی؟" سائرہ نے چائے ختم کر کے کپ رکھا تو وہ پوچھنے لگی امی کا موڈ ٹھیک کرنا ضروری تھا تاکہ گھر میں چھائی اداسی اور خاموشی ختم ہو سکے تبھی وہ اسائنمنٹ بعد میں کرنے کا سوچ کر ان کے پاس آگئی۔

"بس تھوڑا سر میں درد تھا اب ٹھیک ہوں۔"

"سر دبا دوں آپ کا؟" وہ کتنی ہی ضدی اور خود سر سہی تھی تو اس کی ماں ہی وہ بے ساختہ ہی ان کے سرہانے آ بیٹھی اور دھیرے دھیرے ان کا سر دبانے لگی۔

"آج آئی تھی نور بی بی میں نے تو صاف کہلوا دیا ہے اگر لڑکا شادی کے بعد الگ گھر لے کر رہے تو ٹھیک ہے ورنہ ہماری طرف سے ان لوگوں کو انکار کر دے۔" تھوڑی دیر بعد وہ خود ہی بتانے لگیں۔

"لیکن کیوں امی وہ تو بہت اچھے لوگ تھے لڑکا بھی آپ کو بہت پسند آیا تھا۔"

"اسی بات کا تو افسوس ہے مجھے لڑکا تو واقعی بہت اچھا تھا لیکن اس کی فیملی دیکھی ہے تم نے تین بہنیں ان میں بھی دو غیر شادی شدہ اور جس کی شادی ہوئی ہے اس کا بھی کیا حال ہے دن رات میکے میں ہی پائی جاتی ہے محترمہ، پتا نہیں کیسی لڑکیاں ہیں اپنے گھر میں چین کیوں نہیں آتا ان کو۔"

"مگر امی لوگ تو اچھے تھے نا پھر ان باتوں سے کیا فرق پڑتا ہے آخر باقی کی دونوں بہنوں کی بھی شادی ہو جانی ہے اور ابھی تو وہ بھائی کے رشتے کے سلسلے میں اکثر آئی رہتی ہیں بڑی بہن ہونے کے ناطے اپنا فرض نبھا رہی ہے ورنہ ہر کوئی اپنے گھر میں مصروف ہوتا ہے کسی کے پاس اتنا ٹائم نہیں ہوتا کہ وہ یوں روز روز چکر لگائے اور وہ تو اس روز مجھے بھی کہہ رہی تھیں کہ بھائی کی شادی کے لیے پھر نے پھرانے میں ان کا گھر بہت ڈسٹرب ہو رہا ہے اس لیے جلدی اس فرض سے فارغ ہونا چاہتی ہیں۔" سونیا نے ہر ممکن حد تک ماں کو سمجھانے اور دل صاف کرنے کی کوشش کی۔

"تمہیں ابھی نہیں پتا ان باتوں کا بچی ہو ابھی لوگوں کی سمجھ نہیں جو آنکھیں دیکھتی ہیں کان سنتے ہیں اسے ہی سچ مان لیتی ہو مگر میں اپنی بچیوں کے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہونے دوں گی، اور پھر کمی کیا ہے میری بیٹیوں میں بہت اچھا رشتہ ملے گا انہیں مجھے کس بات کی جلدی ہے آخر۔" وہ سائرہ ہی کیا جو مان جائیں۔

"اچھا چھوڑیں آپ اپنا موڈ ٹھیک کریں پلیز دیکھیں آپ کے اس طرح بیمار ہو کر لیٹنے سے گھر کتنا اداس لگ رہا ہے۔" اس نے ہاتھ پکڑ کر انہیں بستر سے اٹھا دیا۔

"شازیہ اور نازیہ کہاں ہیں؟"

"اپنے کمرے میں ہیں۔"

"اور تمہارے ابو نہیں آئے ابھی تک۔"

"نہیں آج وہ تھوڑی دیر سے آئیں گے۔"

اسی طرح ادھر ادھر کی باتوں میں لگا کر وہ ان کا دھیان بٹانے میں کامیاب ہوگئی تھی۔

❁.....❁.....❁

سائرہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھیں، ان سے ایک سال بڑا ایک بھائی ارسلان تھا۔ صورت شکل کی بہت اچھی تھیں ابھی میٹرک میں ہی تھیں کہ رشتے آنا شروع ہو گئے، مگر ان کے والد اتنی جلدی ان کی شادی کے حق میں نہ تھے ابھی بی اے کے پہلے سال میں تھیں جب احمد کا رشتہ آیا۔ احمد بھی شکل وصورت میں لاکھوں میں ایک تھے پھر گھرانہ بھی اچھا تھا، یہ رشتہ سائرہ بیگم کی والدہ کے دل کو ایسا لگا کہ انہوں نے شوہر کو بھی اس رشتے کے لیے منا ہی لیا اور سچ تو یہ ہے کہ احمد سائرہ کے ابو کو بھی بہت پسند آئے تھے، تھرڈ ائیر کے پیپر دیتے ہی دھوم دھام سے شادی کر دی گئی، ارادہ یہی تھا کہ باقی پڑھائی شادی کے بعد مکمل کر لیں گی۔ شادی سے پہلے سائرہ نے احمد کی صرف تصویر ہی دیکھی تھی اب جب وہ ان کی زندگی میں آئے تو سائرہ کو احساس ہوا کہ احمد صرف شکل وصورت کے ہی نہیں بلکہ دل کے بھی بہت خوبصورت تھے، محبت کرنے والے خیال رکھنے والے ایک آئیڈیل ہمسفر کو پا کر سائرہ بہت خوش تھیں۔ شادی کے بعد شروع کے دن تو خواب کی صورت گزر گئے۔ چھٹیوں کے بعد احمد نے آفس جانا شروع کیا تو سائرہ کی توجہ بھی گھر اور گھر والوں کی طرف ہوئی تبھی انہیں احساس ہوا کہ ان کی ساس کافی سخت طبیعت کی مالک تھیں اور گھر میں انہی کا راج چلتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہیں بہت سی اور باتوں کا بھی احساس ہوا ان کی شادی شدہ دو نندیں جو احمد سے بڑی تھیں ان کے گھر میکے کے قریب ہی تھے وہ ہفتے کے تقریباً ساتوں دن میکے میں ہی پائی جاتی تھیں اور اگر وہ ایک دن نہ بھی آتیں تو ماں کو فوناسانو اسیوں کی یاد ستانے لگتی اور وہ فوراً فون کر کے آنے کا کہہ دیتیں۔ احمد سے چھوٹی بہن گھر بھر کی لاڈلی تھی گھر کے کسی بھی کام کو ہاتھ لگانا وہ گناہ سمجھتی تھی دو چھوٹے دیور بھی تھے، ویسے تو کام والی کپڑے دھو جاتی تھی اور صفائی کر جاتی لیکن اس کے بعد بھی سائرہ کے کرنے والے کاموں کی ایک لمبی فہرست ہوتی جنہیں نبٹاتے نبٹاتے صبح سے شام اور پھر رات ہو جاتی، وہ ہمیشہ کوشش کرتیں کہ احمد کے آنے تک سارے کام ختم کر کے ڈھنگ کے حلیے میں نظر آئیں لیکن ایسا کبھی کبھار ہی ہو پاتا۔ احمد کے ساتھ اکیلے سیر وتفریح کے لیے جانے کا تو سوچنا بھی مشکل تھا۔ شادی کے شروع دنوں میں احمد نے دو چار بار اماں سے سائرہ کو گھمانے لے جانے کی اجازت مانگی انہوں نے نا صرف خوشی سے اجازت دے دی بلکہ احمد کے چھوٹے بہن بھائیوں کو بھی ساتھ کر دیا اور نو اسانو اسی کی ضد پر انہیں بھی ساتھ لے جانا پڑا سارا ٹائم احمد ان لوگوں کی طرف متوجہ رہے اور وہ ان سے ایک بات تک نہ کر سکیں آخر سائرہ نے خود ہی باہر جانے سے توبہ کر لی اور کبھی خوش قسمتی سے ایسا کوئی دن آ بھی جاتا کہ وہ کام سے فارغ ہو جاتیں اور احمد اپنی بیاہتا بہنوں کو کمپنی دینے کے بعد رات گئے کمرے میں آجاتے تو تنہائی کے ان لمحوں کا دورانیہ بھی بے حد مختصر ہوتا کیونکہ ایسے مواقع پر اچانک ہی کسی نہ کسی کا چائے پینے کا دل کر جاتا اور بلا تکلف سائرہ کو آرڈر جاری کر دیا جاتا۔ بچوں کی پیدائش کے بعد ان کی ذمہ داریاں اور بڑھ گئیں اور وہ مڑ کر اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہ سکیں، چھوٹے دیوروں اور نند کی شادی ہوئی نئی آنے والی بھابیاں سائرہ کی طرح خاموش اللہ میاں کی گائیں نہیں تھیں اس لیے کچھ دنوں میں ہی نندوں کو احساس دلا دیا کہ ان سے روز روز کی مہمان نوازی نہیں ہوگی۔ شوہر کی وفات کے بعد ساس میں بھی وہ دم خم باقی نہ رہا تھا سو خاموش رہیں۔ وقت گزرتا گیا، بچے بڑے ہوتے گئے، احمد کا تبادلہ دوسرے شہر میں ہوا تو وہ اپنے بیوی بچے بھی اپنے ساتھ لے آئے اماں کی وفات کے بعد سب کچھ بدل گیا سب اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف ہو گئے لیکن گزرے وقت میں جو کچھ سائرہ کو سہنا پڑا وہ اسے کبھی بھلا نہیں پائیں اسی لیے اب ان کی ایک ہی خواہش تھی کہ جہاں بھی اپنی بیٹیوں کی شادی کریں لڑکا شادی کے بعد الگ گھر لے کر رہتا ہو تاکہ ان کی بیٹیوں کو ان کے جیسی مشکلات کا سامنا نا کرنا پڑے۔ ان کی اسی ضد کی وجہ سے شازیہ کی شادی کی عمر نکلتی جا رہی تھی جبکہ نازیہ اور سونیا بھی شادی کی عمروں کو آ پہنچی تھیں ایسا نہیں تھا کہ سائرہ کو اس بات کا احساس نہیں تھا لیکن وہ خود کو مجبور پاتی تھیں۔

❁.....❁.....❁

"ہیلو پڑوسن کیسی ہو؟ آداب" رانیہ کو ہیلو کرنے کے بعد وہ سونیا کو بڑی ادا سے سر جھکا کر آداب بولا تو اس کے اس انداز پر رانیہ کی ہنسی چھوٹ گئی جبکہ سونیا نے کافی بیزاری سے اسے دیکھا۔

"موسم ابر آلود دکھائی دے رہا ہے، کیوں پڑوسن؟" فرحان سونیا کے خراب موڈ پر چوٹ کرتے ہوئے پھر رانیہ سے مخاطب تھا۔

"بھاگ لو پڑوسی صاحب طوفان کی آمد آمد ہے۔" رانیہ نے بھی اسی کے انداز میں سونیا کی موڈ کی خرابی کا بتایا تو سونیا نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"آجی بھاگنے والے ہوں گے کوئی اور ہم تو ڈٹ کر رہنے والوں میں سے ہیں۔" وہ مزے سے کرسی پر بیٹھتے ہوئے رانیہ کے آگے رکھی سموسوں کی پلیٹ اپنی طرف کھسکاتے ہوئے بولا۔

"رانی مجھے لائبریری سے بک لینی ہے فری ہو جاؤ تو تم بھی وہیں آجانا۔" سونیا نے چائے کا آخری سپ لیتے ہوئے بیگ اٹھا کر کاندھے پر رکھا اور جواب کا انتظار کیے بنا لائبریری کی طرف چلی گئی۔

"تمہاری دوست کا مسئلہ کیا ہے آخر ہر وقت ہٹلر بنی رہتی ہے؟" سونیا کے اس طرح جانے پر فرحان کا موڈ اچھا خاصا خراب ہو چکا تھا۔

"پہلے تم بتاؤ تمہارا کیا مسئلہ ہے آخر تم تو فٹافٹ میرے سموسوں پر ہاتھ صاف کیے جا رہے ہو وہ بھی بنا میری اجازت کے۔" رانیہ نے بات کا رخ موڑ کر اس کا موڈ ٹھیک کرنا چاہا۔

"یار آئی ایم سیریس کیا پرابلم ہے اس کو مجھ سے آخر کیا خرابی ہے مجھ میں جو وہ مجھے اس طرح اگنور کرتی ہے؟"

"او ہو تو غصہ اگنور کرنے پر ہے؟"

"غصہ اگنور کرنے پر نہیں مس پڑوسن بلکہ تمہاری اس نک چڑی دوست کے اگنور کرنے پر ہے؟" وہ ہمیشہ کی طرح بڑے آرام سے اپنے جذبات کا اظہار کر گیا۔

"یار میں کیا کہہ سکتی ہوں وہ بس ایسی ہی ہے۔" رانیہ کو خود بھی فرحان کے ساتھ سونیا کے اس قدر خراب رویے پر افسوس ہوتا تھا لیکن وہ کیا کر سکتی تھی۔

"او کے میں چلتا ہوں کلاس ہے میری۔" سموسے ختم کر کے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا جی اب بھاگے جا رہے ہو اور اگر جو وہ نک چڑی ابھی تک یہاں بیٹھی ہوتی پھر تو تم نے کلاس نہیں لینا تھی نا؟"

"وہ تو ہے۔" فرحان نے ہنس کر ڈھٹائی سے اقرار کیا تو وہ بھی

ہنس دی۔ رانیہ کچھ دیر وہیں بیٹھی فرحان کو جاتے دیکھتی رہی اور اس کے اور سونیا کے مستقبل کے بارے میں سوچتی رہی پھر اٹھ کر لائبریری کی طرف چل دی، وہ جانتی تھی سونیا نے کوئی کتاب نہیں لینی وہ لائبریری میں بیٹھی اس کا انتظار کر رہی ہوگی۔

"فرصت مل گئی تمہیں اس جوکر سے؟" وہ جو اتنی دیر سے رانیہ کے انتظار میں بیٹھی تھی رانیہ کو دیکھتے ہی غصہ اتارنے لگی۔

"جوکر تو مت کہو اتنا ہینڈسم اور سویٹ لڑکا ہے۔"

"تو شادی کر لو اس ہینڈسم سویٹ سے۔" سونیا کو اس کی تعریف ذرا بھی اچھی نہیں لگی۔

"ضرور کر لیتی اگر جو حسن نامی جادوگر نے پہلے ہی میرا دل نہ چرا لیا ہوتا۔" وہ اپنے کزن پلس منگیتر کا حوالہ دیتے ہوئے آہ بھر کر بولی تو مسکراہٹ سونیا کے لبوں کو چھو گئی۔

"شکر ہے تم مسکرائی تو ویسے ایک بات کہوں تم فرحان بیچارے کے ساتھ واقعی بہت زیادتی کر جاتی ہو جانتی بھی ہو کہ وہ ہمارے ڈیپارٹمنٹ صرف تمہاری وجہ سے آتا ہے۔"

"تو میں نے کہا ہے اس کو آنے کو؟ نہ آیا کرے مہربانی ہوگی اس کی۔"

"یار آخر اس کو اتنا ناپسند کیوں کرتی ہو مجھے ذرا وجہ تو بتا دو۔"

"وہ مجھے پسند نہیں بس، اور تم روز روز اس کی وکالت کر کے میرا موڈ نہ خراب کیا کرو چلو کلاس کا ٹائم ہو گیا ہے۔ تمہارے اس ہینڈسم سویٹ نے سارا بریک ٹائم ضائع کروا دیا۔" سونیا کے کہنے پر رانیہ نے ایک بے بس نظر اس پر ڈالی اور فرحان کی محبت کے ممکنہ انجام کو افسوس سے سوچتے ہوئے کلاس کی طرف چل دی۔

⁂......⁂......⁂

پڑھنے کی کوشش میں بہت دیر کتاب ہاتھ میں لیے رہنے کے بعد آخر تنگ آ کر اس نے کتاب بند کر دی اور سونے کی کوشش کرنے لگی لیکن ذہن ابھی تک انہی باتوں کو سوچ رہا تھا جن کو وہ کبھی بھی سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ فرحان کی بولتی آنکھیں وہ پہلی ہی ملاقات میں پڑھ چکی تھی لیکن اس سے بھی پہلے وہ رانیہ سے فرحان کی فیملی کے بارے میں بھی جان چکی تھی۔ فرحان لوگ جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہتے تھے فرحان کے ابو کے علاوہ اس کے ایک چچا اور تایا بھی ان لوگوں کے ساتھ ہی تھے تینوں بھائیوں میں بہت محبت اور اتفاق تھا اس لیے کوئی بھی الگ ہونے کو تیار نہیں تھا البتہ بیویوں اور بچوں کے درمیان کبھی کبھار کی چھوٹی موٹی باتیں ناراضگیاں چلتی رہتی تھیں جو پیدا ہوتیں اور ختم بھی ہو جاتیں۔ سونیا جو اپنی امی کے خیالات اور ان پر سختی سے قائم رہنے سے واقف تھی بھلا کس طرح فرحان کی محبت کا جواب محبت سے دے سکتی تھی۔ رانیہ اور فرحان پڑوسی تھے اور ان کے والدین کے درمیان دوستی کا بہت گہرا رشتہ تھا دوستی اور محبت کا یہی رشتہ ان کی اگلی نسل میں بھی منتقل ہو گیا۔ رانیہ اور فرحان کا بچپن بھی ساتھ کھیل کر گزرا تھا اور وہ اب بھی ایک دوسرے کے بہت اچھے دوست تھے۔ پہلی بار فرحان رانیہ سے ملنے کے لیے ہی ان کے ڈیپارٹمنٹ آیا تھا اور یہیں وہ سونیا کو دیکھ کر اس کی محبت میں مبتلا ہو گیا۔ فرحان سے ملنے سے پہلے ہی سونیا فرحان کے بارے میں بہت کچھ جانتی تھی کیونکہ رانیہ کی باتیں فرحان کے ذکر کے بنا مکمل ہی نہیں ہوتی تھیں اسی لیے سونیا فرحان کے بچپن سے لے کر اب تک کی ساری اہم باتوں سے اس کی سوچ اس کی پسند ناپسند ہر چیز سے واقف ہوتی چلی گئی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ بنا دیکھے بنا ملے اسے پسند کرنے لگی تھی۔ زندگی کو بھرپور طریقے سے انجوائے کرنے والے لوگ سونیا کو ہمیشہ سے بہت پسند آتے تھے کئی بار وہ بے دھیانی میں سوچ جاتی "جس سے بھی اس لڑکے کی شادی ہوگی وہ بہت لکی ہوگی یہ اسے بہت خوش رکھے گا۔" اور اب جب کہ وہ خود وہ لکی لڑکی بن گئی تھی تو اپنی تمام تر پسندیدگی کے باوجود وہ فرحان کی کسی قسم کی حوصلہ افزائی کرنے سے قاصر تھی لیکن وہ بھی ڈھیٹ بنا ہوا تھا۔ بقول فرحان محبت میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ڈھیٹ ہونا شرط ہے۔

علی کو ملنے والی جاب نے گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑا دی تھی۔ سائرہ نے اس خوشی کو بڑے اہتمام سے منایا تھا دوستوں اور قریبی رشتے داروں کو دعوت بھی دی تھی۔ وہ اس بات سے بھی اچھی طرح واقف تھیں کہ کئی رشتے دار خاص طور پر احمد کی دو بہنیں جن کی بیٹیاں علی کی ہم عمر تھیں علی کو داماد بنانے میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتی تھیں مگر سائرہ بیگم انجان بنی ہوئی تھیں اور ان کے ہر اشارے کنائے کو نظر انداز کرتیں اپنے قابل بیٹے کے لیے چاند سی بہو کی تلاش میں تھیں۔

⁂......⁂......⁂

وہ رانیہ کے ساتھ کینٹین سے ذرا ہٹ کر گراؤنڈ کے ایک کونے میں بیٹھی اس کی اسائمنٹ ڈسکس کر رہی تھی تبھی فرحان کو اپنی طرف آتے دیکھ کر منہ بنا کر بولی۔

"لو جی آ گئی مصیبت۔"

"سر عاصم آ گئے؟" اگلا لیکچر سر عاصم کا تھا اور آج رانیہ کی پریزینٹیشن تھی جس کے لیے وہ تیار نہیں تھی اور صبح سے دعائیں مانگ رہی تھی کہ سر عاصم آج چھٹی کر لیں کیونکہ وہ خاصے سخت ٹیچر تھے کلاس میں اچھی خاصی عزت کر دیا کرتے تھے اور وہ بھی بڑے نرم و مہذب لہجے میں، پارکنگ ایسی جگہ پر تھی کہ گراؤنڈ میں بیٹھ کر وہاں آنے جانے والے لوگ دکھائی دے جاتے تھے۔ سونیا کے منہ سے

مصیبت کا لفظ سنتے ہی اسے سر عاصم کا ہی خیال آیا۔

"ہائے گرلز۔" اس سے پہلے کہ سونیا مصیبت کی وضاحت کرتی فرحان ان کے قریب پہنچ کر بولا اور رانیہ کو مصیبت کا مطلب بھی سمجھ میں آ گیا۔

"ارے تم ابھی سے آ گئے۔ تمہیں تو اگلے لیکچر کے بعد آنا تھا۔"

"توبہ ہے انتہائی بے مروت لڑکی ہو تم ذرا جو شرم ہو مہمانوں کو ایسے کہتے ہیں کیا؟" وہ دادا ابا بنا بڑی سنجیدگی سے نصیحتیں کرنے لگا لیکن رانیہ کے اس بے ساختہ جملے سے سونیا کو اتنا پتا چل گیا کہ رانیہ اس کے آنے سے واقف تھی اور آج جبکہ سونیا کا چھٹی کا موڈ تھا رانیہ نے ضد کر کے اسے بلایا تھا بہانہ یہ تھا کہ اس کی پریزینٹیشن ہے اور وہ بہت اکیلا فیل کرے گی سونیا کے بنا۔ اب سونیا کو سارا ڈرامہ سمجھ آ گیا تھا اور رانیہ پر غصہ بھی آ رہا تھا۔

"سر خالد آ گئے ہیں۔" ایک کلاس فیلو کی پکار پر ان کے سبھی کلاس فیلوز گراؤنڈ سے اٹھ کر کلاس میں جانے لگے۔ رانیہ اور سونیا بھی جانے کے لیے اٹھیں تبھی رانیہ کو فرحان کا خیال آ گیا۔

"سونیا پلیز میری ایک بات مان لو فرحان صرف تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہے پلیز میری اچھی بہن اس کی بات سن لو وہ بہت دن سے میرے پیچھے پڑا ہوا ہے کہ میں ایک بار تم سے اس کی بات کروا دوں۔"

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ مجھے اس سے کوئی بات نہیں کرنی۔" سونیا کو رانیہ پر اچھا خاصا غصہ آ رہا تھا وہ خوامخواہ اس کی زندگی کو مشکلات کی طرف دھکیل رہی تھی۔

"پلیز سونیا وہ بہت اپ سٹ ہے پلیز صرف آج اس کی بات سن لو آئندہ وہ یہاں نہیں آئے گا آئی پرامس۔"

"فرحان تم لوگ تھوڑی دیر بیٹھو میں ذرا کلاس لے کر آتی ہوں۔" سونیا کا جواب سنے بنا وہ اس کا ہاتھ تھامے دوبارہ ان چیئرز کے پاس لے آئی جہاں فرحان بیٹھا ان کا منتظر تھا۔ سونیا کو وہاں چھوڑ کر وہ تیز قدموں سے کلاس کی طرف چل دی اور سونیا حیران پریشان وہاں کھڑی رہ گئی۔

"بیٹھ جاؤ سونیا مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے پلیز۔" اس کے لہجے کے علاوہ آنکھوں میں بھی اتنی التجا تھی کہ سونیا بنا کچھ سوچے سمجھے کرسی پر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"سونیا میں زیادہ لمبی بات نہیں کروں گا، ویسے تو تمہیں بھی میرے جذبات کا اندازہ ہو گیا ہوگا لیکن پھر بھی میں تمہیں بتانا چاہوں گا کہ میں تمہیں بے انتہا چاہتا ہوں اور تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہوں میں تمہیں کسی بھی قیمت پر کھونا نہیں چاہتا اسی لیے چاہتا ہوں کہ اپنے اس رشتے کو کوئی نام دے دوں تاکہ بے فکر ہو کر اپنی پڑھائی اور کیریئر پر توجہ دے سکوں، ابھی تو تمہیں کھو دینے کا خوف مجھے بہت ڈسٹرب رکھتا ہے۔" اس کے اس طرح کے اظہار پر سونیا کو سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا کہے ایک ایسا انسان جسے آپ خود بھی پسند کرتے ہوں اس کا دل توڑنا آسان تو نہیں ہوتا مگر سونیا کو یہ کام کرنا ہی تھا۔

"آپ مجھے دیکھ کر کتنا بھی غصہ کریں لیکن اتنا تو میں جانتا ہوں کہ آپ حقیقت میں مجھے ناپسند نہیں کرتیں۔" فرحان کے کہنے پر سونیا نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا، اس کی حیرت دیکھ کر فرحان مسکرا دیا۔

"وہ محبت ہی کیا کہ جن سے محبت ہو ان کے دل اور آنکھیں نہ پڑھ سکیں اور مجھے پتا ہے کہ تم بھی میرا دل اور آنکھیں پڑھ سکتی ہو لیکن میں اس پر تمہارے اظہار اور اقرار کی مہر ثبت کروانا چاہتا ہوں میں بے یقینی اور خوف کے جنگل میں بھٹک رہا ہوں پلیز مجھے یقین کا دامن تھما کر اس تکلیف سے نجات دلا دو سونیا۔" وہ جذبات کی شدت سے مہکتے لہجے میں بولے جا رہا تھا اور سونیا کمزور پڑتی جا رہی تھی۔

"دیکھیے آپ کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار ہیں میرے دل میں آپ کے لیے ایسا کچھ بھی نہیں اور پلیز آپ بھی یہ سب ذہن سے نکال دیں کیونکہ یہ سب ممکن نہیں۔" اس سے پہلے کہ سونیا کا دل اور زبان مکمل طور پر اس کا ساتھ چھوڑ دیتے اس نے سختی سے کہنے کی کوشش کی لیکن اس کے لہجے میں چھپی اداسی اور بے تابی فرحان کی نظروں سے چھپی نہیں رہی تھی۔

"کیا میں اس انکار کی وجہ جان سکتا ہوں؟" اس کا دل کر رہا تھا اس ظالم لڑکی کو کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالے اسے کہے کہ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے کیوں اپنے اور اس کے جذبوں کا قتل کرنے پر تلی بیٹھی ہے لیکن وہ تحمل سے پوچھ رہا تھا۔

"میری فیملی اس رشتے کے لیے تیار نہیں ہوگی۔" آخر اس نے کہہ ہی دیا۔

"تم تو تیار ہو نا؟" وہ مکمل اندھیرے میں بھی امید کی کرن تلاش رہا تھا کہ اس کے پیچھے چلتے چلتے منزل کا راستہ تلاش کر سکے۔

"میرا فیصلہ ہمیشہ وہی ہوگا جو میری فیملی کا فیصلہ ہوگا۔" سونیا نے نظریں جھکاتے ہوئے اسے کسی بھی قسم کی امید کا سہارا دینے سے انکار کر دیا وہ نہیں چاہتی تھی کہ فرحان اس راستے پر مزید آگے آئے جہاں اس کے لیے کوئی خوشی نہیں ہے۔ شازیہ کی مثال اس کے سامنے تھی پھر بھلا سائرہ اس کے معاملے میں کیوں کمپرومائز کرتیں۔

"تمہاری فیملی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟"

"جتنا میں نے کہہ دیا وہ آپ کے لیے کافی ہے۔ آج بھی میں صرف رانیہ کی وجہ سے آپ سے بات کرنے کے لیے تیار ہوئی ہوں امید ہے آپ آئندہ مجھ سے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کریں گے۔" اب بھلا وہ اپنی امی کی اس بیکار سی ضد کے بارے میں کیا بتاتی اور اگر بتاتی تو پھر اس کی ساری ہسٹری بھی بتانا پڑتی اور اس طرح اپنے گھر کی باتیں کرنا اسے کبھی بھی اچھا نہیں لگا تھا۔ اپنے گھر والوں کی کمزوریاں ہم دوسروں پر کیوں ظاہر کریں؟ اس کی یہی سوچ تھی۔

"ٹھیک ہو ہی یوا گین۔" اس کی آخری بات کو خاطر میں نہ لاتا وہ اسے جتلا گیا تھا کہ وہ اس طرح پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے۔ سونیا اداسی سے وہیں بیٹھی اسے جاتا دیکھتی رہی۔

اس دن کے بعد سے رانیہ غائب تھی دو دن سے یونیورسٹی بھی نہیں آ رہی تھی اور اس کا نمبر بھی بند جا رہا تھا سونیا جو اس بات کی منتظر تھی کہ رانیہ سے اس کی ملاقات ہو اور وہ اس دن کی بات کا اس پر غصہ اتارے اب غصہ بھول کر پریشان ہونے لگی تھی۔ اس کا کئی بار دل چاہا کہ فرحان کے ڈیپارٹمنٹ جا کر رانیہ کے بارے میں پوچھ آئے لیکن کوئی خیال اسے روک لیتا اگر اس دن فرحان نے وہ سب نہیں کہا ہوتا تو شاید وہ چلی ہی جاتی لیکن اب ایک جھجک مانع تھی۔ فرحان کو انکار کرنے کے بعد اس کا اپنا دل بے پناہ اداس تھا وہ کئی بار گھر والوں سے چھپ کر رو بھی چکی تھی، رانیہ کی بے رخی الگ پریشان کیے ہوئے تھی۔

❁.....❁.....❁

"سونیا تیار ہو جاؤ، تمہیں میرے ساتھ بانو آپا کے گھر جانا ہے۔" وہ بہت بیزار سی بیٹھی ٹی وی کے چینل بدل رہی تھی جب سائرہ مصروف سے انداز میں کہہ کر واپس پلٹ گئیں۔ آج سنڈے تھا اور وہ سوچ رہی تھی شاید کل رانیہ یونیورسٹی آ جائے۔

"امی میرا کہیں جانے کا موڈ نہیں ہو رہا اور پھر میری اسائنمنٹ بھی ہے آپ کسی اور کے ساتھ چلی جائیں پلیز۔" اس کا واقعی کہیں جانے کا موڈ نہیں ہو رہا تھا عجب بیزاری و بے کیفی کا موسم دل پر اترا ہوا تھا۔

"علی گھر پر نہیں ہے۔ تمہارے ابو کے ایک دوست نے آنا ہے، شازیہ اور نازیہ کو گھر میں کافی کام ہیں تو ظاہر ہے باقی تم ہی رہ جاتی ہو اور ویسے بھی اتنے دن سے تم کہیں گئی بھی نہیں اس لیے بھی بیزاری محسوس ہو رہی ہے، گھر سے باہر نکلو گی کسی سے ملو جلو گی تو اچھا محسوس کرو گی۔

"لیکن امی.....؟"

"لیکن ویکن کچھ نہیں جا کر تیار ہو جاؤ تمہارے پاس پندرہ منٹ ہیں دیر سے نکلے تو واپسی میں بھی دیر ہو جائے گی۔" اس نے کچھ کہنا چاہا مگر سائرہ بیگم نے اس کی بات کاٹ کر حکم صادر کر دیا وہ منہ بناتی تیار ہونے چل دی اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔

بانو آپا سائرہ کی کزن تھیں عمر میں ان سے بڑی تھیں لیکن وہ بچپن سے ہی ان کے کافی قریب تھیں بانو آپا بھی سائرہ کو بڑی بہنوں کی طرح چاہتی تھیں۔ جب بھی کوئی پریشانی ہوتی اور انہیں ایک بہن کی ضرورت محسوس ہوتی تو وہ بانو آپا سے ہی رابطہ کرتی تھیں۔

وہ لوگ بانو آپا کے گھر پہنچے تو وہ ہمیشہ کی طرح بہت محبت سے ملیں۔ بانو آپا کی سب سے چھوٹی بیٹی ناجیہ سونیا کی ہم عمر تھی وہ سونیا کو اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لے آئی اور اس سے باتیں کرتی رہی۔ آج پہلی بار سونیا کو ناجیہ کا باتونی ہونا بہت اچھا لگ رہا تھا کیونکہ اسے بولنا نہیں پڑ رہا تھا بلکہ ناجیہ خود ہی ایک کے بعد دوسری بات شروع کرتی جا رہی تھی کافی دیر گزر گئی تھی ابھی تک امی نے واپسی کا نہیں کہا تھا ادھر وہ جب بھی اٹھنے لگتی ناجیہ اسے بٹھا لیتی تبھی ناجیہ کے فون پر ٹیبل ہوئی نمبر دیکھ کر وہ مسکرانے لگی سونیا سمجھ گئی کہ فون عرفان کا ہے جو کہ ناجیہ کا منگیتر تھا، اگر چہ ناجیہ نے بہت کہا کہ وہ بعد میں فون سن لے گی مگر سونیا اس موقع سے فائدہ اٹھا لینا چاہتی تھی اسی لیے وہ اسے۔

"ابھی آتی ہوں۔" کہہ کر کمرے سے نکل آئی۔

"اپنے ماضی کے دکھوں کا سایہ اپنے بچوں کے حال کی خوشیوں پر نہ پڑنے دو سائرہ میں تمہیں پہلے بھی کئی بار سمجھا چکی ہوں آج پھر کہتی ہوں ماضی سے نکل آؤ لوگوں کو ایک ہی انداز اور سوچ کے ساتھ دیکھنا چھوڑو اور مثبت سوچ اپناؤ سب لوگ ایک سے نہیں ہوتے، ضروری نہیں جو تمہارے ساتھ ہوا وہ آگے تمہاری بیٹیوں کے ساتھ ہو زمانہ بدل گیا ہے سائرہ۔" وہ بانو خالہ کے کمرے کے باہر پہنچی تو اندر سے آتی ان کی آواز سن کر غیر ارادی طور پر رک گئی اور دل ہی دل میں دعا مانگنے لگی کہ کاش آج تو امی کے دل پر بانو خالہ کی بات کا اثر ہو ہی جائے۔

"نور علی کے بارے میں کیا کہتی ہو؟"

"دیکھو جس طرح تم سوچتی ہو اسی طرح وہ لوگ بھی سوچتے ہوں گے اور علی نے تمہیں ہمیشہ یہی بات کہتے سنا ہے اس لیے اس کے لیے اس میں کوئی برائی نہیں ہے جب تم اپنی سوچ بدلو گی تو وہ بھی سمجھ جائے گا علی بہت سمجھدار بچہ ہے تم فکر مت کرو میں خود اس سے بات کروں گی۔" سونیا کی سمجھ میں بالکل نہیں آیا کہ علی بھائی کا یہاں

کیا ذکر اچانک اسے خیال آیا کہ گھر کے کسی ملازم یا گھر کے فرد نے اسے اس طرح کھڑے دیکھا تو کیا سوچے گا اسی خیال سے وہ فوراً کمرے میں داخل ہو گئی۔

"امی چلیں کافی دیر ہو گئی ہے۔"

"کیوں بھئی کیا جلدی ہے آرام سے رات کا کھانا کھا کر جانا۔"

"نہیں آپا کھانا پھر کبھی آج ذرا جلدی میں ہوں ابھی اجازت دیں۔" بانو آپا کے کافی اصرار پر بھی وہ اٹھ کھڑی ہوئیں تو سونیا نے دل ہی دل میں شکر منایا۔

واپسی کے سفر میں سائرہ بیگم کسی گہری سوچ میں کھوئی ہوئی تھیں سونیا بھی اپنی سوچوں میں مگن بے دھیانی سے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی تبھی ایک بورڈ کو دیکھ کر چونک گئی۔

"ارے رانیہ کا گھر بھی تو اسی جگہ ہے۔" اس کا ذہن مکمل طور پر الرٹ ہو گیا۔

"امی یہاں قریب ہی رانیہ کا گھر ہے وہ کئی دن سے یونیورسٹی نہیں آ رہی اور فون پر بھی رابطہ نہیں ہو رہا اگر آپ مناسب سمجھیں تو پلیز ہم ان کی طرف ہوتے چلیں مجھے پریشانی ہو رہی ہے کہ کہیں وہ بیمار نہ ہو گئی ہو۔" وہ بے ارادہ سائرہ بیگم سے کہہ گئی۔

"ایڈریس یاد ہے تمہیں؟"

"ایڈریس تو نہیں یاد مگر اس کے ابو کافی مشہور ڈاکٹر ہیں اور گھر کے ساتھ ہی ان کا ہاسپٹل بھی ہے یقیناً کسی سے پوچھنے پر ان کے گھر کا پتا چل جائے گا۔"

"چلو ٹھیک ہے ڈرائیور کو سمجھا دو پوچھ لے کسی سے۔" سائرہ کے کہنے پر وہ ڈرائیور کو سمجھانے لگی کچھ ہی دیر بعد ان کی گاڑی رانیہ کے گھر کے سامنے کھڑی تھی۔

❁.....❁.....❁

رانیہ اسے اس طرح اچانک اپنے گھر پر دیکھ کر بہت خوش تھی۔ رانیہ کی امی اور باقی لوگ بھی ان سے بہت اچھے سے ملے سونیا سے ان کا غائبانہ تعارف تھا۔ سائرہ کو باتوں میں لگا دیکھ کر رانیہ سونیا کو اپنا کمرا دکھانے لے گئی۔

"سچ میں تمہیں بتا نہیں سکتی کہ میں تمہارے آنے پر کتنی خوش ہوں۔" رانیہ کو شاید الفاظ نہیں مل رہے تھے کہ وہ کیسے اپنی خوشی کا اظہار کرے۔

"لیکن میں تم سے بہت زیادہ ناراض ہوں حد ہوتی ہے بنا بتائے چھٹی کر لی اور فون آف جا رہا ہے تمہارا، جانتی ہو میں کتنا پریشان رہی ہوں۔"

"آئم سوری ڈیئر لیکن اس روز واپسی پر میرا موبائل کہیں کھو گیا اور گھر پہنچنے پر پتا چلا کہ یونیورسٹی سے واپسی پر فرحان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے تم تو جانتی ہو وہ میرا کتنا اچھا دوست ہے اور پھر ہماری فیملی بھی کتنا کلوز ہے ایک دوسرے سے اس لیے میں یونیورسٹی بھی نہیں آ سکی اور تمہارا نمبر مجھے یاد نہیں تھا اس لیے فون بھی نہ کر سکی۔ ڈونٹ وری وہ اب ٹھیک ہے۔" فرحان کے ایکسیڈنٹ کے بارے میں سن کر سونیا کے زرد پڑتے چہرے کو دیکھ کر رانیہ نے اسے تسلی دی،

"چلو نیچے چلتے ہیں آنٹی بھی کیا سوچیں گی کہ وہ پہلی بار گھر آئی ہیں اور میں ان کے پاس بھی نہیں بیٹھی۔" وہ گم صم کھڑی سونیا کا ہاتھ تھامے اسے نیچے لے آئی۔ وہ دونوں نیچے آئیں تو وہاں ایک اور خاتون کو موجود پایا۔

"فرحان کی مما۔" رانیہ نے اس کے کان میں سرگوشی کی سونیا کے سلام کرنے پر انہوں نے جس طرح اسے پیار کیا اس سے سونیا کو شبہ ہوا کہ وہ اس کے بارے میں فرحان کی سوچ سے واقف ہیں۔ اس خیال سے ہی وہ گھبرا سی گئی، ادھر فرحان کی مما اتنی سی دیر میں سائرہ بیگم پر جانے کیا پڑھ کر پھونک چکی تھیں کہ وہ پرانی سہیلیوں کی طرح ان سے باتوں میں لگی تھیں اور آخر ان کے اصرار پر ان کے گھر چلنے کو بھی راضی ہو گئی تھیں۔ فرحان کے گھر جانے کا سوچ کر اس کا سامنا کرنے کا سوچ کر سونیا کا دل عجیب انداز میں دھڑکنے لگا۔

"پتا نہیں وہ مجھے اس طرح اپنے گھر میں دیکھ کر کیا سوچے گا۔ امی کو بھی پتا نہیں کیا ہو گیا ہے اس طرح جانے کو تیار ہو گئی ہیں۔" وہ انہی سوچوں میں گھری ہوئی تھی جب رانیہ کی امی کو خدا حافظ کہتی اور اپنے گھر آنے کی دعوت دیتیں سائرہ فرحان کی مما کے ساتھ باہر جانے کو مڑیں۔ وہ بھی سب کو الوداع کہتی ان کے پیچھے تھی لیکن رانیہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے ہوئے تھی اس لیے رانیہ کو بھی اس کے ساتھ ہی جانا پڑا۔

فرحان انہیں ٹی وی لاؤنج میں ہی بیٹھا مل گیا۔ ایک بازو پر پلاسٹر تھا جبکہ ماتھے پر بھی پٹی بندھی ہوئی تھی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ وہ خاصا کمزور اور اداس لگ رہا تھا۔ سونیا کو اسے اس حال میں دیکھنا بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا اس نے تو فرحان کو ہمیشہ بِک سِک سے تیار اور ہنستے مسکراتے ہی دیکھا تھا اس کے دل کو تکلیف ہو رہی تھی۔

"فرحان بیٹا! ان سے ملو یہ سائرہ ہیں، سونیا کی مما۔" وہ جانے کن سوچوں میں کھویا ہوا تھا اپنی مما کی آواز پر چونک کر ان کی طرف متوجہ ہوا۔ سونیا کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں دھیروں جگنو اتر آئے وہ تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس طرح اس کے گھر بھی آ سکتی ہے۔

سائرہ بیگم کو دیکھ کر وہ بے اختیار احترام میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے آپ بیٹھو بیٹا۔" سلام کا جواب دیتی سائرہ بڑے پیار سے فرحان سے مخاطب تھیں۔ آج وہ سونیا کو ہمیشہ سے بہت مختلف مگر اچھی لگ رہی تھیں۔ وہ سب وہیں بیٹھ گئے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں تھوڑی دیر میں فرحان کی چچی اور تائی وغیرہ بھی ان کے پورشن میں مہمانوں سے ملنے آئیں وہ سب کزن نہیں بلکہ بہن بھائیوں کی طرح لگ رہے تھے۔ فرحان کی مما تو سارا ٹائم ان کے پاس ہی بیٹھی رہی تھیں۔ گھر کے باقی لوگوں نے اتنی سی دیر میں ان کی تواضع کا اچھا خاصا اہتمام کر ڈالا تھا۔ ان کی فیملی کو دیکھ کر سائرہ بار بار اپنے ماضی میں کھو رہی تھیں کتنے مختلف تھے یہ لوگ ان کے سسرال سے شاید بانو آپا کی تازہ تازہ نصیحتوں کا بھی اثر تھا اور ان لوگوں کے خلوص بھرے رویئے کا بھی۔

"بہت اچھے لوگ ہیں۔" ان کے تبصرے پر سونیا خاموش رہی تھی البتہ واپسی پر سائرہ بہت خوشگوار موڈ میں تھیں۔

☆☆☆☆

"علی بھائی گھر سے کچھ زیادہ ہی باہر نہیں رہنے لگ گئے۔ بہت دن سے کھانے پر بھی نہیں ملتے۔" کچھ دن سے وہ یہ سب نوٹ کر رہی تھی آج شازیہ سے کہہ بیٹھی۔

"تمہیں تو پتا ہے اپنے بات منوانے کے لیے وہ ہمیشہ ناراضگی دکھاتا ہے۔"

"اب کونسی بات منوانا چاہتے ہیں وہ؟" سونیا بک سائیڈ پر رکھ کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔ شازیہ نے اسے اس طرح دیکھا جیسے کہہ رہی ہو تم واقعی اتنی انجان ہو۔

"آپی بتاؤ نا پلیز مجھے سچ میں کچھ نہیں پتا۔" پچھلے کتنے دن سے وہ اپنی زندگی میں اس قدر الجھی ہوئی تھی کہ گھر سے کیا اپنی ذات سے بھی بے پرواہ ہی تھی۔

"علی شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"ارے واہ یہ تو بہت اچھی خبر ہے امی کو کیا اعتراض ہے؟" علی کی شادی کا سن کر وہ ایک دم سے ایکسائیٹڈ ہوگئی ہر بہن کی طرح اس کے دل میں بھی اپنے بھائی کی شادی کے لیے بڑی آرزوئیں تھیں۔

"اعتراض امی کو نہیں بلکہ ان لوگوں کو ہے" شازیہ کے لہجے میں کوئی ایکسائیٹمنٹ نہیں تھی۔ سونیا کو تھوڑا برا بھی لگا۔

"وہ چاہتے ہیں کہ شادی کے بعد علی ان کی بیٹی کے ساتھ الگ گھر میں رہے ان کی بیٹی سسرال میں یعنی ہم لوگوں کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی اور اس سوچ میں علی بھی اس کے ساتھ ہے کیونکہ وہ اس لڑکی کے سوا کسی سے شادی کو تیار نہیں۔" شازیہ کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"اوہ۔" اسے اس دن بانو خالہ کے گھر علی کے متعلق ہونے والی باتوں کی مکمل طور پر سمجھ آگئی تھی۔

"مگر وہ لوگ ایسی فضول ضد کیوں کر رہے ہیں؟" سونیا کے سوال کے جواب میں شازیہ استہزائیہ ہنسی کے ساتھ اسے دیکھتی کمرے سے نکل گئی۔

گھر میں کشیدگی اتنی زیادہ بڑھ چکی تھی کہ اس کا گھر جانے کا دل ہی نہیں کرتا تھا۔ شازیہ اور نازیہ اپنی ٹینشن میں رہتیں امی کو علی کا فیصلہ کھائے جا رہا تھا اور دوسری طرف علی تھا کہ بالکل ہی لحاظ بھول بیٹھا تھا۔

"علی تم ہمارے اکلوتے بیٹے ہوئے ہمارے بڑھاپے کا سہارا عمر بھر کی کمائی ہو تم ہماری اس طرح کیسے چھوڑ کر جا سکتے ہو ہمیں وہ بھی صرف ایک لڑکی کے لیے۔" کل رات ہی امی علی سے کہہ رہی تھیں۔

"امی جی آپ بھی تو اپنی بیٹیوں کے لیے ایسا ہی سوچتی ہیں وہ لڑکے بھی تو کسی کے بیٹے ہیں۔ ان کے ماں باپ بھی تو ان کے بغیر رہیں گے بڑھاپے میں، اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ چلا جاؤں گا تو کونسی قیامت آجائے گی۔" علی بغیر کسی لحاظ کے کہہ رہا تھا اس کے بعد کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی کئی لمحے خاموشی کے گزرے پھر علی بھائی امی کے کمرے سے اپنے کمرے کی طرف جاتے نظر آئے۔ سونیا نے دروازے کی اوٹ سے دیکھا امی سر جھکائے بیٹھی تھیں ان کے گالوں پر آنسو بہہ رہے تھے شاید انہیں یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ ان کا لاڈلا بیٹا انہیں یہ سب کہہ گیا ہے۔ اس کا دل چاہا امی کے پاس جائے لیکن شاید ان کے لیے یہ ضروری تھا کہ کچھ ٹائم تنہائی میں بیٹھ کر سوچیں اس لیے وہ دل کڑا کر کے پلٹ گئی۔

"یہ سب سچ سہی لیکن پھر بھی علی بھائی کو امی سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔" اس نے غصے سے سوچا۔

"وہ اس وقت بھی یہی کچھ سوچ رہی تھی جب رانیہ نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرا کر اپنی طرف متوجہ کیا۔

"ہیلو میڈم کہاں گم ہو؟ میں کب سے بولے جا رہی ہوں تم جواب ہی نہیں دے رہی۔"

"کچھ نہیں یار بس پیپرز کا سوچ رہی تھی پڑھنے کا ذرا بھی موڈ نہیں بنتا لگتا ہے اس بار کی پوزیشن گئی ہاتھ سے۔"

"ارے نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں پوزیشن تو تمہیں ہی ملے گی آخر اتنی عالم فاضل دوست ہے میری ہاں میرا سر عاصم کا پیپر ضرور تیار کروا دو پلیز اللہ تمہیں اجر دے گا۔"

"اور تم کیا دو گی؟"

"دعائیں وِد ٹریٹ اور کیا۔" سونیا نہ صرف رانیہ کی توجہ اپنی

طرف سے ہٹانے میں کامیاب ہوگئی تھی بلکہ اس کی الٹی سیدھی باتوں سے خود بھی وقتی طور پر بہل گئی تھی۔

۞......۞......۞

آج کی صبح بہت ساری حیرتیں اپنے دامن میں سمیٹ کر لائی تھی۔

"آج شام حماد کے گھر والے شازیہ کو انگوٹھی پہنانے آرہے ہیں۔" سائرہ بیگم نے ناشتے کی ٹیبل پر جیسے دھماکہ کیا تھا کچھ دن پہلے ہی تو سائرہ نے نوری بی کو ان لوگوں کو انکار کرنے کا کہہ دیا تھا۔ تم سب لوگ ضروری تیاری کر لو اور نازیہ اور سونیا تم لوگ آج یونیورسٹی نہ جاؤ اور دوپہر میں شازیہ کو پارلر لے جانا اور علی تم آج آفس سے چھٹی کر لو یا ہاف لیو لے لو۔" سائرہ ان سب کی حیرت اور سوالیہ نظروں کو نظر انداز کرتیں بڑے اطمینان سے ناشتہ کر رہی تھیں۔ کسی نے ان سے کچھ نہیں پوچھا تھا گھر میں اچانک ہی ایک خوشگوار سی ہلچل مچ گئی ٹائم بہت کم تھا اور کام بہت زیادہ۔ اسی شام ایک سادہ سی پر وقار تقریب میں شازیہ کو حماد کے نام کی انگوٹھی پہنا دی گئی سب بہت خوش تھے۔ شازیہ کا کھلا کھلا روپ بہت ہی خوبصورت لگ رہا تھا۔ سائرہ بیگم مسکرا رہی تھیں لیکن ان کی آنکھوں میں چھپے خدشے اور اداسی سونیا کو بخوبی دکھائی دے رہی تھی۔

"ان شاء اللہ سب ٹھیک ہوگا امی۔"

"ان شاء اللہ۔" وہ ان کا گال چومتی ہوئی پیار سے بولی تو سائرہ اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے مسکرا دیں۔

۞......۞......۞

"سونیا بیٹا کھانا کھا کر ذرا میرے کمرے میں آؤ۔" وہ کالج سے گھر آکر منہ ہاتھ دھو رہی تھی تبھی سائرہ نے اسے کہا۔

"وہ اثبات میں جواب دیتی یہ سوچتی کچن کی طرف چل دی کہ یہ خصوصی بلاوا کس لیے؟"

"کھا لیا کھانا؟"

"جی۔" وہ جواب دیتی ان کے پاس بیڈ پر آبیٹھی۔ بیٹا تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے میں چاہتی ہوں کہ تم کھل کر اپنی رائے کا اظہار کرو تاکہ مجھے فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔" سائرہ کی اس تمہید پر سونیا خاموشی سے ان کی طرف دیکھنے لگی لیکن اس کی آنکھوں میں واضح الجھن تھی۔ جیسا کہ تمہیں پتا ہی ہے علی بھی شادی کرنا چاہ رہا ہے اور شازیہ کا رشتہ بھی طے ہو چکا ہے۔ ویسے تو میرا ارادہ تھا کہ تمہاری اور نازیہ کی شادی کا فیصلہ تم لوگوں کے ماسٹرز مکمل ہونے کے بعد کروں لیکن اب یہ سوچتی ہوں کہ اچھا رشتہ آئے تو ٹھکرانا ناشکری ہے۔" سونیا دم سادھے انہیں سن رہی تھی آگے وہ نہ جانے کیا سنانے جا رہی تھیں۔

"نازیہ کے لیے میں فراز لوگوں کی طرف ہاں کرنے کا سوچ رہی ہوں۔" انہوں نے ایک رشتے کا حوالہ دیا جنہوں نے ایک تقریب میں نازیہ کو دیکھا تھا اور اس دن سے نازیہ کو بہو بنانے کو بے چین تھے۔

"وہ تمہاری دوست کی پڑوس والی جو آنٹی ہیں نا پچھلے ہفتے وہ آئی تھیں اپنے بیٹے فرحان کے لیے تمہارا ہاتھ مانگنے۔" امی کے انکشاف پر بے اختیار اس کی نظریں جھک گئیں دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔

"میں نے ان سے سوچنے کے لیے کچھ مہلت مانگی تھی۔ تمہارے ابو نے تو فرحان اور اس کی فیملی کے متعلق ہر طرح سے تسلی کر لی ہے علی بھی مطمئن ہے، مجھے بھی وہ لوگ کافی اچھے اور سلجھے ہوئے لگے تھے لیکن بیٹا زندگی تمہیں گزارنی ہے اس لیے تمہاری رضامندی ضروری ہے جیسے تم کہو گی ویسے کر لیں گے بے فکر ہو کر بات کرو تم پر کسی قسم کا کوئی دباؤ نہیں۔" سائرہ بہت تھکی ہوئی لگ رہی تھیں جب سے علی نے اس نے ان سے اس انداز میں بات کی تھی انہوں نے یہی انداز اپنا لیا تھا شاید ان کے لیے اپنی اہمیت کا احساس ختم ہو گیا تھا نہ جانے وہ کس کیفیت سے گزر رہی تھیں امی کے اس انداز پر بلاوجہ ہی اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"امی میرے لیے آپ سے بہتر فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا میں خود بھی نہیں، آپ جیسا چاہیں کریں مجھے وہی قبول ہوگا۔" وہ بے اختیار اپنی ماں کے گلے لگی کہہ رہی تھی۔ سائرہ بھی آنسو ضبط کرتی اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہی تھیں۔

سب کچھ اچانک ہو گیا تھا سونیا کو تو اب تک سب کچھ خواب لگ رہا تھا فرحان کی فیملی کا آنا رشتہ طے ہونا منگنی ہونا دو دن ہو چکے تھے وہ ابھی بھی بے یقینی سے اپنے دائیں ہاتھ کی دوسری انگلی کو چھو کر اس میں فرحان کے نام کی انگوٹھی کی موجودگی کا احساس کر کے خود کو یقین دلاتی کہ جو بات ناممکن تھی وہ ممکن ہو گئی ہے۔ وہ خوش تھی بہت خوش گھر میں سب بہت خوش تھے سائرہ بھی ہنستی مسکراتی نظر آتی تھیں لیکن علی سے اب بھی کم سے کم بات کرتی تھیں۔

"علی...... اس لڑکی کے گھر کب جانا ہے؟" جی کس لڑکی کے گھر؟"

"جس سے تم شادی کرنا چاہتے ہو میں چاہتی ہوں کہ جلد از جلد تمہارے فرض سے بھی فارغ ہو جاؤں ان سے بات کرو اور ایک دو دن میں آنے کا بھی کہہ دو۔" اس وقت سب ہی لاؤنج میں موجود تھے جب امی علی سے مخاطب ہوئیں مخاطب علی سے تھیں لیکن نظریں

ٹی وی تھیں جہاں کوئی ٹاک شو آرہا تھا۔ علی ان کے قدموں میں آبیٹھا اور پیار سے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"کیا ایسے موڈ میں جائیں گی اپنی ہونے والی بہو دیکھنے؟" علی کے کہنے پر سائرہ نے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا ہوا ہے میرے موڈ کو اور اگر کچھ ہو بھی تو تمہیں اس بارے میں کوئی فکر نہیں ہونی چاہیے مجھے جلد از جلد تمہاری شادی کرنی ہے بس۔" وہ اسی روٹھے لہجے میں بولیں۔

"میری شادی کی اتنی جلدی کیوں ہوگئی ہے رہ لیں گی میرے بغیر؟"

"ظالم ماں کہلانے سے تو بہتر ہی ہے نا کہ بیٹے کی دوری برداشت کرلوں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی سائرہ کا لہجہ بھیگ گیا تو علی تڑپ کر ان کے ہاتھ چومنے لگا۔

"امی میری پیاری امی! مجھے معاف کردیں پلیز میں نے آپ کا بہت دل دکھایا ہے میں کبھی بھی آپ کو چھوڑ کر جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔" وہ ان کی گود میں سر رکھے لاڈ سے کہہ رہا تھا۔

"لیکن اس دن تو تم......؟"

"بکواس کر رہا تھا اس دن میں امی میں صرف آپ کو یہ احساس دلانا چاہتا تھا کہ آپ کی ضد غلط ہے اس ضد کی وجہ سے نا صرف آپ پریشان تھیں بلکہ سب کی زندگیاں ڈسٹرب ہو رہی تھیں بس آپ کو اسی بات کا احساس دلانے کے لیے اور آپ سے جلدی جلدی یہ فیصلے کروانے کے لیے میں نے یہ سارا ڈرامہ کیا تھا۔ وہ شرمندہ سا سر جھکائے بولتا سائرہ کو بہت پیارا اور معصوم سا لگا۔

"اور وہ لڑکی......؟"

"ہاں وہ سمیعہ امی جی وہ تو بے چاری بہت پریشان ہے میرے اس ڈرامے سے میں نے اس کا نام بھی استعمال کیا ہے سچ میں امی وہ بہت اچھی ہے وہ لوگ تو خود جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہتے ہیں اور وہ تو کبھی اکیلے رہنے کا سوچتی بھی نہیں ہے وہ سب میں نے اپنی طرف سے کہا تھا اس کا اس میں کوئی قصور نہیں۔

"خیر قصور تو اس کا ہے۔" سائرہ سخت لہجے میں بولیں تو علی کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔

"اس کا قصور یہ ہے کہ میرے اتنے پیارے لاڈلے بیٹے کو مجھ سے چرا لیا ہے اس نے۔" سائرہ نے مسکرا کر کہا تو سب ہی ہنس پڑے۔ سائرہ نے ایک نظر اپنے بچوں پر ڈالی سب ہی بہت خوش اور مطمئن لگ رہے تھے۔ انہوں نے بے ساختہ علی کی پیشانی پر پیار کی مہر ثبت کردی ان کے بیٹے نے واقعی ان کی غلطی سدھار دی تھی۔

۞......۞......۞

وہ دونوں کلاس لے کر نکلیں تو فرحان ان کے ہی انتظار میں کھڑا تھا۔

"لو جی آگیا آپ کا جوکر۔"

"ایسے تو مت کہو۔"

"اچھا جی تو کیسے کہوں؟" وہ دونوں ہنس پڑیں۔ "خدایا خیر پڑوسن! یہ میری گناہگار آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں میں تمہارے ڈیپارٹمنٹ میں آیا ہوا ہوں نہ آندھی نا طوفان اس قدر خوشگوار موسم اف میرا تو دل گھبرانے لگا ہے۔" سونیا کے خوشگوار موڈ پر چھیڑتے ہوئے اس نے اوور ایکٹنگ کی انتہا کردی۔

"تم یہاں کس لیے آئے ہو؟" رانیہ کے کسی سخت ٹیچر کے لہجے میں پوچھنے پر سونیا زیرلب مسکرانے لگی۔

"جی میڈم بات دراصل یہ ہے کہ مابدولت کی نئی نئی منگنی ہوئی ہے تو سوچا کیوں نا چھوٹی موٹی ڈیٹ مار کر یہ حسرت بھی پوری کرلی جائے۔"

"اپنی حسرتوں سمیت یہاں سے تشریف لے جایئے فرحان صاحب۔"

"ٹھیک ہے محترمہ رانیہ صاحبہ میں تشریف لے جاتا ہوں لیکن جب آپ کو حسن کے لیے کوئی گفٹ خریدنا ہو کارڈ پر لکھنے کے لیے کوئی شاعری چاہیے ہو یا ایسا ہی کوئی اور مشورہ تو برائے مہربانی میرے پاس تشریف مت لایئے گا۔" وہ بھی مزے سے بلیک میلنگ پر اتر آیا۔

"بہت بدتمیز ہو تم' خیر میں لائبریری جارہی ہوں صرف دس منٹ کے لیے تم سونیا سے بات کرسکتے ہو اس کے بعد میں بھی تم لوگوں کے پاس آجاؤں گی سمجھے۔"

"جی بالکل سمجھ گیا اب آپ جائیں گی پلیز۔"

"کتنے مطلبی ہو تم۔"

"بس جی پڑوسیوں پہ گیا ہوں۔" اس کے برجستہ جواب پر سونیا کو ہنسی آگئی رانیہ بھی مصنوعی غصے سے گھورتی لائبریری کی طرف چل پڑی۔

"آیئے......!" وہ دونوں یونیورسٹی کی سڑک پر ساتھ ساتھ چلنے لگے فرحان کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتے ہوئے سونیا کو محسوس ہو رہا تھا جیسے اس سے بہتر راہ گزر اور ہم سفر کوئی بھی نہیں ہوسکتا۔ شاید اس وقت فرحان بھی کچھ ایسا ہی کچھ سوچ رہا تھا ساتھ چلتے چلتے دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا نظریں ملیں اور دونوں مسکرا دیے زندگی بھی مسکراتے ہوئے ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔

مجھے حکم اذان

ام مریم

قسط نمبر 5

غم کے بھروسے کیا کچھ چھوڑا کیا اب تم سے بیان کریں
غم بھی راس نہ آیا دل کو اور ہی کچھ سامان کریں
ایک ٹھکانہ آگے آگے پیچھے پیچھے مسافر ہے
چلتے چلتے سانس جو ٹوٹے منزل کا اعلان کریں

گزشتہ قسط کا خلاصہ

یہ کہانی نندنی گریوال سے شروع ہوتی ہے جس کا تعلق دو مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد سے ہے باپ کرسچن جبکہ ماں ہندو ہے نندی اپنی ماں کے ساتھ انڈیا میں جب کہ اس کا بھائی باپ کے ساتھ امریکا میں مقیم ہے۔ برسوں قبل امریکا میں نندنی کسی ایشین مرد سے ملتی ہے جس کی شخصیت کا سحر اس قدر اس پر طاری ہوجاتا ہے کہ وہ ہر جگہ اسے پاگلوں کی طرح تلاش کرتی رہتی ہے۔ نندنی کی ماں سریتا دیوی کے دوسرے شوہر کا بیٹا دیو نندنی کی محبت میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ سریتا دیوی نندنی کو دیو سے شادی کرنے پر مجبور کرتی ہیں جس پر نندنی دلبرداشتہ ہوکر اپنی جان لینے کی کوشش کرتی ہے۔ کہانی کا دوسرا اہم کردار عباس حیدر جس کی نسبت بچپن ہی سے اپنے چچا کی بیٹی لاریب سے طے ہے اپنی خاندانی روایات کی پاسداری نہ کرتے ہوئے شوبز جوائن کرلیتا ہے جس پر سارا خاندان اس سے قطع تعلقی اختیار کرلیتا ہے۔ عباس کے جانے کا سب سے زیادہ اثر لاریب پر ہوتا ہے وہ اندر سے ٹوٹ جاتی ہے دوسری طرف عباس اریشہ سے شادی کرلیتا ہے اس کی شادی کی خبر سن کر لاریب شدید صدمے سے دوچار ہوتی ہے اور حویلی کے خاص ملازم سکندر جو کہ گھر کے ایک فرد کی طرح ہے اسے شادی کے لیے خود پرپوز کرتی ہے سکندر لاریب کو چپکے چپکے دل میں پسند کرتا ہے اور لاریب کی ذہنی حالت اور صدمے کے آگے ہار مانتے ہوئے اس سے کورٹ میرج کرلیتا ہے لاریب عباس کو اپنی اور سکندر کی شادی کی خبر فون پر سناتی ہے جس پر وہ حسد کرنے کے بجائے مبارک باد دیتا ہے جب ہی لاریب کو شدت سے اپنی غلطی اور سکندر کی حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے جس پر وہ اپنی جان لینے کی کوشش کرتی ہے۔ کہانی کا تیسرا اہم کردار شرجیل جس کا تعلق جوائنٹ فیملی سے ہے خاندان میں اسے بے حد اہمیت حاصل ہے اس کی چچازاد علیزہ جو واجبی شخصیت کی مالک ہے۔ شرجیل کو دل ہی دل میں پسند کرنے لگتی ہے لیکن شرجیل پہلے سے ہی ایمان کو پسند کرتا ہے جس کی نسبت وقاص سے طے ہے۔ لاریب خوش قسمتی سے بچ جاتی ہے جب کہ سکندر اس کے انتہائی قدم پر ششدر رہ جاتا ہے لاریب کے گھر آنے کے بعد سکندر اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ اس کی شکل دیکھنے کی بھی روادار نہیں اور ایمان کے سامنے ہی اس پر بگڑ پڑتی ہے۔ دیو کے بار بار منع کرنے کے باوجود سریتا دیوی ایک بار پھر نندنی سے دیو کے متعلق بات کرتی ہیں جس پر شدید طیش میں آکے وہ بالکونی کی چھت سے کود جاتی ہے مگر ایک بار پھر وہ بدقسمتی سے بچ جاتی ہے۔ جس پر دیو اور سریتا دیوی شکر کا سانس لیتے ہیں۔ ڈاکٹر زینب نندنی کو پیار سے سمجھاتی ہیں نتیجتاً وہ ان کے قریب سے قریب تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ دوسری جانب عباس عریشہ کے ساتھ نئی زندگی میں مگن ہے جب کہ لاریب اپنی کی گئی حماقت پر سکندر سے مزید نفرت کرنے لگتی ہے۔ اس کی بیماری کا سن کے ایمان اور امامہ سکندر کے گھر ملنے جاتی ہیں وہ بھی نکاح نامہ لینے کی غرض سے ان کے ساتھ چلی جاتی ہے۔ نکاح نامہ نہ ملنے کے باعث وہ شدید رنج میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ سکندر کچھ دن بعد جب لاریب کو ڈراپ کرنے جاتا ہے لاریب اس سے نکاح نامہ لے کے جلا دیتی ہے جب کہ سکندر ششدر رہ جاتا ہے۔ دوسری جانب شرجیل ایمان کے گھر رشتہ بھیجتا ہے جو توقعات کے عین مطابق رد کردیا جاتا ہے جب کہ تایا جی حویلی کے دکھ رکھاؤ و دولت سے بے حد متاثر ہوتے ہیں شرجیل فراز کو ایمان کے بھاگنے کا لائحہ عمل بتاتا ہے جس پر وہ حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ عباس عریشہ کے ساتھ ہنی مون پر جانے کی تیاری کررہا ہوتا ہے جب ہی اسے باپ بننے کی خوش خبری ملتی ہے جس

پر وہ خوشی سے جھوم اٹھتا ہے جب کہ عریشہ اس کی اس قدر دیوانگی کو دیکھ کر کر جھینپ جاتی ہے۔ شرجیل تائی جی سے اپنے گمشدہ چچا اور چچی کے متعلق استفسار کرتا ہے جس پر تاؤ جی غصے سے جھوٹی کہانی سنا کے انہیں خاموش کرادیتے ہیں۔ نندنی ڈاکٹر زینب سے ملنے ان کے گھر جاتی ہے جہاں نندنی کے شوہر دینِ اسلام کے متعلق درس دے رہے ہوتے ہیں ان کی باتوں کا نندنی پر بہت اثر ہوتا ہے وہ اٹھ کر وہ جاتی ہے جس کا تذکرہ وہ ڈاکٹر زینب سے بھی کرتی ہے۔ دوسری جانب حویلی میں ایمان اور وقاص کی شادی کی تیاریاں عروج پر ہیں جب کہ ایمان شرجیل کے ساتھ اپنی آگے کی زندگی اس کے ساتھ گزارنے کا تہیہ کرتے ہوئے رات کی تاریکی میں اپنے گھر کی دہلیز پار کرجاتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

.....☆☆☆.....

"فراز تمہارا آج ایڈمیشن تھا ناں؟ کیا رہا۔" وہ مایوس و دل گرفتہ بیٹھا تھا جب ہی صالحہ نے اندر جھانک کر فراز سے پوچھا تو فراز کی جان ہی جل کر رہ گئی۔

"پہلے ایک گلاس یخ پانی پلاؤ پھر بے حد اسٹرانگ قسم کی چائے پیش کرو گی تو بتا سکتا ہوں۔" یہ بھی جان چھڑانے کا ایک طریقہ تھا وہ اچھی طرح جانتا تھا صالحہ کام کی کتنی چور ہے مگر صالحہ بھی گویا اسے حیران کرنے پہ تلی ہوئی تھی۔ فراز کی آنکھیں اس وقت پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جب وہ دس منٹ کے وقفے سے ٹرے میں اس کی دونوں مطلوبہ چیزوں کے ساتھ حاضر تھی۔

"چلو بولو اب فٹافٹ۔" ٹرے میز پر رکھنے کے بعد خود اس کے مقابل صوفے پر بیٹھ گئی۔ فراز اچھا خاصا جز بز ہوگیا تھا۔

"تم اس بات کو چھوڑو یہ بات کرو جس کے لیے یہ مشقت کاٹی ہے میری ذات میں تمہیں اتنی دلچسپی کب سے پیدا ہوگئی ہے۔" فراز کے براہ راست جملہ پر صالحہ کی کھسیاہٹ دیکھنے لائق تھی۔

"تم بہت بکواس ہو فراز!"

"تمنی اطلاع میرے لیے۔" فراز نے اطمینان سے کہتے ہوئے گلاس خالی کرکے چائے کا مگ اٹھالیا۔

"وہ فراز..... تمہیں شرجیل کا کچھ پتا ہے؟ بالکل ہی غائب ہے کتنے دنوں سے۔" سوال ثابت کرچکا تھا کہ صالحہ کی برداشت اس سے زیادہ نہیں۔ فراز کے چہرے پر معنی خیز مسکان ٹھہری۔

"میری جہاں تک معلومات ہیں وہ اپنے دوستوں کے ساتھ شکار پر گئے ہیں۔"

"کب تک آئے گا؟"

"کیوں..... تمہارا دل نہیں لگتا ان کے بغیر؟" فراز کے اکتا کر پوچھے گئے تیکھے سوال پر وہ جھینپ گئی۔

"بہت بدتمیز ہو فراز تم بھی۔" فراز نے اس کا اٹھلانا دیکھا اور حیران رہ گیا۔

"میں بدتمیز ہوں؟ ٹائم دیکھیں محترمہ! آدھی سے زیادہ رات گزر چکی اور آپ میرے کمرے میں اطمینان سے بیٹھی ہیں بھلا کون ہوا بے حجاب؟ خود فیصلہ کرو۔" وہ گویا جھلا اٹھا۔

"تم بہت....."

"بدتمیز نہیں ہوں کم از کم جائیے سو جائیے جا کر اور محترم کی فکر چھوڑ دیجیے وہ آپ کے دام میں آنے والے نہیں خوامخواہ انرجی ویسٹ کرنے کا فائدہ۔" فراز نے نخوت سے کہا اور اسی ناگوار موڈ کے ساتھ کپ پٹختا ہوا واش روم میں جا گھسا۔

❁.....❁.....❁

نیم غنودگی کی کیفیت میں لاریب نے کروٹ بدلی پھر کسمسا کر آنکھیں کھول دیں امامہ اس سے کچھ فاصلے پر تکیے میں منہ گھسیڑے سردی سے سکڑی سو رہی تھی۔ لاریب نے یونہی لیٹے لیٹے ہاتھ بڑھایا اور اس پر کمبل کھینچ دیا ایمان بیڈ پر نہیں تھی اس نے انگڑائی لے کر اٹھتے ہوئے نیم وا آنکھوں سے واش روم کی سمت دیکھا دروازہ کھلا ہوا تھا وہ لباس درست کرتی بستر سے اتر گئی۔ بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹے اس نے آگے بڑھ کر ٹیرس کا دروازہ کھولا تو دھند کے بگولوں اور سرد ہوا کے جھونکوں نے جسم میں پھریری سی دوڑا کے رکھ دی اس نے جلدی سے دروازہ بند کرتے ہوئے قدم پیچھے ہٹا لیے۔

"باجو! اتنی جلدی کیسے اٹھ گئیں؟" وہ بڑبڑائی اور انٹر کام کی سمت آکر ریسیور اٹھایا۔ ایمان کے کمرے میں رابطہ کیا مگر گھنٹیاں بجتی رہیں ایمان نے رسپانس نہیں دیا تھا۔ وہ قدرے جھنجلائی اور ریسیور رکھ کر واش روم میں چلی گئی۔ منہ ہاتھ دھو کر اسٹینڈ سے تولیہ کھینچا اور منہ پونچھتے باہر آئی تو امامہ کو بستر پر بیٹھے بچوں کی طرح دونوں آنکھیں مسلتے دیکھ کر گہرا سانس بھرا۔

"باجو کہاں ہیں؟" امامہ نے اس پر نگاہ پڑتے ہی کسلمندی سے سوال کیا۔

"انہیں ہی بلانے جارہی ہوں تم فریش ہوجاؤ پھر اکٹھے ناشتہ کرتے ہیں۔" بیڈ کے سرہانے دوپٹہ اٹھا کر کاندھے پر ڈالتی وہ اسے تسلی دیتی خود باہر نکل گئی۔ ایمان کا کمرا لائبریری کے آخری سرے

پر تھا؛ شفاف راہداری میں دھند اور سردی کا احساس غالب تھا۔ لاریب نے ناب گھما کر دباؤ ڈالا تو دروازہ بے آواز کھلتا چلا گیا۔

"باجو کہاں ہیں آپ؟" اس نے اندر قدم رکھتے ہوئے پکارا جواب ندارد تھا اور کمرا نیم تاریک۔ لاریب نے آگے بڑھ کر لائٹیں آن کی تھیں کمرا خالی تھا اور بستر بے شکن، وہ حیران سی کھڑی رہ گئی۔

"یہ باجو اتنی صبح کہاں چلی گئیں؟" اس نے خود کلامی کے انداز میں کہا اور الٹے قدموں باہر نکلی تو سب سے پہلا سامنا سکندر سے ہوا۔

"سکندر بات سنو ذرا۔" اس نے بے اختیار اسے ہی زور سے پکارا تو سکندر چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا اور رک کر سوالیہ نظروں سے اسے تکنے لگا، کیسی نظریں تھیں اس کی ہمیشہ کی طرح نرم لودیتی، گدازسی۔

"تم نے باجو کو دیکھا..... وہ اپنے کمرے میں نہیں ہیں؟"

"تو کہیں اور ہوں گی۔ لان میں یا پھر کچن میں، وہاں دیکھا؟" سکندر نے اس کی پریشانی اور اضطراب کو کچھ تحیر آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"تم لان میں دیکھ کر آؤ میں کچن کے علاوہ امامہ کے کمرے میں بھی چیک کر کے آتی ہوں۔" لاریب نے اسی تفکر سی گھبراہٹ اور تشویش زدہ انداز میں کہا اس کے لرزتے قدم کچن کے دروازے پر آ کر رکے، ملازمائیں ناشتے کی تیاری میں مصروف خوش گپیاں کر رہی تھیں اسے دیکھ کر یکدم مستعد ہو گئیں۔

"کچھ چاہیے بی بی صاحبہ؟" لاریب نے غائب دماغی کی کیفیت میں سر کو نفی میں جنبش دی اور واپس ہولی۔ جب وہ امامہ کے کمرے سے نکلی تو اس کا دماغ صحیح معنوں میں سن تھا۔

"ایمان بی بی وہاں لان میں نہیں ہیں۔" سکندر نے اسے اطلاع پہنچائی تو لاریب نے آنکھوں میں اترتے اندھیروں کو واضح محسوس کیا تھا۔

"آپ نے ان کے کمرے میں دیکھا؟" سکندر اب خود بھی بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"ہر جگہ دیکھ چکی ہوں۔" اس کی آواز بھرا گئی اور آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔

"ہو سکتا ہے جب آپ نے دیکھا ہو وہ واش روم میں ہوں، جا کہاں سکتی ہیں؟ آئیے پھر دیکھتے ہیں۔" سکندر نے رسانیت سے کہتے اسے تسلی دی تو لاریب ایک لفظ کہے بغیر وحشت زدہ دل کے ساتھ اس کے ساتھ ہولی۔ سکندر نے اندر آ کر پہلے ٹیرس اور ڈریسنگ کے کھلے دروازوں سے جھانکا پھر واش روم کا بند دروازہ تھپتھپا کر باقاعدہ آواز دی۔ دروازہ کھلتا چلا گیا۔ یہ واقعی قابل تشویش بات تھی ایمان یوں بنا اطلاع کہاں جا سکتی تھی وہ بھی اتنی صبح کہ ابھی سورج بھی پوری طرح طلوع نہیں ہوا تھا۔ لاریب تو بے جان ہوتی ٹانگوں سمیت وہیں بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی۔ اس کا رنگ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ پیلا پڑتا جا رہا تھا، کسی انہونی کا احساس اس قدر گہرا تھا جو دل کو بے دردی سے مسلتا تھا اب تو سکندر بھی اس صورت حال پر اپنے اضطراب پر کنٹرول کھوتا بے حد نروس نظر آ رہا تھا اس نے اسی بے چینی میں نظریں گھما کر کمرے کا جائزہ لیا، ہر شے سلیقے سے اپنی اپنی جگہ موجود تھی کوئی کمی بیشی تھی نہ بے ترتیبی۔ اس نے کسی خیال کے تحت آگے بڑھتے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل کی درازیں کھول کر دیکھیں، ان میں جیولری باکس، کاسمیٹکس کی چیزیں ازلی ترتیب سے نظر آئیں۔ بیڈ کے سرہانے رکتے اس نے جھک کر تکیہ اٹھایا تب اس کے ہاتھ اور نظریں اک ساتھ ساکن رہ گئی تھیں۔ تکیہ ہٹتے ہی اک تہہ شدہ کاغذ سامنے آ گیا۔ اس نے بھینچتے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ وہ کاغذ اٹھایا اس کے خدشے کی تصدیق ہو چکی تھی۔ لاریب جو الجھن آمیز نظروں سے اس کی حرکات و سکنات دیکھ رہی تھی اسے اس کاغذ کو اٹھاتے دیکھ کر لمحہ بھر کو منجمد رہ گئی۔ اگلے لمحے وہ بے حد تیزی سے اٹھی اور تقریباً جھپٹ لینے کے انداز میں اس سے وہ کاغذ کا ٹکڑا چھین لیا۔ سکندر نے اس حرکت کے جواب میں کسی قسم کا کوئی تاثر نہیں دیا۔ لاریب نے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ کاغذ کھولا اور خدشات سے لرزتی نگاہ کو بامشکل تحریر پر جمایا۔

"بابا جان! زندگی کے کسی مرحلے پر مجھے اس طرح بھی آپ سے مخاطب ہونا پڑے گا میں نے سوچا نہیں تھا۔ میں نے بہت دماغ کھپایا مگر مجھے اس سوال کا جواب نہیں مل سکا کہ اگر آپ نے اسی طرح ہمیں ہمارے بچپن میں طے کیے اپنے فیصلوں کی بھینٹ چڑھ جانا تھا تو ہمیں تعلیم کا شعور کیوں بخشا۔ کیوں زندگی کی طرف کھلنے والے دریچوں کے پٹ ہم پر وا کیے کہ ہمارے دل و دماغ فہم و فراست کی آگاہی حاصل کر کے پھر سے ناآسودگی کے بھنور میں چکراتے پھرتے ہیں۔ آپ کو شاید نہیں پتا بابا جان! آپ کے اس فیصلے کی بدولت لاریب کس قدر ناآسودہ ہے، ایک ایسا شخص جس نے میری ہر لحاظ سے مکمل اور پرفیکٹ بہن کو بغیر کسی وجہ کے ٹھکرا دیا میں اسی کے بھائی کو عمر بھر کے لیے اس اہم بندھن میں اپنا آپ کیسے سونپ دوں جس کی اطاعت اللہ نے

لازم کر دی ہو۔ پھر دل بھی تو آمادہ ہو وقاص مجھے اس حوالے سے کبھی پسند نہیں رہا۔ شرجیل میرا دوست ہے، مجھ سے محبت کا دعوے دار۔ بابا جان وہ تو جائز طریقے سے مجھے حاصل کرنے کا خواہش مند تھا مگر آپ نے ایسا نہیں ہونے دیا تو مجھے مجبوراً یہ قدم اٹھانا پڑا، میں آپ اور آپ کی حویلی کو اس لیے ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جا رہی ہوں کہ اس کی اونچی فصیلوں میں مجھے اپنا دم گھٹتا محسوس ہوتا ہے۔"

کاغذ کا پرزہ لاریب کے کانپتے ہاتھوں سے چھوٹ گیا، آنکھوں میں چھائی دھند نے آنسوؤں کی شکل اختیار کر لی ہاتھوں میں چہرا ڈھانپے وہ اتنی وحشت سے روئی کہ سکندر بوکھلاتا اسے دیکھتا رہا۔

(یہ آپ نے اچھا نہیں کیا باجو! آپ کو کیا پتا اس حویلی کا اور بابا جان کا پہلے ہی کتنا نقصان ہو چکا ہے)

سوچیں اسے پاگل بنا دینے کے درپے تھیں۔ سکندر جو کسی حد تک صورت حال سمجھ چکا تھا اس کے نزدیک آ کر جھکا اور گرا ہوا کاغذ کا پرزہ ہاتھ کی مٹھی میں بھینچ کر بوجھل قدموں سے باہر کی سمت ہولیا۔

❀......❀......❀

نظر جب اس سے ملتی تھی میں خود کو بھول جاتی تھی
بس اک دھڑکن دھڑکتی تھی میں خود کو بھول جاتی تھی
اسے ملنے سے پہلے میں بہت بنتی سنورتی تھی
مگر جب وہ سنورتا تھا میں خود کو بھول جاتی تھی
میں اکثر یہ ہی کہتی تھی میں تم سے پیار کرتی ہوں
مگر جب وہ یہ کہتا تھا میں دنیا بھول جاتی تھی

عباس حیدر اپنا پروڈکشن ہاؤس بنانے میں اس قدر مصروف تھا کہ اسے عریشہ کے لیے بھی ٹائم نکالنا مشکل ہو رہا تھا۔ رات کو بھی اتنا لیٹ آتا کہ عریشہ سو چکی ہوتی۔ عریشہ متعدد بار شکوہ کر چکی تھی وہ ہر بار آئندہ جلدی آنے کا وعدہ کرتا مگر مصروفیت یہ وعدہ ایفا نہ ہونے دے رہی تھی۔ بزنس میں عباس کو نہ تجربہ تھا نہ انٹرسٹ یہی وجہ تھی کہ اس نے اس فیلڈ کا انتخاب کیا، یوں عریشہ کی بات بھی رہ جاتی اور روزگار کا سلسلہ بھی چلتا رہتا۔ اس وقت بھی وہ بے حد مصروف تھا جب اس کے سیل پر میسج ٹون بجی پہلے تو اس نے نظر انداز کیے رکھا مگر جب ذرا فرصت نصیب ہوئی تو سیل فون نکالا۔ میسج کھولتے ہوئے وہ فریش جوس کے سپ لے رہا تھا۔ عریشہ کے نمبر سے آئی اس غزل نے اس کے عنابی ہونٹوں کی تراش میں مسکراہٹ کی الوہی کرنیں بکھیر دیں، اس نے اسی وقت عریشہ کا نمبر ڈائل کیا۔

"کہاں ہیں آپ؟" وہ چھوٹتے ہی ٹھنک کر بولی۔

"پوئٹری کی زبان میں بات کی ہے تو میرے جذبات بھی سن لو۔" وہ ہنستے ہوئے بولا اور اپنے مخصوص دلنشین لہجے میں بے حد جذب سے گویا ہوا۔

اگر تم پاس ہوتے کرم کی انتہا کرتے
تمہیں پلکوں پر رکھتے تمہیں دل میں بٹھاتے
اگر تم روٹھ جاتے تمہیں کتنا مناتے
تمہاری لغزشوں کو بھی ہنسی میں ہم اڑا دیتے
اگر اپنی خطا ہوتی تو خود کو ہی سزا دیتے
مگر یہ سب جبھی ہوتا اگر تم پاس ہوتے

"آپ کو ہری ہری سوجھ رہی ہے میں واقعی اداس ہوں۔" وہ جیسے ہی خاموش ہوا عریشہ نے منہ پھلا کر کہا۔ عباس کو جیسے دھچکا لگا۔

"بخدا یہ مذاق نہیں ہے۔" وہ صفائی دیئے بغیر نہیں رہ سکا کہ عریشہ کی خفگی جان پر ایسے ہی بنا دیتی تھی۔

"تو پھر ان فاصلوں کی وجہ عباس؟ کیوں نہیں آ جاتے میرے پاس۔" عریشہ کی آواز میں آنسوؤں کی نمی گھلنے لگی۔ اسے روتے پا کر عباس بے کل ہو۔

"اب کام کہاں کر پاؤں گا، تھوڑا سا اور انتظار، ابھی آ رہا ہوں۔" وہ اسی پل اٹھا اور عریشہ اس کا ارادہ جان کر بوکھلائی۔

"ارے ارے نہیں، پلیز دو بج رہے ہیں رات کے، شہر کے حالات پتا ہیں نا آپ کو۔"

"کچھ نہیں ہوگا مجھے میری جان! تم بلاؤ اور میں نہ آؤں، ایسے تو کبھی نہیں ہو سکتا۔" وہ بڑی ترنگ میں آ کر بولا تو عریشہ جھینپ کر ہنسنے لگی خود پر نازاں اور بے تحاشا فخر کر کے۔

"بھئی کر لیا آپ کی محبتوں اور سچائی کا یقین۔ بس آرام سے بیٹھے صبح آیئے گا۔" اس کے لہجے میں تحکمانہ پیار بھری دھونس تھی، عباس نے منہ بنا لیا۔

"ظالم لڑکی! میرے سوتے ہوئے جذبوں کو جگا کر اب پابندیاں لگانا شروع کر دیں۔" جواب میں پھر عریشہ کی کھنک دار ہنسی تھی جو عباس کے کانوں میں رس گھول رہی تھی وہ خود بھی مسکرا دیا، زندگی مکمل تھی اور بے حد حسین۔ وہ اتنا مطمئن تھا جیسے یہ زندگی ہمیشہ ایسے ہی تو رہنی ہے۔

❀......❀......❀

یخ بستہ ستون سے ٹیک لگائے موسم کی ساری تندہی اور شدت کو سہتے ہوئے جب اس نے فضا میں ابھرنے والی فجر کی

اذان کی پہلی پکار کو سنا تو جلتی ہوئی آنکھوں کو کرب آمیزی کی کیفیت میں بند کرلیا۔ ماحول میں غضب کی ٹھنڈک تھی مگر وجود کے اندر الاؤ دہک رہے تھے۔ پچھتاوا اور احساسِ زیاں مل جل کر اس کے اعصاب کو شکستہ کرچکے تھے۔ خدشات تیز دھار تلوار کی صورت سر پر لٹکے ہوئے تھے۔ بابا سائیں پر بات کھلی تو آنے والے مہمانوں کو روکنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔ حقیقت حال سے آگاہ کرنے کو جتنی بھی شرمندگی اور سبکی سے سہی مگر بابا سائیں خود گئے تھے بڑی حویلی بڑے بھائی سے معافی مانگنے مگر پلٹ کر واپس نہیں آسکے۔ تایا سائیں کو جس پل شرمندگی اور دکھ کی اتھاہ میں ڈوبے وہ صورت حال بتلا رہے تھے وقاص حیدر یک دم کتنا بپھر سا گیا تھا۔ اس نے عادت کے مطابق بے لحاظی اور گستاخی کی انتہا کرڈالی اور طنز کے نشتر چلاتے ہوئے کہا تھا۔

”کیسے مان لوں میں کہ وہ آپ کی ایما کے بغیر اتنا بڑا اقدم اٹھا سکتی ہے چاچا سائیں! چلیں مان بھی لیں کہ ایسا ہوا ہے تو بھی اس میں سب سے زیادہ قصوروار آپ ہی ہیں۔ منع بھی کیا تھا آپ کو اتنی آزادی دینے سے، تب آپ کو میری باتیں بُری لگتی تھیں اکیلی جاتی تھی نا گاڑی میں یونیورسٹی پڑھنے، وہیں کسی کے ساتھ سازباز کرلی تو کیا حیرت۔ آپ نے انہیں یہ کھیل رچانے کو پورا ماحول فراہم کیا تھا۔“ باپ کے درمیان میں جھڑکنے ٹوکنے کو خاطر میں لائے بغیر وہ اپنی بھڑاس طیش زدہ انداز میں نکالتا رہا اور غم کی شدت سے پہلے سے نڈھال بابا سائیں شرمندگی کے اس مقام پر آکے دل کے آگے تمام ہمتیں ہار گئے۔ انہیں پہلا اٹیک ہی بہت شدید قسم کا ہوا تھا، سکندر وہیں سے انہیں شہر کے اسپتال لے کر بھاگا تھا تو تایا سائیں بھی ساتھ ہی روانہ ہوئے تھے۔ سکندر نے اسپتال پہنچ کر فون پر بہت مختصر سے انداز میں بابا سائیں کی خرابی طبیعت کی اطلاع کے بعد فون بند کردیا تھا ادھر سے کچھ سنے بغیر ہی اور پہلے سے مضطرب پشیمان اور بے قرار لاریب پر جیسے صحیح معنوں میں قیامت ٹوٹ پڑی تھی اس کے بعد اس کی انگلیاں سکندر کا نمبر ڈائل کرتیں شل ہونے لگی تھیں۔ حویلی کے در و دیوار پر جیسے شام غم نے اتر کر ڈیرے جمالیے۔ امامہ کو پتا چلا تو اس نے باقاعدہ رو رو کر خود کو ہلکان کر رکھا تھا۔ حیرت تو لاریب کو اپنے اعصاب پر تھی، جو پے درپے پڑنے والے غموں کے بعد بھی کام کرنا نہیں چھوڑ رہے تھے حالانکہ وہ ہمیشہ سے سب سے نازک مزاج رہی تھی۔

”اب کیا ہوگا بجو! بابا جان ٹھیک تو ہوجائیں گے نا؟“ امامہ کی آنکھوں میں ہر لحظہ ہراس کا اک نیا رنگ اتر رہا تھا۔ وہ آنکھیں جو ازلی بے فکر اور رنج و غم سے ناآشنا تھیں ان میں اضطراب کروٹیں لیتا اور آنسو ڈیرا ڈال چکے تھے۔

”تم فکر نہیں کرو امامہ! بابا جان بالکل ٹھیک ہوجائیں گے، مجھے یقین ہے اللہ پر۔ وہ اپنے بندوں کو ان کی بساط سے بڑھ کر کبھی نہیں آزماتا۔ وہ جانتا ہے اچھی طرح ہم اتنے دکھوں کا بار ایک ساتھ نہیں اٹھا سکتے۔“ اس نے امامہ کو اپنی آغوش میں سمیٹتے ہوئے ہمت بندھائی۔ وہ جیسے یکلخت بڑی ہوگئی تھی۔ اتنی بڑی اتنی پختہ کہ جیسے لمحوں میں عمر کے کئی برس کی سیڑھیاں پھلانگ گئی ہو۔

”باجو کیوں چلی گئیں اس طرح ہمیں چھوڑ کر؟“ امامہ سہمے ہوئے انداز میں سوال کررہی تھی اس کے بالوں میں گردش کرتا لاریب کا ہاتھ ساکن ہوگیا۔

”اک بات سن لو امامہ! آج کے بعد ان کا ذکر نہیں کرنا، سمجھ لو بس ہم دو ہی بہنیں ہیں۔“ اس کا لہجہ کتنی سرد مہری و بے گانگی سمیٹے ہوئے تھا۔ امامہ نے تڑپ اٹھنے والے انداز میں اسے بے حد شاکی ہوکر دیکھا مگر اس کے سنگلاخ چہرے پر کوئی رعایت کی گنجائش نہ پاکر بے ساختہ رو پڑی۔ لاریب نے اسے چپ کرانے کی کوشش نہیں کی اور گہرا سانس کھینچتی سیل فون اٹھا کر ایک بار پھر سکندر کا نمبر ٹرائی کیا۔ اس مرتبہ بیل جارہی تھی وہ قدرے الرٹ ہوئی۔

”السلام علیکم بی بی صاحبہ!“ سکندر کی دھیمی مگر پژمردہ سی آواز سنائی دی۔

”سکندر کے بچے ایک مرتبہ میرے سامنے تو آؤ، دیکھنا کیا حشر کرتی ہوں تمہارا۔“ اس کا سارا طیش سارا اشتعال بلادریغ اس پر نکلنے لگا۔ اس بات سے بے نیاز کہ دوسری جانب وہ کتنا بوکھلایا ہوا ہوگا۔

”آئی ایم سوری بی بی صاحبہ میں......“

”بکواس بند کرو آخر تم ہوتے کون ہو اتنے خودمختار کہ خود انہیں لے کر اسپتال پہنچ جاؤ اور ہمیں سرسری بتا کر پھر فون بھی بند کردو، اوقات بھولتے نہیں جارہے ہو تم؟“ وہ یک دم بھڑک اٹھی۔

”بی بی صاحبہ ان کی طبیعت بہت خراب تھی، ذرا سی بھی تاخیر......“

”کچھ نہیں سننا مجھے، تمہیں تو میں وہاں آکے پوچھتی ہوں۔ مجھے بس اسپتال کا نام بتاؤ۔“ اک بار پھر اس کی پوری بات سنے بغیر وہ اسے جھڑک کر بولی تو سکندر نے ٹھنڈا سانس بھر کے

اسپتال کا نام بتادیا۔ لاریب نے مزید کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر فون بند کردیا۔

”میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی بجو! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔“ امامہ اس کے پیچھے بھاگی آئی۔ لاریب کو رکنا پڑا۔

”کہاں خوار ہوتی پھروگی امامہ! یہاں ٹھہرو میں فون پر رابطہ رکھوں گی تم سے۔“ اس نے بالکل بچوں کے انداز میں امامہ کو بہلانا چاہا۔ اس سے قبل کہ امامہ کوئی ردعمل ظاہر کرتی وقاص حیدر اپنے مخصوص انداز میں زمین روندتا ہوا ان کے سر پر آچڑھا۔

”کہاں گئی ہے ایمان!“ اس کی بے تحاشا سرخ ہوکر دہکتی آنکھیں لاریب کے چہرے پر گڑی تھیں۔

”کیا بکواس ہے یہ، ہم کیوں بھیجنے لگے انہیں بھلا۔“ لاریب کا بھی غصے سے بُرا حال تھا۔

”جہاں بھی گئی ہے ناں بچے گی ہرگز نہیں مجھ سے، یاد رکھنا میں اسے زمین کی سب سے نچلی تہہ سے بھی نکال لوں گا۔ وقاص حیدر کی بے عزتی کرنے والا اتنی آسانی سے نہیں بچ سکتا۔“ ماتھے پر بل ڈالے وہ آنکھوں سے نکلتے شعلوں سے اسے بھسم کرتا آگاہ کررہا تھا۔ لاریب نے تنفر بھرے انداز میں سر جھٹکا۔

”جو دل چاہے کرو، ہمارا اب تم سے کوئی تعلق ہے نہ ان سے لہٰذا چلتے پھرتے نظر آؤ۔“ لاریب کا لہجہ و انداز اس درجہ تضحیک آمیز اور رعونت بھرا تھا کہ وقاص جیسا خودپسند انسان اس تذلیل کو محسوس کرکے ہی آگ بگولا ہوگیا۔

”بہت غرور ہے نا تمہیں خود پر؟ دیکھنا کیا کرتا ہوں میں تمہارے ساتھ۔“ غصے میں بپھر کر وہ دھمکیوں پر اتر آیا۔ لاریب کی آنکھوں میں جواباً تمسخر لہرانے لگا۔

”تم کچھ نہیں کرسکتے سمجھے، نہ ہی میں تم سے خائف ہونے والوں میں سے ہوں۔ یہ مت بھولا کرو کہ میں تمہاری رعایا میں شامل نہیں ہوں۔ اب تم یہاں سے چلتے نظر آؤ۔“ وقاص کے وجود پر اس کے تنفر اس کی حقارت اور حد درجہ زعم و اعتماد نے جیسے کوڑوں کی برسات کردی تھی۔ اس کی آنکھوں میں اترنے والی سرخی میں انتہا درجے کی تپش تھی۔ مزید اک لفظ کہے بغیر وہ اسے گھور کر چلا گیا۔ امامہ البتہ اس دوران تھرتھر کانپتی لاریب کی اوٹ میں چھپی رہی تھی، لاریب اسے ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئی مگر وہ وقاص کے چلے جانے کے بہت دیر بعد بھی سہمی ہوئی رہی تھی۔

❀......❀......❀

سریلی انکھویں والے سنا ہے تیری انکھیوں میں
بہتی ہیں نیندیں اور نیندوں میں سپنے
کبھی تو کنارے پر اتر میرے سپنوں میں
آجا زمین پہ اور مل جا کہیں پہ
مل جا کہیں سمے سے پرے
تو بھی انکھیوں سے کبھی میری انکھیوں کی سن

عباس حیدر پچھلے کچھ کئی دنوں سے مکمل طور پر اس کے ساتھ وقت گزار رہا تھا۔ اس کا پروڈکشن ہاؤس مکمل ہوچکا تھا، اب افتتاح کے بعد کام کا باقاعدہ آغاز ہونا تھا مگر اس سے پہلے وہ عریشہ کے ساتھ بھرپور وقت گزارنا چاہ رہا تھا۔ کتنی مکمل تھی زندگی، آسودگی، خوشی، محبت اور رنگ۔ عریشہ کے جذبات و احساسات کا انداز یکلخت تبدیل ہوکر رہ گیا، یہ خیال کہ وہ اس کے لیے بہت اہم ہے ہرگز معمولی نہیں تھا، اسے یقین ہوا وہ اس دنیا کی وہ خوش قسمت ترین عورت ہے، جسے وہ شاندار مرد اور اس کی محبت حاصل ہوتی ہے جس کی خواہش میں لاکھوں دل دھڑکتے ہیں۔

عباس پر ایک خمار اک نشہ طاری تھا۔ اس کی آنکھوں میں محبت کے لاتعداد مگر سچے رنگ تھے۔ ان رنگوں میں ایسی شدت تھی وہ تمام شدتوں کی گواہ تھی وہ یہ بھی جانتی تھی وہ اس سے کتنی محبت کرتا ہے جبھی اظہار کے نت نئے طریقے آزمایا کرتا جن کے دلفریب انداز ہمیشہ اسے موہ لیتے اور شانت و سرور رکھتے اس پل بھی وہ مغرور تھی۔ عباس خاموش ہوا تو اس کی آواز کا سحر بھی ٹوٹ گیا مگر عریشہ ہنوز مبہوت تھی۔ عباس نے شریر انداز میں اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرایا تب وہ چونکی اور اسے گھورنے لگی۔

”ہائیں، کیا ہوا؟“ عباس کو اس ظالم ادا کی خاک سمجھ نہیں آئی بجائے داد و تحسین کے یہ خفگی۔

”کس کی منت سماجت کی جارہی ہے۔“ وہ خطرناک تیور لیے بولی تو بدگمانی کے اس مظاہرے پر عباس کانوں کو ہاتھ لگانے لگا۔

”خوف خدا کرو لڑکی! میں تو گوڈے گٹوں تک تمہارے عشق میں ڈوبا ہوا ہوں، یہ الزام کیوں بھلا؟“

”میں تو آپ کے سامنے بیٹھی ہوں، ہر پل پاس ہوں آپ اسے ناجانے کہاں ڈھونڈ رہے ہیں۔ خیر وہ آپ کی فیانسی ہے یا پھر شوبز میں کوئی......“

”عریشہ! عریشہ......“ عباس اتنا بھڑکا کہ اس پر کشن اٹھالیا۔ عریشہ بے تحاشا ہنسنے لگی۔

”تم ایسا چیپ سمجھتی ہو مجھے؟“

"مذاق کر رہی ہوں بھئی دل پر نہ لیں۔ اچھا بتائیں کل ڈاکٹر کے پاس جانا ہے چیک اپ کے لیے؟" عباس نے محض کاندھے اچکا دیئے گویا آمادگی ظاہر کی ہو۔

"چائے پئیں گے؟"

"ہوں، مگر تمہارے ہاتھ کی......"

"میں ابھی لاتی ہوں۔" وہ اٹھ کر چلی گئی۔ عباس سیل فون پر نمبر پریس کر رہا تھا انداز بے حد مصروف تھا۔

❀......❀......❀

وہ ڈرائیور کے ساتھ اسپتال پہنچی تو تایا سائیں کے ساتھ وقاص حیدر کو بھی وہاں پا کر اسے خود پر بہت ضبط کرنا پڑا۔ اندر موجود نفرت یکلخت گہری ہونے لگی تھی۔ درد دینے والے مسیحا کب ہوتے ہیں مگر کچھ کہنے کی پوزیشن کہاں تھی۔ بابا سائیں کو آئی سی یو سے پرائیوٹ روم میں منتقل کردیا گیا تھا اوپر کے کاموں کے لیے سکندر کی بھاگ دوڑ جاری تھی، وقاص حیدر حکم دینے والوں میں شامل تھا، لاریب نے اس صورت حال کو محسوس کیا تو جیسے آگ سی تن بدن کو جلا کر خاکستر کرنے لگی۔

"تم نوکر نہیں ہو اس کے جو ہر حکم بجلا رہے ہو۔" وقاص کے لیے سکندر کو سگریٹ اور پان لاتے پا کر لاریب تلملاتی اس کے سر آ پہنچی اور آنکھیں نکال کر غرائی۔ سکندر نے البتہ اچنبھے میں گھر کر اسے دیکھا، قدم قدم پر اسے اپنی غلامی کا احساس دلانے والی لاریب کی یہ بات اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ ابھی کچھ دیر قبل اسپتال پہنچنے کے بعد اس نے سب سے پہلا کام سکندر کی جی بھر کے بے عزتی کرنے کا ہی کیا تھا وہ اسے اس غلطی پر معاف کرنے پر آمادہ نظر نہیں آتی تھی کہ سکندر نے بابا سائیں کو اس سے پوچھے بغیر اسپتال لے جانے کا حتمی قدم آخر اٹھایا کیسے، اسے اس بات سے غرض نہیں تھی کہ بابا سائیں کی طبیعت کیسی تھی؛ ہاں اسے وہ تکلیف نہیں بھولتی تھی جو بابا سائیں کی فکر کرتے اس نے پل پل کانٹوں پر بسر کر کے محسوس کی تھی۔

"خبردار جو میں نے تمہیں اس کے آگے پیچھے پھرتے دیکھا ہو۔" تنبیہی انداز میں انگلی اٹھائے وہ گویا حکم دے رہی تھی۔ سکندر کے چہرے پر واضح بے بسی نظر آنے لگی۔

"بی بی صاحبہ! میں انکار کی پوزیشن میں نہیں ہوں، وہ مالکوں میں سے ہیں۔" سکندر کی بات سن کر اسے جیسے پتنگے لگ گئے۔

"تمہاری یہ جرأت کہ تم میری بات سے انکار کرو۔" وہ بھڑک کر پھٹ پڑی۔ سکندر عاجز سا ہوا۔

"کیسی بات ہرگز نہیں ہے بی بی صاحبہ! میں صرف آپ کو اپنی حیثیت سے آگاہ......"

"شٹ اپ سکندر! بس تم صرف وہ کرو گے جو میں کہوں۔" اس نے سختی سے کہا اور وہاں سے پلٹ گئی کہ وقاص فاصلے کے باوجود ان پر نگاہیں مرکوز کیے بیٹھا تھا۔ لاریب نے سکندر کو صرف حکم نہیں دیا گویا خود بھی اس کی نگرانی شروع کردی اور وقاص کو بھی شاید سن گن مل گئی تھی جبھی کچھ توقف سے سکندر کو پکارا۔ لاریب نے نظریں چرائیں سکندر وقاص کی جانب سے چلا گیا اور اس کے حکم کی تعمیل میں لاریب سے نگاہیں چار کیے بنا وہاں سے نکل گیا۔ لاریب توہین، سبکی اور ذلت کے شدید احساس سمیت سن سی بیٹھی رہ گئی۔ اسے صاف لگا کہ سکندر نے اس کے بھرے بازار میں طمانچہ دے مارا ہو۔ وہ جانے کتنی دیر بیٹھی جھلستی رہی جبھی اک نرس نے آ کر چونکا دیا۔

"پیشنٹ شاہ صاحب کے ساتھ جو سکندر صاحب ہیں وہ کدھر ہیں؟"

"وہ نہیں ہیں، آپ مجھ سے کہیں۔ میں بیٹی ہوں ان کی خیریت ہے نا؟"

"جی خیریت ہے یہ دوائیں ابھی چاہئیں۔" نرس نے بے نیازی سے کہا اور نسخہ اسے تھما کر پیشہ وارانہ عجلت کا مظاہرہ کرتی چلی گئی۔ اس نے دیکھا وقاص اپنی جگہ پر موجود نہیں تھا، البتہ تایا سائیں صوفے پر تقریباً نیم دراز اونگھتے نظر آ رہے تھے۔ ان کا گارڈ گن سنبھالے چوکس کھڑا تھا۔ لاریب نے گہرا سانس کھینچا اور ریسپشن کی سمت آ گئی۔ ارادہ وہاں سے فارمیسی کے متعلق جان کر دوائیں لانے کا تھا مگر بے ارادی طور پر اٹھی نگاہ نے جو منظر دیکھا وہ اسے یہاں آنے کا مقصد ہی نہیں خود اس کی ذات سے بھی فراموش کر گیا۔ بلیک ٹو پیس سوٹ میں اپنی غضب کی مردانہ وجاہتوں کے ہمراہ وہ عباس حیدر کے علاوہ کون ہوسکتا تھا جو اسے زمان و مکان کے فرق بھلا کر اپنی ذات میں گم کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ جس کی محض ایک جھلک اسے کسی پتھر کی مورتی میں ڈھالنے کی صلاحیت سے مالا مال تھی وہ غیر یقینی ششدر یک ٹک اسے تک رہی تھی جو اس کی موجودگی اور تباہ کن حد تک غیر حالت سے بے نیاز اک نگاہ ڈالے بغیر آگے بڑھ گیا تھا۔ دونوں اک دوسرے میں مگن اور کسی بات پر ہنس رہے تھے، خوش باش آسودہ چکنے ماربل پر چلتے اس کی شریکِ سفر کا پیر پھسلا تو پوری جان سے اس کی جانب متوجہ عباس نے اسے سہارا دیتے

گویا ایک طرح سے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔ لاریب اس سلگتے منظر کی تاب لانے کی ہمتیں کہاں رکھتی تھی جبھی بے تحاشا اذیت میں مبتلا ہوتے آنکھیں سختی سے میچ لیں۔ اذیت کے بے کراں سمندروں سے ڈوب کر ابھری تو عباس حیدر اسے ایک بار پھر بے انت تشنگی سے دوچار کرنے کے بعد جا چکا تھا لاریب ایک بار پھر تہی دست تہی داماں کھڑی رہ گئی تھی۔

اس نے گھبرا کر عباس کو بدحواس نظروں سے اطراف میں کھوجا پھر جیسے اندر سے امڈتی سراسیمگی اور وحشت کے زیرِ اثر چہار اطراف میں پھیلی راہداریوں میں دیوانہ وار دوڑتی، اسے ڈھونڈنے کی خواہش میں ہلکان ہوتی خود پر اٹھتی لوگوں کی حیران نظروں سے بے نیاز تھی۔ آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کی روانی اور متوحش انداز لیے اس کی حالت بہت قابلِ رحم محسوس ہوتی تھی۔

"بی بی صاحبہ! کیا ہوا ہے آپ کو کسے ڈھونڈ رہی ہیں؟ سب خیریت ہے نا۔" وہاں سے گزرتے سکندر کی نگاہ اس کے بے اوسان انداز پر پڑی تو وہ تیزی سے لپک کر نزدیک آیا اور تشویش بھرے انداز میں سوال کیا۔

"وہ...... وہ تھا ابھی یہاں...... یہیں تھا...... میں نے خود دیکھا پھر...... پھر جانے کہاں چلا گیا۔" وہ زار و قطار روتے ہوئے بے ربط سے جملے بول رہی تھی۔ سکندر کی خاک سمجھ میں نہیں آیا البتہ وہ لاریب کے وجود میں اترے طوفان کے جھٹکے ضرور اپنے اندر محسوس کر رہا تھا۔

"ک...... کون...... کس کی بات کر رہی ہیں؟" اس نے نرمی سے استفسار کرتے اس کا دکھ سے دھندلاتا ہوا چہرا دیکھا۔

"عباس...... اسے ڈھونڈو سکندر! وہ یہیں ہے کہیں، اسے ڈھونڈو۔ اسے بتاؤ پلیز کہ میں اس سے کتنی محبت کرتی ہوں میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ رہنا ہی نہیں چاہتی اسے مناؤ میرے لیے، اسے روک لو، اسے کہو پہلے کی طرح اب مجھے چھوڑ کر نہ جائے۔"

وہ واقعی حواسوں میں نہیں تھی بالکل پاگل اور جنونی لگ رہی تھی۔ اک ہراس کے عالم میں تھر تھر کانپتی، سکندر کا دل کٹ سا گیا۔ ایسا والہانہ، بے خود جنونی اعتراف، وہ اس کے بازو سے اپنا سر ٹیک چکی تھی اور پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ سکندر جیسے سکتہ زدہ اس کا جنون دیکھتا رہا، وہ دوہری اذیت و آزمائش کا شکار ہو رہا تھا۔ کرب کا اک بے کراں سمندر جس میں وہ بے دست و پا دھکیل دیا گیا تھا، کیسی بدنصیبی تھی وہ پہلی بار اس سے اس درجہ نزدیک ہوئی تھی تو اس طرح کہ حواسوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

جس کی وجہ سے ہوئی تھی وہ بھی کوئی اور شخص تھا۔ سکندر نے اتنی شدتوں سے دانتوں سے ہونٹوں کو کاٹا کہ منہ میں خون کا ذائقہ گھلنے لگا۔ اس نے چاہا تھا کہ بولے اور کچھ نہیں تو اپنے ساتھ لگی کھڑی سسکتی بلکتی لاریب کو ہی خود سے الگ کردے مگر وہ خود کو برف کی ایسی سل پاتا تھا جس کے سب احساس جامد ہوں۔ خاصی تاخیر سے لاریب خود سنبھلی اور اس سے نگاہ چار کیے بنا وہاں سے چلی گئی وہ تب بھی شکستہ و ملول کھڑا رہا، جیسے اس پل کسی عظیم ترین نقصان سے دوچار ہوا ہو۔

❀......❀......❀

ایمان نے بال سلجھانے کا کام موقوف کیا اور گردن موڑ کر شرجیل کو دیکھا، وہ بستر سے اٹھ کر اس کے مقابل آ گیا تھا۔

"دیکھا کتنی حسین ہوگئی ہو میری محبتوں کو پا کر۔" اس کے کاندھے پر اپنا مضبوط ہاتھ جما کر وہ مسکراتے ہوئے کتنے یقین سے کہہ رہا تھا۔ ایمان کے دل کا بوجھ بڑھنے لگا، پتا نہیں من پسند خواہش کی تکمیل کے بعد بھی دل اتنا رقت آمیز کیوں تھا۔

شرجیل نے اسے کوئی دھوکہ نہیں دیا تھا، اسلام آباد آنے کے بعد پہلا کام انہوں نے نکاح کرنے کا کیا تھا۔ ایک رات اسلام آباد میں گزارنے کے بعد وہ لوگ ایوبیہ نتھیا گلی کی سمت نکل آئے تھے۔ رونمائی میں شرجیل نے اسے سونے کا بہت خوب صورت سیٹ دیا تھا۔ اس کی محبت میں بھی بظاہر کوئی کمی نہیں تھی۔ احساس جرم تو اسے اپنے پیچھے رہ جانے والے رشتوں کے حوالے سے گھیرتا تھا۔

"لاریب، امامہ اور بابا جان کتنے انمول تھے یہ رشتے جو ہرگز اس سلوک کے مستحق نہ تھے۔ امامہ اور لاریب نے کیا سوچا ہوگا اس کے متعلق؟ بابا جان نے اس دکھ کو کیسے سہا ہوگا؟" کتنی جلدی اسے اپنی زیادتی اپنی خود غرضی کا احساس ستانے لگا تھا۔

"ایمی تیار ہو جاؤ یار باہر چلتے ہیں۔ دیکھو موسم کیسا قاتل ہو رہا ہے۔"

"سردی بہت ہے شرجیل مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔" اس کی بیزاری کے جواب میں شرجیل نے اسے گھورا۔

"ہم روز یہاں نہیں آنے والے، بور لڑکی! انجوائے کرو۔" شرجیل کے اٹھانے پر ایمان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا گویا اس امر سے روکا۔

"آپ نے اپنے گھر والوں سے بات کی؟" اس کے انداز میں فطری اضطراب اور گھبراہٹ تھی۔

"کیا بات؟" شرجیل نے دانستہ تجاہل برتا۔ مقصد ایمان کو تنگ کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔

"یہی کہ آپ نے مجھ سے شادی کرلی ہے۔" وہ نظریں چرا کر بولی تو شرجیل ہنسنے لگا۔

"بتادیں گے یار! اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ دراصل میں نہیں چاہتا وہ لوگ اپنی جلی کٹی سنا کر ہمارا ہنی مون خراب کردیں۔"

"شرجیل! وہ لوگ قبول تو کرلیں گے نا مجھے؟" وہ ایک با عزت اعلیٰ خاندان کی بیٹی ہو کر بھی ایک غلط اٹھے ہوئے قدم کے نتیجے میں بے امان ہونی خوف زدہ نظر آرہی تھی۔

"کرنا تو چاہیے سویٹ ہارٹ! ورنہ وہ اپنے بیٹے سے بھی ہاتھ دھولیں گے۔" شرجیل نے اپنے تئیں اسے تسلی دی مگر اس کی تسلی ہو نہیں سکی۔

"اگر ان سب نے مل کر آپ کو مجھے چھوڑنے پر فورس کیا تو شرجیل آپ....." اس نے بات ادھوری چھوڑ دی آنکھیں کیسے لمحوں میں پانیوں سے چھلک پڑی تھیں۔ شرجیل نے مضطرب ہوتے اس کا چہرا ہاتھوں کے پیالے میں لے کر بے حد نرمی اور محبت سے اسے دیکھا تھا۔

"تم زندگی ہو میری ایمی! اور زندگی سے منہ کون موڑتا ہے۔ کبھی بھول کر بھی ایسی بات نہ سوچنا۔" ایمان کا بے کل بے قرار سا دل ذرا سا سنبھلا مگر چہرا یونہی ستا رہا تھا۔

"یقین نہیں آرہا میری بات کا؟" شرجیل سے اس کی بے دلی مخفی نہیں رہ سکی۔ ایمان خود کو سنبھال کر دانستہ مسکرادی۔

"ایسی بات نہیں ہے شرجیل! مجھے اگر اعتبار نہ ہوتا آپ پر تو یہ قدم کیوں کر اٹھاتی۔" اس جواب نے شرجیل کو بے ساختہ ہنسنے پر مجبور کردیا ایمان اسے تکتی رہی کہ وہ ہنستے ہوئے نظر لگ جانے کی حد تک حسین نظر آرہا تھا۔ اس سے قبل کہ شرجیل اس کی نظروں کے ارتکاز کو محسوس کر کے اس پر گرفت مضبوط کرتا اس کے سیل فون کی مدھر گنگناہٹ نے دونوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کرلی۔ شرجیل نے سیل فون اٹھا کر اسکرین پر چمکتے فراز کے نمبر کو دیکھا تو ایک بے اختیار قسم کی مسکان نے اس کے چہرے کو مزید روشن کردیا۔

"ہاں بولو فراز؟" سر کے پیچھے تکیہ رکھتے ہوئے خود کو آرام دہ پوزیشن میں لاتے ہوئے وہ جیسے خوشگواریت کے موڈ میں بولا۔

"کہاں ہیں بھائی آپ؟"

"جنت میں ہوں اک حور کی قربت میں زندگی کا لطف کشید کررہا ہوں۔" اس نے شریر انداز میں کہتے ایمان کو دیکھ کر آنکھ دبائی۔ ایمان کانوں کی لوؤں تک سرخ پڑی لانبی پلکیں جھکا گئی۔

"اچھا امیزنگ! آپ شیر کا شکار کرتے خود شکار ہوئے ہوں گے اور فوت ہونے کے بعد جنت پالی ہے ناں؟" فراز بھلا کسی سے کم تھا تر کی بہ تر کی بولا اور کھلکھلا کر اپنی بات کی تصدیق چاہی۔

"بکو مت، ہم گئے تو شکار کرنے ہی تھے ایک بپھری ہوئی مگر بڑی حسین اور نوخیز شیرنی شکار کی ہے۔ دیکھو گے تو بہادری کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکو گے۔" شرجیل ہنوز غیر سنجیدہ تھا جبھی فراز عاجز سا ہو گیا۔

"بھائی پلیز، میں سیریس ہوں۔" اس کے ٹوکنے پر شرجیل نے گہرا سانس کھینچا۔

"میں بھی مذاق ہرگز نہیں کررہا۔" اس کے دوٹوک جتلاتے انداز پر فراز کیا خاک سمجھتا۔

"جہاں بھی ہیں بہر حال جلدی گھر آجائیں۔ یہاں آپ کی طویل غیر حاضری غم و غصے کا باعث بن چکی ہے۔"

"میں آجاؤں گا یار! چند دن انجوائے کرنے دو پھر تو جانے کیا کچھ سہنا ہے۔" وہ جس انداز میں سرد آہ بھر کے بولا تھا فراز کا کھلکھلانا لازم تھا۔

"کیا مطلب؟ کیا کر بیٹھے ہیں خدانخواستہ۔" اس نے ہول کر کہا تو شرجیل کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"گناہ تو کوئی نہیں کیا بس اک پیاری سی خاتون کو تمہاری بھابی بنا دیا ہے۔" دوسری جانب فراز کے لیے یہ بات اتنی غیر متوقع اور اچانک تھی کہ وہ ساکن رہ گیا جبھی فوری جواب بھی نہیں دے سکا۔

"آپ مذاق کررہے ہیں بھائی؟" وہ ٹھٹکا۔

"پاگل ہوں کیا؟ یہ لو بات کرلو اپنی بھابی سے آجائے گا یقین۔" شرجیل نے مسکرا کر کہا پھر سیل فون کان سے ہٹا کر اپنی سمت متوجہ ایمان کی جانب بڑھایا وہ ہچکچائی اور گھبرائی۔

"کرو نا یار! فراز ہے۔"

"نہ..... نہیں، پلیز مجھ سے نہیں ہوگی۔" وہ بوکھلائی۔

"ارے کچھ نہیں ہوتا کرو نا۔" شرجیل کے اصرار کے آگے اس نے سیل فون لیا اور اسی ہچکچاہٹ آمیز انداز میں کان سے لگایا اس پل اس کا ازلی اعتماد اس کا ساتھ چھوڑنے لگا تھا۔

"السلام علیکم!" اس نے تھوک نگل کر حلق تر کیا۔

"وعلیکم السلام! خوش رہیے آباد رہیے دودھوں نہائیں پوتوں

پھلیں۔" جواب میں فراز کی شوخ کھنک دار اور بے حد شریر آواز سماعتوں سے ٹکرائی اس کا چہرہ سرخی سے دہک کر انگارہ ہوگیا اُسے قطعی نہیں سوجھا اب کیا بولے تو گھبرا کر شرجیل کو تکنے لگی۔

"کچھ اور بات کریں نا؟" فراز نے اشتیاق ظاہر کیا تو وہ شپٹا سی گئی۔

"ک.....کیا.....؟" اس کی بوکھلاہٹ عروج پر جا پہنچی تھی۔

"رشتے میں آپ سے چھوٹا ہوں کوئی اچھی سی دعا آپ بھی دے دیں نا مجھے۔" اس کا ارادہ اسے صاف چھیڑنے کا تھا جبھی خاص تیکھا انداز اختیار کیا۔ ایمان اسی تیکھے پن سے گڑبڑائی اور سیل فون شرجیل کی سمت بڑھا دیا۔

"کیا کہا تم نے میری بیوی سے کہ بے چاری اچھی خاصی پریشان ہوگئی۔" شرجیل نے مصنوعی خفگی سے فراز کو ڈانٹنے کا آغاز کیا البتہ لو دیتی نظروں کا مرکز ایمان کا دلنشین چہرا تھا جس پر گھبراہٹ اور حیا کا سنگم بہت حسین لگ رہا تھا۔

"مائی گاڈ......میری مجال!" دونوں کتنی دیر ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے پھر شرجیل نے فون بند کردیا۔

"آئی تھنک فراز بھائی سے خاصی انڈرسٹینڈنگ ہے آپ کی۔" ایمان شرجیل کے اشارے پر سیل فون چارجنگ پر لگاتے ہوئے قیاس آرائی کررہی تھی' شرجیل مسکرا دیا۔

"ہاں! فراز بہت نائس ہے' مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ حق اور انصاف کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگانے کو تیار رہتا ہے۔ مجھے تو قلق ہے یہ جرنلزم کی بجائے شوبز کو کیوں اختیار کررہا ہے' ویسے میرے بعد علوی لاج میں اگر تمہیں مورل سپورٹ ملے گی تو فراز اور سمیعہ سے۔"

"سمیعہ کون ہے؟" ایمان فون چارجنگ پر لگا چکی تھی صوفے پر بیٹھتے ہوئے متجسس ہوئی۔

"کزن ہے میری! چاچو کی بیٹی۔ مجھ سے فراز کی طرح بے حد امپریس۔" شرجیل کے انداز میں شرارت در آئی۔ ایمان نے اسی آخری بات پر چونک کر بغور اسے دیکھا جبھی شرجیل کی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی۔

"کتنے فاصلے پر بیٹھنے کی کیا تک بنتی ہے۔" شرجیل نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے مقابل لے آیا۔ ایمان پھر بھی گم صم ہی رہی' شرجیل نے اسے بغور دیکھا۔

"وہ فراز کی طرح مجھے بڑا بھائی سمجھتی ہے اور ویسی ہی محبت کرتی ہے جیسی فراز کرتا ہے مجھ سے اسی لیے اتنی پریشان ہوگئی تھیں نا تم؟" اس کا چہرا اوپر اٹھاتے شرجیل نے اسے چھیڑا تو ایمان نہ صرف ہلکی پھلکی ہوئی بلکہ جھینپتے ہوئے اسے گھورنے لگی مگر شرجیل کی نظروں کے تقاضے اتنے شوخ و گستاخ تھے کہ وہ بے اختیار سٹپٹاتی پلکیں جھکا گئی تھی۔

❀......❀......❀

اس سانحے کو ان پر بیتے ایک ہفتے سے زیادہ گزر گیا' زندگی جیسے تیسے معمول پر آرہی تھی۔ تمام تر ذلت سبکی اور شرمندگی اٹھا لینے کے باوجود بھی بہرحال وہ ضروریات زندگی سے نظریں نہیں چرا سکتے تھے۔ بابا سائیں ڈسچارج ہوکر حویلی آچکے تھے انہیں ایک چپ سی لگی ہوئی تھی جو مستقل جان کا روگ تھی۔ جیسے وہ خود سے بھی نظریں چرائے پھرتے تھے۔ سکندر سائے کی طرح ان کے ساتھ لگا رہتا اب تو اس نے راتوں کو بھی گھر جانا چھوڑ دیا تھا۔ بابا سائیں کے ساتھ والا کمرا اس کے لیے مستقل مخصوص ہوگیا۔ شادی تو ملتوی ہو ہی گئی تھی عزیز رشتہ دار وجہ پوچھنے آتے تو تایا سائیں نے یہ احسان کیا کہ کسی کو چھوٹی حویلی تک پہنچنے نہ دیا۔ لاریب ذہنی طور پر اتنی پریشان تھی کہ اس نے ایگزیم نہ دینے کا فیصلہ کرلیا۔ بابا سائیں تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے اسے اپنے پاس بلوایا۔

"جی بابا سائیں!" وہ ان کے کمرے میں آئی تو سکندر انہیں اخبار پڑھ کر سنا رہا تھا اسے دیکھ کر اخبار لپیٹ لیا اور نظریں دانستہ اپنے پیروں پر ٹکالیں۔ وہ خود پر ضبط کے کڑے پہرے بٹھانے میں ماہر تھا۔

"سکندر بتا رہا تھا آپ کالج نہیں جارہی ہو' کیوں بیٹے؟ آپ کے تو ایگزیم ہونے والے ہیں۔" لاریب نے سرد آہ بھر کے اک نظر انہیں دیکھا' جھریوں زدہ ملول چہرا محض چند دنوں میں کتنے بوڑھے نظر آنے لگے تھے وہ۔

"سوری بابا جان! میں پڑھ نہیں پارہی' فیل ہونے سے بہتر ہے کہ......" اس کا گلا بھر آیا جبھی بات ادھوری چھوڑ کر ہونٹ کچلنے لگی۔

(اگر بابا جان کو پتا لگ جائے ان کے اعتماد کو صرف باجو ہی نے نہیں ٹھیس پہنچائی بلکہ......)

"یہ تو بہت غلط بات ہے بیٹے! چودہ سالوں کی محنت کو اس طرح ضائع نہیں ہونا چاہیے پھر میں نہیں چاہتا کہ آپ یہ سمجھو میں اک بیٹی کی سزا دوسری کو دے رہا ہوں۔ میں تم پر تمہاری راہوں کو کھوٹا نہیں کرنا چاہتا۔" وہ کتنے تحمل و برداشت کا مظاہرہ کررہے تھے' لاریب یکدم آبدیدہ ہوکر رہ گئی۔

(باجو کتنا غلط سمجھا آپ نے بابا جان کو' کاش آپ نے جلدی نہ کی ہوتی)

"آپ ایسا مت سوچیں بابا جان! میں ایگزیم کلیئر کرلوں گی۔" اپنا دکھ بھلا کر اس نے بابا سائیں کو تسلی دی تو انہوں نے اپنا کمزور لرزتا ہوا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا۔

"جیتی رہو بیٹے! خدا نصیب اچھا کرے تمہارا۔" لاریب اپنے آنسوؤں کو ان سے چھپانے کی غرض سے ہی تیزی سے پلٹ کر باہر نکل آئی اور دوڑتی ہوئی راہداری کے موڑ پر آندھی طوفان کی طرح آتے وقاص حیدر سے ٹکراتے ٹکراتے رہ گئی۔

"کبھی تو دیکھ کر چل لیا کرو۔" وہ جتنی بدمزا ہوئی تھی اسی قدر کلسی' وقاص فضول انداز میں بے ہنگم ہنسا۔

"دیکھ کر چلیں تو تم جیسی پھولوں کی ملکہ سے کیسے ٹکرائیں۔" اپنے مخصوص خبیث بے باک انداز میں کہتا وہ مونچھوں کو بل دے رہا تھا لاریب کا حلق تک کڑوا ہوگیا چہرے پر بےزاری اکتاہٹ اور ناپسندیدگی کے سارے رنگ اتر آئے۔

"اب کیا لینے آئے ہو؟" وہ خاصی بدتمیزی سے ٹوک کر بولی۔ یہ انداز وقاص کو برہم کرنے کے لیے کافی تھا۔ مگر سامنے وہ تھی جس کی موجودگی اس کی آنکھوں میں تراوٹ اور روح تک میں خمار بھر جاتی تھی۔ اس حویلی میں اس کے علاوہ بھی دو اور لڑکیاں تھیں خاص کر ایمان جو اس سے منسوب رہ چکی تھی مگر وقاص کا جھکاؤ شروع سے لاریب کی جانب تھا' تو وجہ یہی تھی کہ اس کا طنطنہ' اس کا شہزادیوں جیسا طمطراق' حاکموں کی سی تمکنت' آقاؤں جیسا قطعی و حتمی پن اس کے انداز سے ابل ابل کر بہتا دکھائی پڑتا تھا۔ وہی ان کے لیے چیلنج بن گیا تھا' وہ اتنی اٹریکٹو تھی کہ وہ سب کچھ بھول گیا تھا' یہ بھی کہ وہ اس کے چھوٹے بھائی کی منگ ہے۔

"میرے چاچے کا گھر ہے' جب جی چاہے گا آؤں گا اور یہ طے ہے کہ اس گھر کا داماد بھی بنوں گا۔" اس پر نظریں گاڑھے وقاص نے اپنے مخصوص پرزعم افلاطونی انداز میں اپنے ارادوں کو واضح کیا تو لاریب کا دل یک دم دھک سے رہ گیا۔ کچھ کہے بغیر وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ وقاص کے ہونٹوں پر پُراسرار مسکراہٹ اتر آئی۔ اس نے اس وقت تک لاریب کو دیکھا جب تک وہ اسے نظر آسکی پھر گنگناتے ہوئے بابا سائیں کے کمرے کی جانب ہولیا۔

❀......❀......❀

نندنی کی خوب صورت سحر انگیز آنکھیں ساکن تھیں سکتہ زدہ' غیر یقینی' تحیر و استعجاب لیے تھیں۔ اسے جیسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ سچ ہے اگر سچ تھا تو دل تسلیم کیوں نہیں کررہا تھا۔ اتنا پچھتاوا' کرب اور بے کلی دل میں اتر آئی تھی کہ کس پل قرار نہیں تھا۔ وہ خوش شکل ڈاکٹر عثمان خان' اس کا مسیحا اور اس کا محسن اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ یہ خیال ہی رگِ جاں میں نوکیلے نیزے گاڑھ رہا تھا۔ صبح اسپتال جانے کی غرض سے گھر سے نکلنے والا ڈاکٹر عثمان بھلا کب جانتا تھا کہ پلٹ کر واپس اپنی بیوی اور بچے کے پاس نہیں آسکے گا' کبھی کبھار موت کتنا سفاک وار کرتی ہے کہ مدتوں زخم مندمل نہیں ہو پاتے۔ یہ بھی ایسا ہی زخم تھا' زینب کی صورت کی ویرانی یاسیت اور دحشت کو دیکھتی وہ سوچوں میں غلطاں تھی۔ کتنا خاص اور متحمل مزاج تھا وہ اپنی عادتوں میں کس درجہ نفیس اور شاندار کہ نندنی چند ملاقاتوں میں ہی اس کے لیے کتنی اپنائیت محسوس کرنے لگی تھی۔ کتنا احترام ہوتا تھا اس کے لیے عثمان کی جھکی نظروں میں' وہ اس سے سوال کیے جاتی ایک کے بعد دوسرا' دوسرے کے بعد تیسرا۔ وہ اس تحمل اور نرمی سے جواب دیے جاتا حالانکہ نندنی کے سوالوں میں اکثر کاٹ ہوتی مگر وہ کبھی نہ جھنجلاتا نہ غصہ کرتا' کتنا رسان ہوتا تھا اس کے لہجے میں ہمیشہ۔ نندنی نے کبھی اسے غصہ میں دیکھا ہی نہیں تھا۔ اس کے ٹھہراؤ اور رسان کے ساتھ شفقت نرمی و محبت کو دیکھتے ہوئے ہی نندنی نے یہ بات زینب سے کہی تھی۔

"آپ شوہر کے معاملے میں بہت لکی ثابت ہوئی ہیں ڈاکٹر زینب!" اور زینب جواباً الحمدللہ کہتے شرمیلے انداز میں مسکرانے لگ جاتی۔

"آپ تو پاکستانی ہیں' عثمان سے کیسے شادی ہوگئی آپ کی؟"

"عثمان میرے کزن ہیں عم زاد' تقسیم ہند کے موقع پر میرے دادا پاکستان چلے گئے تھے جب کہ عثمان کے دادا جان یہیں رہے گئے تھے۔ دونوں بھائیوں کے درمیان یہ دوریاں بڑھیں تو اس رشتے کے باعث یہ فاصلے کم کرنے کی کوشش کی گئی۔ ویسے بھی یہ خاندان بہت مختصر رہ گیا تھا' صرف عثمان اور ان کے بابا تھے' اب بابا کی وفات کے بعد تو صرف عثمان ہیں۔" نندنی کی زینب سے دوستی اتنی بڑھی تھی کہ وہ اکثر اس سے ملنے زینب کے گھر آجاتی تھی۔ وہ اک دوسرے کو بہت اچھی طرح جان گئی تھیں۔ نندنی کو زینب کے بیٹے عبداللہ سے بھی خصوصی لگاؤ ہونے لگا تھا' ایک مرتبہ وہ آئی تو عثمان اپنے دو سالہ بیٹے کو نعت پڑھنی سکھا رہا تھا۔ اس

کے لہجے میں اتنا گداز اتنی تاثیر تھی یا نعت کے الفاظ کچھ ایسے دل پذیر تھے کہ نندنی بھی سیکھنے کو مچل اٹھی۔

تصویرِ کمالِ محبت تنویر جمال خدائی
یا محمد نورِ مجسم یا حبیبی یا مولائی

عثمان نے کچھ تامل کے بعد اسے ان اشعار کو طرز کے ساتھ پڑھنے کا طریقہ ازبر کرایا تھا۔ جنہیں وہ بار بار گنگنانے کے انداز میں پڑھتی تھی مگر تب نندنی کے گمان تلک بھی یہ بات نہیں تھی کہ سریتا دیوی جو اس کا زینب سے میل میلاپ پسند نہیں کرتی تھیں اس کے منہ سے یہ نعتیہ اشعار سن کر نفرت کے ساتھ غم و غصہ میں انسانیت کی سطح سے گر کر کیسا گھناؤنا سوچنے لگی تھیں۔ مسلمانوں کے لیے جواز لی نفرت تھی وہ اس موقع پر عود کر آئی اور اس نفرت کی زد پر ایک ہنستا بستا گھر اجڑا اور اک بے گناہ انسان موت کی سرد آغوش میں جا اترا گو کہ یہ کام تمام تر رازداری سے کروایا گیا تھا۔

عثمان خان کا جو ایکسیڈنٹ ہوا تھا وہ بظاہر ٹریفک حادثہ تھا مگر اس کے پیچھے باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ سریتا دیوی کی بیٹی کو اپنے مذہب کی ترغیب دینے والوں کی معمولی سزا تھی۔ جس میں وہ خود کو حق بجانب سمجھتی تھیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس تھی۔ زینب یا عثمان دونوں نے ہی نندنی کو اسلام میں داخل کرنے کی شعوری کوشش نہیں کی تھی ہاں اس کے سوالات کے مناسب اور درست جوابات ضرور دیا کرتے تھے جو نندنی اکثر و بیشتر ان سے کرتی رہتی تھی۔ کسی غیر مسلم کو مسلم کرنا ان کا مشن نہیں تھا یہ زبردستی کے سودے ہوا بھی نہیں کرتے مگر یہ سریتا دیوی کو کون سمجھاتا۔ نندنی سے پہلے انہیں عثمان کے ایکسیڈنٹ میں جاں بحق ہونے کی اطلاع فون پر موصول ہو چکی تھی اور وہ اپنے منصوبے کی کامیابی پر خاصی مطمئن تھیں کہ اب ان کے اندازے کے عین مطابق زینب بھی یہاں ٹکنے والی نہیں تھی مگر غلط وہاں ہوا تھا جہاں دیو پران کا یہ راز آشکار ہو گیا اور اس نے ان پر گرفت کرنے میں بھی دیر نہیں کی تھی۔

"آپ نے بالکل بھی اچھا نہیں کیا مام! عثمان خان ایک بے ضرر انسان تھا۔" دیو کا متاسفانہ لہجہ دکھ کی شدتوں سے چُور تھا۔ سریتا دیوی محض اک لمحے کو گڑبڑائیں پھر اپنی مخصوص ڈھٹائی کے مظاہرے کے ساتھ کاندھے جھٹک دیئے۔

"اس کی پتنی بھی تو اچھا نہیں کر رہی تھی میرے ساتھ دھرم کے معاملے میں کوئی کمپرومائز نہیں۔ اس مقام پر آ کر تو میں نے اپنی محبت کی بھی نہیں سنی تھی جارج سے علیحدگی کی وجہ بھی دھرم تھا۔"

"ذرا سوچیں! اگر نندنی کو سب پتا چل جائے تو..." تاسف ڈھلتا ہی نہ تھا اس نے انہیں ڈرانا چاہا مگر وہ ڈسٹرب ہونے کے بجائے ہذیانی انداز میں قہقہے لگانے لگی تھی۔

"کون بتائے گا اسے تم؟" اور دیو کی آنکھیں شدت جذب سے سرخ پڑ گئیں کچھ کہے بغیر وہ ہونٹ بھینچے جھٹکے سے پلٹ گیا تھا۔

❁.....❁.....❁

ایمان نے اس غزل کو ٹائپ کیا اور شرجیل کے نمبر پر سینڈ کر دی۔ شرجیل نے مری میں جہاں اسے بہت سی شاپنگ کرنی تھی وہیں ایک خوب صورت اور مہنگا ترین سیل فون بھی اسے گفٹ کیا تھا۔ اس وقت وہ نیچے کسی کام کی غرض سے گیا ہوا تھا۔ سرسبز اونچے نیچے اطراف میں پہاڑوں سے گھرے راستے پر خوش گوار موڈ میں چلتے اس کے سیل فون پر میسج ٹون گنگنائی تو شرجیل نے ریسٹ ہاؤس کی جانب بڑھتے ہوئے سیل فون اپنی لیدر کی جیکٹ کی جیب سے نکال لیا۔ اسکرین کو چھوا تو منہ بند لفافہ بڑے ڈرامائی انداز میں کھل گیا الفاظ کی دل نشینی نے اسے مسکرانے پر مجبور کیا تھا گویا عہد چاہا جا رہا تھا۔

"ڈونٹ وری! ہمیشہ دل سے لگا کر رکھیں گے اپنی متاعِ جاں کو۔" اگلے دس پندرہ منٹ میں وہ اس کے روبرو ہوا تو اسے زبانی یقین سونپا اور پیچھے سے بازوؤں کے آہنی حصار میں مقید کر لیا۔ ایمان کپڑے سوٹ کیس میں رکھ رہی تھی اس کے رومینٹک موڈ پر بوکھلائی۔

"خیریت..... کیا ہو گیا؟" وہ اس کی جانب رخ پھیر کر نروس ہوتی ہوئی مسکرائی۔

"یقین دلا رہے ہیں، ہمیں کتنا خیال ہے آپ کا۔" اس کا لہجہ معنی خیز تھا ایمان جیسے سمجھ کر جھینپ گئی۔

"ہمیشہ خیال رکھیے گا۔"

"ہمیشہ خیال رکھیں گے، چاہے ہم دس بچوں کے اماں ابا ہو جائیں۔ چاہے بڈھے کیوں نہ ہو جائیں۔" وہ اس کی ہوشربا خوشبودار قربت میں آ کر بہکنے لگا تو ایمان سٹپٹانے لگی۔

"شرجیل پلیز..... پیکنگ کرنی ہے مجھے۔" وہ منمنائی اور دبا دبا احتجاج کیا۔

"دفع کرو یار! ساری عمر تمہیں کام ہی کرنے ہیں، رومینس کا موقع تو ابھی ہے گھر جا کے تو....." شرجیل نے بات ادھوری چھوڑ کر اس کے بالوں سے کیچر نکال دیا۔ جس کی بدولت ایمان کے

گھٹاؤں جیسے بال اس کے چاند چہرے اور نازک کمر کے گرد حصار باندھتے اس کی سحر انگیزی میں یکلخت اضافہ کر گئے۔ شرجیل بے خود ہونے لگا مگر ایمان کی جان اس کے ادھورے فقرے میں اٹک گئی اور دل دھڑکنے لگا۔ اس کی آئندہ زندگی کا دار و مدار اسی ادھورے فقرے میں ملفوف تھا غیر واضح غیر مطمئن۔

"کیا گھر جا کے..... بولیں نا۔" اس کا دل گھبرانے لگا مگر شرجیل کی ساری توجہ اس کے سحر انگیز دل نشیں چہرے پر مرکوز تھی جبھی اس کے ہونٹوں پر نرمی سے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"پلیز خاموش رہو! بس مجھے خود کو محسوس کرنے دو ویسے ایمی! تم نے کبھی چشمے کا صاف پانی دیکھا ہے؟ تمہیں دیکھ کر مجھے اس کا خیال آتا ہے۔" اس کی آواز پر بھی خمار چھا رہا تھا۔ ایمان لب بستہ رہ گئی اس کا دل ہر لحہ خدشات کی دلدل میں دھنستا جا رہا تھا۔

❁.....❁.....❁

جتنے دن وہ ایگزیم میں مصروف رہی ہر احساس کو دانستہ فراموش کیے رکھا مگر یادوں پر بھلا پہرا بٹھایا جا سکتا ہے۔ ان کی تلخی اور کاٹ اپنی جگہ بذاتِ خود موجود تھی اس کے باوجود کہ حالات اپنی جگہ مزید معمول پر آ گئے تھے۔ وہ کئی راتوں کی جاگی تھی وہ جی بھر کے سونا چاہتی تھی مگر امامہ کی خواہش تھی کہ وہ اس کے ساتھ سوئے۔ یہ بھی عجیب بچوں والی ضد تھی اس کے باوجود لاریب اسے ڈانٹ کر اس کا دل نہیں توڑنا چاہتی تھی۔

"ٹھیک ہے تم رات کو میرے کمرے میں آ جایا کرنا۔" لاریب نے اس کا من پسند جواب دیا تو امامہ گلاب کے نوخیز پھول کی مانند کھل اٹھی۔ امامہ کی فرمائش پر سندھی بریانی بنی تھی اور بہت دنوں بعد بابا سائیں نے بھی ان کے ساتھ ہی کھانا کھایا تھا۔

"مجھے باجو بہت یاد آتی ہیں بجو! انہیں سندھی بریانی کتنی پسند تھی۔" رات کو وہ کمرے میں آئی تو امامہ نے آنکھوں میں آنسو بھر کے کہا۔ لاریب چپ کی چپ رہ گئی۔ وہ بتانے کی پوزیشن میں نہیں تھی ورنہ حقیقت یہ تھی کہ لاریب بھی ایمان کی یاد سے بے کل ہوتی ٹیبل سے بھوکی اٹھی تھی مگر امامہ کو اس نے بے دریغ ڈانٹ کے رکھ دیا تھا۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ تم اب دوبارہ ان کا ذکر نہیں کرو گی۔"

"کسی کا ذکر نہ کرنے سے کوئی دل سے نہیں نکل جایا کرتا۔" امامہ نے بگڑ کر کہا اور لاریب کے دل پر وار ہوا تھا۔ غلط کب کہہ رہی تھی وہ بھلا عباس کو دل سے نکال پائی تھی یا ایمان کو بھولنے میں کامیابی حاصل کر لی تھی۔ محبتیں کھو کر بھی کہاں اثر کھوتی ہیں۔ کہاں مرتی ہیں بلکہ بچھڑی محبتیں تو دلوں کے ناسور ثابت ہو کر ہر لحہ اذیت کی کسک سے دوچار کرتی رہتی ہیں۔

"مجھے وہ یاد آتی ہیں، مجھے وہ نہیں بھولتیں تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ پھر آپ سوچیں اگر میں آپ سے بھی ان کی باتیں نہ کروں تو کس سے کروں؟" وہ ہچکیاں بھر بھر کے رو رہی تھی لاریب کو البتہ اس پر رحم آنے کی بجائے تاؤ آ رہا تھا۔

"تم اگر یہ چیپٹر کلوز نہیں کر سکتیں تو اٹھ جاؤ یہاں سے۔" وہ پھنکاری اور ہاتھ میں موجود سیل فون ٹیبل پر بستر پر پٹخ دیا۔ امامہ نے آنسوؤں سے جل تھل ہوئی آنکھوں میں حیرانی لیے اسے دیکھا پھر یک دم بپھر سی گئی۔

"ٹھیک ہے، میں چلی جاتی ہوں یہاں سے۔ اپنے اس غم کا میں اکیلی ہی ماتم کر لوں گی آپ اگر پتھر ہو گئی ہیں تو میں پتھر نہیں ہوں۔" وہ روتے ہوئے چیخی اور اٹھ کر کمرے سے بھاگ گئی۔

لاریب عجیب پُرملال احساسات کا شکار وہیں بیٹھی رہ گئی تھی۔ امامہ کا یوں ٹوٹ کر بکھرنا اور رونا اس کا دل کتنے لاتعداد ٹکڑوں میں تبدیل کر گیا تھا یہ کون جانتا تھا مگر ایک انا تھی جو اسے امامہ کے پاس جانے اور منانے سے باز رکھے تھی پر دل بے تاب تھا۔ اسی بے چینی نے بالآخر اسے اٹھنے پر مجبور کر دیا۔ اس سے پہلے کہ دروازے تک پہنچتی بجلی اچانک فیل ہو گئی۔ کمرا یکلخت تاریک قبر کا منظر پیش کرنے لگا۔ وہ اپنی جگہ پر منجمد سی کھڑی تھی جب امامہ کی دلدوز چیخیں اسے بوکھلا کر رکھ گئیں۔ وہ اندھوں کی طرح دیواروں کو ٹٹولتی آواز کی سمت بھاگی کہ امامہ کی ہذیانی چیخوں میں مزید شدت آتی جا رہی تھی۔ اس کی چیخوں سے لاریب اندازہ لگا چکی تھی وہ اس کے کمرے سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے۔

"چھوٹی بی بی..... چھوٹی بی بی! کیا ہوا؟" اس سے پہلے سکھاں ہاتھ میں ایمرجنسی لائٹ لیے گرتی پڑتی امامہ تک آ پہنچی تھی۔ لاریب نے بے قراری سے اسے جاتے ہی خود سے لپٹا لیا۔ امامہ سرتاپا خزاں زدہ پتے کی طرح کانپتی اور وحشت زدہ نظر آ رہی تھی۔

"کیا ہوا امامہ؟ اندھیرے سے ڈری ہو؟" لاریب نے اس کے بال سہلا کر آنسو پونچھے۔

"ن..... نہیں..... بجو! میں اپنے کمرے میں گئی تو لائٹ چلی گئی، مجھے اندھیرے سے ڈر لگا تھا میں دوبارہ آپ کمرے میں آ رہی تھی کہ مجھے..... مجھے کسی نے پکڑ لیا۔" امامہ اتنی خوف زدہ

اور سراسیمہ تھی کہ تب کچھ بول نہیں پائی تھی لاریب کے سکھاں کو واپس بھیجنے کے بعد خود امامہ کو لیے کمرے میں آ گئی۔ امامہ بہت دیر اس سے لپٹی رہی تھی اور حواس بحال ہونے پر جو کچھ اس نے بتایا وہ لاریب کے حواس سلب کرتا پوری جان سے ہلا کر رکھ گیا تھا۔ وہ حق دق سی اسے تکنے لگی۔

"کسی نے پکڑ لیا؟ کیا مطلب امامہ! کون تھا وہ؟" وہ سوال پر سوال داغنے لگی' صحیح معنوں میں اس کی جان مٹھی میں آ گئی تھی۔

"وہ کوئی مرد تھا بجو! بہت لمبا' بہت طاقت ور' شاید وہ مجھے کھینچ کر کہیں لے جانا چاہتا تھا تبھی میں ڈر کر چیخی تھی اس سے اپنا آپ چھڑوانے کی کوشش میں میں نے اسے نوچا بھی تھا یہ دیکھیں میرے ناخنوں پر ابھی تک خون لگا ہوا ہے اس کا۔"

امامہ نے ایمرجنسی لائٹ کے نزدیک اپنے ہاتھ لے جا کر دکھائے۔ لاریب پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی گلابی پوروں اور ناخنوں پر اتری خفیف سی خون کی سرخی کو دیکھے گئی۔ اس کا دماغ جیسے لمحوں میں شل ہو کر رہ گیا تھا۔ حویلی کے اندر خالصتاً زنان خانے میں اس قسم کی واردات کا امکان ہی ناگزیر تھا کہ ادھر تو ملازم مردوں کا گزر بھی نہیں ہوتا تھا سوائے سکندر کے اور سکندر کا نام ذہن میں در آتے ہی لاریب کے دل نے غوطہ سا کھایا اور وجود سرد پڑتا چلا گیا۔

"تو کیا سکندر؟" اس نے سوچا اور دماغ میں جیسے انگارے چٹخنے محسوس کیے۔

"کیا ایسا ممکن ہے؟ کیا سکندر کی جرأت اتنی بڑھ سکتی ہے۔" اس نے خود سے سوال کیے اور جواب میں شکوک سر اٹھانے لگے پچھلے کچھ دنوں سے وہ اس کے رویے میں کتنی تبدیلی محسوس کر رہی تھی۔ جب سے وقاص نے اپنی خواہش کی تکمیل کا طوفان اٹھایا تھا' سب سے زیادہ بے قرار لاریب ہی تھی۔ وقاص کسی بھی صورت ایمان کی غلطی معاف کرنے پر آمادہ نہیں تھا اس نے صاف لفظوں میں بابا سائیں کو جتلا دیا تھا۔

"ایمان نہ سہی آپ کو نہیں بھولنا چاہیے کہ آپ کی دو بیٹیاں اور بھی ہیں۔"

"اگر تم ایمان کی بجائے امامہ یا لاریب میں سے کسی کو قبول کر سکتے ہو تو مجھے ہرگز کوئی اعتراض نہیں ہے بیٹے! مجھے اندازہ ہے کہ میں تمہارا مجرم ہوں۔" یہ ساری بات چیت لاریب کی موجودگی میں ہوئی تھی گو کہ بابا سائیں کی اس ڈھیل نے لاریب کو دلی کرب اور تکلیف سے دوچار کیا تھا مگر وہ بھی جانتی تھی۔

روایات میں جکڑے اس کے بے بس باپ کے پاس کوئی اور بھی نہیں ہے انہیں یہ قربانی دینی تھی مگر امامہ نہیں وہ اتنی عزیز تھی اسے کہ وہ اسے ہرگز بھینٹ نہیں چڑھا سکتی تھی۔ اس کے خیال میں وقاص جیسے وحشی سے شادی خودکشی کے مترادف تھی۔ انتقام اور رنجش کے احساس سے بپھرا ہوا مرد انا کی تسکین کی خاطر ایمان کی بہن کی زندگی اجیرن کرنے کا پورا حق محفوظ رکھتا تھا پھر کیا فرق پڑتا تھا اگر عباس نہیں تو وہ کوئی بھی ہوتا۔ میں تو ویسے بھی مر ہی چکی ہوں۔

غم و غصے اور رنج کی شدید کیفیت میں وہ ایک بار پھر ایک جذباتی قدم اٹھانے کو تیار تھی۔ اسے یقین تھا وقاص' بابا سائیں کے سامنے اسی کا نام لینے والا ہے۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ سکندر سے نجات حاصل کرے تبھی دوران ایگزیم ہر صبح اس کے ساتھ کالج جاتے ہوئے وہ اسے یاد دہانی کرائی رہی تھی اور سکندر جانے کیا ٹھانے تھا کہ ہر بار سن کر بھی ان سنی کرتا رہا۔ اس کی بے نیازی کے اسی مظاہرے نے لاریب کو اتنا آگ بگولہ کیا کہ اس روز وہ اس سے بھڑ گئی اور اس پر چلانے لگی۔

"تم پاگل ہو یا پھر تم نے مجھے بے وقوف سمجھا ہوا ہے؟"

"میں کچھ سمجھا نہیں بی بی صاحبہ!" جواباً سکندر اس کے اشتعال کے آگے اپنی تحمل مزاجی کا شاندار مظاہرہ کر رہا تھا۔

"کیا کہہ رہی ہوں میں اتنے دنوں سے تمہیں؟" لاریب کی رنگت بھی اس کی آنکھوں کی طرح دہکنے لگی۔

"کیا کہہ رہی ہیں؟" اس کا یہ گریز جو سراسر دانستہ تھا لاریب کو سیخ پا کر گیا۔

"طلاق دو مجھے' اس طوق کو میں مزید گلے میں نہیں لٹکا سکتی۔" ضبط کھو کر وہ چلا پڑی۔

"اسے گلے میں ڈالنے پر میں نے آپ کو مجبور نہیں کیا تھا یاد کریں آپ نے فورس کیا تھا مجھے حالانکہ تب میں نے اس کے متوقع نقصانات کے متعلق آگاہی بھی دینی چاہی تھی مگر....."

"مگر کیا.....؟" سکندر نے پہلی مرتبہ اس کے سامنے اس انداز میں بات کی تھی اس کے تو جیسے اندر آگ دہک اٹھی۔ غصے کی شدید لہر نے اس کا دماغ دہکا دیا' وہ طعنہ دے رہا تھا اسے۔

"ہاں کیا تھا میں نے فورس' تب میرا دماغ خراب ہوا تھا مگر اب پچھتا رہی ہوں۔" اس کا لہجہ حقارت زدہ اور انداز میں رعونت تھی' بے نیازی تھی' نخوت تھا۔ سکندر نے اک نظر اسے دیکھا اور یک دم گاڑی روک دی پھر سرخ چہرے کا رخ اس کی جانب موڑ

کر ہیجان زدہ لہجے میں بولا۔

"مگر میں اب ایسا نہیں کرنا چاہتا اس لیے کہ نہ تو میں آپ کی طرح پاگل ہوا ہوں نہ پچھتاوے کا شکار۔" کیا تھا اس کے لہجے میں، اس کے انداز میں کہ لاریب پہلے سکتہ زدہ ہوئی پھر اس نے اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس کیے۔ اسے لگا تھا وہ زمین آسمان کے درمیان شدید خوف کے عالم میں معلق ہے۔ سکندر کے یکسر تبدیل ہوئے تیور اسے ہولانے کو کافی تھے۔ سکندر کے بدلے ہوئے انداز و مزاج کا مطلب تھا لاریب کی تباہی۔ صرف لاریب کی نہیں امامہ اور بابا سائیں کی بھی۔ اس کے ہاتھ پیر سرد پڑنے لگے مگر وہ اندر سے جتنی بھی خائف تھی بظاہر بھڑک اٹھی تھی اس طرح شاید وہ اپنا بھرم رکھنا چاہتی تھی۔

"تمہیں اندازہ ہے سکندر تم کیا کہہ رہے ہو یا دوسرے لفظوں میں تم اپنی اوقات بھول رہے ہو؟" اس کی بات کے جواب میں سکندر زہر خند سے ہنسا پھر جتلاتی تاؤ دلاتی نظروں سے اسے جی بھر کے دیکھا اور پھنکارنے کے انداز میں بولا۔

"بہت اچھی طرح اندازہ ہے اور مسز سکندر صاحبہ! میری اوقات اس وقت بھی یہی تھی جب آپ نے پیروں سے مجھے اٹھا کر اپنے سر پر رکھا تھا۔" ماتھے کی تیوریوں اور آنکھوں سے نکلتے شعلوں نے لاریب پر اس کے آتش فشانی موڈ اور اس کے ارادوں کی سنگلاخی کو بہت اچھی طرح آشکار کیا تو وہ اندر ہی اندر دہل گئی۔

"تم بہت غلط کررہے ہو اپنے ساتھ، میں ہرگز نہیں چھوڑوں گی تمہیں۔ کجا کسی بھول میں رہو۔" لاریب کو اپنی کمزوری کا احساس ہوا تو دانت کچکچاتی دھمکیوں پر اتر آئی۔ جواباً وہ کتنے سکون سے مسکرایا تھا۔

"اچھا...... مثلاً کیا کریں گی آپ میرے ساتھ؟" وہ بے نیازی اور نخوت سے پوچھ رہا تھا اور لاریب غضب سے بپھر اٹھی تھی اس کی آنکھوں میں غصے کی سرخیاں جھلکیں، سکندر کا تمسخرانہ انداز اسے آگ لگا کر رکھ گیا تھا۔

"یہ آنے والا وقت ہی تمہیں بتائے گا کہ میں کیا کرسکتی ہوں۔" اس نے نفرت زدہ انداز میں ہونٹ سکوڑے جب کہ سکندر نے بے پروائی سے سر جھٹک دیا، اس کے بعد اس نے دانستہ سکندر کے منہ لگنے کی کوشش نہیں کی مگر حقیقت یہ تھی کہ وہ اس بات پر سوچتی اپنا بے تحاشا خون جلا چکی تھی اور اب یہ نیا واقعہ، اس کا شک یقین میں بدلنا شروع ہوا۔

"تو کیا وہ اندھیرے کی وجہ سے امامہ پر میرا گمان کررہا ہوگا۔" اس نے سوچا مگر اس سے اگلی سوچ اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑانے لگی۔

"کیا مقاصد ہوں گے اس گھٹیا حرکت کے پیش نظر اس کے؟ کہاں لے جانا چاہ رہا ہوگا؟ اور جب امامہ چیخی تو حقیقت کھلنے پر چھوڑ کر بھاگ گیا...... اُف خدایا!" وہ لرز اٹھی اور بے چینی سے بستر پر کروٹ بدلی۔

"اس کو امامہ نے زخمی تو کیا تھا، نشان تو ہوں گے۔" اس سوچ کے دماغ میں در آتے ہی وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی، امامہ اس کے بستر پر بے خبر سو رہی تھی۔

"مجھے اسے پکڑنا چاہیے، ثبوت ہے تا میرے پاس اور اس وقت موقع بھی مناسب ہے۔" اس نے ہمیشہ کی طرح جذباتیت سے سوچا اور جذباتیت سے فیصلہ کیا اور اس کی نزاکتوں اور باریکیوں پر دھیان دیئے بغیر بستر سے اتر گئی۔ لائٹ آچکی تھی اس نے ٹیبل لیمپ آن کر کے باقی تمام لائٹس بجھا دیں، شال اوڑھ کر احتیاط سے دروازہ کھول کر باہر قدم رکھ دیا، راہداری نیم تاریک اور سنسان تھی۔ آخری سرے پر اک آرائشی بلب روشن تھا، رات کے مخصوص سناٹے میں کتوں اور جھینگروں کی آوازیں وقفے وقفے سے گونجتی تھیں۔ وہ بے آواز قدموں کو اٹھاتی راہداری کے سرے پر آ گئی۔ آگے برآمدہ تھا پھر دوسرے کمرے کو جاتی راہداری...... اس راہداری کے اختتام پر پہلے بابا سائیں کا کمرا تھا، پھر سکندر کا۔ رات بارہ بجے کے بعد کا عمل تھا اور یہاں زیادہ سے زیادہ دس بجے تک ملازم تمام کام نپٹا کر اپنے کوارٹروں میں چلے جاتے تھے۔ اس نے سکندر کے دروازے پر رک کر آہستگی سے دستک دی، سکندر جو ابھی کچھ دیر قبل ہی بابا سائیں کے پاس سے آیا تھا اس دستک پر بری طرح چونک کر تیزی سے دروازے پر آیا کہ شاید بابا سائیں کی طبیعت خراب ہو مگر دروازہ کھولتے ہی نیم تاریک راہداری کسی فانوس کی مانند جگمگاتی لاریب کو اپنے سامنے موجود دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔

"آپ...... اس وقت......؟" حیرت کی زیادتی کے باعث وہ احتیاط کا دامن بھی چھوڑ بیٹھا جبھی آواز خاصی بلند ہوگئی تھی جس پر جھلاتی لاریب اسے غصے میں دھکیلتی اندر آ گھسی اور اپنے پیچھے بہت سرعت سے کاندھے کی ٹھوکر سے دروازہ بند کر دیا۔ سکندر کی تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"اگر کوئی کام تھا مجھ سے تو آپ صبح آجاتیں، اس وقت......"

"بہت مہذب ہو تم، یہی ثابت کرنا مقصود ہے نا؟" وہ دبے ہوئے انداز میں غرائی۔ سکندر نے ٹھٹک کر اس کو دیکھا۔ لاریب کے چہرے کے تاثرات میں برہمی اور کبیدگی کو پا کر اس نے سرد آہ بھری۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟" وہ واقعی الجھا تھا آنکھوں میں کتنی تشویش در آئی تھی۔ لاریب نے اسے کبھی سکھ کا سانس نہیں لینے دیا تھا نہ شاید وہ کبھی اسے لینے دے گی۔ اس نے ہونٹ بھینچ لیے۔

"ابھی سمجھاتی ہوں مقصد، شرٹ اتارو اپنی۔" وہ اسی سابقہ انداز میں غرائی۔ آنکھوں سے برہمی مترشح تھی، سکندر تو اس انوکھے آرڈر پر چکرا اٹھا تھا۔

"ک...... کیوں...... آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟" وہ اتنا بوکھلایا کہ ہکلا سا گیا۔ لاریب کو اس کا یہی انداز سیخ پا کر گیا تھا۔ اس کے گریز کو وہ اس کے جرم پر پردہ پوشی سمجھ کر ہی برہم ہوئی تھی۔

"میں فارسی میں بات نہیں کررہی، سیدھی طرح کہا ہے شرٹ اتارو اپنی۔" وہ کچھ اور بپھری اور اس مرتبہ تلملاہٹ اتنی بڑھی کہ ایک قدم آگے ہوتے اسے زور سے دھکا بھی دیا۔ سکندر کا چہرا اہانت اور سبکی کے زیر اثر سرخ پڑتا چلا گیا کچھ کہے بغیر اس نے ہونٹ بھینچے اور شرٹ کے بٹن کھولنے لگا پھر اسی تلخ تاثر سمیت شرٹ اتار کر بستر پر پھینک دی۔ لاریب جو اس کی سمت متوجہ تھی تیزی سے نزدیک آن رکی۔ اس کی گردن، اس کا سینہ ہر قسم کی کھرونچوں سے مبرا تھا۔ وہ ششدر ہونے لگی اس نے ایک غیر یقینی کی کیفیت میں آنکھیں پھاڑ کر از سرِ نو جائزہ لیا اور باقاعدہ ہاتھ سے چھو کر نادیدہ زخم کھوجنے چاہے سکندر حق دق سا اس کی حرکات ملاحظہ کررہا تھا۔ لاریب کی نرم پوروں کا سرسراتا لمس اس کے اندر سنسنی پھیلاتا خوابیدہ جذبوں کو جگانے لگا۔ سارا غصہ ساری انا حسن کی شعاعوں کے آگے جل کر خاک ہوتے دیر نہیں لگی۔

بلیک اینڈ وائٹ پرنٹ کا کرتا شلوار اور میرون اسٹاکش شال میں ملبوس دودھیا چاندنی کی روشنی میں نہائی وہ لڑکی اتنی طاقت تو رکھتی تھی کہ اس کا موڈ بدل پاتی۔ اپنی تمام تر بے نیازی لاتعلقی اور بے حسی کے باوجود آخر وہ انسان تھا۔ بشری تقاضوں سے بے نیاز کیسے ہوسکتا تھا۔ اس کی کیفیات بدلنے لگیں، غصے و ناراضی کی جگہ سرشاری نے سر اٹھایا، لمس اور اس کی قربت کی مدہوش کن دہکتی ہوئی آنچ دیتی خوشبو نے اپنا جادو جگانا شروع کر دیا۔ وہ گم صم بے خود سا کھڑا اس کا یہ دلربا سا روپ نگاہ کے رستے دل میں اتارنے لگا۔ وقتی طور پر وہ فراموش کر گیا تھا، اس ماحول اور اس کی وجوہات کو بھی۔ یہ بے حد مغرور اور خاص لڑکی جو اس کی رگِ جاں میں بستی تھی، جسے اتنی شدتوں سے چاہا تھا کہ اپنی شدتوں کے باعث قدرت کے انعام کے طور پر وہ معجزانہ طور پر سہی اس کے نام لکھ دی گئی تھی۔ جو اتنی بے نیاز اور لاتعلق تھی کہ کبھی اس کی قربتوں اور خلوتوں سے خائف ہونا سیکھا ہی نہ تھا۔ اس کی بہادری اس مقام پر تھی کہ سکندر کو اپنی مردانگی غلامی کی زنجیروں میں پھڑپھڑاتی محسوس ہونے لگتی تھی۔ اس کی انہی بے نیاز حرکتوں کی بدولت ہی وہ اکثر اس سوچ کے ساتھ مچل اٹھتا تھا کہ کسی روز اس کی بے نیازی اور بے حسی کو اپنی جرأت کے مظاہرے سے پارہ پارہ کر ڈالے اور اس کی حیرتوں سے لطف اٹھائے۔

دوسری سمت اس کی سوچوں کے برعکس لاریب کو اپنے اندازے کی غلطی اگر خجالت سے دوچار نہیں بھی کرسکی تب بھی بھڑکانے کا باعث ضرور بن گئی تھی وہ کسی طور بھی ہار تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھی۔

"سکندر وہاں آئینے میں کھڑے ہو کر دیکھو، تمہارے سینے پر، گردن پر کوئی نشان ہے؟" اس نئی ہونے والی فرمائش نے سکندر سے بھی احتیاط اور احترام کا دامن چھڑا دیا۔ وہ پہلے مسکرایا پھر جب بولا تو لہجہ بھی نظروں کی طرح بے قابو اور بہکا ہوا تھا۔

"یہ تمام تقاضے بہت معنی خیز ہیں بی بی صاحبہ! بہرحال اگر مجھ سے کوئی گستاخی سرزد ہوگئی تو آپ الزام دینے کی پوزیشن میں نہیں رہیں گی۔" لاریب پہلے تو اس کی بات سمجھی نہیں جب سمجھی تو شرم اور غیض سے منجمد ہوتی کتنی دیر پھٹی پھٹی نظروں سے اسے تکتی رہ گئی۔ انداز سکتہ زدہ تھا، یہ صدمہ ٹوٹا تو قہر برپا ہوگیا تھا جبھی وہ اگلے لمحے اس پر جھپٹ پڑی تھی توہین سے بڑھ کر شرم اور بے مائیگی کے احساس نے اسے نیم پاگل کیا تھا۔

"دو ٹکے کے ذلیل کمینے انسان...... تمہاری یہ جرأت کہ تم مجھ سے اس قدر تھرڈ کلاس گفتگو کرو۔" سکندر نے بروقت خود کو پیچھے ہٹا کر اس کے حملے سے بچایا اور اس سے پہلے کہ وہ پھر اس پر ہاتھ اٹھاتی سکندر نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر ایک جھٹکے سے نیچے کیے مگر چھوڑے نہیں تھے اب صورت حال اس قسم کی تھی کہ وہ اس کے حصار میں جکڑی ایک طرح اس کے سینے سے لگی کھڑی تھی مگر بے بسی کی انتہا تھی یہ کہ ہاتھ سکندر کی بے رحم سنگ دلانہ گرفت میں جکڑے ہونے کے باعث نہ تو فاصلہ بڑھانے پر

قادر تھی نہ خود کو چھڑانے پر۔ توہین‘ بے بسی اور لاچاری سے بڑھ کر خوف کا شدید احساس تھا جس نے اس کی روح سلب کرلی تھی اس کا دل دھک سے رہ گیا ساری خود اعتمادی ہوا ہوچکی تھی بلکہ ٹانگیں کانپنے لگیں‘ رنگ فق جب کہ آنکھیں چھلک گئی تھیں۔

”آپ کسی پر جھنجلاہٹ طاری کردیں وہ بھی انتہادرجے کی‘ وہ پھر بھی اخلاق کی کوئی حد نہ پھلانگے یہ ممکن نہیں‘ اس کے بعد ہر شدت بھی اس پر منحصر ہے آپ مجھ سے فضول تقاضے کریں اور جواب میں کوئی ری ایکشن نہ دوں‘ کیوں؟ فرشتہ ہوں میں یا روبوٹ؟“ ایک ایک لفظ چبا کر کہتا وہ سرد مہر نظر آرہا تھا۔ اس کے آنسوؤں کا بھی کوئی اثر نہیں تھا اس پر۔ لاریب نے سبکی اور ذلت کے شدید ترین احساس کے تحت خود کو زمین میں گڑھتا محسوس کیا۔

”مجھے چھوڑ دو سکندر پلیز۔“ شدتِ غم کے باعث اس کی آواز حلق میں گھٹنے لگی مگر سکندر پر الٹا اثر ہوا۔

”ایسا سوچیے گا بھی مت‘ اب میں مر تو سکتا ہوں مگر آپ کو چھوڑوں گا نہیں‘ سمجھیں آپ؟“ اس کے لہجے میں اتنی درشتی اتنی برودت تھی کہ لاریب کو اس سے ڈر لگنے لگا۔ وہ بے ساختہ رو پڑی۔

”میرا ہاتھ چھوڑ دو سکندر! مجھے بہت درد ہورہا ہے۔“ اس کے رونے میں شدت آئی تب وہ اسے چھوڑ کر فاصلے پر ہوا‘ وہ گھٹ گھٹ کر رو رہی تھی‘ سکندر کو عجیب سی ندامت نے آن گھیرا۔

یہ طے تھا کہ وہ اسے دانستہ دکھ دینے کا سوچ نہیں سکتا تھا‘ جبھی مضطرب ہونے لگا اس کا دل چاہا آگے بڑھے اور سسکتی بلکتی لاریب کو خود سے لگالے اور اس کے سارے دکھ چن لے مگر بولا تو اس خواہش کے بالکل برعکس۔

”آپ یہاں سے جائیے پلیز کسی نے دیکھ لیا..... آپ ان باریکیوں پر کبھی غور کیوں نہیں کرتی؟“ وہ بے حد عاجز سا ہوکر نرمی سے جھنجلا کر کہہ رہا تھا۔ لاریب کو بھی اس صورت حال نے نظریں اٹھانے سے لاچار کردیا تھا جبھی خود کو سنبھال کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

”ویسے اس وقت آئی کیوں تھیں آپ؟“ وہ دروازے کے نزدیک جا پہنچی تب سکندر نے اسے مخاطب کیا اور جیسے غضب کیا تھا‘ لاریب نے پلٹ کر سرخ دہکتی آنکھوں میں حقارت سمو کر اسے دیکھا۔

”اس بات کو چھوڑو‘ مجھے صرف یہ بتاؤ لسی کون سی دوا استعمال کی جس سے تمہارے زخم اتنی جلدی ٹھیک ہوگئے؟ عادی مجرم لگتے ہو مگر یاد رکھو میں تمہارے اس جرم کو معاف نہیں کرنے والی۔“ سکندر کے اعصاب کو گویا ہزار وولٹ کا کرنٹ لگا تھا۔ اس نے چونک کر لاریب کے تنفر چھلکاتے چہرے کو دیکھا اور تملاتے ہوئے انداز میں اس کے اور دروازے کے بیچ حائل ہوگیا۔

”وضاحت کریں اپنی بات کی۔“ اس کے یکلخت پتھر ہوجانے والے چہرے پر جیسے دراڑیں پڑ رہی تھیں۔ لاریب نے تمسخرانہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”طے ہوا صرف مجرم نہیں ایکٹر بھی خوب ہو۔“ اس کے تاثرات میں حقارت لڈ آئی اور انداز بے حد برہم تھا۔ سکندر نے تولتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا پھر جیسے جبر کرتے ہوئے گویا ہوا۔

”تو آپ اصل بات نہیں بتائیں گی مجھے؟“

”اتنے معصوم مت بنو مجھے نفرت محسوس ہورہی ہے تم سے۔“ وہ چیخ پڑی‘ سکندر نے جھلستی پرتپش نگاہوں سے اسے دیکھا پھر ہاتھ پیچھے لے جا کر دروازے کو لاک لگایا اور چابی کھینچ لی۔ لاریب کو چونکتے پا کر اس کی آنکھوں میں جھانک کر سرد آواز میں اسے مخاطب کیا۔

”جب تک آپ مجھے ساری بات نہیں بتائیں گی یہ دروازہ نہیں کھلے گا۔ فیصلہ کرلیں کیا کرنا ہے اب۔“ لاریب کے اعصاب پر بم پھٹا تھا گویا اس نے سٹپٹائی ہوئی نظروں سے اک سراسیمگی کی کیفیت میں مبتلا ہوکر اسے دیکھا۔ جس کی سرد مہری اور تندی اسے ہولانے کو کافی ثابت ہوئی تھی۔ سر پر جیسے آسمان ٹوٹ پڑا۔ اس کی بدحواسی بڑی فطری تھی۔ سکندر البتہ پروا کیے بغیر اطمینان سے صوفے پر بیٹھا اور سگریٹ سلگالی۔ لاریب کے خوف پر ہیجانی کیفیت غلبہ پا کر نیم پاگل کرنے لگی۔

”تم بہت کمینے‘ گھٹیا‘ خبیث اور آستین مار ہو۔ بہت غلطی کی تھی بابا سائیں نے جو تمہیں اس حویلی میں کتنی خاص حیثیت اور خاص مقام دے دیا۔ تم اس قابل تھے بھلا؟ اوقات سے بڑھ کر تم جیسے فقیروں کو مل جائے تو یونہی آپے سے باہر ہوجاتے ہو۔“ غم شکستگی نے اسے ایک بار پھر انجام سے بے نیاز ہوکر غصے سے دیوانہ بنا ڈالا۔ یہ سوچ ہی اسے ہسٹرک کررہی تھی کہ سکندر اس کے ساتھ یہ سب کرچکا ہے۔ صدمہ‘ غیر یقینی‘ سبکی‘ کیا کچھ نہ تھا اس کے انداز میں۔

”بس..... اتر گیا غصہ تو اصل موضوع کی طرف آجایئے میم!“ اس کے ہونٹوں پر دل جلاتی مسکان تھی۔ لاریب کے دماغ میں فشارِ خون ٹھوکریں مارنے لگا۔ اس نے ہونٹ بھینچے اور نگاہ کا زاویہ بدل لیا۔ سکندر نے کاندھے اچکا دیئے‘ لاریب اب

دروازے پر زور آزمائی کررہی تھی۔

”تمہاری بہتر اسی میں ہے سکندر کہ دروازہ کھول دو ورنہ میں شور کروں گی‘ دروازہ پیٹوں گی۔“ اپنی کوشش میں ناکامی پر وہ پلٹ کر اسے دھمکانے لگی۔

”آپ اپنا شوق پورا کر کے دیکھیں‘ جواب میں میں بابا سائیں کو حقیقت بتاؤں گا۔ نکاح نامے کی صورت ثبوت پیش کروں گا اور پھر اک خوب صورت سی سزا پاؤں گا آپ کی صورت‘ جو مجھے عمر بھر کو ملے گی۔“ جواباً وہ خائف ہوئے بغیر بے شرمی سے بولا تو لاریب کے چودہ طبق روشن ہونے لگے۔ بیک وقت اس کا چہرا خفت اور سبکی کے ساتھ شرم سے بھی سرخ ہوگیا تھا۔ ہونٹ بھینچ کر ہارے ہوئے انداز میں اس سے نگاہ ملائے بغیر بلآخر اسے ساری بات بتانا پڑی۔ جسے سنتا سکندر پہلے ششدر ہوا پھر قہر آلود لہجے میں بولا۔

”مل گیا آپ کو ثبوت کہ وہ میں نہیں تھا‘ ویسے آپ مجھے اتنا گراہوا سمجھتی ہیں؟“ لاریب نے نگاہ اٹھا کر اس کی آنکھوں میں ہلکورے لیتی سرخیوں کو دیکھا پھر زہرخند سے ہنسی۔

”میں تمہیں اس سے بھی زیادہ گرا ہوا سمجھتی ہوں۔“ اس کے پھنکارنے پر سکندر کا خود پر مشکلوں سے باندھا ضبط کا بندھن پھر ٹوٹنے لگا۔ ہونٹوں کو سختی سے باہم بھینچتا ہوا وہ آگے بڑھا اور دروازہ ان لاکڈ کردیا۔

”میں کیا ہوں‘ یہ میں نہیں وقت ثابت کرے گا آپ پر۔“ لاریب نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں اور دروازہ وا کرتی تیزی سے باہر نکل آئی۔ سکندر اس کے پیچھے آیا تھا وہ کمرے میں داخل ہوئی تب پلٹا۔

”کون ہوسکتا ہے وہ؟“ اس کے دماغ میں اسی ایک سوال نے حشر اٹھایا ہوا تھا۔ باقی کی رات کروٹیں بدلتے گزر گئی اسے جگانے کا باعث بہت سی باتیں تھیں۔

❀.....❀.....❀

اجنبی منزل کی جانب غیر شناسا راستے لیے جارہے تھے اور اس کا دل و دماغ جیسے خدشات اور واہمات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ پا لینے کے خمار پر تو پہلے ہی بہت کچھ کھودینے کا ملال تھا۔ اب رد ہوجانے اور ناپسندیدگی کے حوالے سے خدشات تھے جو لمحہ بہ لمحہ دل اسے ہراس میں مبتلا کررہے تھے۔ ٹیکسی اک جھٹکے سے رکی تب وہ بھی جیسے اپنے خیالوں سے چونک کر باہر آئی۔ شرجیل اتر کر ڈگی سے سامان نکلوا رہا تھا۔ اس نے نگاہ بھر کے اس وسیع و عریض شاندار بلڈنگ کو دیکھا جو روشنیوں سے رات کے اس سمے جگمگاتی ہوئی آس پاس کے تمام گھروں میں بے حد نمایاں لگ رہی تھی۔ سیاہ آہنی گیٹ پر باوردی ملازم گن تھامے الرٹ نظر آتا تھا باؤنڈری وال کے پار پورٹیکو اور لان تک اس کی نظر گئی اور پھر تھکے ماندے انداز میں پلٹ آئی۔

”آؤ نا امی!“ سامان واچ مین سلام کرنے کے بعد شرجیل سے لے چکا تھا تب وہ ایمان کی سمت متوجہ ہوا جو صرف گم صم نہیں بے حد کنفیوژ بھی نظر آرہی تھی۔

”سب ٹھیک تو رہے گا نا؟ شرجیل مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔“ اس نے شرجیل کا ہاتھ پکڑا تو اس کی گرفت کی شدت میں خوف کا احساس بول رہا تھا۔ شرجیل نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا اور ہاتھ نرمی سے دبا کر گویا ہمت بندھائی۔

”میں ہوں نا تمہارے ساتھ‘ کم آن۔“ وہ اسے لیے گیٹ سے اندر آیا‘ پورٹیکو اور لان کے درمیان سرخ بجری کی روش پر پُر اعتماد انداز میں چلتا ہوا سیڑھیاں چڑھ کر چوبی دروازے تک آیا اور اسی مخصوص پُراعتماد انداز میں اسے لیے ڈائننگ ہال کی جانب آگیا۔ یہ کھانے کا وقت تھا وہ جانتا تھا۔

”السلام علیکم!“ شرجیل نے زوردار طریقے سے سلام کرتے ہوئے گویا وہاں موجود لوگوں کی بیک وقت توجہ حاصل کی تھی ایک ساتھ اتنی ساری نگاہوں کا مرکز بن جانا ایمان کے رہے سہے اعتماد کو بھی زائل کرگیا۔ وہ جو آدھی سے زیادہ پہلے ہی شرجیل کی آڑ میں تھی غیر محسوس انداز میں پوری طرح اس کے لمبے چوڑے آہنی وجود کے پیچھے چھپ سی گئی مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا کہ محض اس کی ایک جھلک سہی مگر دیکھ لی گئی تھی اور اتنے بڑے ڈائننگ ہال میں یکلخت سناٹا اتر آیا۔ ہر چہرے پر تقریباً ملتا جلتا تاثر تھا‘ حیرت‘ بے یقینی‘ سکتہ۔

”کون ہے یہ لڑکی!“ تاؤ جی سب سے پہلے ہوش میں آ کر زور سے گرجے۔ ایمان کی سانسیں اس کے سینے میں اٹکنے لگیں‘ یہ اس کی زندگی کا سب سے کٹھن مرحلہ تھا۔

”آپ کی بہو..... مائی وائف!“ تائی ماں نے بے اختیار سینے پر دوہتڑ مارا۔ مما کا دل پر ہاتھ پڑا‘ وہ ششدر آنکھیں پھاڑے بیٹے کو تکنے لگیں۔ سمعیہ شذرا نے بے اختیار اک دوسرے کو دیکھا پھر فراز کو جو مسکراہٹ ضبط کرنے کی کوشش میں ہلکان سر جھکائے بیٹھا تھا۔ یہ بھی شکر تھا کہ صالحہ یہاں نہیں تھی ورنہ سب سے شدید ردعمل اسی کا ہونا تھا اس نے گہرا سانس بھر

کے سوچا۔
"اس طرح کی واقفیں راہ چلتے ہزاروں ملتی ہیں مگر انہیں گھر میں نہیں اٹھا لاتے۔" تاؤ جی اس سکتہ سے باہر آئے تو گرجے تھے ان کا لہجہ تضحیک آمیز تھا اور سرد بھنکار سے بوجھل بھی۔ ایمان کو لگا اسے کسی نے بے خبری کے عالم میں اٹھا کر جلتے تندور میں پھینک دیا ہو۔ اس کا وجود آبلوں سے اٹ گیا اور روح جھلس اٹھی۔ کسی نے سچ کہا ہے الفاظ کے ناخن نہیں ہوتے مگر یہ زخمی کر دیا کرتے ہیں۔

"تاؤ جی پلیز! دس از ٹو مچ یہ ایمان ہے شاہ صاحب کی بیٹی! جس کا پروپوزل لے کر گئے تھے آپ۔" شرجیل نے ناگواری سے ٹوکتے ایمان کا تعارف بھی پیش کیا۔ تاؤ جی زہر خند ہنستے اپنے بھائیوں کو تکنے لگے جو لب بستہ تھے اور سر جھکائے بیٹھے تھے۔ یہ جانے کب سے طے ہوا تھا ان بھائیوں کے بیچ کہ چھوٹا بڑا ہر معاملہ تاؤ جی طے کریں گے باقیوں کو کسی معاملے میں بولنے کی اجازت نہیں۔ چاہے وہ معاملہ اولاد کا ہی کیوں نہ ہو۔ فراز کو باپ کی جامد چپ نے شدید ناگواری میں مبتلا کیا۔

/ "باپ نے رشتہ نہیں دیا بیٹی بھاگ کر آ گئی۔ یہ ہے اس کی اصلیت اس کی اوقات۔" تاؤ جی کا لہجہ و انداز ہنوز تھا۔ شرجیل کا رنگ بے تحاشا سرخ ہوا۔

"بس تاؤ جی...... اور پاپا یہ ٹھیک نہیں ہے۔ یہ ایمان کی نہیں میری بے عزتی ہے۔ آپ کچھ بولتے کیوں نہیں؟" وہ گویا سراپا احتجاج تھا مگر تاؤ جی کسی کو کہاں خاطر میں لاتے تھے اسے بھی بے دریغ جھڑک کر رکھ دیا۔

"اوئے بوتی! انگلش نہ جھاڑ میرے آگے سمجھا۔" شرجیل نے سخت برا مانتے پھر والدین کو دیکھا جو لب بستہ بیگانہ تیور لیے یہ مکالمہ ملاحظہ کر رہے تھے۔

"پاپا میری بے عزتی ہو رہی ہے آپ اتنے لاتعلق کیسے بیٹھے ہیں؟ میں برداشت نہیں کر سکتا۔" وہ ضبط کھو کر چیخا۔

"تو مت کرو کس نے مجبور کیا ہے تمہیں؟" جواب میں انہوں نے لاتعلقی اور بے نیازی کی انتہا کر دی۔ شرجیل کو اپنے چہرے سے مارے سبکی کے بھاپ نکلتی محسوس ہوئی جب کہ ایمان کے آنسو اس انتہا درجہ کی سبکی کو پا کر گالوں پر اتر آئے تھے۔ وہ سر تا پا کانپ رہی تھی اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ زرد پڑتی جا رہی تھی۔ شرجیل نے ایک خفت زدہ نظر ایمان پر ڈالی پھر سرد آہ بھر کے باپ کو مخاطب کیا۔

"شاید آپ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مجھے اب یہاں سے چلے جانا چاہیے۔" اس کی بات کے جواب میں لاتعلقی اور بے حسی کا سامنا تھا۔ فراز نے اپنی جگہ جز بز ہو کے پہلو بدلا اور ہونٹ بھینچے۔

"اپنی زندگی کے ہر فیصلے میں تم خود مختار ہو برخوردار! میں کیوں کہوں۔" پاپا کے جواب نے سب سے زیادہ تاؤ جی کا حوصلہ بڑھایا تھا جب کہ شرجیل کو ان کی بات پر دلی صدمہ پہنچا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ایمان کا لرزتا ہوا مگر سرد پڑ جانے والا ہاتھ تھام لیا۔

"چلو ایمی! میں غلطی سے یہاں آ گیا مجھے اندازہ نہیں تھا میرے لیے یہاں جگہ نہیں رہی۔"

"رک جائیں بھائی! آپ کہیں نہیں جائیں گے یہ گھر صرف تاؤ جی کا نہیں ہے ہمارا بھی ہے اگر آپ یہاں نہیں رہیں گے تو پھر میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا۔" فراز نے اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے فیصلہ کن انداز اختیار کیا تو جیسے وہاں ہر سو یک بار پھر سناٹا چھا گیا تھا۔

❁......❁......❁

لاریب بستر پر اوندھے منہ لیٹی آنسو بہا رہی تھی۔ ساری رات اس نے یہی کام کیا تھا سکندر پر اتنا تاؤ اور غصہ تھا کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ وہ یہ سوچ سوچ کر کلستی رہی تھی کہ وہ اس سے اتنی گستاخانہ گفتگو کا مرتکب آخر کس برتے پر ہوا پھر اپنی غلطی اپنا قصور اسے پاگل بنانے لگتا۔ اس وقت بھی وہ بے چارگی کی انتہا کو چھو رہی تھی جب امامہ اسے پکارتی ہوئی اندر آئی تھی۔

"بجو! یہ دیکھیں یہ اک ثبوت ملا ہے مجھے اس آدمی کا۔" امامہ کے لہجے میں دبا دبا جوش محسوس کر کے لاریب نے الجھ کر تکیے سے منہ اٹھایا اور اسے نافہم نظروں سے دیکھا۔

امامہ نے اپنی بند مٹھی اس کے سامنے کھول دی جس پر نیوی بلیو کلر کا بٹن نمایاں تھا۔

"رات جب میں اس سے اپنا آپ چھڑا رہی تھی اس کی شرٹ کے بٹن ٹوٹنے کی آواز میں نے خود سنی تھی۔" امامہ کا لہجہ پُر یقین تھا۔ لاریب کا دماغ جھنجھنا اٹھا۔

(جاری ہے)

کس جرم کی پاداش میں آخر یہ سزا ہے
میں نے تو جو سچا تھا وہی حرف لکھا ہے
میں نے کبھی اپنوں سے شکایت تو نہیں کی
پھر کس لیے مجھ سے میرے اپنوں کو گلہ ہے

وہ اس کے کمرے میں آئیں اسے دیکھا تو وہ اپنے کمرے میں جھولتی کرسی پر گم صم بیٹھی تھی جیسے فرصت سے وہاں بیٹھی ہو جیسے ایسے ہی بیٹھے رہنا ہو اور جیسے دنیا میں ایسے ہی اسے رہنا ہو۔

"نیلم! آؤ آئس کریم کھانے چلیں۔" اس نے چونک کر انہیں دیکھا اور پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

"چلو نا بیٹا!" وہ چاہتی تھیں کہ وہ اس گم صم حالت سے نکل آئے۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا۔" وہ ہمیشہ ایسے ہی انکار کر دیتی تھی۔

"بیٹا! ایسے کب تک چلے گا تمہیں خود کو ٹھیک کرنا چاہیے۔"

"جب ہم وہ کرتے ہیں جو بظاہر ٹھیک ہوتا ہے تو وہ غلط کیوں ہوتا ہے مام! ہمیں تو سب ٹھیک ٹھاک ہی چاہیے نا پر ٹھیک ہوتا ہی نہیں۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بولی۔

"کچھ غلط نہیں ہوا میں سب ٹھیک کر لوں گی۔" انہوں نے کہا۔

"غلط ہوا ہے مام! ہم سب جانتے ہیں غلط تو ہوا ہے لیکن مجھے صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ میرا قصور کیا ہے غلطی مجھ سے کہاں ہوئی؟" اس نے یاسیت سے کہا اک عمر کی تھکن اس کے لہجے میں سمٹ آئی تھی۔

"تمہاری کوئی غلطی نہیں۔" یہ بات وہ اسے بہت بار سمجھا چکی تھیں ان کا اپنا انداز کھوکھلا سا ہو گیا تھا۔

"پھر کوئی گناہ کیا ہو گا میں نے خالی پیپر پر تو صفر ملتا

ہے' نمبر تو غلط جواب دینے پر کٹتے ہیں۔"

اتنی الجھی بات..... اس بات نے ان پر عجیب سا اثر کیا۔

"مجھے یقین ہے یہ کسی گناہ کی سزا ہے۔" وہ مزید گویا ہوئی۔

"نیلم ایسے مت سوچو۔" اس نے اسے سمجھانا چاہا۔

"پھر کیسے سوچوں..... کون سوچے گا ایسے؟" انہوں نے اندر ہی اندر دہل کر خود سے کہا۔ میں اسے کمرے میں ہی اکیلا چھوڑ کر دوبارہ لاؤنج میں آ گئی۔

❁.....❁.....❁

زنیرہ رات کے کھانے کے لیے کچن میں خانساماں کے ساتھ کام کروا رہی تھی۔ اس نے سیاہ لباس پہنا ہوا تھا انہوں نے زنیرہ کو دیکھا اور دیکھتی ہی رہیں۔

"مجھے یقین ہے یہ کسی غلطی کی گناہ کی سزا ہے۔" نیلم نے بہت پہلے بھی ایسی ہی کوئی بات کی تھی بازگشت نئے سرے سے ان کے اندر تازہ ہو گئی تھی۔

"زنیرہ....." انہوں نے آواز دی۔

"جی مامی!" وہ کچن سے نکل کر ان کے پاس آئی۔

"کیا کر رہی ہو کچن میں' کرنے دو خانساماں کو کام' تم یہاں آؤ میرے پاس آ کر بیٹھو۔" زنیرہ ہاتھ میں پکڑی چھری واپس کچن میں رکھ آئی وہ انہیں کبھی انکار نہیں کرتی تھی۔

"کامران ٹھیک ہے نا۔"

"ٹھیک ہیں وہ۔" وہ پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔

صائمہ رکی..... سوچا اور پوچھ ہی لیا۔

"تمہارا اپنا گھر ہے جب تک چاہے رہو لیکن تم کبھی ایک دن سے زیادہ نہیں رہی' کوئی جھگڑا تو نہیں ہوا کامران کے ساتھ؟" زنیرہ مسکرائی۔

"کامران نے ہی کہا تھا کہ جا کر رہ لو میں خود بھی رہنا چاہتی تھی۔ نیلم کو میری ضرورت ہے مامی!" انہوں نے گہری سانس لی۔ زنیرہ کی شادی کے ڈیڑھ سال بعد انہیں خیال آیا کہ وہ پوچھے کہ وہ کامران کے ساتھ خوش ہے' جس نظر سے انہیں نیلم اداس اور گم صم دکھائی دے رہی تھی وہ نظر اس پر کبھی نہیں پڑی تھی۔

"آپا کا فون نہیں آیا پہلے تو روز کر لیتی تھیں مگر دیکھو کتنے دن ہونے کو آئے لا کر دینا مجھے میرا فون' کرتی ہوں آپا کو۔" زنیرہ نے فون لا دیا۔

"اتنے دن ہو گئے آپا آپ نے فون ہی نہیں کیا؟" وہ ان کی آواز سنتے ہی شکوہ کرنے لگیں۔

"اتنے دن کہاں صائمہ! تین دن پہلے ہی تو کیا تھا فون!" نرگس آپا ٹھیک کہہ رہی تھیں وہ تین چار دن بعد ہی فون کیا کرتی تھیں ہمیشہ سے۔ صائمہ کو ہی دن بڑے اور لمبے لگنے لگے تھے کہ کٹتے ہی نہیں تھے۔ انتظار تھا کہ ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔

آپا کچن میں بنی الماریوں کے بارے میں بتانے لگیں جو انہوں نے نئی بنوائی تھیں پھر پردوں اور رنگ و روغن پر آ گئیں۔ جیسے ہی وہ خدا حافظ کہنے لگتیں' صائمہ بات بڑھا دیتی' آدھے گھنٹے بعد انہیں ضروری کام کا کہہ کر فون بند کرنا ہی پڑا۔ صائمہ تشویش سے فون ہاتھ میں پکڑے دیکھ رہی تھیں' آپا نے پھر ساری باتیں کر ڈالیں نہ کی تو نیلم اور فرقان کے رشتے کی بات' اپنی کار کی سروس تک کا بتا ڈالا' کتنے اشارے دیئے انہوں نے نیلم کے مگر انہوں نے سمجھا ہی نہیں۔ بمشکل ایک گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ انہوں نے پھر سے آپا کا نمبر ملایا۔

میری بہن ہے' سیدھی طرح بات کرنے میں کیا جاتا ہے' ان سے نہ کہوں تو کن سے کہوں۔ ڈرنا کیسا' ہچکچاہٹ کیسی' وہ نمبر ملانے لگیں۔

قریبی مارکیٹ تک ہی تو جانا تھا انہیں آ گئیں ہوں گی' انہوں نے ساتھ ہی وقت کا حساب بھی کیا۔

"خیر تو ہے صائمہ!" آپا نے چھوٹتے ہی کہا' ان کی آواز سے پریشانی عیاں تھی۔

"جی..... وہ بس۔" وہ شرمندہ اور آپا چپ سی ہو گئیں۔

"پریشان ہو صائمہ؟"

"بہت....." وہ رونے لگیں۔

"نیلم....." آپا سمجھ گئی تھیں

"مجھ سے کیا چاہتی ہو؟" آپا نے پوچھا۔

"آپا وہ..... فرقان اور نیلم....." آگے وہ کہہ بھی نہیں سکیں' آپا نے جیسے گہری سانس لی۔

"صائمہ! تم میری بہن ہو اور اب تم سے کیا چھپانا' تمہیں اس لیے نہیں بتایا کہ تم اداس ہو جاؤ گی۔ نیلم کی طلاق کے بعد ہی میں نے فرقان سے بات کی تھی' اس نے کہا جب خالہ نے پہلے ہاں نہیں کی تو اب کیسے کریں گی۔"

"میری طرف سے ہاں ہے آپا!" انہوں نے آپا کو درمیان میں ہی ٹوک دیا۔

"صائمہ! میری پوری بات سنو۔ اس نے کہا کہ خالہ کہیں بھی تو انکار کر دیجیے گا' جو پہلے انکار تھا وہ اقرار کیوں بن گیا۔ صائمہ! میں فرقان کی بات سمجھ گئی تھی' مجھے افسوس ہے کہ تم نے انکار کرتے ہوئے اتنا نہیں سوچا مگر اب تم....."

"آپا اپنے ہی اپنوں کے کام آتے ہیں۔"

"اسی لیے ساری دنیا چھوڑ کر نیلم کا رشتہ تم سے مانگا تھا' اس وقت تمہارا کہنا تھا کہ تم اپنی اکلوتی بیٹی کو اتنی دور امریکہ میں نہیں بھیج سکتیں۔ اب تم کیسے بھیج دو گی؟" صائمہ اس سوال پر چپ ہی رہی۔

"افسوس تو یہ ہے صائمہ کہ تب نیلم میری خواہش تھی تم نے ہاں نہیں کی اب اپنی مجبوری کے وقت تم....." انہوں نے تحمل سے کہا۔

"مجبوری کیسی آپا! لولی لنگڑی تو نہیں ہے نیلم! خوب صورت ہے پڑھی لکھی ہے۔" آپا نے طنز نہیں کیا تھا مگر انہیں طنز ہی لگا۔

"آپ مجھے کیا جتانا چاہتی ہیں' یہی کہ وہ طلاق یافتہ ہے' صرف نکاح ہوا تھا اس کا' رخصت نہیں ہوئی تھی وہ۔ نکاح بھی صرف آٹھ ماہ رہا' کیا دنیا میں طلاقیں نہیں ہوتی۔ نیلم کی طلاق..... نیلم کی طلاق..... ویسی کی ویسی ہے میری بچی! ایک صرف اتنی سی بات' ایسی ہی لعنت ہوتی یہ طلاق تو جائز نہ ہوتی۔ ہمارا مذہب اس کی اجازت نہ دیتا لیکن آپ لوگ..... ڈریں خدا سے۔" وہ آپا سے نہیں دنیا کے کسی بڑے جج سے مخاطب تھیں جیسے وہ چاہتی تھیں کہ فیصلہ ہو ہی جائے کہ جائز حکم پر اتنا واویلا کیوں' حق پر داغ کی مہر کیوں؟

"وہی نیلم جس کے سب آگے پیچھے گھومتے تھے آج وہی نیلم بُری بن گئی۔" ان کا غصہ عروج پر تھا۔

آپا نے تحمل سے سب سنا لیکن کوئی جواب نہیں دیا۔ صائمہ نے ہی غصے سے فون بند کر دیا۔

❁.....❁.....❁

"کیا عیب ہے اس میں؟" جلال انہیں پاس بٹھاتے پوچھ رہے تھے۔

"کوئی عیب نہیں ہے۔" انہوں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

"تو یہ انکار کیوں؟"

"یہ انکار نہیں میری مرضی ہے اور میری مرضی یہ ہے کہ میں اس کی شادی کروں جیسے مجھے نیلم کی کرنی ہے۔" انہوں نے جواز پیش کیا۔

"شادی کا ہی تو کہہ رہا ہوں فائق سے کر دو اس کی شادی۔"

"ایک بار کہا ہے بار بار مت کہلوائیں' فائق سے اس شادی نہیں ہو گی۔"

"تم تو کہتی تھیں کہ زنیرہ تمہاری بیٹی ہے۔" وہ تحمل سے پوچھ رہے تھے۔

"کہتی تھی اب بھی کہہ رہی ہوں' زنیرہ میری بیٹی ہے۔ بیٹیاں بیاہی جاتی ہیں انہیں گھر میں نہیں رکھا جاتا۔"

"فائق کے ساتھ بیاہ دو گی تو کیا جائے گا تمہارا؟"

"فائق میرا بیٹا ہے' زنیرہ اس کی بہن ہے۔"

"بہن نہیں ہے زنیرہ اس کی' اپنے انکار کے لیے تم اسے زبردستی اس کی بہن بنا رہی ہو۔"

"ابھی تو آپ نے پوچھا کہ کیا وہ میری بیٹی نہیں' اب فائق کی بہن ہونے سے انکار کیسا؟" انہوں نے طنز کیا۔

"یہ لفظوں کا ہیر پھیر ہے صائمہ! ایسا مت کرو۔" انہوں نے سمجھانا چاہا۔

"آپ اس معاملے میں مت بولیے' یہ میرا مسئلہ ہے۔"

"یہ مسئلہ فائق کا ہے۔" انہوں نے ایک بار پھر کوشش کی۔

"فائق کا کیا مسئلہ ہے اس سب سے؟" وہ چڑ گئیں۔

"کیونکہ فائق نے ہی مجھے کہا ہے تم سے بات کرنے کے لیے۔"

"فائق نے.....؟" وہ سناٹے میں آ گئیں۔

"تم نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں تو کم سے کم اپنے بیٹے کی آنکھیں ہی پڑھ لیتیں۔"

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ جو پٹی آپ نے اس کی آنکھوں پر باندھ دی ہے وہ پڑھ لوں۔" ایک افسردہ سی نظر جلال نے ان پر ڈالی۔

"تم تو کبھی ایسی نہیں تھی صائمہ! بیٹی بنا کر رکھا ہمیشہ اسے پھر اب کیا ہو گیا؟ یا تمہیں اس کے ٹیڑھے ہاتھ پر اعتراض ہے۔" انہوں نے صاف گوئی سے پوچھا۔

"مجھے اس کے ہاتھ سے کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن میں نے اسے کبھی فائق کی بیوی کی حیثیت سے نہیں دیکھا۔"

"اب دیکھ لو....."

"میں دیکھنا نہیں چاہتی' ہم نیلم کی طرح زنیرہ کو بھی اس گھر سے رخصت ہی کریں گے بس..... آپ یا کوئی اور اس موضوع پر دوبارہ کوئی بات نہ کرے۔" انہوں نے اٹل انداز میں کہا۔

"تمہیں نظر نہیں آتا کہ وہ زنیرہ کو کس قدر پسند کرتا ہے۔"

"وہ صرف اپنی کزن کو پسند کرتا ہے کزن کی حیثیت سے ہی ورنہ وہ تو سارا سال باہر رہتا ہے اسے تو پڑھائی سے ہی فرصت نہیں اپنی خواہش کو اس کی پسند کا نام مت دیں۔"

"چلو میری ہی خواہش سہی ایک میری بھانجی ہے اور ایک بیٹا۔ دونوں کا سرپرست میں ہی ہوں' جب چاہوں کر سکتا ہوں ان دونوں کا نکاح' تم سے رائے لی' تمہیں منایا مگر تم..... تم تو کچھ سمجھنا ہی نہیں چاہتیں۔" جلال کو بے تحاشا غصہ آ گیا۔

اس انداز اور اس بات پر وہ بھڑک کر اپنے کمرے سے باہر نکلیں' لاؤنج میں سب خاموشی سے بیٹھے ان کی گفتگو سن رہے تھے۔ ایسی بحث ان میں پہلے بھی دو تین بار ہو چکی تھی۔ گھر میں چلنے والی کشمکش سے سب ہی واقف تھے' ان سب میں صرف زنیرہ ہی موجود نہیں تھی وہ اپنے کمرے میں گم صم بیٹھی تھی۔ صائمہ نے زنیرہ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ کمرے میں لے گئیں۔

"زنیرہ کیا میں نے تمہیں ماں بن کر نہیں پالا۔" زنیرہ سر جھکائے کھڑی رہی۔

"وہ کون سی چیزیں ہیں جو فائق' نیلم اور شاہ مہر کو تو ملی مگر میں نے تمہیں نہیں دیں؟ کس چیز کو تم نے مانگا اور میں نے انکار کیا؟" وہ زنیرہ کے پاس کھڑی اپنی نیکیاں گنوا رہی تھیں۔ اب وہ ان نیکیوں کا اجر مانگ رہی تھیں۔

"جب ماں بن کر سب کچھ میں نے کیا تو تمہاری شادی بھی میں کروں گی یا..... تم اپنی مرضی اپنے ماموں کو بتا دو۔" صائمہ نے صاف صاف زنیرہ کو دو راستے دکھا دیئے ایک اس کی پرورش سے اب تک کا اور ایک اس کی اور فائق کی شادی کا۔ پہلی صورت میں اسے مامی کا قرض اتارنا تھا' دوسری صورت میں وہ احسان فراموش بن جاتی اس سے ماں جیسی مامی چھن جاتیں۔

زنیرہ نے سر اٹھا کر دونوں کی طرف دیکھا' اس نے ایک بار بھی اپنے دل کی طرف نہیں دیکھا۔

"مامی! مجھے آپ کا ہر فیصلہ قبول ہے۔" کہہ کر وہ چلی گئی۔ صائمہ نے جلال کی طرف دیکھا' جلال نے تاسف سے انہیں گھورا۔

"افسوس کہ جو انسان ساری زندگی انسانیت کی معراج کی محفلیں لوٹتا رہا ہو آج اس نے چیزیں اور احسان گنوا کر کسی کا حق لے لیا اگر تم واقعی میں زنیرہ کی ماں ہوتیں تو زنیرہ کے چہرے کی وحشت پڑھتیں۔ تم اس کے لیے دنیا کا بہترین انسان اپنا بیٹا منتخب کرتیں' بہترین گھر اپنا گھر اسے دیتیں' صرف اپنی بیٹی کہہ دینا کافی نہیں ہوتا۔ ماں بننا پڑتا ہے تم نے اسے چیزیں تو سب لے کر دیں جن پر اس نے انگلی رکھی کیونکہ تمہارے پاس اتنے پیسے تھے جب اس نے انگلی تمہارے بیٹے کی طرف کی تو تم بدل گئیں۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے۔" انہوں نے صرف اتنا ہی کہا اور کمرے سے نکل گئیں۔

❁.....❁.....❁

گھر پر ان دنوں عجیب خاموشی کا راج تھا' ایک وہی تھیں جو بولتی تھیں' انہوں نے زنیرہ کے لیے رشتہ تلاش کرنا شروع کر دیا۔ نیلم کو تو جو دیکھتا وہی رشتہ مانگ لیتا مگر زنیرہ کے ساتھ ایسا نہیں تھا۔ خوب صورت زنیرہ بھی بہت تھی' ایم بی اے کر رہی تھی لیکن سب ہی ملنے جلنے والے جانتے تھے کہ وہ اس کے سرپرست ہیں' ماں باپ نہیں۔ اس صورت میں لوگ نیلم کے لیے تو کہتے تھے لیکن زنیرہ کا نام نہیں لیتے تھے' اپنے کیپٹن' پائلٹ' ڈاکٹر' انجینئر' بزنس مین بیٹوں کے لیے انہیں ایک بڑے خاندان کی لڑکی چاہیے تھی' بڑے خاندان میں پلنے والی لڑکی نہیں۔ زنیرہ کے والد اور والدہ کا دوران عمرہ کار ایکسیڈنٹ میں انتقال ہوا تھا' اس وقت وہ چار سال کی تھی اور اپنی دادی کے ساتھ پاکستان میں تھی۔ دادی نے چند ماہ تو پرورش کی پھر اپنی بیماری کے ہاتھوں مجبور ہو کر جلال کو بلوا لیا' اس وقت صائمہ کے صرار پر وہ زنیرہ کو اپنے گھر لائے تھے ورنہ زنیرہ کے بڑے ماموں جو کینیڈا میں ہوتے تھے اسے اپنے ساتھ رکھنے کے لیے تیار تھے مگر صائمہ نے ضد کی کہ وہ زنیرہ کو اپنے پاس رکھیں گی۔ زنیرہ کو اس کے چچا اور پھوپو بھی لینے کے لیے تیار تھے مگر زنیرہ کی دادی کا خیال تھا کہ وہ اپنے ننھیال میں زیادہ اچھی طرح پرورش پا سکے گی اور ایسا ہی ہوا۔ نیلم اور زنیرہ میں سال کا ہی فرق تھا۔ زنیرہ' نیلم سے ایک سال ہی بڑی تھی' دونوں کے ایک جیسے ہی کپڑے بنتے تھے' دونوں ایک ہی اسکول میں تھیں' کوئی بھی چیز ایسی نہیں تھی جو نیلم کے پاس تو تھی مگر زنیرہ کے پاس نہیں تھی۔

لیکن اب..... زنیرہ کے انکار پر سب ہی حیران رہ گئے اور ان کی ناں ہاں میں نہیں بدلی' انہوں نے زنیرہ کے لیے رشتہ تلاش کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ددھیال والوں سے بھی بات کی لیکن وہ خود اس بات پر حیران تھے کہ اپنے بیٹے سے کرنے کی بجائے وہ ان سے کیوں پوچھ رہی ہیں ان کی حیرانگی پر وہ چڑ گئیں اور انہوں نے دوبارہ کہنا ہی فضول سمجھا' زنیرہ کے لیے رشتہ تلاش کرتے انہیں پہلی بار احساس ہوا کہ یہ اتنا آسان کام نہیں ہے' لوگ ان کا نام اور خاندان کے بارے میں جان کر گھر تک تو آ جاتے مگر باقی تفصیلات جان کر واپس پلٹ جاتے۔

تو یہ اتنے سوال جواب..... انہیں غصہ آ جاتا' ایک رشتہ آیا تو وہ زنیرہ کا ٹیڑھا دایاں ہاتھ دیکھ کر ہی پلٹ گیا۔

"بس کرو یہ تماشہ۔" جمال کو سن کر غلی تو تڑپ اٹھے۔

"تماشہ بنا ڈالا ہے اس بچی کا' کچھ ڈرو خدا سے صائمہ! سوچو اس تکلیف کا جو زنیرہ کو ہوتی ہو گی۔ کہاں گیا وہ تمہارا رحم دل' تمہاری ہمدردی' تمہارا پیار۔" وہ گڑبڑا گئیں۔

"رشتوں کے معاملات میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔"

"رشتے..... ہونہہ! تمہاری خوب صورت بیٹی کے بڑے باپ کی وجہ سے اس کے پیچھے تو رشتوں کی لائن لگی ہے تو تمہیں کیا پتا رشتوں کے سلسلے میں کیا معاملات درپیش ہوتے ہیں۔"

"جو نیلم کے لیے تلاش کروں گی وہی زنیرہ کے لیے کر رہی ہوں۔" انہیں جلال کا طنز برا لگا۔

"نیلم کے لیے تمہیں تلاش کرنا نہیں پڑے گا' یہ بات تم بھی جانتی ہو۔ کاش تم زنیرہ کو بھی اس سب سے آزاد

کردیتیں۔ مان لو میری بات صائمہ! اس بچی پر رحم کرو اگر تمہارے احسانوں نے اس کی گردن جھکا دی ہے تو تم ہی آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگالو۔'' انہوں نے کچھ امید لیے انہیں منایا مگر حسب معمول ناامید ہی رہے۔

❁.....❁.....❁

خاندان کے بہت سے اور لوگوں نے انہیں سمجھایا کہ گھر کی لڑکی گھر میں ہی رکھ لیں اور پھر جب گھر کے لڑکے چھوڑ کر باہر نکلو تو لوگ سمجھتے ہیں لڑکی میں کوئی عیب ہے مگر عیب تو کہیں اور تھا' وہ عیب انہیں نظر نہیں آرہا تھا۔

کچھ فیملی فرینڈز نے حتیٰ کہ نرگس آپا نے بھی سمجھایا مگر انہوں نے کسی کی نہیں سنی اور زنیرہ کا رشتہ طے کردیا۔ لڑکے کا خاندان ان کے خاندان کی طرح بڑا اور اونچا نہیں تھا لیکن انہوں نے ہاں کردی۔ جلال تو اس سارے معاملے میں بولے ہی نہیں اور فائق بہت پہلے ہی لندن واپس جاچکا تھا اس نے اپنی چھٹیاں بھی پوری نہیں گزاری تھیں۔ اپنی ماں کے رویے سے وہ بُری طرح سے دل برداشتہ تھا۔ اس سب سے پہلے زنیرہ بھی نیلم کی طرح ہی ضدیں کیا کرتی تھیں۔ ہاں' ناں' یہ کرنا ہے وہ کرنا ہے..... یہ چاہیے' وہ نہیں چاہیے لیکن پھر اس نے مامی کی ہاں میں ہاں ملانا شروع کردی حتیٰ کہ اس نے دلہن کا اپنا جوڑا بھی خود پسند نہیں کیا' گھر کی پہلی شادی تھی اس لیے خوب دھوم دھام سے کی گئی پھر بھی شادی' شادی نہیں لگ رہی تھی۔

زنیرہ کا ایم بی اے بھی نہیں ہوا تھا کہ انہوں نے فٹ سے شادی کردی۔ وہ جلال کے تیور دیکھ چکی تھیں۔ نیلم کالج میں فورتھ ائیر کی طالبہ تھی' زنیرہ کی شادی کے چند ماہ بعد انہوں نے جلال کے ایک بزنس مین بیٹے کے ساتھ نیلم کا بھی نکاح کردیا۔

شادی ازمیر کی تعلیم کے مکمل ہونے پر ہوئی تھی' نکاح کے بعد ازمیر لندن پڑھنے چلا گیا۔ جلال ہی کہ کہنے پر فائق نے ازمیر کے ساتھ لندن میں میل ملاپ بڑھانا شروع کردیا' چند ماہ نہ جانے جمال اور فائق میں کیا چلتا رہا کہ جمال کو لندن جانا پڑا' چند ہفتے وہاں گزار کر جب جمال واپس آئے تو آتے ہی ازمیر کے خاندان سے طلاق کا مطالبہ شروع کردیا۔ وہ وہاں ایک ناجائز بچی کا باپ تھا' ازمیر کی اسکول کی تعلیم بھی لندن سے ہی ہوئی تھی وہ چند ماہ ہی پاکستان میں گزارتا تھا۔ اس کا سارا خاندان البتہ لاہور میں ہی آباد تھا اور اس خاندان کو ہی دیکھ کر انہوں نے رشتہ دیا تھا۔

صائمہ کی پُرآسائش اور مکمل زندگی میں یہ پہلا بڑا اور شدید جھٹکا تھا وہ کیسے چوک گئیں وہ سالوں سے ازمیر کے خاندان کو جانتی تھیں' جب وہ رشتہ لے کر آئے تو انہوں نے فوراً ہاں کردی' جلال کے اصرار پر بھی انتظار نہیں کیا ورنہ فائق لندن میں ہی تھا کچھ تو اتا پتا کر ہی سکتا تھا۔ جلال کو ان کی جلد بازی پر افسوس تھا مگر بروقت طلاق پر وہ مطمئن تھے لیکن وہ خود کو نہیں سنبھال سکیں وہ شدید دباؤ میں رہنے لگیں ان کی بچی گھر بیٹھے بیٹھے ہی طلاق یافتہ ہوگئی تھی۔

ایک دن نیلم کالج سے آئی تو اس نے آتے ہی اپنا بیگ پھینکا اور لاؤنج کے فرش پر دھاڑے مار مار کر رونے لگی وہ حواس باختہ اس کے پاس بھاگی آئیں۔

''وہ سب پوچھتی ہیں کہ کیا میں نے عدت مکمل کرلی' مجھے بتائیں کہ کیا اس طرح کی طلاق پر عدت ہوتی ہے۔ مجھے بتائیں مام کہ طلاق کیا ہوتی ہے؟ طلاق لی ہے میں نے یا خلع؟ بتائیں مام مجھے' لڑکیاں پوچھتی ہیں وہ اتنا کچھ پوچھتی ہیں؟'' وہ روئے جارہی تھی ان کے دل پر قیامت گزر گئی' انکی کالج جاتی بچی چند ماہ کے فرق سے طلاق یافتہ ہوگئی تھی۔

کیا اتنی بُری ہوتی ہے طلاق؟ اتنی گھٹیا چیز؟ اس سب میں نیلم کا کیا قصور تھا؟ ان کا دل چاہا ایک ایک سے جاکر پوچھیں۔

نیلم نے کالج جانا چھوڑ دیا' اونچی آواز میں موسیقی سننا آدھی رات کو پیزا منگوا کر کھانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ زنیرہ نے اسے لاکھ سمجھایا کہ وہ کالج جائے اپنی تعلیم پر توجہ دے مگر

وہ نہیں مانی۔ وہ شروع سے ہی حساس تھی اب اس کی ساری حساسیت سامنے آرہی تھیں۔ اس کی اونچی پونی ٹیل بکھرے ہوئے بالوں کی صورت اختیار کرچکی تھی۔ اس نے شدت سے اپنی طلاق کا صدمہ لیا تھا اور صدمے کی ہی کیفیت میں صائمہ تھی۔ نیلم روتی تو نہ جانے کیوں انہیں زنیرہ کی آنکھیں یاد آجاتیں۔ انہیں یاد آیا کہ جس دن زنیرہ نے جلال کی سامنے ان کے ہر فیصلے کو ماننے کا کہا تھا اس سے اگلے دن اس کی آنکھیں کس قدر سرخ اور غمگین تھیں۔

یہ سب انہیں اب کیوں یاد آرہا ہے' زنیرہ کا چپ رہنا اور گیلی آنکھوں کو چھپاتے پھرنا اور وہ آدھی رات کو پچھلے لان میں ایک کونے میں بیٹھے رہنا۔

وہ لوگ مری میں دس دن رہ کر آئے تو زنیرہ نے اپنے کمرے میں جاتے ہی رونا شروع کردیا۔ صائمہ اس کے کمرے کی طرف بھاگیں' سوکھے سڑے پودے کو وہ ہاتھوں میں لیے رو رہی تھی' وہ جاتے ہوئے اسے باہر لان میں رکھنا بھول گئی تھی تاکہ مالی اس کی دیکھ بھال کرسکے۔ پودا بند کمرے میں بنا پانی کے سوکھ چکا تھا' سب نے اسے لاکھ سمجھایا مگر وہ نہیں سمجھی۔ سوگ کی صورت لیے کئی دن پڑی رہی' صائمہ نے بھی اسے سمجھایا تو اس نے کہا کہ وہ صرف ایک پودا نہیں تھا وہ ایک شگون تھا جو نہ جانے کیوں اسے اب بدشگون لگ رہا ہے۔ زنیرہ اس پودے کے لیے نہیں اس بدشگونی کے لیے روئی تھی۔ وہ پودا اسے فائق نے لاکر دیا تھا' وہ شاید اسے اپنی محبت کا تحفہ سمجھ کر پروان چڑھانا چاہتی تھی شاید کچھ اور بھی تھا اس کے لیے اس پودے میں کہ وہ اب اس کے لیے بدشگون بن گیا تھا۔

اس وقت وہ یہ نہیں سمجھیں کہ وہ اسے بدشگونی کیوں کہہ رہی ہے صرف ایک پودے کے سوکھ جانے پر اور..... اب وہ سمجھ گئی تھیں۔ ''کچھ باتیں ہم کتنی دیر میں سمجھتے ہیں نا' کتنا غلط کرتے ہیں۔ آنکھیں اور دماغ کھول کر نہیں رکھتے' ضمیر اور دل ضرور کھلا رکھنا چاہیے۔ ہم انسان کتنی جلدی شیطان بنتے ہیں' کتنی جلدی ہوتی ہے بگڑنے کی ہمیں۔'' صائمہ نے اپنی گیلی آنکھیں پونچھیں' ان کے اندر بوجھ بڑھتا جارہا تھا۔ نیلم کے پیچھے لگی رشتوں کی لائن تبدیل ہوگئی تھی' لوگ اب اپنے بیٹوں کا تذکرہ ان کے سامنے نہیں کرتے تھے بلکہ نیلم کی طلاق پر افسوس کرتے تھے۔ ان کے لیے اب بھی ان کی بیٹی پہلے جیسی ہی تھی اور پہلے جیسا ہی رہنا تھا وہ آج بھی اس کے لیے سب کچھ اعلیٰ اور بہترین ہی چاہتی تھیں۔

جلال نے ٹھیک کہا تھا انہیں زنیرہ کا ٹیڑھا ہاتھ نظر آتا تھا' لوگ ان کے میڈیکل کے اسٹوڈنٹ بیٹے کے لیے ان کے آگے پیچھے ہوتے تھے انہیں یہ سب اچھا لگتا تھا۔ زنیرہ کے ساتھ شادی کی صورت میں سسرال بھی وہی ہوتا اور میکے والے بھی وہی۔ اتنے لائق فائق بیٹے کے لیے تو شہر کے بڑے بڑے خاندان ان کے اشارے کے منتظر تھے' انہی سب میں انہیں زنیرہ نظر نہیں آئی نہ ہی فائق اور زنیرہ کی محبت۔ انہوں نے نام نہاد ضد اور مرتے کے لیے جو کیا بُرا کیا۔ وہ خود سے کہہ رہی تھیں کہ صائمہ کچھ بُرا ہوگیا ہے مگر اب وقت ان کی مٹھی سے پھسل چکا تھا' بہت سے دن پَر لگا کر گزر گئے۔

❁.....❁.....❁

ایک دن زنیرہ کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے اپنے کمرے میں لے آئیں اور اسے سینے سے لگالیا۔

''مجھے معاف کردو۔'' زنیرہ ان کے الفاظ پر سُن سی ہوگئی۔

''ایسے مت کہیے۔''

''مجھے کہنے دو اور تم صرف سنو بجائے اس کے کہ میرا گناہ مجھے پڑھ کر سنایا جائے مجھے سنانے دو۔ تم مجھے یہ اقرار کرنے دو کہ میں کب گر گئی' میں نے کہاں گناہ کیا اپنا دل سخت کرلیا' مجھے بولنے دو مجھے قبول کرنے دو زنیرہ! تمہیں بیٹی کی طرح پال ہی سکی تمہیں بیٹی بنا نہیں سکی' بنالی تو تمہاری سوجھی ہوئی آنکھیں پڑھتی۔ تمہارے دکھ کی کھوج میں لگتی' میں اندھی نہیں تھی مجھے نظر آرہا تھا کہ فائق

تمہیں کس قدر پسند کرتا ہے اور تم اس سے کتنی محبت کرتی ہو۔ تمہاری ہنستی مسکراتی محبت مجھے سنائی دے رہی تھی' میں نے ہی کان بند کر لیے تھے' تمہارے جسم کا یہ نقص' تمہارا پیدائشی ٹیڑھا ہاتھ بھی دکھائی دیتا تھا۔ آج نیلم کی طلاق مجھے عیب نہیں نظر آتی' ہاں مگر تمہارے ہاتھ کا عیب تب نظر آتا تھا' مجھے بار بار یہ یاد آتا تھا کہ میں نے تمہیں پالا ہے۔ یہ میرا احسان ہے کیا مائیں پال پوس کر احسان کرتی ہیں پھر میں نے اپنے فرائض صرف تمہیں ہی کیوں گنوائے؟ نیلم کو دیکھ کر مجھے تم یاد آتی ہو تب مجھے نیلم اور تم الگ الگ کیوں نظر آئی تھیں؟ میری کم ظرفی کے میں نے تمہیں چیزیں تو سبھی دیں مگر اپنا بیٹا نہیں دے سکی۔ میں گر گئی اپنے مقام سے....." بولتے بولتے وہ رونے لگیں۔

"مامی.....!" زنیرہ نے ان کا ہاتھ چوما۔

"آپ مجھے ہر رشتے سے زیادہ پیاری ہیں' ایسا مت سوچیے۔"

"ٹھیک کہا اسی لیے تم نے مجھ کو فائق پر ترجیح دی' تم فائق کو پا کر مجھے کھونا نہیں چاہتی تھیں مگر میں نے تمہیں کھو دیا۔ تم نے مجھے ماں جیسا رتبہ ہی دیا پر میں نہیں دے سکی۔ جیسے اپنی بیٹی کی تکلیف پر تڑپ رہی ہوں' راتوں کو سوتی نہیں' تمہارے لیے یہ سب نہیں کیا میں نے۔ فرق واضح ہو گیا زنیرہ! مجھے میری اوقات معلوم ہو گئی' تمہاری پرورش وہ خیرات تھی جو مجھے باہر کرنی تھی مگر میں نے تمہیں گھر میں دی' خدا کی راہ میں خدا کو خوش کرنے کے لیے جو صدقہ و خیرات کیا جاتا ہے۔ تمہاری پرورش وہی خیرات تھی' دکھ تو یہ ہے کہ خدا کو خوش کرنے کے لیے میں نے خیرات ہی کی' کاش اپنا آپ بھی پیش کر دیتی۔ تھوڑا سا ہی دل وسیع کر لیتی' رتبے اور شان و شوکت کا نہ سوچتی۔ کاش میں انسانیت سے نہ گرتی' نیلم کے لیے آج مجھے ساری دنیا گری ہوئی نظر آتی ہے۔ نیلم کے لیے ہی کیوں' تمہارے لیے مجھے اپنا آپ اس وقت گرا ہوا کیوں نظر نہیں آیا۔" وہ رو رہی تھیں۔

ان کے اندر کی خلش باہر نکل رہی تھی ان کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ سب کو اکٹھا کر کے بتائیں کہ انہوں نے کیا کر دیا۔ زنیرہ ان سے کس قدر پیار کرتی تھی وہ بھی کر لیتیں۔ زنیرہ ان کی ہر بات مانتی تھی کبھی انکار نہیں کرتی تھی وہ بھی زنیرہ کی مان لیتیں اسے انکار نہ کرتیں۔

وہ بہت دیر تک روتی رہیں' زنیرہ بار بار ان کا ہاتھ اور پیشانی چوم رہی تھی۔

"آپ نیلم کے لیے پریشان مت ہو مامی! ہم سب کا خیال ہے کہ وہ دباؤ اور خود ترسی کا شکار ہو گئی ہے۔ ماموں اور میں چاہتے ہیں کہ ہم اسے فائق کے پاس لندن بھیج دیں تاکہ وہاں نئے ماحول میں وہ اپنی تعلیم شروع کر سکے۔ مامی! طلاق کو ہمیں عفریت بنا کر زندگیاں برباد نہیں کرنی چاہئیں۔ نیلم بھی سمجھ جائے گی آپ بھی اسے سمجھائیں اور خود کو بھی اذیت نہ دیں۔"

"کیا تم چاہتی ہو ایسا ہو؟" انہوں نے زنیرہ سے پوچھا۔

"بالکل! ہم سب چاہتے ہیں کہ نیلم خود کو کمرے میں بند کرنے کی بجائے خود کو کامیاب کرے۔"

"پڑھنا تو تم بھی چاہتی تھیں' میں نے ہی درمیان میں تمہاری شادی کر دی۔"

"میری فکر مت کریں' کامران میرا ایڈمیشن کروا رہے ہیں' ہمیں صرف نیلم کے بارے میں سوچنا ہے مجھے وہ بہت پیاری ہے۔"

"اور مجھے تم دونوں پیاری ہو۔" وہ مسکرائیں ضرور مگر وہ جانتی تھیں کہ ندامت ایک عرصے تک ان کے اندر رہنے والی ہے۔ میری دو بیٹیاں ہیں وہ کہا کرتی تھیں انہیں اب کوشش کرنی تھیں اسے ثابت کرنے کی۔

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

آصف ہارون..... کوہاٹ

ج:۔ نماز کی پابندی کریں۔ بعد نماز فجر 41 مرتبہ سورۃ الفاتحہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ پورے جسم پر پھونک ماریں۔

ہر نماز کے بعد سورۃ الفلق اور سورۃ الناس 9'9 مرتبہ پڑھیں۔ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

مریم شاہین..... راولپنڈی

ج:۔ عشاء کی نماز کے بعد 41 مرتبہ سورۃ الفاتحہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ ہاتھوں پر دم کر کے سر اور پورے جسم پر پھیرا کریں۔

امتحان میں کامیابی کے لیے ہر نماز کے بعد 7 مرتبہ سورۃ القریش پڑھا کریں۔ دعا بھی کیا کریں۔

سر درد اور آنکھوں میں پانی آنا پڑھتے وقت "کچا نزلہ" کی نشانی ہے۔ اس کا علاج کروائیں۔

ش۔ ن..... نامعلوم

جواب:۔ مسئلہ 1:۔ فجر کی نماز کے بعد سورۃ الفرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا یہ مانگیں کہ جہاں حق میں بہتر ہو وہیں رشتہ ہو۔ عشاء کی نماز کے بعد 1 تسبیح استغفار 1 تسبیح درود شریف (درود ابراہیمی) دعا بھی کریں۔

مسئلہ 2:۔ بیٹے کے سرہانے کھڑے ہو کر جب وہ سو جائے سورۃ العصر پڑھیں 41 مرتبہ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف اتنی آواز میں کہ اگر جاگ رہا ہو تو سن سکے۔

تمثیلہ شہزادی..... حافظ آباد

جواب:۔ مہینہ نہانے کے بعد لگاتار 3 دن ملنے سے پہلے سورۃ والضحیٰ 21 بار پڑھ کر دعا کیا کریں۔

نسرین اختر..... ہری پور ہزارہ

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھ کر اپنے بچوں کے لیے دعا کریں۔ مالی حالات کے لیے سورۃ القریش 1 تسبیح روزانہ۔

سعدیہ..... چمبڑ

جواب:۔ "رجوع الی اللہ" سب کچھ بھول کر اللہ سے تعلق جوڑو۔

بعد نماز فجر سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74'70 بار پڑھیں۔ اول و آخر 11'11 بار درود شریف۔ بہتر رشتے کی دعا بھی کریں۔ دونوں بہنیں وظیفے۔ عمل 4 ماہ۔

آمنہ اعوان..... حیدر آباد

جواب:۔ "یا حکیم یا اللہ" تعداد 1000 مرتبہ روزانہ رات کے وقت اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف (درود ابراہیمی)۔ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اس کے تمام مسائل حل فرمائے۔

پڑھتے وقت مسائل حل ہونے کا تصور ذہن میں رکھ کر پڑھیں۔

محمد شہادت حسین..... راولپنڈی

جواب:۔ ہر نماز کے بعد سورۃ الفاتحہ آیتہ الکرسی اور آخری تین قل شریف 3'3 بار پڑھ کر اپنے پر پھونکیں۔

رات سونے سے پہلے 25'25 بار درود ابراہیمی اول و آخر درمیان میں "سورۃ النصر" 125 بار پڑھ کر (نوکری) معاشی حالات اچھے ہونے کی دعا کریں۔

اور خود بھی بھاگ دوڑ کریں ناغہ نہ ہو۔

خالدہ نورین..... میاں چنوں

جواب:۔ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ذہنی۔ پریشانی کی وجہ سے پڑھائی پر توجہ نہیں قائم رہتی۔

والدہ اور تینوں بہنیں پڑھیں۔ "الھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم"

نیت:۔ اے اللہ نجات دے (چچا) اس کی نحوست اور شر سے جو ہمارے بارے میں سوچتا اور کرتا ہے۔

صبح وشام ایک ایک تسبیح۔ ہر نماز کے بعد 11 بار ذہن یکسو ہو۔

حمیرا..... وہاڑی

جواب:۔ قوت برداشت اور خود اعتمادی نہیں ہے آپ میں۔ یرقان کا مکمل علاج کروائیں سورۃ طحہ کی پہلی پانچ آیات پڑھ کر پانی پلائیں۔ آپ روزانہ سورۃ القریش ہر نماز کے بعد 41 بار پڑھ کر معاشی حالات بہتر ہونے کی دعا مانگیں۔

بیوی کے لیے:۔ ایک کلو کدو لے کر 8 پیس بنا کر 6 کلو پانی میں پکائیں۔ جب 4 کلو رہ جائے تو اس کو اتار کر ٹھنڈا کر کے چھان لیں۔ وہ پانی آپ کی بیوی پیے۔ اس کے علاوہ پانی استعمال نہ کریں روزانہ یہ عمل کرنا ہے۔

در نجف..... ٹانک سٹی

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ "سورۃ الاخلاص" پڑھیں۔ اپنے مسئلے کے لیے دعا کریں۔

شازیہ بی بی..... حویلیاں

جواب:۔ رات کو سونے سے پہلے سورۃ الاخلاص 11 بار پڑھ کر پانی پر پھونک مار کر چہرے کو دھوئیں۔ پانی نالی میں نہ جائے باقی جسم کا کانپنا اور درد ہونا قریبی اچھے عامل سے رجوع کریں۔ علاج روحانی ضروری ہے۔

عبدالرحمان..... میانوالی

جواب:۔ 40 روز تک روزانہ "سورۃ یسین" شریف مع اول وآخر 11'11 بار درود ابراہیمی کے پڑھ کر پانی پر پھونک مار کر پئیں اور گھر میں بھی چھڑکیں۔ مویشیوں پر بھی چھڑکیں۔ کوشش کریں کہ پلا بھی دیں۔ ان شاء اللہ افاقہ ہونا شروع ہوگا۔

نسرین اختر..... میانوالی

جواب:۔ مسئلہ نمبر ا:۔ جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل اول وآخر 7'7 مرتبہ درود ابراہیمی پڑھ کر دم کریں۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔ عشاء کی نماز کے بعد 3 مرتبہ سورۃ عبس پڑھ کر اپنے اوپر اور شوہر کو تصور میں لا کر دم کریں۔ (دعا بھی کریں)۔

مسئلہ نمبر ۲:۔ یا مذل دکان پر بیٹھ کر ایک تسبیح کرایا کریں۔ یہ پریشانی نہیں ہوگی۔ پڑھتے وقت ان کا تصور رکھیں۔ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

نماز کی پابندی کریں ہر نماز کے بعد سورۃ قریش پڑھا کریں 21 مرتبہ برکت کے لیے۔ بیٹے کے لیے بھی دعا کریں۔

گرمیوں میں ٹھنڈی چیزیں استعمال کریں۔

رینا شاھد..... شور کوٹ شہر

جواب:۔ یا علیم 41 مرتبہ اول وآخر 3'3 مرتبہ درود شریف صبح نہار منہ پانی پر دم کر کے پلائیں اور پڑھنے بیٹھتے وقت 11 مرتبہ پڑھ لیا کریں۔

سدرہ..... شور کوٹ

جواب:۔ نماز کی پابندی کریں۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ یا فتاح پڑھا کریں۔

عائشہ رحمت علی..... گوجرانوالہ

جواب:۔ ہر نماز کے بعد 41 مرتبہ سورۃ والضحی اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ پڑھتے وقت یہ تصور ہو کہ بھائی رابطہ کر رہا ہے۔ اس کا دل اور دماغ گھر کی طرف راغب ہو رہا ہے۔ پابندی سے پڑھیں مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

مس ن۔ پ۔ س..... کھڑیانوالہ

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ۔ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں جلد اور اچھے رشتے کے لیے۔

ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھیں۔ تصور پہ ہو کہ والدین سنجیدہ ہو رہے ہیں۔ گھر میں کوئی اثرات نہیں۔

سعدیہ..... شور کوٹ

جواب:۔ سورۃ ال عمران آیت نمبر 38 بعد نماز عشاء 313 مرتبہ روزانہ۔ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ عاجزی وانکساری کے ساتھ دعا مانگیں۔

م۔م..... راولپنڈی

جواب:۔ (۱) آیات شفاء تیل پر دم کر کے مالش کریں گھٹنوں کی۔

(۲) بلڈ پریشر کے لیے کالا نمک استعمال کریں۔ آنکھوں کے لیے "یا نور" روزانہ 101 مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کریں۔ روزانہ آنکھیں دھوئیں' اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

م ش..... راولپنڈی

جواب:۔ (۱) جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل (اول وآخر 3,3 مرتبہ درود شریف) پڑھ کر دم کر دیں۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔ بھائیوں کے روزگار کے لیے سورۃ القریش کا ورد رکھیں۔

(۲) آپ اپنے ماضی اور حال کو مدنظر رکھ کر مستقبل کا فیصلہ کریں۔ استخارہ کر لیں۔ عشاء کی نماز کے بعد 313 مرتبہ آیت کریمہ پڑھیں۔ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ اللہ سے مانگیں جو آپ کے حق میں بہتر فیصلہ ہے۔

نرگس صدیق..... سیالکوٹ

جواب:۔ شوہر کے لیے "یا لطیف یا ودود" 313 مرتبہ (اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف)۔ پڑھتے وقت تصور رکھیں کہ دل نرم ہو رہا ہے اور دماغ ٹھنڈا اور آپ کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔

بچوں کے لیے:۔ "سورۃ العصر" 21 مرتبہ (اول وآخر 3,3 مرتبہ درود شریف) رات جب سو جائیں سرہانے کھڑے ہو کر ہلکی آواز میں نیت ہو کہ فرمانبردار بن جائیں۔

شاھدہ بانو..... رحیم یار خان

جواب:۔ عشاء کی نماز کے بعد "یا عدل" 1100 مرتبہ اول وآخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ اللہ سے اپنے حق کے لیے دعا کریں۔ اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے جولائی ۲۰۱۳ء

نام..... والدہ کا نام..... گھر کا مکمل پتا.....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں.....

بیاضِ دل

میمونہ رومان

امبر گل...... جھڈ، سندھ

بس ایک خاک سی اُڑتی ہے جس طرف دیکھیں
نشاں بہار کا کوئی پسِ بہار نہیں
یہ ایک روپ ہے اس بے نیاز مالک کا
کسی کو وقت کی گردش پر اختیار نہیں

نوشین اقبال نوشی...... گاؤں بدر مرجان

اک لمحے کا سفر ہے زندگی
پس منظر سے منظر کی طرف

فصیحہ آصف خان...... ملتان

جس کے دل میں اترنا تھا
اس کے دل سے اتر گئی ہوں
قدموں میں دیکھ تو اپنے ذرا
سوکھے پتے کی طرح بکھر گئی ہوں

ساریہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات

آگ سے سیکھ لیا ہے ہم نے یہ قرینہ بھی
بجھ بھی جانا تو بڑی دیر تک سلگتے رہنا
نجانے کس عمر میں جائے گی یہ عادت اپنی
روٹھنا اس سے اوروں سے الجھتے رہنا

ملائکہ فرزانہ گل...... اورنگی ٹاؤن، کراچی

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نجانے کس گلی میں زندگی کی شام ہوجائے

ثمینہ طاہر بٹ...... لاہور

حالات کے لکھے کو مٹا کیوں نہیں دیتے
یہ بوجھ ہے سینے پر ہٹا کیوں نہیں دیتے
کیوں ہم سے گریزاں ہو بتا کیوں نہیں دیتے
اس راز سے اب پردہ اٹھا کیوں نہیں دیتے

چندا مثال...... قصور

وصال موسم گزر گیا تو خیال بن کر ملا کریں گے
بچھڑ گئے ہم اگر تو پھر ماہ و سال بن کر ملا کریں گے
کتاب دل کے وفا کے اک اک ورق پر اپنی خبر ملے گی
ہم اہل الفت محبتوں کی مثال بن کر ملا کریں گے

شگفتہ خان ٹوفی...... بھلوال

زندہ رہنا ہے تو حالات سے ڈرنا کیسا؟
جنگ لازم ہو تو لشکر نہیں دیکھے جاتے

اقصیٰ زرگر...... جوڑہ

تمہارا نام لکھنے کی اجازت چھن گئی جب سے
کوئی بھی لفظ لکھتا ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

لبنیٰ ساجد...... صفدر آباد

یہ آج کون خراماں ادھر سے گزرا ہے
جبینِ شوق ہے بے تاب نقشِ پا کے لیے

سباس گل...... رحیم یار خان

اب دیکھتے ہیں کسی کی جان جاتی ہے؟
میں نے اس کی، اس نے میری قسم کھائی ہے

عائشہ پرویز...... کراچی

نہ رئیس ہوں نہ امیر ہوں
نہ بادشاہ ہوں نہ وزیر ہوں
درِ مصطفیٰ ہے میری سلطنت
اُسی سلطنت کا فقیر ہوں

شمسہ ارشاد ہمدانی...... ہٹیاں بالا، آزاد کشمیر

وہ مجھ پر عجیب اثر رکھتا ہے
میرے ادھورے دل کی خبر رکھتا ہے
شاید کہ میں اسے بھول جاتا مگر
یاد آنے کے وہ سارے ہنر رکھتا ہے

فوزیہ کنول فوزی...... تونسہ

اگر ہوں پھول پردیسی تو مت چھو بے وفا ہوں گے
وطن کے ہو اگر کانٹے تو بھر لے اپنے دامن میں

نارش انور...... خانیوال

چند سکوں میں بکتا ہے یہاں انسان کا ضمیر
کون کہتا ہے میرے ملک میں ہے مہنگائی بہت

فیاض اسحاق...... سلانوالی

بے نور ہو چکی ہیں شہر کی فضائیں بہت
تاریک راستوں میں کہیں کھو نہ جائیں ہم
آج اس کے بغیر دل بہت اداس ہے جالب
یارو چلو کہیں سے اسے ڈھونڈ لائیں ہم

ماریہ الماس...... ہارون آباد

یہ دستورِ وفا صدیوں سے رائج ہے زمانے میں
صدائے قُرب دی جن کو انہی کو دور دیکھا ہے

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

اپنی تنہائی میرے نام سے آباد کرے
کون ہے جو مجھے اس طرح سے یاد کرے
میرے آنسوؤں سے جس کی روح کانپ اٹھے
ہے کوئی ایسا جو مجھے اتنا پیار کرے

شہناز شازیہ سیال...... خانیوال

گلیوں گلیوں بھٹک رہا تھا اک سنہرا خواب جسے
میرے بڑوں نے اپنی لاکھوں نیندیں بیچ کے پالا تھا
امجد یہ تقدیر تھی اس کی یا قدرت کا کھیل
گرا جہاں پر رات کا پنچھی تھوڑی دور اُجالا تھا

زرشا نورین...... چوتالہ

رکھتے ہیں جو اوروں کے لیے پیار کا جذبہ
وہ لوگ کبھی ٹوٹ کر بکھرا نہیں کرتے

فرزانہ سرور...... ستائیس چک ملتان

وقت وقت کی بات ہے
کہاں یہ وقت ساتھ ہے
ملے بھی تو خواب میں
کیسی یہ ملاقات ہے

فرزانہ اکرام...... سرگودھا

اس چاند سے کہو چھپ جائے کہیں
اس سے میرے مقدر کے ستارے نہیں ملتے

آسیہ اشرف...... گنگاپور

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

قرۃ العین پارس...... کراچی

گرداب کی مانند رواں ہے زندگی
چلوں تمہی سے پہنچوں تمہی تک

حنا فاطمہ...... کراچی

ہم تسلیم کرتے ہیں ہمیں فرصت نہیں ملتی
مگر جب یاد کرتے ہیں زمانہ بھول جاتے ہیں

ثمرین کنول...... کراچی

خواب عدم سے چونکے تھے ہم تیرے واسطے
آخر کو جاگ جاگ کے ناچار سو گئے

ماریہ انصاری...... کراچی

اے دل تجھے رونا ہے تو جی کھول کے رو لے
دنیا سے نہ بڑھ کر کوئی ویرانہ ملے گا

نمرہ علی...... لاہور

عشق میں خواب کا خیال کسے
نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی

صبا حبیب...... کراچی

عشق جب تک نہ کر چکے رسوا
آدمی کام کا نہیں ہوتا

جنید راجپوت...... کراچی

ابھی تو خشک بہت ہے موسم بارش ہو تو سوچیں گے
ہم نے اپنے ارمانوں کو کس مٹی میں بونا ہے

سمیرا غزل صدیقی...... کراچی

سلگتی شام کی پھیلی ہوئی تنہائی میں
دل میں یادوں کا دھواں ہو تو غزل ہوتی ہے

طیبہ آمنہ...... فیصل آباد

کچھ نہیں چاہیے تجھ سے اے میری عمرِ رواں
میرا بچپن، میرے جگنو، میری گڑیا لا دے

سامعہ ملک پرویز...... احاطہ ٹیکسلا

جس کے دم سے روشن یہ جہاں ہے
جس کی چاہت پر خلوص بیش بہا ہے
جس کی دعا سے آجاتی ہیں قدموں میں منزلیں
ایسی ہستی دنیا میں صرف ماں ہے

دِش مُقابلہ

طلعت آغاز

ہاٹ چکن جنجر ود سپر رائس

اجزاء:

چکن (بون لیس)	ڈیڑھ کپ
سویا سوس	ایک چائے کا چمچہ
لال مرچ	چوتھائی چائے کا چمچہ
ادرک (لمبائی میں کاٹ لیں)	دو چائے کے چمچے
ٹماٹو پیسٹ	ڈیڑھ کپ
ٹماٹو کیچپ	دو کھانے کے چمچے
تیل	تہائی کپ
کلونجی	چوتھائی چائے کا چمچہ
نمک	حسب ضرورت
یخنی	ایک کپ

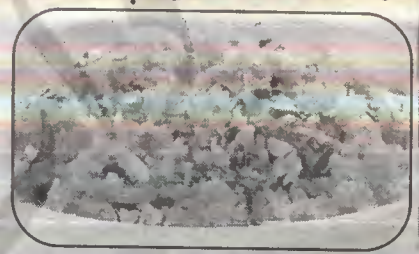

ترکیب:۔

تیل گرم کرلیں اس میں چکن اور ادرک ڈال کر ہلکا سا فرائی کرلیں۔ دو منٹ بعد اس میں ٹماٹو پیسٹ اور کلونجی ڈالیں۔ تین چار منٹ لگائیں پھر نمک، کالی مرچ، لال مرچ، سویا سوس اور ٹماٹو کیچپ ڈال دیں اور تھوڑی دیر بھونیں پھر ایک کپ مرغی کی یخنی یعنی چکن اسٹاک ڈال کر پکائیں۔ جب تیل اوپر آجائے تو اتار لیں اور سپر رائس کے ساتھ گرم گرم سرو کریں۔

یاسمین بیگم..... کراچی

اناناس کا شربت

اجزاء:

اناناس	آٹھ چھٹانک
گلاب کا عرق	ڈیڑھ کلو
چینی دانے دار	آٹھ چھٹانک

ترکیب:۔

اناناس کو چھیل کر بے کار اور غیر ضروری حصہ نکال دیں۔ اب اناناس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرلیں یہ ٹکڑے پتلے ہوں تو بہتر ہیں۔ ایسے باریک چھوٹے اور پتلے ٹکڑوں کو آٹھ چھٹانک لے کر کلو بھر گلاب کے عرق کے ساتھ آگ پر آدھے گھنٹے تک رکھ کر پکائیں اور پھر اتار لیں۔ پھلوں کو گلاب کے عرق میں کچل لیں تاکہ ان کا سارا عرق نکل جائے اور پھر کپڑے سے نکال لیں۔ بچے ہوئے گلاب کے عرق میں چینی پکائیں تاکہ شربت حاصل ہوسکے۔ دس منٹ بعد اناناس کا رس اس میں ڈال دیں اور پندرہ منٹ تک اور پکنے دیں تاکہ یہ ایک جان ہوجائے دو چھٹانک پانی میں ایک تولہ ڈال کر استعمال کریں۔ یہ طاقت بخش ہے اور ہاضمہ کو درست رکھتا ہے۔ اس شربت کے بہت سے فائدے ہیں۔

دیا طاہر..... کراچی

فالسے کا شربت

اجزاء:

فالسے	پانچ سو گرام
چینی	چھ سو گرام
پانی	ایک لیٹر
سٹرک ایسڈ	آدھا چائے کا چمچہ

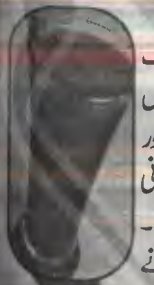

ترکیب:

فالسوں کو اچھی طرح صاف کریں۔ تھوڑے پانی میں فالسے ڈال کر ہاتھوں کے ذریعے مسلیں اور گھٹلیاں الگ کریں۔ گودا ملا پانی مکسر میں ڈال کر پتلا رس نکال لیں۔ چینی اور پانی ملا کر چینی حل ہونے تک پکائیں چھان کر ایک تار کی چاشنی بنائیں۔ رس ڈال کر تھوڑی دیر تک پکائیں۔ اسے ٹھنڈا کر کے سٹرک ایسڈ ملائیں۔ اب اس شربت کو صاف خشک بوتلوں میں بھر کر رکھیں۔ گرمی میں آئے مہمانوں کو برف اور ضرورت کے مطابق پانی ڈال کر اس مشروب کو ملا کر پیش کریں۔

حرا عباد..... ملتان

کچے آم کا شربت

اجزا:

ابلے کچے آم کا گودا	دو کپ
چینی	چار کپ
نمک	ڈیڑھ چائے کا چمچہ
بھنا پسا زیرہ	ایک چائے کا چمچہ
پسا پودینہ	ایک چائے کا چمچہ
پانی	دو کپ

ترکیب: پانی اور چینی ملا کر چاشنی بنالیں۔ چاشنی کو ٹھنڈا کر کے چھان لیں۔ آم کا گودا مکسر میں ڈالیں۔ نمک اور پودینہ ڈالیں اور مکسر چلا کر باریک پیس لیں۔ تیار چاشنی میں پسے ہوئے کچے آم کا مرکب ملائیں۔ صاف اور خشک بوتلوں میں بھر کر رکھیں۔ پینے یا پلانے کے وقت ایک حصہ رس یا شربت میں تین حصے پانی اور برف ملائیں۔

نائلہ جنید..... کراچی

سیاہ انگور کا شربت

اجزا:

انگور سیاہ	چھ کپ
پانی	چھ کپ
چینی	نو کپ
نمک	ایک چائے کا چمچہ
سٹرک ایسڈ	ایک چائے کا چمچہ
پوٹاشیم میٹا بائی سلفائیٹ	چٹکی بھر

ترکیب:۔

دھلے سیاہ انگوروں کو جوسر یا مکسر میں ڈال کر رس نکال لیں۔ پانی میں چینی حل کریں۔ باریک کپڑے میں چینی ملا کر پانی چھانیں اور ابالیں۔ ایک تار کی چاشنی بنائیں اور اس کو ٹھنڈا کریں۔ ٹھنڈی چاشنی میں رس اور سٹرک ایسڈ ملائیں۔ اچھی طرح یک جان مرکب بنالیں۔ نمک کو ایک چوتھائی کپ پانی میں حل کر کے پوٹاشیم میٹا بائی سلفائیٹ ملائیں اور مرکب میں ملالیں۔ بوتلوں میں بھر کر سیل بند کرلیں۔ پیش کرتے وقت ٹھنڈا پانی اور برف ملائیں۔

سمیرا غزل صدیقی..... کراچی

چیری کا شربت

اجزاء:

چیری کا رس	ایک کلو
پانی	آدھا کلو
چینی	ایک کلو
سٹرک ایسڈ	تین گرام

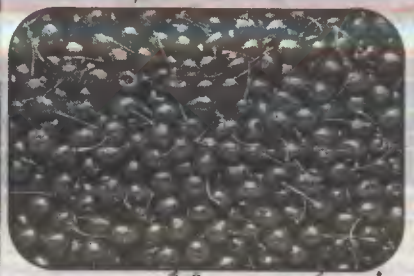

پوٹاشیم میٹا بائی سلفائیٹ	تین گرام
چیری ایسنس	دو ملی گرام
شربت کا سرخ رنگ	تین گرام

ترکیب:

اچھی پکی ہوئی چیری خرید کر انہیں پانی سے دھو کر صاف کرلیں۔ پھر انہیں ہاتھوں سے مسل کر یا مکسر سے کچل کر صاف اور باریک کپڑے سے چھان کر ان کا رس

نکال لیں۔ اسے تول کر ایک کلو رس ناپ لیں۔ اب اس رس میں چینی، پانی اور سٹرک ایسڈ بھی ملا دیں۔ دھیمی آنچ پر رکھ کر پکائیں۔ جب شربت پک جائے تو نیچے اتار لیں اور ٹھنڈا کر لیں۔ اب پوٹاشیم میٹا بائی سلفائیٹ کو تھوڑے سے پانی میں گھول لیں اور اسی طرح رنگ کو بھی گھول کر اور چھان لیں۔ اب ان کو سارے شربت میں اچھی طرح ملا دیں۔ آخر میں چیری ایسنس ملانے سے خوشبو اور ذائقہ میں اضافہ ہو جائے گا۔ چیری کا شربت تیار ہے۔ اسے صاف اور خشک بوتلوں میں محفوظ کر لیں۔

ماریہ انصاری......کراچی

جو اور لیموں کا شربت

اجزا:

جو کا آٹا	دو سو پچاس گرام
چینی	ڈیڑھ کلو
لیموں کا رس	سات سو پچاس گرام
زرد رنگ	ایک گرام

ترکیب:۔

جو کے آٹے میں تھوڑا سا پانی ملا کر لسی کی طرح بنا لیں۔ اب اس میں ایک کلو پانی ملا کر دس منٹ تک پکائیں۔ اس کو بالکل ہلکی آنچ پر پکائیں اور چمچہ ساتھ ساتھ چلائیں۔ اب اس کو اتار کر ٹھنڈا کر کے چھان لیں۔ پہلے موٹے کپڑے سے چھانیں پھر باریک کپڑے سے چھان لیں۔ اب لیموں کا رس نکالیں۔ رس کو بھی باریک کپڑے سے اچھی طرح چھان لیں۔ اس کے بعد جو کا پانی، لیموں کا رس اور چینی ملا کر خوب مکس کریں۔ اب اس کو آگ پر چڑھا دیں اور پکنے دیں۔ جب شربت ایک تار کا ہو جائے تو رنگ پانی میں

گھول کر اس میں ڈال دیں۔ ایک، دو جوش آنے کے بعد اتار لیں اور ٹھنڈا کر کے صاف خشک بوتلوں میں بھر لیں۔

عائشہ شاہ......لاہور

آلو بخارے کا شربت

اجزاء:

آلو بخارے	500 گرام
چینی	ایک کلو گرام
کھانے کا زرد رنگ	ڈیڑھ گرام
ایسنس	چند قطرے

ترکیب:۔

آلو بخارے اچھی طرح دھو کر صاف کر لیں۔ آدھا لیٹر پانی میں آلو بخارے ڈال کر رات بھر کے لیے چھوڑ دیں۔ صبح کو اسی پانی میں آلو بخاروں کو ابال لیں۔ دو چار جوش آنے کے بعد چولہے سے اتار لیں۔ چھلکے اور گٹھلی نکال کر پھینک دیں۔ اب اس میں چینی ملا کر پکائیں۔ ایک تار کی چاشنی تیار ہو جائے تو ایسنس اور زرد رنگ بھی ملا دیں اور چمچہ چلا کر سب کچھ اچھی طرح ملا لیں۔ پھر اتار کر ٹھنڈا کر لیں اور صاف بوتل میں بھر لیں۔

نجمہ عابد......کراچی

صندل کا شربت

اجزاء:

برادہ صندل	60 گرام (سرخ یا سفید)
چینی	ایک کلو
عرق گلاب	ایک لیٹر
روح کیوڑہ	ایک شیشی
لیموں	چھ گرام

ترکیب:۔

صندل کا برادہ صاف کر کے گلاب کے عرق میں ڈال دیں۔ چوبیس گھنٹے بعد برادہ مع عرق گلاب دیگچی میں ڈال کر پکنے کے لیے رکھ دیں۔ آنچ ہلکی رکھیں۔ جب خوب پک کر عرق گلاب آدھا رہ جائے گا اتار کر ململ کے کپڑے سے چھان لیں۔ اب اس میں چینی ملا کر دوبارہ پکائیں۔ قوام تیاری کے قریب آئے تو ساتھ لیموں ڈال دیں اور میل اتارتے جائیں۔ قوام ایک تار کا ہو جائے تو ٹھنڈا ہونے دیں۔ پھر اس میں روح کیوڑہ ملا دیں۔ چند منٹ بعد شربت کو صاف اور خشک بوتل میں بھر کر ڈھکنا مضبوطی سے بند کر دیں۔

اسماء حفیظ......فیصل آباد

فروٹ کریم

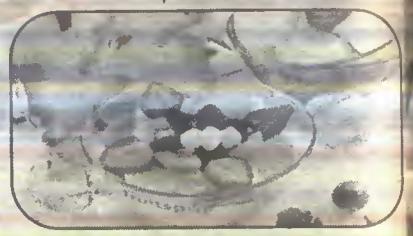

اجزاء:۔

تازہ کریم	250 گرام
چینی	ایک چوتھائی کپ
انار کے دانے	ایک چوتھائی کپ
سیب	ایک عدد (چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیں)
سردا	دو سلائس (چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیں)
کیلا	ایک عدد (چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیں)
بادام	چند دانے
خشک چیری	چند دانے
کشمش	چند دانے
چھوٹی الائچی	دو عدد (پسی ہوئی)

ترکیب:۔

چینی اور کریم کو اچھی طرح پھینٹ لیں۔ اس میں پھینٹنے کے دوران تھوڑا سا دودھ ملا دیں۔ اس کے بعد انار کے دانے، سیب، سردا، کیلا، بادام، خشک چیری، کشمش شامل کر دیں۔ آخر میں الائچی پاؤڈر چھڑک دیں اور ٹھنڈا کر کے سرو کریں۔

ہنی ایمان......گلشن اقبال

کوکونٹ آئسکریم

اجزاء:

کوکونٹ ملک	ٹن پیک دو عدد
پسی ہوئی چینی	ڈیڑھ کپ
پانی	تین کپ
کریم	تین کپ
پسا ہوا ناریل	دو کھانے کے چمچے

ترکیب:

چینی اور پانی کو ایک دیگچی میں ڈال کر دھیمی آنچ پر پکائیں۔ چینی حل ہونے کے بعد شیرے کو دس منٹ تک تیز آنچ پر ابال کر ٹھنڈا کر لیں۔ پھر کسی سانچے میں ڈال کر اسے ڈھک دیں پھر تین گھنٹے تک فریزر میں رکھ دیں۔ پھر پیالے میں نکال کر چھری سے اس کے ٹکڑے کر لیں۔ فوڈ پروسیسر میں آدھی مقدار ڈال کر نرم کر لیں۔ دونوں کو یکجا کرنے کے بعد کریم شامل کر کے اچھی طرح پھینٹیں تاکہ یہ آئس کریم کی طرح ہو جائے اور اس میں پسا ہوا ناریل شامل کر کے سانچے میں ڈال کر خوب ٹھنڈا کر لیں۔ پیش کرتے وقت فریزر سے نکالیں۔

نزہت جبین ضیاء......کراچی

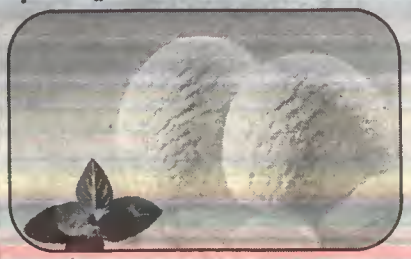

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

خوب صورت اور گھنے بال ہر ایک کی کمزوری ہیں۔ بال تبھی خوب صورت لگتے ہیں جب ان کی صحیح طریقے سے حفاظت کی جائے۔ آپ اپنے بالوں کو مندرجہ ذیل طریقوں سے خوب صورت اور مضبوط کرسکتی ہیں۔

☆ ٹوٹے ہوئے دندانوں کی کنگھی کبھی استعمال نہ کریں۔ اس کے علاوہ دوسرے کی استعمال شدہ کنگھی بھی استعمال نہیں کرنی چاہیے۔

☆ سر دھونے کے لیے ٹھنڈا پانی استعمال کریں' البتہ سردی کے موسم میں ہلکے گرم پانی سے سر دھوئیں۔ تیز گرم پانی سے سر میں خشکی پیدا ہوجاتی ہے۔

☆ نہانے سے پہلے بالوں میں تیل لگائیں اس سے بالوں کی جڑیں مضبوط ہوجاتی ہیں۔ بازاری خوش بو دار تیلوں کے بجائے ناریل یا سرسوں کا خالص تیل استعمال کریں۔

☆ کبھی کبھی نیم گرم پانی میں تھوڑا سا سرکہ اور لیموں کا عرق ملا کر اس سے سر دھولیا کریں۔

☆ خوش رہنے کی کوشش کریں کیونکہ خوش رہنے اور بالوں کی تندرستی کا بہت گہرا تعلق ہے۔ چڑچڑے پن سے فکر اور خوف سے سر کی شریانیں سکڑ جاتی ہیں اور بالوں کی جڑوں کو تقویت پہنچانے کے لیے خون کا پہنچنا بند ہوجاتا ہے۔ دماغی پریشانیوں کے وقت آپ بارہ منٹ بالوں میں کنگھی کریں' یہ بالوں کے لیے فائدہ مند ہے۔

☆ بال لمبے' گھنے اور چمک دار کرنے کے لیے مہندی کا ٹوٹکہ ایک چقندر' ایک ٹکڑا دندا سہ' ایک ٹی اسپون کافی' ایک ٹی اسپون چائے پتی کو چار' پانچ گلاس پانی میں پکا کر ایک گلاس بنائیں' اب اسے چھان کر اس میں ایک چمچہ لیموں کا رس' دو چمچہ سرسوں کا تیل اور حسب ضرورت مہندی گھول کر کچھ گھنٹے کے لیے رکھ دیں' پھر بالوں میں لگائیں۔ اس قدر عمدہ خوبصورت اور پکا رنگ آئے گا اور بال بھی چمک دار ہوجائیں گے۔

☆ دہی میں شکر ملا کر لگانے سے بھی خشکی میں افاقہ ہوتا ہے' اس کے علاوہ ایک آزمودہ نسخہ یہ ہے

ایک بڑا چمچہ مہندی' ایک چمچہ سرسوں کا تیل' ایک دیسی انڈا اور آدھے لیموں کا رس ان سب کو ملا کر چند گھنٹے کے لیے سر میں لگائیں اور پھر بال دھولیں۔ تین چار ماہ بعد یہ ٹوٹکہ کرلیا کریں تو کبھی خشکی نہیں ہوگی۔

☆ زیتون کے تیل کو ہلکا سا گرم کرکے رات کو سر پر مساج کریں اور صبح نیم گرم پانی سے سر دھولیں۔

☆ سر میں خشکی ہو تو چقندر کاٹ کر پتوں سمیت ابالیں اور اس پانی کو شیمپو کی طرح لگا کر بال دھولیں۔ اگر چند گھنٹے یہ پانی لگا رہنے دیں تو زیادہ مفید ہے' پھر

سادہ پانی سے دھولیں۔ اس سے نہ صرف سکری دور ہوتی ہے بلکہ بال مضبوط اور گھنے ہوتے ہیں۔

☆ بالوں کو سیٹ کرنے کے لیے بازار سے اسپرے اور لوشن تو ملتا ہے مگر آپ گھر پر بہت کم قیمت پر بنا سکتی ہیں۔ ایک کپ گرم پانی میں ایک ٹی اسپون جیلاٹین پاؤڈر ملا کر بالوں میں لگائیں اور سیٹ کرلیں۔

☆ مٹھی بھر آلو کے خشک ٹکڑے لوہے کے برتن میں ایک دن کے لیے بھگو دیں' دوسرے دن اس پانی سے سر دھونے سے بال سیاہ ہوجائیں گے۔

روبینہ ریاض' ثوبیہ کوثر..... ملتان

سوال:۔ السلام علیکم! امید کرتے ہیں کہ آپ بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں گی ویسے تو ہمیں بیوٹی کے حوالے سے کوئی مسئلہ نہیں لیکن میری جو پلکیں ہیں وہ بہت ٹوٹتی ہیں۔ میں کیا کروں کہ یہ ٹوٹنا بند ہوجائیں۔ پہلے میری پلکیں گھنی تھیں اب لگتا ہے کہ کسی کی نظر لگ گئی ہے۔

کوئی حل بتائیں اور آنکھوں کے گرد حلقے ہیں ان کا بھی کچھ حل بتائیں۔

جواب:۔ آپ رات کو سونے سے پہلے زیتون کا تیل اپنی پلکوں پر لگالیں اور صبح کسی اچھے فیس واش سے چہرہ دھولیں آپ ایک ہفتہ میں نمایاں فرق محسوس کریں گی۔

طیبہ نذیر..... شادیوال گجرات

سوال:۔ میری دوست ماریہ کے چہرے پر بال بہت زیادہ ہیں اس نے پورے چہرے کی تھریڈنگ کروائی تھی اب بال زیادہ ہوگئے ہیں پلیز اس کا کوئی حل بتادیں؟

جواب:۔ آپ اپنی دوست ماریہ کو یہ مشورہ دیں کہ جب بھی فیس کی تھریڈنگ کروائیں تو تھریڈنگ کے بعد کسی بھی آئل (سرسوں یا بادام کا آئل) سے چہرے کا ہلکے ہاتھوں سے مساج کریں۔ بال بہت جلد ختم ہوجائیں گے۔

نازش بتول..... واہ کینٹ

سوال:۔ میرے بال لمبے ہیں لیکن خشکی کی وجہ سے ازحد پریشان ہوں۔ اچھے شیمپو اور تیل کے استعمال کے باوجود کوئی خاطر خواہ فرق نہیں بلکہ بالوں کا جھڑنا بھی زیادہ ہوگیا ہے آپ سے گزارش ہے کہ ان دونوں مسئلوں کا حل بتادیجیے۔ شکریہ

جواب:۔ آپ اپنے بالوں میں ایک پاؤ دہی میں ایک انڈہ مکس کرکے لگائیں۔ بالوں میں خشکی کی شکایت دور ہوجائے گی اور آپ کے بال جھڑنا بھی بند ہوجائیں گے۔

نائلہ جنید..... کراچی

سوال:۔ میری آنکھوں کے گرد گہرے حلقے ہیں کافی کریمز و گھریلو ٹوٹکے بھی آزما کے دیکھ لیے لیکن یہ کم ہونے کے بجائے بڑھتے جارہے ہیں جبکہ نیند و آرام کی بھی کوئی کمی نہیں اس کا کوئی بہتر حل تجویز کریں؟

جواب:۔ آنکھوں کے گرد حلقوں کی شکایت تقریباً ہر لڑکی کا مسئلہ ہوگیا ہے لیکن اس کا بہترین حل یہ ہے کہ آپ آلو کے باریک قتلے کاٹ کر اپنی آنکھوں پر 15 منٹ کے لیے رکھیں اور ریلیکس کریں۔ بالکل اسی طرح آپ کھیرے کے باریک قتلے کاٹ کر آنکھوں پر رکھیں۔ اپنی آنکھوں کی خوب صورتی کے لیے 15 منٹ ضرور نکالیں۔ روزانہ یہ عمل دہرانے سے بہت جلد آپ اپنی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقوں سے چھٹکارا پاسکتی ہیں۔

جوابات کے لیے ہم مہرین رحیم بیوٹی سالون لاہور کے شکر گزار ہیں۔

نوٹ

تمام قارئین بہنوں کی پرزور فرمائش پر اگلے ماہ سے بیوٹی گائیڈ میں آپ کی بیوٹی کے مسائل کے حل کے لیے سوالات کا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے جس کے جوابات مشہور ماہر بیوٹیشنز دیا کریں گی۔ تمام بہنیں نوٹ فرمالیں۔

استحصال

لمبی قطاروں میں دھکّے کھا کر
شدید گرمی میں لو لگا کر
کہ جاں ہتھیلی پر سجا کر
خود آپ اپنے پر حکمرانی کے واسطے
تو نے جن خداؤں کو چُنا تھا پیارے
اب انہی خداؤں نے دیکھ تجھ کو بھلا دیا ہے
دوا دارو تو دسترس سے بہت ہی باہر
تجھے تو بس ایک وقت کی سوکھی روٹی کو ترسا دیا ہے
شدید گرمی میں گرم سورج کی تیز کرنیں جو کاٹتی ہیں
تیرا بدن ہے.....
کئی دنوں سے جو بھوکے بچے تیرے ہی گھر میں بلک رہے ہیں
وہ تیرا دکھ ہے.....
کڑی مشقت کے بعد بھی جب
دیہاڑی کے سارے سورد پوں میں
تو اپنے لختِ جگر کو صاحب
کسی "مسیحا" کی بھاری بھرکم فیس بھر کر
"چیک" تلک نہ کروا سکے تو
بتاؤ پیارے.....
تمہارا غم تم سے بانٹنے کو تمہارے گھر میں
یہ "ناخدا" کتنی بار آئے
یہ مخمل جیسے گھروں کے باسی تمہاری جانوں پہ عیش کر کے
قارون بننے کی خواہشوں میں
بس ایک دوجے سے لڑ رہے ہیں
تیرا تو استحصال کر رہے ہیں

نازیہ کنول نازی

پیارے آنچل کے نام

میری دعا ہے لحہ بہ لحہ
تیری حیاتِ کارواں کو ملے سرور
ہر پل چاہتوں کا، خوشیوں کا

رہے نزول.....
وسعتِ فلک سے بھی وسیع
سمندر کی عمیق گہرائیوں سے بھی گہرا پیار
تیرا نصیب ہو.....
سدا عروج تیرے قریب ہو
تیرے نام کو ملے وہ تابناکی و شناسائی
جس پر کرے رشک ساری خدائی
سبھی چاہتیں، سبھی محبتیں
سبھی رونقیں سدا تیرا نصیب ہو
میری دعا ہے لحہ بہ لحہ
تیری حیات کارواں کو ملے سرور
ہر پل چاہتوں کا، خوشیوں کا رہے نزول

سامعہ ملک پرویز.....احاطہ نیکسلا

غزل

جب وہ شہرِ وفا سے چلا جائے گا
پھر ہی معنی محبت کا تُو سمجھ پائے گا
اسیر کر کے قفس میں بھولا نہیں مجھے وہ
ٹوٹے ہوئے پَر میرے ابھی دیکھنے وہ آئے گا
میں جو ریزہ ریزہ ہوتا جا رہا ہوں
ٹوٹنا اسے بھی ہے وہ بھی بکھر جائے گا
تم جو روٹھ جاتے ہو چھوٹی سی بات پہ ہم سے
ہم نہ ہوں گے تو بھلا کون تمہیں منائے گا
بارشِ اشک میں کیسے اسے ڈھونڈو گے
اب روٹھ گیا وہ تو لوٹ کے نہ آئے گا
کفِ افسوس ملو گے نہ ہم کو ڈھونڈ پاؤ گے
ترکیب وقت میں اک ایسا بھی وقت آئے گا
مجھے یقین ہے ترکِ تعلق کے باوجود
صابر وہ دیوانہ دار روئے گا مرقد پہ چلے آئے گا

گلزار احمد صابر.....پاک پتن

تیری یاد کی خوشبو.....!

تیری یاد کی مسحور کن خوشبو
جب.....
دریچۂ دل سے ٹکراتی ہے
تو پورے وجود میں
وحشتِ تنہائی پھیل جاتی ہے
احساس ترکِ تعلق
اپنے سحر میں جکڑ لیتا ہے
اور دل خون کے آنسو روتا ہے
چاروں اور بکھری
خوابوں کی کرچیاں
یاد دلاتی ہیں.....
جزیرۂ نیند کی شوخیاں
کے جن کو سمیٹتے سمیٹتے
میرے ہاتھ لہولہاں ہوئے
اور شہرِ دل کے سب موسم
بہت خاموش اور ویران ہوئے
کہ.....
تیری یاد کی خوشبو
جب.....
دریچۂ دل سے ٹکراتی ہے
تو.....ہجر شہرِ دل میں رقص کرتا ہے
اور خوشیوں کو الوداع کہتا ہے
اور میں.....
لحہ لحہ
تنہائی کی منزلوں کو طے کرتی ہوں
کہ.....
میرے دل میں بسی وحشتیں.....
مجھ پہ ہنستی ہیں
اور تنہائی.....
وجود میں سنسناتی ہے
کہ.....
تیری یاد کی خوشبو
جب دریچۂ دل سے ٹکراتی ہے

سمیرا غزل صدیقی.....کراچی

انوکھا رابطہ

رات کے پچھلے پہر
بیڈ روم میں پھیلی
نائٹ بلب کی پُر درد روشنی میں
جب اس کی نیند کھلتی ہے
میری جگہ بستر پر خالی سلوٹیں پا کر
پھر وہ یک دم اٹھتا ہے
اس کے قدم خود بخود
میرس کی طرف بڑھتے ہیں
پھر دبے قدموں سے میرے پیچھے آ کر وہ
دھیرے سے میرے شانوں پر
ہاتھ رکھ کر کہتا ہے
کیا چاند کا شاعرانہ حسن
تمہیں اتنا اٹریکٹ کرتا ہے
کہ تم راتوں میں اٹھ کر پہروں اس کو تکتی ہو
کچھ بھی سمجھ لو تم
اتنا کہہ کر میں اس کو ٹال دیتی ہوں
پھر اس کے پیچھے اک اک سیڑھی اترتے وقت
دل کے نہاں خانے سے اک آہ آتی ہے
کس طرح بتاؤں میں
کیسے یہ سمجھاؤں میں
مجھ سے دور سہی کوئی، گرمیوں کی راتوں میں
لائٹ کے جانے پر
حس ذدہ کمرے کی جب کھڑکی کھولتا ہوگا
چاند کو دیکھتا ہوگا

ام ثمامہ.....جھڈو، سندھ

آج پھر

آج پھر کسی نے محبت کا نام لیا ہے
آج پھر دل میں
اک اُبال سا اٹھا ہے
دریا اشتعال سا بھڑکا ہے
میرے کچے آنگن میں رات ہوئی ہے
آج پھر میری آنکھوں سے
بن بادل برسات ہوئی ہے
آج پھر سسک سسک کر روئی ہے تنہائی میری
آج پھر آنکھوں کا آنسوؤں سے
مات ہوئی ہے
آج پھر ملگجے کمرے میں
تیری یادوں کو بلایا ہے میں نے
آج پھر بے نشاں میری ذات ہوئی ہے
آج پھر تیری یادوں میں کھوئی ہوں
اور ٹوٹ ٹوٹ کر روئی ہوں.....!!

نوشین اقبال نوشی.....گاؤں بدر مرجان

نظم

بس اِک تجھ کو
خدا سے مانگا تھا
اور یہ الزام دھر دیا مجھ پر
کے
تو نے ساری خدائی مانگی ہے

سُباس گل.....رحیم یار خان

غزل

ہیں عشق کے آزار مسلسل
اور ٹھہرے ہم خطاوار مسلسل
ہے ازل سے یہی مشغلہ جاری
اشکوں سے برسرِ پیکار مسلسل
یاد کے پنجرے میں قید
تیری یاد کی رفتار مسلسل
بے ربط سا لہجہ اور نگاہ چرانا
دکھائی دیے جدائی کے آثار مسلسل
ہجر و فراق اور یہ تنہا دل
دیکھی صدموں کی یلغار مسلسل
تو نے جو امید بندھائی
پڑ گئی اس میں دراڑ مسلسل
بیچ کھڑی ہے تیرے میرے
آسماں تک دیوار مسلسل

فصیحہ آصف خان.....ملتان

غزل

محبت کی پہلے سزا سوچ لینا
کہ ہونا ہے اک دن جدا سوچ لینا
محبت کے موسم تو آتے رہیں گے
خزاؤں کے بارے ذرا سوچ لینا
میں ہر دم تجھے یاد آتا رہوں گا
بھلانے سے پہلے ذرا سوچ لینا
یہاں لوگ بستی میں ہیں گونگے بہرے
اگر دو کسی کو صدا سوچ لینا
کیا تم نے جذبات میں فیصلہ پر
ملے وقت تو بخدا سوچ لینا
ملو غیر سے تم پر یہ وعدہ کرو تم
کہ رانا کی پچھلی وفا سوچ لینا

قدیر رانا.....راولپنڈی

زندگی

آج برسرِ محفل
کئی بار مجھے دیکھ کر
اس نے کہا تھا کہ
"میرا زندگی پر سے اعتبار اٹھ گیا ہے"
اور مجھے یاد پڑتا ہے
وہ اکثر مجھے زندگی کہا کرتا تھا

کنیز ماجی.....بھیرہ، ہری پور

الیسہ.....!!

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
کہ جس کو ہمسفر جانیں
جسے پانے کی خواہش میں
ہزاروں درد انجانے
یونہی ہم گود لیتے ہیں
زمانے کے گلے شکوے
کبھی اغیار کی باتیں
کئی جاگی ہوئی راتیں
ہمیں تحفے میں ملتی ہیں
تمنا جس کو پانے کی
زباں پر وردِ کی صورت
ہمیشہ جاری رہتی ہے
وہ جس کا نام سُن کر
دل دھڑکنا بھول جاتا ہے
ہم اس خوش بخت کی خاطر
جاں پر کھیل جاتے ہیں
سبھی دکھ جھیل جاتے ہیں
مگر ایسا بھی ہوتا ہے
کہ جس کو ہم سفر جانیں
ہمارے دل کی باتوں سے
وہی لاعلم رہتا ہے

فاخرہ گل.....اٹلی

بہاریں لوٹ آئی ہیں

سُنا ہے!
بارشیں برسیں بہاریں لوٹ آئی ہیں
بہت رنگین موسم ہے بہاریں لوٹ آئی ہیں
برستے بادلوں نے پھر سے بہت سے تذکرے چھیڑے
تمہاری یاد کے منظر میری آنکھوں میں پھر ٹھہرے
کہ.....
دھند میں لپٹے سرمئی بادل بھی لوٹ آئے
ہوا کا شور ہے اور جھومتے منظر بھی لوٹ آئے
گرجتے بادل آ کر مجھے پھر سے ستاتے ہیں
تمہارے ساتھ جو گزرے وہ لمحے یاد آتے ہیں
میں کیسے مان لوں جاناں!
بہاریں لوٹ آئی ہیں
کہ
جب تم لوٹ آؤ گے
تو یہاں منظر بھی بدلے گا
بہاریں لوٹ آئیں گی
سنو.....!
تم لوٹ آؤ ناں.....!

نزہت جبیں ضیاء.....کراچی

غزل

جانِ جاں یہ خود نمائی کس لیے
آپ اپنی رہنمائی کس لیے
دل ہمارا لے لیا ہے آپ نے
ہم سے آخر بے وفائی کس لیے
ہم غریبوں پر تمہارا ای جانِ جاں
ایک مدت سے خدائی کس لیے
مر چکے ہیں جو قفس میں دوستو
ان پرندوں کی رہائی کس لیے
کیوں نبھانے لگ گئے ہیں دشمنی
اب زمانے میں بھلائی کس لیے
گھر میں بچے مر رہے ہیں بھوک سے
اور تیری یہ کمائی کس لیے
دو دلوں کا وصل ممکن ہو گیا
اب محبت میں جدائی کس لیے
یاد کے البم کو راشد کھول کر
یاد کی شمع جلائی کس لیے

راشد ترین.....مظفر گڑھ

غزل

حرفِ حق کہتا سرِ بازار ہوں
عہدِ حاضر کا میں اک اخبار ہوں
شرپسندوں پر مری گہری نظر ہے
ظلم میں بر سرِ پیکار ہوں
میں تلاطم خیز موجوں کا حریف
مشکلوں سے ہر گھڑی دو چار ہوں
خستہ حالوں سے ہے میری دوستی
ہر کسی مفلوک کا غم خوار ہوں
بم دھماکوں سے جہاں خوف و ہراس
میں اسی نگری کا پہرے دار ہوں
حرمتِ لوح و قلم کا پاس ہے
ایک شاعر شہر کا خودار ہوں
شعر کہتا ہوں میں جس کے ہجر میں
اس حسیں کا طالب دیدار ہوں

برکت راہی...... ڈگری

غزل

میرے چشمِ نم کو عشق تم سے ہوگیا ہے
ہر خوشی ہر غم کو عشق تم سے ہوگیا ہے
بھلے وہ تنہائیوں کا دور ہو یا زمانہ ہجوم
میری ہر اک بزم کو عشق تم سے ہوگیا ہے
خدا ہی جانے اس جنوں کا ماحصل کیا ہو؟
دل خوش فہم کو عشق تم سے ہوگیا ہے
نہیں جاتی تمہارے قرب کی خوشبو نہیں جاتی
میرے ہمہ وقت تبسم کو عشق تم سے ہوگیا ہے
جب سے تم کو اپنا ہمدرد و مسیحا پایا ہے
میرے ہر درد و زخم کو عشق تم سے ہوگیا ہے

زینب سجل

غزل

وقت اپنا بچا لیا ہوتا
پاس مجھ کو بلا لیا ہوتا
مر گئی آس سسکیاں لے کر
پردہ اب تو اٹھا لیا ہوتا
چین ملتا تو نیند آجاتی
مال تھوڑا کما لیا ہوتا
آج مالک بھی دل کے ہوتے تم
ہاتھ ہم سے ملا لیا ہوتا
اب ہوائیں بڑی مخالف ہیں
دیپ پہلے جلا لیا ہوتا
دب کے رہنے سے تھا یہی بہتر
زخم سینے پر کھا لیا ہوتا
غیر بیٹھے تھے تاک میں دانش
نام میرا مٹا لیا ہوتا

جاوید دانش...... بھکر

پانچواں موسم

سب کہتے ہیں میرے یار
ایک برس کے موسم چار
پانچواں موسم پیار کا موسم
اس موسم میں ملے تھے ہم تم
پھولوں جیسے کھلے تھے ہم تم
کتنے اچھے دن تھے وہ بھی
کتنی اچھی تھیں وہ راتیں
مہکے مہکے لہجے میں جب
خوشبو جیسی تیری باتیں
پھر نجانے کیا ہوا تھا
غم کی آندھی چل نکلی تھی
کس کی نظر بد لگی تھی
ہم دونوں ہی اُتر گئے
ہجر کی گہری دلدل میں......!

فریدہ فری یوسف زئی...... لاہور

سنو......!!
بادلوں کے اس پار رہنے والے
شبنمی رُت ہے
موسموں کی دھنک ہے
پہاڑوں پہ بھی
برف اب پگھلنے لگی ہے
دلوں پہ لگے زخم
دھونے لگی ہے
سنو!
وادیوں کے اُس پار
کوئی شدت سے
تمہارا منتظر ہے
تمہاری یادیں
تمہاری باتیں
کسی کا اثاثہ ہیں
سنو!
زندگی اب تھکنے لگی ہے
تمہارے عہد و پیمان کا
وقت ختم ہونے لگا ہے
لوٹ آنے کا موسم آ گیا ہے

سمیرا انور...... جھنگ

نظم

نیلی جھیل کنارے بیٹھے
یادوں کے کچھ پہرے ہوں گے
پھولوں کے اِک گوشے میں
پُروا پیغام لائے گی
اور تبھی......
وقت کی پرچھائی سے
لمحوں کے دریچوں سے
آس کے کچھ جگنو چرا لینا
جب ہماری یاد آئے تو
دھیرے سے مسکرا لینا

ماریہ سحر شبیر

محبت......!!

محبت مسکرائے تو
اسے تم پاس کر لینا
اگر وہ پاس آئے تو
اسے بانہوں میں بھر لینا
اگر وہ دور جائے تو
اسے جانے نہیں دینا
وفا کے رشتوں میں
خطائیں ہو ہی جاتی ہیں
تم ان خطاؤں کو حسنین
بہانہ مت بنا لینا
محبت روٹھ جائے تو
اسے جلدی منا لینا

علی حسنین...... کراچی

غزل

نازک سے لب والی شرمیلے سے گالوں والی
آنکھوں میں مستی چھپائے ہوئے ہے
یہ نازک سی پیار کے بھید دل میں چھپائے ہوئے
پوچھتا ہوں محبوبہ سے اس پیار کے بھید
اس نازک لب اور شرمیلے گالوں کے آثار کیا ہیں
یہ نازک سی پیار کے بھید دل چھپائے ہوئے
نازک سی پیاری سی چمکتی دمکتی شے ہے وہ
آنکھوں میں اس کے مستی چہرے پر رونق
یہ نازک سی پیار بھید دل میں چھپائے ہوئے
اس کے لب پر مسکراہٹ یہ خوش رونق چہرہ
میرے دل کو ستائے میرے من کو بہلائے
یہ اشتیاق میرا بڑھائے یہ غزل مجھ سے لکھوائے

محمد فیصل اشتیاق

دوستوں کا پیغام آئے

ہما احمد

سویٹ سی نازیہ کنول نازی اور عشنا کوثر سردار کے نام

ڈیئر نازی اور عشنا جی! السلام علیکم! میں آپ کی ہر کہانی اور ہر ناول کی دیوانی ہوں مجھے ایسا لگتا ہے کہ آپ دونوں میرے ساتھ ہمیشہ سے ہیں آپ کی تحاریر میں مجھے صنف نازک کے حساس جذبات کا عکس نظر آتا ہے۔ نازی جی! میں نے آپ کا انٹرویو پڑھا تو مجھے ایسا لگا آپ بظاہر جتنی مضبوط نظر آتی ہیں اندر سے اتنی ہی تنہا ہیں۔ کیا میرا خیال صحیح ہے؟ اگر ایسا ہے تو اللہ سے دعا ہے کہ آپ کی ہر پریشانی کو دور کردے۔ آپ کی والدہ کو صحت عطا فرمائے آپ یقین کریں گی کہ آپ کی پسند نا پسند' خوبیاں خامیاں 90 فیصد مجھ میں موجود ہیں ایسا لگتا ہے آپ کا رشتہ میرے دل سے جڑا ہے اور عشنا جی! آپ کی تحاریر میں لفظوں کا سحر ہمیشہ کے لیے ذہنوں پر طاری ہوجاتا ہے' لفظوں اور استعاروں کا اتنا خوب صورت استعمال' اللہ آپ دونوں کو ادب کی دنیا میں جگمگا تا رکھے' دعا گو۔

سیدہ فرزانہ حبیب فرزین.....کراچی

دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہیں دوستو! امید کرتی ہوں سب خیریت سے ہوں گی۔ سعدیہ اقلس اتنی مدت کے بعد تم سے ملاقات ہوئی' مجھے تو ایسا لگا کہ جیسے میرے اوپر نرم پھوار برس رہی ہو' جیسے تپتے صحرا میں مدتوں بعد بارش کی بوند ٹپکی ہو اور عالیہ (آلو) آپی! بھئی سلام ہے آپ کی یادداشت کو' پہلی نظر میں پہچان لیا۔ نمبر لے کر کال کرنا تو شاید بھول گئی ہو (چلو کوئی گل نہیں)۔ تہذیب تم سے مل کر بہت اچھا لگا' تمہارے دل میں اپنے لیے محبت دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مسکراتی رہو' خوش رہو اور اپنی تمام اسٹوڈنٹس کو بہت بہت پیار۔ شہزادیوں آپ کو پتا ہے مجھے نام بھول جاتے ہیں' اس لیے سب کو سلام اور پیار اور ہاں آپ سب جب بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیے گا اس ناچیز کو ضرور یاد رکھیے گا۔ فیصل آباد میں میری دوست رخسانہ اور سعدیہ کو سلام۔ امبرین' ہما' مصباح' مہوش' اقراء میمونہ' سدرہ شبیر' سعدیہ پھپھو فوزیہ سب کو بہت بہت زیادہ سلام۔ سباس آپی! دوست بنا کے سرراہ چھوڑ دینا کہاں کا انصاف ہے؟ اور ہاں جی ہم دوستی کے لیے حاضر ہیں' جس جس کو ہم سے دوستی کرنی ہے دل تسلیم خم ہے (ہاہاہا)۔ جی تو اب اجازت دیں اللہ حافظ' حیات باقی ملاقات باقی۔

آنسہ شبیر عطاریہ.....ڈوکہ گجرات

ڈیئر ذنیرہ آپی نرام کوٹھیالہ کے نام

پیاری دوست تمہیں اپنی منگنی کی بہت بہت مبارک ہو اور سدا خوش رہو۔ دوست ہمیں تو آپ نے بتایا ہی نہیں اور منگنی کرلی اور ہمیں پھر بھی پتا چل ہی گیا' وہ کہتے ہیں نا کہ عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔ دوست منگنی پر نہ سہی شادی پر ضرور انوائٹ کرنا کیونکہ مہندی تو میں نے ہی آپ کو لگانی ہے (شوخی)! باجی ایک بات بتاؤں سدرہ تو ابو کے آنے سے ایسے گم ہوئی ہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ سدرہ اب ملو بھی کے اب رخصت ہوجانے کا ارادہ ہے (پیادیس)۔ اب اجازت چاہتی ہوں دوبارہ شرکت کے لیے اپنا خیال رکھیے گا' تمام آنچل اسٹاف' رائٹرز' ریڈرز کو ڈھیر سارا اسلام اور دعائیں' اللہ حافظ۔

رضیہ تسکین.....کوٹھیالہ' سیالکوٹ

سویٹ کزن خولہ بنت رشید کے نام

السلام علیکم! خولہ گل کیسی ہو؟ یقیناً ٹھیک ہوگی۔ میری طرف سے امی ابو اور خدیجہ کو سلام دینا۔ تبسم مامی تم سناؤ کیسی گزر رہی ہے زندگی؟ میری طرف سے آنچل کی تمام قاری بہنوں کو سلام۔ تبسم مامی اگست میں میری سالگرہ ہے' یکم اگست کو وش کردو گی کہ نہیں' اُنس کو میری طرف سے پیار' او کے اللہ حافظ۔

عظمیٰ کنڈی.....گل امام

پیارے بھیا بھابی اور فرینڈز کے نام

19 جون کو میرے پیارے بھیا اور بھابی کی شادی کو تین مہینے ہوجائیں گے' اللہ تعالیٰ میرے بھیا اور بھابی کو ہمیشہ ایسے ہی ہنستا اور مسکراتا رکھے' نظر بد سے بچائے

آمین۔ ڈیئر فرینڈز کیسی ہو؟ فرینڈز ویسے تو میں نے آپ کو کبھی نہیں بتایا کہ مجھے آپ سے کتنا پیار ہے' سوچا آنچل کے ذریعے سے ہی بتادوں' فرینڈز آپ سب سے مجھے بہت بہت پیار ہے۔ مس زارہ' مس سونیا' مس سدرہ' مس رومیعہ اور ہما آپ سب بہت اچھی ہو' جس سے مرضی پوچھ لو یار میں جھوٹ نہیں بول رہی۔ آپ سیریسلی بہت اچھی ہیں' آپ میں سے کچھ نے جاب چھوڑ دینی ہے ریکلی میں آپ سب کو بہت مس کروں گی' اسپیشلی مس زارہ آپ کو آپ تو بچوں کی بھی فیورٹ ٹیچر ہیں' آپ سب کا احساس کرتی ہیں' آپ بہت کیئرنگ ہیں' اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے' ترقی دے اور کامیابیوں سے نوازتا رہے' آمین۔ آپ سب کی فرینڈز!

عمیرہ راؤ.....سمندری

پیاری پھوپو پادیا کے نام

السلام علیکم! ڈیئر پھوپو پادیا! کیسی ہو؟ اور میرا پیارا بھائی بلال یعنی (بھالو) کیسا ہے اور شرارتی بچہ حسنین کیسا ہے اور پھوپو آپ ہم سے ناراض تھیں کہ ساری پھوپیوں کو خط یعنی (دوست کا پیغام آئے) میں مخاطب کیا ہے سوائے آپ کے تو اس لیے اب صرف اور صرف آپ کو ہی مخاطب کررہی ہوں اب تو آپ خوش ہیں نا اور ہاں ماموں گلزار جی ہم آپ کو بھی نہیں بھولے۔ آپ کیسے ہیں ماموں جی؟ آپ اپنا پیٹ تھوڑا سا کم کردیں پلیز ورنہ آپ حد سے زیادہ موٹے لگو گے۔ او کے اب تو ناراضگی ختم ہوگئی نا اور آخر میں پھوپو اقصیٰ کی طرف سے سب کو سلام خدا حافظ' دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

سنیاں زرگر.....جوڑہ

آنچل فرینڈز کے نام

سب سے پہلے طیبہ نذیر دعاؤں سے نوازنے کا بے حد شکریہ' اللہ تعالیٰ آپ پر بھی ہمیشہ اپنا خاص کرم رکھے' آمین۔ صائمہ طاہر سومرو! آپ کو مجھ سے ملاقات اچھی لگی آپ کا بھی بہت شکریہ۔ مریم شاہ آپ کا تعارف مجھے اچھا لگا کیونکہ پاکستان سے محبت ہماری ایک مشترک خاصیت ہے۔ ہمارے نوجوان اپنے ملکی حالات سے بے خبر نہیں' پورا ادراک رکھتے ہیں اور اس کے لیے فکرمند بھی ہیں۔ فریحہ شبیر! تعارف کی پسندیدگی کا شکریہ اور یہ ''جنوں ہے راہِ عشق کا'' میں نے ہی لکھی تھی' ہر محب وطن پاکستانی اپنے ملک کے لیے ایسا ہی جنون رکھتا ہے۔ فوزیہ سلطان شاید میں اپنا نقطہ نظر بیان کرنے کے لیے درست الفاظ انتخاب نہیں کرسکی افغانستان سے نفرت کا مطلب یہ نہیں کہ اس پاک دھرتی سے یا وہاں کے مظلوم مسلمانوں سے نفرت ہے' ان کے حکمرانوں جو ہمارے حکمرانوں کی طرح امریکہ کے پٹھو ہیں وہ آئے دن پاکستان کے خلاف زہر اگلتے ہیں یہ بات مجھے بُری لگتی ہے۔ پاکستان نے 35000 سے زائد افغانیوں کو پناہ دی اور نتائج آج تک بھگت رہے ہیں۔ پتا نہیں میری وضاحت کو آپ کس حد تک سمجھیں بہرحال آپ کی دل آزاری ہوئی اس کے لیے معذرت لیکن میرا مطلب وہ نہیں تھا جو آپ نے لیا۔ نادیہ یٰسین پرستان کی سیر والی آفر بدستور برقرار ہے۔ مہنگائی کی آپ فکر نہ کریں' وسعت نظر' وسعت دل' وسعت ذہن اس مہنگائی میں بھی قائم ہے۔ پرستان چھوڑ آپ کہیں گی تو چاند کی سیر بھی کر آئیں گے (اس تک نہ پہنچے تو ستاروں اور کہکشاؤں کے درمیان لینڈ کرجائیں گے)۔ شگفتہ خان (بھلوال) آپ کے نام بھی ہم نے دوستی کا پیغام چھوڑا تھا شاید آپ کی نظر سے نہیں گزرا پھر..... آنچل ایک راہ نما کی طرح ہے اور استاد کی طرح بھی۔ ہم سب کو یقیناً بہت کچھ سیکھنے کو مل رہا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے منتظمین اور قارئین پر اور وطن عزیز پر اپنا خاص الخاص کرم فرمائے' آمین۔

عظمیٰ شاہین رفیق.....نامعلوم

نجمہ انور بھٹی اور آنچل فرینڈز کے نام

ڈیئر نجمہ انور! 17 جون کو تمہاری سالگرہ ہے' میری طرف سے بہت بہت مبارک باد۔ اللہ آپ کو ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائے' آمین۔ زنیرہ طاہر گیارہ جون کو تمہاری بھی برتھ ڈے ہے تو ڈیئر پہلی برتھ ڈے اینڈ بیسٹ وشز۔ تمہارے خوب صورت لیٹر کا شکریہ' آنچل فرینڈز کیسی ہیں آپ سب؟ میری وہ فرینڈز جنہوں نے رات کو بارہ بجے جاگ کر مجھے برتھ ڈے وش کیا ان کا اسپیشلی تھینکس' اریبہ شاہ' ام کلثوم' ثوبیہ مرزا' نجمہ انور' سحر ثاقب' صبا جبین' ثناء ملک' حمیرہ نگاہ' ایمان بٹ' فریدہ

(شیخوپورہ) فصیحہ آصف اینڈ جاناں آپ سب نے میری سالگرہ کو یاد رکھا آپ سب کی محبتوں کی ممنون و مشکور ہوں۔ باقی فریدہ فری غزالہ راؤ' ثناء اعوان' شہنیل' یونس ام مریم' سمیرا طور' فریحہ شبیر' صنم ناز (کدھر ہو تم)۔ فضہ اسلم آبرو اینڈ باقی آنچل فرینڈز اور قارئین کو میرا بہت بہت سلام اور آنچل کے لیے دعائیں' دعا گو۔

بشریٰ باجوہ.....اوکاڑہ

سویٹ فرینڈز کے نام

آنچل پڑھنے والی تمام فرینڈز کو میرا پُرخلوص سلام۔ کیسی ہو آپ؟ امید کرتی ہوں خیر و عافیت سے ہوں گی' مائی ڈیئر لولی فرینڈز فرح طاہر میری طرف سے آپ کو جنم دن بہت بہت مبارک ہو اور پہلی برتھ ڈے ٹو یو اور یہ پھولوں کا ٹوکرا بھی میری طرف سے وصول کیجیے جس میں آپ کو چاہت خلوص' محبت' وفا اور اعتبار کے پھول ملیں گے۔ سمیرا شریف طور آپ کے بارے میں پڑھا سب اچھا لگا آپ کے بارے میں جان کر آپ کا شمار میری فیورٹ رائٹرز میں ہوتا ہے۔ دعا ہے خدا آپ کو ڈھیروں کامیابیوں سے نوازے' آمین۔ آخر میں تمام آنچل فرینڈز جن کی مئی میں سالگرہ ہے' میری جانب سے مبارک باد اور نیک تمنائیں' دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

صدیقہ خان.....باغ آزاد کشمیر

پریوں سی دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو میری پریوں؟ سمیعہ یار! لاہور جا کر بھول گئی ہو شہر چھوڑنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بندہ اپنے بچپن کے دوستوں کو ہی بھول جائے' پلیز رابطہ کرو میں انتظار کروں گی۔ فرزانہ! کچھ اپنے اوپر رحم کھاؤ' موٹی کم کھایا کرو اپنا ڈھیر سارا خیال رکھنا اور مجھ سے ملنے ضرور آنا۔ اگست میں تم نے وعدہ کیا ہے اور یہ عابدہ ہر وقت ہی بیمار رہتی ہے' کھانی پیتی نہیں ہو اس لیے آئے دن بیمار اور سوکھ کر کانٹا بن گئی ہو۔ میری طرح رہا کرو مست مولا' ایک دم فسٹ کلاس او کے اچھا اب چلتی ہوں' دعاؤں میں یاد رکھنا' خدا حافظ۔

ناہید اختر میو راجپوت.....احسان پور

پیاری سمیرا شریف طور کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ امید ہے ٹھیک ٹھاک ہوں گی۔ آپی آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں آپ نے میرے سارے سوالوں کے جواب اتنے پیار سے دیئے ہیں کہ میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ آپی آپ واقعی بہت پیاری ہیں آپ کی ساری کہانیاں اچھی ہوتی ہیں' آپ کا تعارف بھی بہت اچھا تھا۔ پڑھ کر اور آپ کے بارے میں جان کر بہت اچھا لگا' جہاں تک دعا کی بات ہے' وہ میں آپ کے لیے آپ کے کہنے سے پہلے ہی کرتی ہوں تب سے جب آپ نے یہ چاہتیں یہ شدتیں میں خط لکھا تھا اور ان شاء اللہ ہمیشہ کرتی رہوں گی کیونکہ آپ نے میری دوستی کا ہاتھ اتنے پیار سے جو تھاما ہے۔ آپی آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں' آمین۔

کشور غفار.....عبدالحکیم

اپنوں کے نام

السلام علیکم! فصیحہ آصف خان' کاجل شاہ' شمع مسکان' پروین افضل شاہین' سباس گل' عالیہ حرا' نورین شاہد' سعدیہ' مسرت' فریحہ فری زئی' سمیرا شریف طور' دلکش مریم' انیلہ کنول' عبدالحکیم' فوزیہ سلطانہ' آسیہ آنسہ سیال' صائمہ طاہر سومرو' نازیہ کنول نازی' ایمن وفا' شہناز شانزے سیال' حمیرا عروش' ماہ رخ سیال' سرگودھا' عائشہ پرویز' کراچی' کومل رباب بانو' ظلم ہما' پاکیزہ سحر' بشریٰ مائرہ صبا نواز بھٹی' فرحت نورین' سب فرینڈز کو دل کی دھڑکنوں سے میری یعنی سدرہ شاہین کی طرف سے سلام و پیار۔ کیا حال ہے آپ سب کا؟ میری دعا ہے اللہ آپ سب فرینڈز کو خوش رکھے اور آپ پھولوں کی مانند مسکراتی رہیں' آمین' اللہ حافظ۔

سدرہ شاہین.....خانیوال

16 اسٹارز کے نام

کیسی ہو میری بھولی بھابی! سویٹ سی اور خوب صورت سی دوستو! کالج میں تو روز ملتے ہیں مگر آنچل کے ذریعے گفتگو کرنے کا مزا ہی کچھ اور ہے۔ روبی جی پڑھائی تو گھر میں بھی کی جاسکتی ہے کالج میں تو کچھ ٹائم ہمیں دے دیا کرو اور انھیں زیادہ آنکھیں نہ بنایا کرو۔ شازیہ بی بی تم تو اسٹیٹس رکھ کر ہمیں بھول ہی گئی ہو اور مریم تمہیں تو میں کیا کہوں خدا ہی پوچھے تمہیں اور

ساجدہ بیگم تم بہت بُری ہو اور آخر میں پیپرز کے لیے بیسٹ آف لک!

امبر' ایمز.....حضرو

پیارے بھائی ظہیر احمد کے نام

جہاں رہو خوش رہو' اللہ تمہیں ہر جگہ کامیابی عطا کریں اور تم اسی طرح ایمان داری اور لگن سے کام کرتے رہو اور جلدی سے واپس آؤ کیونکہ ہم تمہیں بہت مس کر رہے ہیں' اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہو' آمین۔

ام حبیبہ نذیر.....بوسال مصور

پیاری دوست صوفیہ کے نام

السلام علیکم! آنچل ایک بہترین رسالہ ہے' امید ہے اس کی تمام قاریات خیریت سے ہوں گی۔ یہ خط میں نے اپنی پیاری دوست صوفیہ کے لیے لکھا ہے' میرا حلقہ احباب کچھ زیادہ وسیع نہیں ہے لیکن صوفیہ ملک ہماری محفلوں کو رونق بخشنے کے لیے کافی ہے' نیک سیرت' اچھے اخلاق اور سبھی عادت ان کی شخصیت کی پہچان ہیں۔ جہاد ان کا راستہ شہادت ان کی منزل ہے۔ میری دعا ہے خدا آپ کو آپ کے مقصد میں ضرور کامیاب کرے' آمین۔ صوفیہ میں چاہتی ہوں آپ ایک کہانی آنچل کے لیے بھی لکھیں کیونکہ آپ کے قلم میں جادو سا کمال ہے۔ آپ اپنی اس خداداد صلاحیت کے ذریعے کچھ آنچل کو بھی نوازیں۔ نازیہ کنول نازی آپ کا ناول ''جھیل کنارہ کنکر'' بہت مشہور ہوا' خدا آپ کو مزید کامیابیوں سے نوازے۔ صائمہ ملک آپ بھی تو ایک بہترین شاعرہ ہیں پلیز آنچل کے لیے بھی لکھیے۔ صدف' شگفتہ' نوید اور پیاری افضی یقیناً آپ سب بھی خیریت سے ہوں گی۔ اللہ آپ سب کو کامیابیوں سے ہمکنار کرے' آمین۔ سمیرا جاوید سومرو یقیناً آپ اپنی پڑھائی میں خوب مگن ہیں میرا آپ سے رابطہ تو نہیں لیکن آج بھی آپ کو بہت مس کرتی ہوں۔ حمیرا اپنا خوب خیال رکھنا اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا۔ آخر میں قاریات سے گزارش ہے کہ وہ میری پیاری آنٹی کی صحت یابی کے لیے خصوصی دعا کریں۔ والسلام۔

شہر بانو.....ہارون آباد

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم دوستو! کہیے کیسے مزاج ہیں آپ سب کے؟ دعا ہے آپ سب خیریت سے ہوں' آمین۔ پیاری آپی فریدہ جاوید فری' شمیم ناز صدیقی' صائمہ احمد سومرو' حوریہ فاطمہ' سیدہ جیا عباس' سویٹ منزہ حیدر' سدرہ شاہین' فریحہ شبیر' صوفیہ ملک' فاخرہ گل' بشریٰ باجوہ' فرح زینب' فرح طاہر قریشی' عمارہ حامد' آمنہ منظور فرام فیصل آباد' جاناں' آنسہ شبیر عطاریہ' مدیحہ نورین' صدف خالد' آپ کی پسندیدہ اور محبتوں کا بہت شکریہ۔ حورین فاطمہ آج سے آپ بھی ہماری دوست ہیں خوش ہو جایئے۔ سائرہ رضی' دلکش مریم' پیاری نبیلہ ملک فرام چوٹالہ' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ' خوش رہیے۔ پروین افضل شاہین' نادیہ فاطمہ رضوی' دھڑکن بلوچ' کیسی ہیں آپ سب؟ فاخرہ گل ڈیئر اس بار جو تم اٹلی گئی ہو تو کوئی خبر نہیں' گھر اور فون نمبر بدل لیا ہے' رابطہ کرو فوراً' فکر ہو رہی ہے بھئی کہاں گم ہو گئیں؟ آنچل میں دیکھ کر تسلی ہوئی ہے اب۔ نورین شفیع' انعم خان' کنول خان کہاں ہیں آپ' دوستی کر کے بھول گئیں؟ شہناز اقبال فرام کروڑ پکا' بہت شکریہ' آنچل کے ساتھ آپ کا اور ہمارا ساتھ جڑا رہے گا ان شاء اللہ۔ طیبہ نذیر' ام ثمامہ فصیحہ جی' سمعیہ مریم' نوشین اقبال نوشی' وجیہہ خان سب کو دعا و سلام پیار۔ جن بہنوں کے نام لکھنے سے رہ گئے ہیں پلیز وہ بُرا نہ منائیں' آپ سب ہماری دعاؤں میں شامل ہیں' اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی شامل رکھیے گا۔ آپ سب کی صحت' سلامتی اور خوشیوں کے لیے دعا گو' والسلام۔

سباس گل.....رحیم یار خان

فیملی فرینڈز اینڈ آنچل کے نام

السلام علیکم ڈیئر اینڈ سویٹ آنچل آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو' آنچل کی سالگرہ کے موقع پر میں اپنے گھر والوں سے اپنی فیملی کو متعارف کرنا چاہتی ہوں' فرسٹ آل مما جی! آئی لو یو' اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے' آمین۔ آج ہم جو کچھ بھی ہیں آپ کی وجہ سے ہیں۔ بابا جانی آئی ریئلی مس یو کاش آج آپ بھی ہوتے تو شاید کسی کی جرأت نہ ہوتی ہماری طرف دیکھنے کی' اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے' آمین۔ مائی سویٹ ماں جی آئی لو یو میں آپ سے بہت

پیار کرتی ہوں اب یہ مت کہیے گا کہ یہ بھی شوخی ہے' ہاہاہاہا۔ ڈیئر سسٹر سحر (جیجو) بھائی حامد اور مائی سویٹ سسٹر حنا! یار میں آپ لوگوں سے بہت پیار کرتی ہوں اینڈ سویٹ پری ہماری' آپ تو میری جان ہو اگر میں آپ سب سے لڑتی ہوں تو پتا ہے کہ آپ لوگوں کے بغیر رہ بھی نہیں سکتی پلیز گستاخی معاف کردیا کریں' آپ لوگ ہیں تو میں ہوں' اب سویٹ سی فرینڈز گلناز آپی' سائرہ آپی' میم نادیہ' مدیحہ' سفینہ' انعم' ردا' مس یو یار! طیبہ پلیز میں آپ سے آنچل کے ذریعے معافی مانگتی ہوں اور پلیز میری پہلے کے جیسی فرینڈ بن جاؤ' مجھے ایک بیسٹ فرینڈ کی بہت ضرورت ہے۔ ماریہ اصغر تم کہاں ہو یار! میں تمہیں بہت مس کرتی ہوں پلیز رابطہ کرو' پلیز اگر کوئی بھی ماریہ اصغر کو جانتا ہو تو پلیز میرا یہ پیغام اس تک پہنچادے۔ یار تم طیبہ سے جو تمہاری کزن ہے گاؤں میں اس سے میرا کانٹیکٹ لے لینا' پلیز رابطہ ضرور کرنا۔ نیناں' شاہ زندگی' سباس گل' ام مریم' تہذیب راؤ تہذیب' ام ثمامہ' جیا عباس یارو اینڈ تانی آکسفورڈ آپ سب بہت گریٹ ہو یار اینڈ مجھ سے کوئی دوستی کرنا چاہتا ہے تو موسٹ ویلکم لیکن دوستی پکی والی کرنا ہوگی' صرف چار دن کے لیے نہیں۔ آپ بھی کہہ رہی ہوں گی کہ نہ جان نہ پہچان میں تیری مہمان والی بات' جناب جان پہچان بھی بہت جلد کروادیں گے بس آپ لوگ ٹائم اور آنچل موقع دے تو ان شاء اللہ اب آتے رہیں گے' ہمیشہ خوش رہیں اور سب کو خوش رکھیں' اللہ نگہبان۔

نگینہ بحر...... چیچہ وطنی

سویٹ فرینڈز کے نام

السلام علیکم! ڈیئر آنچل رائٹرز' اسٹاف اینڈ ریڈرز کیسے ہیں آپ سب لوگ؟ میں بھی الحمدللہ ٹھیک ہوں۔ فرسٹ آف آل ڈیئر سٹ عطروبہ سکندر 17 جون کو آپ کی برتھ ڈے ہے سو میری طرف سے آپ کو اپنا جنم دن بہت بہت مبارک ہو۔ یار تم ہی وہ ہستی ہو جس کی وجہ سے آج مجھے آنچل کی اتنی پیاری پیاری لڑکیاں دوستوں کی صورت میں ملیں اور مزے کی بات تو دیکھو کہ جس کی وجہ سے سب سے دوستی ہوئی ہے آج وہ ہی مجھے بھولی بیٹھی ہے۔ یار ایسا بھی کیا ہوگیا ہے تمہیں کیوں اتنی انجان بن گئی ہو۔ میں تو آج بھی وہی پہلے دن والی امبر ہی ہوں اگر تم سمجھو تو اور تمہاری واپسی کی منتظر بھی۔ ڈیئر سمیرا شریف طور آپ کو اپنے بھائی اور بہن کی شادی کی بہت بہت مبارک ہو اور ہاں بھئی مجھے اپنی برتھ ڈے پر تم سے اور فرح طاہر' کرن وفا' ارم گل مہرو' ظل ہما' عشنا' سدرہ اسلم' سدرہ سحر عمران' سائرہ کرن' ثمرین حبیب نوشین اقبال' چندا مثال' ہادیہ ظفر' نادیہ امین' آپ سب دوستوں سے بھی کارڈز و دلیٹرز چاہئیں اور جو بھی اس نیک کام میں شریک ہونا چاہیے' موسٹ ویلکم! اور سدرہ شاہین اور شمع مسکان آپ دونوں کا بھی بہت بہت شکریہ مجھے یاد رکھنے کا اب آپ سب مجھے آنچل کے ذریعے بھی برتھ ڈے وش کرنا اور مائے سویٹ بھتیجے محمد ثمامہ آپ کا بھی بہت بہت شکریہ کہ آپ کو بھی یاد رہا' مجھے برتھ ڈے وش کرنا۔ آپ کی اپنی۔

امبر گل...... جھڈو' سندھ

آنچل فیملی کے نام

تمام شکر اس مالکِ بحرو بر کا جس نے مجھ ناچیز کو اس قابل بنایا کہ آج وہ آپ کی ساتھی ہے اور کروڑوں درود اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اور پھر اسپیشلی شکریہ قیصر آراء آنٹی کا جنہوں نے میرا افسانہ سلیکٹ کیا' آپ کو معلوم ہے یہ افسانہ پچھلے سال اپریل میں بھیجا تھا میں نے اور اب تو مایوسی ہی ہونے لگی تھی مگر آنچل نے ثابت کردیا کہ یہ کبھی لگن کو ضائع نہیں کرتا اور اب بات ہوجائے آنچل فرینڈز کی تو عظمیٰ شاہین بٹ' سیدہ جیا (میں نے بہت پیغام بھیجے آپ کے نام پر جگہ نہ ملی) دلکش مریم' فریحہ شبیر (آپ کی ہم نام میری اسٹوڈنٹ بھی ہے) نورین شفیع' مہرین آصف بٹ' صدیقہ' انیقہ ملک' نادیہ لیٰسین' یاسمین کنول آپ سب کی حوصلہ افزائیوں کا بہت شکریہ اور شمع مسکان آپ کی تو کیا ہی بات ہے کہ آپ ہمیں آنچل کی برتھ ڈے پر آنچل والا لے گئیں۔ آئی ایم ویری تھینک فل ٹو یو۔ امید ہے اب ہمارا ساتھ کبھی نہیں چھوٹے گا' آپ سب سے التجا ہے شہرِ قائد میں امن وامان کے لیے دعا کریں۔

ملائکہ گل' مہر گل...... اورنگی ٹاؤن' کراچی

پیاری آپی جیا' بسمہ اور ربیعہ کے نام

السلام علیکم! آنچل اسٹاف وقارئین کو میرا پُر خلوص سلام اور خلوصِ دل سے ڈھیروں ڈھیر دعائیں۔ اللہ ربّ العزت آپ سب کو اپنے حفظ وامان میں خوش وخرم اور بخیر وعافیت رکھے' آمین۔ میری پیاری کیوٹ سویٹ آپی جیا یاور جانی! سوری آپ کی سالگرہ تھی 7 اپریل کو پر وش نہ کرسکی اب تو آپی جانی کی شادی کی سالگرہ بھی آ گئی ہے 18 جون کو شادی کی سالگرہ ہے 24 جون کو آپ کے شوہر اور بھائی مرحوم کی برسی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو صبر عطا کریں اور آپ کو ہر امتحان میں کامیاب کرے' آمین۔ آپی شکریہ کہ آپ نے مجھے اپنی دوستی کا شرف بخشا' شکریہ آپی جانی' پیاری بسمہ کاشف 2 جون اور ربیعہ جانی جی 11 جون کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ آنچل کو اللہ تعالیٰ ترقی عطا کرے' آمین۔ خدا حافظ۔

فائقہ سکندر حیات...... لنگڑیال' گجرات

کچھ اپنوں اور کچھ آنچل والوں کے نام

تمام قارئین کرام کو السلام علیکم! امید ہے سب اچھے ہوں گے' سب سے پہلے میرے پیارے راج دُلارے منے چنے بھیا وسیم ریاض کو مینی مینی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو' دیکھا وسیم مجھے اچھے سے یاد تھا کہ تمہاری برتھ ڈے 4 جون کو ہوتی ہے اب جلدی سے کیک کھلاؤ۔ اس کے بعد میری بہت اچھی فرینڈ عائشہ احسن کو (جس کی برتھ ڈے 18 جون کو ہوتی ہے) جنم دن مبارک ہو' ہائے عائش میرا سرپرائز کیسا لگا' اب چلتے ہیں آنچل فرینڈز کی جانب نادیہ لیٰسین' آئی ایم رئیلی پراؤڈ آف یو۔ بیسٹ آف لک ربّ کرے تم جلد حافظہ بن جاؤ اینڈ رومان ملک' انا احب' رشک حبیبہ اور تانی چوہدری (UK) آپ لوگ کہاں ہو آج کل' آنچل کے صفحات پر نظر ہی نہیں آتے۔ جلدی حاضری دو' اس کے علاوہ میری اکیڈمی کی فرینڈز اقراء امیر' حمیرا امیر' حمیرا انوار' اسماء آپی (مہوش)' مدثرہ (یعنی مدھو آپی) اور اسماء ریاض کو ڈھیر سارا سلام۔ اسماء ریاض پلیز اب تو مان جاؤ اور ساجدہ و شگفتہ کے لیے نیک تمنائیں' ہماری ٹیچر صباء اور ان کی کزن تنزیلہ کو سلام۔ چلو کوئی گل نئیں۔ تنزیلہ جی آپ نے ہمیں عمیرہ احمد کا ناول (پیر کامل) نہیں دیا۔ خیر ہم آپ سے ناراض نہیں ہیں بقول آپ کے کہ اب وہ آپ کے پاس نہیں ہے اور اکیڈمی کے تمام ٹیچرز کو سلام' اس کے علاوہ علمہ شمشاد' فریدہ فری اور ام مریم آپ تینوں اپنی کتابیں مجھے پڑھنے کے لیے دیجیے گا اینڈ اس کے علاوہ سباس گل' سائرہ لنگڑیال' ساریہ چوہدری' شاہ زندگی' شمع مسکان' چندا مثال' دلکش مریم' عائشہ پرویز' صائمہ طاہر' حمیرا عروش' سونی علی اور جن کے نام رہ گئے سب لوگوں کو ڈھیروں ڈھیر سلام اور پیار۔ ارے ارے ناراض کیوں ہو رہی ہو تمہارا نام بھی لے رہی ہوں میری بچپن کی فرینڈ جو 4th کلاس سے میرے ساتھ ساتھ ہے اور میری سب سے اچھی دوست ہے اور اس پیاری لڑکی کا نام ہے آمنہ ظفر' آئی مس یو ایمی بیسٹ آف لک تمہارا اور میرا 6 جون کو پیپر ہے ناں تم ٹینشن نہ لو جتنے لوگ ہمیں پڑھیں گے سب دعا کریں گے۔ کرو گے نا سب دعا؟ اینڈ سمیعہ اسرار کو سلام اور سب کو بیسٹ آف لک جن جن کے فرسٹ ائیر کے پیپر ہیں۔ صائمہ رحمٰن رضیہ (سونی)' شازیہ' نازیہ اور مائرہ کامران کو سلام' اللہ آپ سب کا حامی وناصر ہو' اللہ حافظ۔

ثوبیہ کوثر...... ملتان

بیسٹ فرینڈ انعم شہزادی اور نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم کیسی ہیں نازیہ آپی! آپی آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔ آئی لو یو آپی! پلیز مجھ سے دوستی کرلیں میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں آپ کی ہر بات ہمارے دلوں پر نقش ہو جاتی ہے پلیز مجھے جواب ضرور دینا۔ انعم تمہیں تمہاری کامیابی پر ڈھیر ساری مبارک آئی لو یو۔ میری وجہ سے اگر کبھی بھی تمہارا دل دکھا ہو تو مجھے معاف کردینا' میں تمہیں ہمیشہ خوش دیکھنا چاہتی ہوں پلیز خوش رہا کرو۔ میں تمہاری آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں دیکھ سکتی' اللہ تعالیٰ تمہاری ہر خواہش پوری کرے۔ نازی آپی میں آپ کی بہت دیوانی ہوں پلیز مجھے جواب ضرور دینا اور انعم سرپرائز کیسا لگا ضرور بتانا۔

اساور عباسی' مریم عباسی...... دھیرکوٹ آزاد کشمیر

فرینڈز اور اپنوں کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل فرینڈز کیسے ہو آپ؟ مجھے سب کو سالگرہ وش کرنا بہت اچھا لگتا ہے اگر آنچل کے ذریعے وش کردیا جائے تو رونق ہی دوبالا ہو جاتی ہے۔

13 جون پیارے بھانجے عبداللہ کی سالگرہ ہے' بہت بہت مبارک ہو جنم دن کی۔ 17 جون زینب بتول ولد محمد عثمان' ہاہاہا۔ زیادہ خوش مت ہو عثمان بھائی جی! آپ کی بیٹی کو ہی وش کررہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ لمبی زندگی دے اور نصیب اچھا کرے' آمین۔ بھابی مزا آیا نا میں نے زینب کو کتنے الگ طریقے سے وش کیا ہے۔ جائیں بھابی جیبہ! آپ بھی کیا یاد کریں گی کہ کس پیاری نند سے پالا پڑا ہے' اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو خوش باش رکھے۔ جی مجھے یاد ہے تمہیں کیسے بھول سکتی ہوں' میرے پیارے بھائی عبدالخالق آپ کی سالگرہ بھی 17 جون کو ہے تو جنم دن بہت بہت مبارک ہو۔ مائی سویٹ اینڈ لٹل سسٹر فاطمہ مجھے اچھی طرح یاد ہے پیاری بہنا آپ 19 جون کو ہمارے پیارے سے گھر میں خدا کا تحفہ بن کے آئیں اور ہمارے دلوں میں بس گئیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں لمبی صحت والی زندگی عطا کرے۔ ابھی دو بھانجے رہتے ہیں تو سرمد محمود 23 جون کو آپ کی اور ارحم عمران 25 جون کو آپ کی سالگرہ ہے آپ دونوں کو خالہ کی طرف سے سالگرہ کی ڈھیروں خوشیاں مبارک ہوں۔ تمام کزنز اور بہنوں' آپا کرن' ہاجرہ' مصباح باجی' نازیہ باجی' عائشہ آپی' کلثوم آپی' آپی سمیرا' سعدیہ' ندا' زارا' فائزہ' رابعہ' سمیعہ' آمنہ' رقیہ' عارفہ' بھابی ثمرین' بھابی جیبہ اور آسیہ کو بہت سا پیار اور سلام' آپ سب کی اپنی۔

مریم عبدالرحمٰن.....سیالکوٹ

ان سب اپنوں کے نام جن سے لفظوں' محبتوں اور دعاؤں کا رشتہ ہے

سب سے پہلے ان قارئین بہنوں کے نام بہت خلوص کے ساتھ شکریہ جنہوں نے میرے درد کو اپنا سمجھا اور مجھے بہت سی دعاؤں سے نوازا جنہوں نے بھائی جان کو ایان' ارسلان کو دعاؤں میں یاد رکھا کیونکہ دعا کو کوئی نعم البدل نہیں ہوتا مجھے ابھی بھی آپ کی دعاؤں کی اشد ضرورت ہے کہ بچھڑے آن ملے کے روٹھے مان جائے کہ ڈیڑھ سال سے انتظار کی جس سوئی پر ہم ٹکے ہیں وہ اذیت ختم نہ سہی کچھ کم ہو جائے ان لوگوں سے دوری سوہان روح ہوتی ہے جن سے آپ کا سانس کی آخری ڈور تک کا رشتہ ہوتا ہے کسی بہت اپنے کے دل میں خود کے لیے بدگمانی کا دکھ بہت تکلیف دہ ہوتا ہے مگر مجھے اپنے رب پر اور اپنے چاہنے والوں کی دعاؤں پر کامل یقین ہے کہ ناراضگی' بدگمانی اور دوریوں کے بادل چھٹ جائیں گے اور رشتوں اور رابطوں کا نیا سویرا جلد روشن ہوگا آخر میں اک پیاری سی دعا ہر اس شخص کے لیے جس نے مجھے محبتوں میں چاہتوں میں دعاؤں میں یاد رکھا۔ ''اے خدا میں اس کو درپیش سارے مسائل کے متعلق نہیں جانتی مگر تجھے ان تکالیف کا علم ہے' میں نے صرف اس کی خاموشی کو سنا ہے مگر تو اس کے گریہ سے بھی آگاہ ہے میں نے ہمیشہ اسے دیتے ہوئے دیکھا ہے مگر تجھے علم ہے کہ اس سے کیا کچھ چھن چکا ہے میں نے اسے ہنستا دیکھا تھا مگر تو نے اس کے آنسو بھی دیکھے ہیں' میں نے اس کا صاف چہرہ دیکھا ہے مگر تو اس کی روح پر لگے داغوں سے بھی واقف ہے مجھے اس کے ایمان کا علم ہے مگر تو اس کے شکوک کو بھی جانتا ہے میں اس کے لیے تیری بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ تو اسے وہ سب کچھ دے جس کی اسے ضرورت ہے اور جو اس کے لیے بہتر ہے' آمین۔

ام ثمامہ.....جھڈو' سندھ

دوستوں کے نام

میرا نام نگہت ظفر ہے مجھے اپنی دوستوں کی تلاش ہے اگر وہ یہ تحریر پڑھیں تو مجھے جواب ضرور دیں' میں میرپور خاص ہائی اسکول میں تھی جب ہماری دوستی تھی مگر اب نجانے کہاں ہیں پھر ہم حیدرآباد آ گئے۔ رضیہ عابدی' طلعت صدیقی تو اسکول کے بالکل پیچھے ان کا گھر تھا۔ خورشید جان محمد' نسیم اختر' رضیہ میری بہت پیاری دوست ہے' مجھے تم اور طلعت بہت یاد آتی ہو۔ مجھ سے ضرور رابطہ کرو میں ملنا چاہتی ہوں تم سب سے۔ میں آج کل نیویارک میں رہتی ہوں لیکن پاکستان آتی رہتی ہوں اگر مجھے میری دوست مل جائیں تو میں ضرور ملاقات کروں گی' ان شاء اللہ۔

نگہت ظفر.....نیویارک

یادگار لمحے

جویریہ طاہر

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے (یعنی اس کے مذہب یا اس کی سیرت پر) پس انسان کو دوست بناتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔''

(احمد و الترمذی)

دو ہاتھ

میلے کچیلے لباس میں ملبوس
اپنے کام سے لگن اور خلوص
تپتی دوپہروں میں پسینے میں شرابور
محنت و مشقت کے قلعوں میں محصور
ویسے تو ہمت و حوصلہ ہے جواں
کسی دن جو ہلنے کی طاقت نہ پائے جان
مزدوری پر اس دن نہ جا پائے
اپنی اس حالت پر بار ہا پچھتائے
بچوں کو بھوکے پیٹ سلانا تھا مشکل
گھر میں آٹا ختم تھا بالکل
دن کو بخار میں جلتا رہا
رات کو انگاروں پر لٹتا رہا
رات گزاری سحر کے انتظار میں
ذہن بھٹکتا رہا بچوں کے خیال میں
اللہ اللہ کر کے رات ہوئی ختم
ٹوٹے ہوئے بدن پر مزید کر کے ستم
اوزار لیے اپنی راہ چل دیا
ارمانوں خواہشوں کو اپنے مسل دیا
پھر ماہ و سال گزرتے رہے
مشقت میں وہ ہاتھ چلتے رہے
دن رات خود کو جلاتے رہے
اپنے بچوں کا پیٹ پالتے رہے
بڑی بڑی عمارتوں میں رہنے والے
ابا کو ڈیڈی کہنے والے
پالتو کتوں کو اپنی گود میں کھلائیں
محنت کشوں کو جوتے کی نوک پر بٹھائیں
جس بلڈنگ کے حسن پر وہ ناز کرتے ہیں
اس کے معمار کو معمولی کیڑا خیال کرتے ہیں
انہی کے دم سے ہے کائنات میں حسن
کرتے ہیں تیرے لیے وہ لاکھ جتن
عظیم خیال کر تو انہیں خود سے بڑھ کر
عزت دے انہیں کسی وزیر سے بڑھ کر
جن آسائشوں کے مزے لوٹتا ہے صبح و شام
ان کے پیچھے ہے صرف دو ہاتھوں کا کام
ان دو ہاتھوں کا کمال تو دیکھو
ان کے فن کا حسن و جمال تو دیکھو
ہوگا پھر تجھ کو ان کی اہمیت کا احساس
وہ عام مزدور پھر تجھے لگیں گے خاص
اے خدا ان ہاتھوں کو سلامت رکھنا
انہیں عزت و عظمت کی علامت رکھنا

عاصمہ بشیر عباسی.....ایبٹ آباد

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

''سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مسلمان درخت لگائے پھر اس میں سے کوئی پھل کھائے تو لگانے والے کو صدقے کا ثواب ملے گا اور جو چوری ہو جائے گا اس میں بھی صدقے کا ثواب ملے گا اور جو پرندے کھا جائیں تو اس میں بھی صدقے کا ثواب ملے گا اور پھل کو کوئی کم نہ کرے گا مگر صدقہ کا ثواب اس کو ملتا رہے گا۔'' (صحیح مسلم)

امبر گل.....جھڈو' سندھ

استاد کی عزت و عظمت

اشفاق احمد لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ اٹلی میں مجھے ٹریفک چالان ہوا' مصروفیات کی وجہ سے چالان ادا نہ کر پایا۔ ایک ہفتہ بعد مجھے کورٹ بلایا گیا اور مجھ سے سوال کیا کہ تم نے ایک ہفتے کے اندر چالان ادا کیوں نہ کیا تو میں نے جواب دیا کہ صاحب استاد ہوں' آج کل اسکول میں پرچے ہو رہے ہیں' ابھی میں آگے بول ہی رہا تھا کہ جج صاحب اٹھ کر بولے (Teacher is in the Court) یہ کہنا تھا کہ

کورٹ میں موجود تمام افراد نے کھڑے ہو کر مجھ سے معافی مانگی' سمیت جج صاحب کے اور پولیس افسر جس نے چالان کا ٹکٹ دیا تھا۔ جج صاحب نے حکم دیا کہ اگر آئندہ کوئی استاد کورٹ میں نظر آیا تو پولیس والوں پر باقاعدہ کیس چلایا جائے گا اور جج صاحب مجھے میری گاڑی تک چھوڑنے آئے اور بہت معافی مانگی بس پھر میں سمجھ گیا کہ یہ لوگ ہم سے کیوں اتنا آگے نکل چکے ہیں۔

تم ہی تو زندگی ہو

تُو اس طرح سے میری زندگی میں شامل ہے جہاں بھی جاؤں یہ لگتا ہے تیری محفل ہے۔ میں تم بن جینا چاہوں تو نہیں جی سکتی۔ اسے میری مجبوری نہیں میرا عشق سمجھو کہ جب تک تمہیں نہ دیکھ لوں میری صبح نہیں ہوتی۔ شام کے ڈھلتے سورج کے وقت تمہارا ساتھ اور بھی حسین لگتا ہے۔ سچ پوچھو تو تم میری روح ہو' میں اس قدر تمہیں چاہوں گی کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ ڈاکٹرز تمہیں مجھ سے دور کرنا چاہتے ہیں آخر وہ یہ کیوں نہیں سمجھ پاتے' تم میری راحت ہو تمہارے بغیر میں ادھوری ہوں' کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ اگر تم نہ ہوتیں تو میری زندگی بے کیف ہوتی' جیسے بغیر خوشبو کے پھول' جیسے وہ بادل جو بارش برسائے بنا اڑ جائیں۔ جیسے پُرسکون سمندر' جیسے سانسوں کے بنا زندگی' میں تمہیں محسوس کرنا چاہتی ہوں اے میری چائے کے کپ! تم سے مجھے کس قدر سکون ملتا ہے۔

عظمیٰ کنڈی.....گل امام

بات سے بات

کسی بھی انسان کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرو جو تم اپنے ساتھ نہیں چاہتے۔

پریشانی حالت سے نہیں خیالات سے پیدا ہوتی ہے۔

جو کرتا ہے اللہ کرتا ہے' اللہ جو کرتا ہے صحیح کرتا ہے۔

ہم جن کو رخصت کرتے ہیں وہی تو ہمارا استقبال کریں گے۔

اگر غلطی سے کوئی غلط فیصلہ ہو بھی جائے تو اس کی ذمہ داری سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔

سمیرا مشتاق ملک.....اسلام آباد

خوب صورت باتیں

سکون یا اطمینان محنت کا نتیجہ نہیں یہ نصیب کی عطا ہے۔

خوب صورت ہونا اہم نہیں اہم ہونا خوب صورتی ہے۔

خوب صورت انسان سے محبت نہیں ہوتی بلکہ جس سے محبت ہو جائے وہ خوب صورت لگنے لگتا ہے۔

ہم کسی کو اپنی مرضی سے چاہ تو سکتے ہیں لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ بھی ہمیں چاہے۔

رضوانہ ملک.....جلالپور پیروالہ

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے قول

☆زمانہ کی گردش عجیب ہے اور حالات سے غفلت عجیب تر۔

☆بروں کی صحبت سے تنہائی بہتر ہے اور نیکوں کی صحبت تنہائی سے بہتر ہے۔

☆قلب پر اکثر آفتیں آنکھ کے راستے آتی ہیں۔

☆عقل مندی کی پہچان کم گوئی ہے۔

☆زبان کو گلے شکوے سے بچاؤ دل کی طمانیت حاصل ہوگی۔

صنم شاہ عرف سنی.....دربار حضرت پیر عبدالرحمٰن

یادگار لمحے

زندگی میں لمحے تو بہت سے ایسے آتے ہیں جو یادگار ہوتے ہیں مگر سالوں بعد پرانی ڈائری میں سوکھے پتے دیکھ کر جو محسوس ہوتا ہے وہ احساس اس واقعہ کی یاد تازہ کر دیتا ہے جب وہ پھول کسی بہت پیاری ہستی نے دیا ہوتا ہے' جب ہماری ذات سے کسی کو خوشی ملے تو وہ لمحہ یادگار بن جاتا ہے اور جب کسی بچے کو روتے روتے ہنسا دیا جائے تو گویا وہ لمحہ نقش بن کر دماغ میں رہ جاتا ہے اور کچھ لوگ تو اتنے پیارے ہوتے ہیں کہ ان کی باتیں ان کی خوشیاں' دکھ سب یادگار لمحے لگتے ہیں۔ ان سب لوگوں کے نام بیا کا محبت بھرا سلام۔

ثوبیہ نواز بیا.....نامعلوم

اللہ دیکھ رہا ہے

ایک بادشاہ کے تین بیٹے تھے' بادشاہ بوڑھا تھا اور فکر میں تھا کہ یہ حکومت کس کے حوالے کرے' ایک دن وزیر کو بلایا اور اپنی پریشانی بیان کی۔ وزیر نے کچھ دیر سوچا اور پھر بادشاہ کے کان میں کچھ کہہ کر چلا گیا۔ دوسرے دن بادشاہ نے اپنے تینوں ہونہار لڑکوں کو ایک ایک ناریل دیا اور کہا کہ اسے ایسی جگہ جا کر توڑیں جہاں انہیں کوئی نہ دیکھ سکے۔ تینوں لڑکے ناریل لے کر چل پڑے کچھ دیر بعد بڑا شہزادہ بادشاہ کے حضور پیش ہوا اور کہا "ابا جان میں نے ناریل اپنے کمرے میں لے

جا کر مسہری کے نیچے بیٹھ کر توڑا۔ مجھے یقین ہے کہ مجھے کسی نے نہیں دیکھا۔" کچھ دیر بعد منجھلا لڑکا دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ "میں نے ناریل اپنے کمرے میں الماری کے پیچھے جا کر توڑا مجھے وہاں کسی نے نہیں دیکھا۔" بادشاہ نے اس سے ناریل بھی لے لیا اب چھوٹا شہزادہ آیا اس کے ہاتھ میں ثابت ناریل دیکھ کر سب حیران ہوئے۔ بادشاہ کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ "ابا جان میں نے سب جگہیں دیکھ لیں لیکن ہر جگہ خدا موجود تھا جس کی وجہ سے میں ناریل نہ توڑ سکا۔" بادشاہ یہ سن کر خوش ہوا اور بہت خوشی سے اسے اپنا جانشین مقرر کر لیا۔

فضہ یونس.....فیصل آباد

زرداری کا زر

اس عوامی دور میں ان رہنما خاتون کو
ایک ہلکی سی شے مجھے بھاری انہیں دے دیجیے
اصطلاماً دار کی تانیث داری ہے اگر
مجھ کو زرداری کا زر' داری انہیں دے دیجیے

فاطمہ سحر.....قصور

نیکی کر کے کل اور آج سدھاریں

زندگی گزر رہی ہے ایک دن ختم بھی ہو جائے گی۔ کسی دن زندگی کے تمام وہ کام یاد کریں جن میں آپ کو لگے کہ آپ نے نیکی کی ہو' اگر نیکیاں بہت زیادہ ہوئیں تو کوشش کریں کہ آگے بھی اس سلسلے کو جاری رکھ کر آخرت سنواریں اور اگر گناہ آپ کی نظر میں زیادہ ہوں تو فکر کریں' اعمال نیک کر کے بچی ہوئی زندگی کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ ہو سکتا ہے آپ کا آج کا نیکی کا کام آپ کے گزرے کل کے تمام گناہوں کی سیاہی کو دھو ڈالے اور آپ روز قیامت ندامت سے سر جھکا کر کھڑے ہونے سے بچ جائیں۔ زندگی میں ہر فضول کام کے لیے جس طرح ہم وقت نکال لیتے ہیں اس طرح اگر پختہ ارادہ کریں تو نیکیاں بھی کر سکتے ہیں۔ سوچیے مت زندگی کے آنے والے لمحوں کو صحیح طریقے سے استعمال کیجیے۔

شازیہ فاروق احمد.....خان بیلہ

پیار

خدا کو تمہارے سجدوں سے کوئی سروکار نہیں' اسے فقط تمہارے دلوں کی سچائی اور پاکیزگی سے پیار ہے۔

مصیبت میں مایوس نہیں ہونا چاہیے اور خوشی میں پھولنا نہیں چاہیے کیونکہ ہر شے متغیر ہونے والی ہے۔ قائم صرف خدا کی ذات ہے۔

شمسہ ارشاد ہمدانی.....ہٹیاں بالا آزاد کشمیر

مسکرائیں

☆پہلی سہیلی دوسری سے بولی "ابا نے صاف الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ اگر تم پھر اس امتحان میں فیل ہو گئیں تو میں تمہاری شادی کر دوں گا۔"

دوسری سہیلی نے پوچھا: "پھر تم کیسی تیاری کر رہی ہو؟"

پہلی سہیلی نے جواب دیا: "بس ٹھیک ہے صرف ولیمے کا سوٹ خریدنا باقی ہے۔"

☆ٹیچر نے اپنے شاگردوں سے پوچھا: "یہ بتاؤ کہ چیونٹے کو انگلش میں کیا کہتے ہیں۔"

شاگرد: "جناب آنٹ کہیں گے۔"

ٹیچر: "شاباش! اچھا بتاؤ چیونٹی کو کیا کہیں گے؟"

شاگرد: "جناب! اسے آنٹی کہہ لیں گے۔"

پروین افضل شاہین.....بہاولنگر

دوست اور دوستی

دوستی ہر غرض سے پاک ہوتی ہے اگر اس میں غرض شامل کر لی جائے تو وہ دوستی نہیں رہتی۔

دوستی پیار و محبت کا نام ہے دوست تحفہ ہے جو ہمیں زندگی نے عطا کیا ہے۔ دوست ہیرا ہے اور اس کو تراشنا جوہری کا کام ہے۔

دوستی پھول کی خوشبو کی طرح ہے' جس طرح بارش کا ایک قطرہ صحرا میں جان ڈال دیتا ہے اس طرح اچھا دوست مشکل وقت میں کام آتا ہے۔

دوست پھول کی طرح ہوتا ہے جسے اگر توجہ نہ ملے تو وہ مرجھا جاتا ہے' جس طرح باغ میں گلاب کا پھول سب پھولوں میں نمایاں ہوتا ہے اس طرح اچھا دوست سب دوستوں میں نمایاں نظر آتا ہے۔

طاہرہ ملک.....جلالپور پیروالہ

عقل اور خواہش

امام غزالیؒ نے فرمایا: "جانوروں میں خواہش ہوتی ہے اور عقل نہیں۔ فرشتوں میں عقل ہوتی ہے اور خواہش نہیں۔ انسان میں عقل اور خواہش دونوں ہوتی ہیں اگر عقل خواہش پر غالب آ جائے تو انسان فرشتہ اور اگر خواہش عقل پر غالب آ جائے تو انسان جانور۔

صدیقہ خان..... باغ آزاد کشمیر

رشتہ

کیا آپ کو پتا ہے کہ دو آنکھوں کے درمیان کیا رشتہ ہے جب دیکھتی ہیں تو ایک ساتھ مسکراتی ہیں تو ایک ساتھ روتی ہیں تو ایک ساتھ بند ہوتی ہیں تو ایک ساتھ جب کہ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا بھی نہیں محبت ہو تو ایسی ہو۔

مدیحہ نورین..... برنالی

اچھی باتیں

شک محبت کی قینچی ہے بعض اوقات شک اور بدگمانی دیمک کی طرح رشتوں کو کھا جاتی ہے اگر رشتوں کے بیچ میں شک اور بدگمانی آ جائے تو پھر فاصلے سمیٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔

رشتوں کی مضبوطی ایک دوسرے کی برائیوں کو برداشت کرنے میں ہے بے عیب رشتے تلاش کرو گے تو دنیا میں اکیلے رہ جاؤ گے۔

شیشے اور رشتے میں صرف ایک ہی فرق ہوتا ہے ویسے تو دونوں نازک ہوتے ہیں مگر شیشہ غلطی سے اور رشتہ غلط فہمی سے ٹوٹتا ہے۔

آنسو اور مسکراہٹ دو انمول خزانے ہیں پہلے کو اپنے تک محدود رکھو دوسرے کو لوگوں پر نچھاور کر دو۔

حافظہ اقراء الیاس..... لاہور کینٹ

معاف کرنا سیکھیے

غلطی کو تسلیم کر کے معافی مانگ لینا ہمیشہ اعلیٰ ظرف لوگوں کا کام ہے مگر وہ اور بھی عظیم لوگ ہوتے ہیں جو معاف کر دینے کے فن سے بخوبی آشنا ہوتے ہیں۔ معاف کرنے کی روش اپنائیے تاکہ آپ بھی معاف کیے جائیں دلوں کو کشادہ رکھیے آپ کا انتقام ملزم کو مجرم اور آپ کی معافی سرکش کو بھی راہ راست بھی لا سکتی ہے۔ آزما کر دیکھیں کہ جب آپ دسترس رکھتے ہوئے معاف کرتے ہیں تو کتنے ہلکے پھلکے اور مطمئن ہو جاتے ہیں سوچیے گا ضرور۔

سیدہ جیا عباس کاظمی..... تلہ گنگ

لفظ موتی ہے

♥ آگ لکڑی میں نہیں اس ہاتھ میں ہوتی ہے جو اسے لگاتا ہے۔

♥ پانی میں اترتے وقت یہ مت دیکھیے کہ پانی کتنا گہرا ہے یہ دیکھیے کہ آپ کا قد کتنا ہے۔

♥ انسان کی صحت دسترخوان پر بنتی ہے اور دسترخوان پر ہی بگڑتی ہے۔

♥ جو شخص اپنے خلوص کی قسمیں کھائے اس پر کبھی اعتماد نہ کرو۔

♥ بدبخت ہے وہ شخص جو خود مر جائے لیکن اس کا گناہ نہ مرے۔

♥ جو بات کان میں بتائی جائے وہ اکثر سو سو میل کے فاصلے سے سنی جاتی ہے۔

♥ بہت زیادہ بوجھ تھیلے کو پھاڑ دیتا ہے۔

♥ دروازے ہمیشہ کھلے رکھو کیونکہ بعض لوگ دستکوں کے قائل نہیں ہوتے۔

نائلہ اشفاق..... کوٹ غلام محمد

اقوال

❖ جس میں عجز و انکساری اور دلی گریہ وزاری نہیں ہے وہ رحمت خداوندی سے دور ہے۔

❖ نفس کی خرابیاں دور کرنے کا واحد ذریعہ توکل الٰہی ہے۔

❖ جس نے رحمان پر توکل و یقین کو کامل کر لیا وہ شیطان کی شیطانیت سے محفوظ و مامون ہو گیا۔

غم حسین منانے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ آخرت کے کام آج ہی کر و اور دنیا کے کام کل پر چھوڑ دو۔

❖ قرب الٰہی کے لیے لازم ہے کہ خوش خلقی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا جائے۔

❖ انسانیت یہ ہے کہ بندہ غصے سے کبھی مغلوب نہ ہو۔

جویریہ ضیاء..... کراچی

حکمت کی باتیں

❖ نظر اس وقت تک پاک رہتی ہے جب تک جھکی رہے۔

❖ جس سے قیامت کے دن کوئی فائدہ نہ ہو اس کی محبت سے کیا فائدہ۔

❖ عالم سے ایک گھنٹے کی ملاقات دس برس کے مطالعے سے بہتر ہے۔

❖ زیادہ باتیں وہ کرتے ہیں جن کے پاس سوچنے کو کچھ نہیں ہوتا۔

❖ گفتگو اگر چاندی ہے تو خاموشی سونا ہے۔

❖ اپنا ہر کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے سے بندہ آفات سے نجات پا جاتا ہے۔

❖ اس سے زیادہ گناہ گار کون ہو گا جس کے علم نے اسے گناہوں اور فحاشیوں سے نہ روکا۔

❖ بے عمل شخص پارس پتھر کی طرح ہے جو دوسروں کو تو سونا بناتا ہے اور خود پتھر رہتا ہے۔

عائشہ کرن صدیقی..... کوٹ چھٹہ

لومڑی کا بچہ

ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صحابی آئے اور عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سفر کے لیے اونٹ عنایت فرمایا جائے کیونکہ میں دوسرے شہر جا رہا ہوں میرے پاس سواری کے لیے جانور نہیں۔'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شخص کو اونٹنی کا بچہ دے دیا جائے۔'' وہ صحابی پریشان ہو کر بولے کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی کا بچہ سفر کے لیے وہ میرا اور میرے سامان کا بوجھ کیسے اٹھا سکتا ہے۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مجھے تم یہ بتاؤ کہ کوئی اونٹ ایسا بھی ہے جو کہ اونٹنی کا بچہ نہیں ہے۔''

سمیرا انور..... جھنگ

غزل

کسی کی آنکھ سے سپنے چرا کر کچھ نہیں ملتا
منڈیروں سے چراغوں کو بجھا کر کچھ نہیں ملتا
ہماری سوچ کی پرواز کو روکے نہیں کوئی
نئے افلاک پر پہرے بٹھا کر کچھ نہیں ملتا
سکون ان کو نہیں ملتا کبھی پردیس جا کر بھی
جنہیں اپنے وطن سے دل لگا کر کچھ نہیں ملتا
عمل کی سوکھتی راگ میں ذرا سا خون شامل کر
میرے ہم دم فقط باتیں بنا کر کچھ نہیں ملتا
جگر ہو جائے گا چھلنی یہ آنکھیں خون روئیں گی
وصی بے فیض لوگوں سے نبھا کر کچھ نہیں ملتا

نرجس یاسمین..... کراچی

انسان کی حقیقت

❖ انسان اپنی مرضی کے خلاف دنیا میں آتا ہے اور اپنی خواہش کے خلاف دنیا سے چلا جاتا ہے۔

❖ بچپن میں فرشتہ جوانی میں شیطان بڑھاپے میں بے وقوف سمجھا جاتا ہے۔

❖ غریب ہے تو فضول ہے۔

❖ امیر ہے تو مغرور ہے۔

❖ خیرات کرتا ہے تو شہرت کا بھوکا

❖ نہیں کرتا تو کنجوس کہلاتا ہے

❖ مذہب پرست ہے تو مکار کہلاتا ہے

❖ مذہب سے دور ہے تو گناہ گار ہے

❖ دنیا میں آتا ہے تو ہر کوئی اسے چومنا چاہتا ہے

❖ دنیا سے جانے کے بعد ہر کوئی اس سے جان چھڑانا چاہتا ہے

❖ آخر اس انسان کی حقیقت ہے کیا؟

سوچیے گا ضرور!

اریبہ شاہ..... بہاولپور

دوستی

دوست غم کا ساتھی
دوست دل کی دھڑکن
دوست روح کا ہم راز
دوست تنہائیوں کی محفل
دوست چہرے کی مسکراہٹ
دوست خیالات کا ہمنوا
دوست سوچوں کا محور
دوست ہمارے احساسات کا پاسباں
دوست آنکھوں کی چمک
دوست سچی خوشی

الغرض سچا دوست ہماری زندگی

حنا لطیف..... ملتان

نامہ اعمال

اے روز محشر مجھے قسم
عمر بھر میں نے تیری عبادت کی ہے
تو میرا نامہ اعمال تو دیکھ
میں نے انسان نے محبت کی ہے

(کرن شہزادی..... پنوعاقل کینٹ)

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! ابتداء ہے اس ربّ العالمین کے پاک نام سے جو وحدہ لاشریک ہے۔ جون کا شمارہ پیش خدمت ہے اس ماہ میں جہاں گرمی اپنے جوبن پر ہے وہیں سیاسی سرگرمیاں بھی بام عروج پر ہیں۔ آئندہ جب آپ سے ملاقات ہوگی تو بہت سی تبدیلیاں رونما ہو چکی ہوں گی۔ لہٰذا ربّ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ہمارے عوام کو درست فیصلہ کرنے اور ہمارے حکمرانوں کو خلیفہ اوّل سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے فرمودات اور احکامات پر عمل پیرا ہونے کی استطاعت نصیب فرمائے' آمین۔

اقراء منظور فاروقی..... کوٹ مومن۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیا حال ہے؟ امید ہے خیریت سے ہوں گی' آنچل کے بارے میں کیا بتائیں آنچل تو پہلے ہی پرفیکٹ ہے۔ آنچل سب سے اچھا اور معیاری رسالہ ہے۔ آنچل کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ آنچل سے ہم نے بہت سیکھا' آنچل کی سب ہی کہانیاں اچھی ہیں لیکن اقراء صغیر احمد کی کہانی سب سے زیادہ خوب صورت ہے۔ اس کے بعد نازیہ کی' اس کے بعد ''ٹوٹا ہوا تارا'' بھی بہت خوب صورت ہے۔ ام مریم کی کہانی تو بہت ہی خوب صورت ہے۔ اب تک کے لیے اتنا ہی کافی ہے' زندگی نے وفا کی تو پھر ملیں گے' اللہ حافظ۔

لائبہ کرن..... ترنڈہ۔ السلام علیکم! امید ہے شہلا آپی اینڈ تمام لکھاری و قاری بہنیں ٹھیک ٹھاک ہوں گی۔ شہلا آپی آنچل سے رشتہ تو پرانا ہے مگر خط لکھنے کی ہمت پہلی بار ہوئی ہے۔ کئی بار خط لکھنے کا سوچا مگر نہیں لکھ پائی۔ بچپن سے آج تک خواہش کے باوجود کبھی بھی رسالے وغیرہ میں شرکت نہیں کر پائی۔ کچھ بات ہو جائے اب اس ماہ کے شمارے کی لیکن اس سے پہلے ایک بات بتاؤں کہ آج کل آپ لوگوں نے ٹائٹل پر توجہ دینا چھوڑ دی ہے اس پر خصوصی توجہ دیا کریں۔ اس ماہ کا ٹائٹل اچھا تھا ''حمد و نعت'' زبردست تھیں۔ ''دانش کدہ'' بہت زبردست سلسلہ ہے بہت معلومات ہوتی ہیں۔ ''ہمارا آنچل'' میں بہنوں سے مل کر اچھا لگا۔ نازی آپی آپ تو ہیں ہی آنچل کی جان ''جمیل کنارہ کنکر'' میں ہانیہ اینڈ میکال کی علیحدگی اچھی نہیں لگی۔ عذیر اور حورین کو تو پہلے دن دادی کو سب بتا دینا چاہیے تھا بس حورین کے ساتھ بُرا مت کیجیے گا۔ ثانیہ اینڈ زائر کا مسئلہ حل کر ہی دیجیے' سمیرا آپی کا ''ٹوٹا ہوا تارا'' زبردست ہے بس شہوار اور انا کو ذرا عقل دیجیے۔ انا تو ایک دم بچی بنی ہوئی ہے۔ ام مریم آپی کا ناول ہے تو دلچسپ بس تمام کرداروں کے ساتھ انصاف کیجیے گا اسپیشلی سکندر کے ساتھ۔ مانا کہ سکندر ایک ملازم کی حیثیت کی وجہ سے نہیں بول سکتا لاریب کے سامنے مگر وہ مرد تو ہے۔ اب تو لاریب کا شوہر بھی ہے' کچھ تو ہمت کرے پلیز اس بے چارے کا کچھ کریں اور نندنی کو جلد مسلمان کر کے اس کا مسئلہ حل کیجیے۔ افسانے ناول سب زبردست تھے' مکمل ناول بہت پسند آیا' آنچل میں آج کل طویل مکمل ناول پڑھنے کو نہیں ملتے اکثر مستقل سلسلے بھی اچھے ہیں۔ ''بیاض دل'' بہت پسند ہے' او کے اب اجازت چاہوں گی' تمام بہنوں کو سلام' اللہ حافظ۔

شمع مسکان..... جام پور۔ موسم گرما کا گرما گرم سلام قبول رکیں' تمام آنچل قارئین رائٹرز اور اسپیشل شہلا آپی! آج میرا مزاج موسم کی طرح سوا نیزے پر پہنچا ہوا ہے۔ آفٹر آل یہ بتائیں کہ ''دوست کا پیغام آئے'' والا سلسلہ دوست بنانے' ان تک اپنے میسج پہنچانے کے لیے ہے یا دوستوں کو ناراض کرنے کے لیے مجھے تو یہ سلسلہ کچھ مشکوک لگتا ہے۔ میری پیاری پیاری کلیاں مجھ سے ناراض ہیں کہ شمع ہمیں بھول گئی ہے اور نئی فرینڈز کیا سوچتی ہوں گی کہ شمع مغرور ہے پلیز ہما آپی سے کہیں کہ میں نے اک پیاری سی پُرلطف شکایت اپنی غزل میں بھی کی تھی۔ مگر لگتا ہے ہما آپی نے ہماری طرف سے اپنے کان بند کر رکھے ہیں ویسے بھی میری چھوٹی سی شکایت تو آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ کہاں فرق پڑتا ہوگا دو ماہ پہلے میں نے دوستوں کے نام پیغام بھیجا تھا جو کہ اب تک شائع نہیں ہوا پلیز ہما آپی میرے ساتھ اتنی زیادتی نہ کریں عزیز از جان منزہ! تم وہ پہلی دوست ہو جس سے میں نے آنچل کے ذریعے دوستی کی باقی فرینڈز تو بعد میں مجھے ملی ہیں پھر میں اپنی دوست کو کیسے بھول سکتی ہوں۔ دوست کا پیغام آئے میں اپنے نام نورین شاہد' شاہ زندگی (ٹوٹ بٹوٹ) طیبہ نذیر کے تسبیح پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اس ماہ کا سرورق ایسا لگا جیسے کوئی سرائیکی مووی کا کوئی سین ہو۔ ''حمد و نعت'' سے مستفید ہونے کے بعد آئینہ میں جھانکا' وہاں اس ماہ فریحہ شبیر سب پر حاوی تھیں۔ زبردست تبصرہ کیا فریحہ جی نے پھر ناول میں سب سے پہلے ''بھیگی پلکوں پر'' پڑھا یہ قسط بھی بہت زبردست تھی۔ اقراء آپی بہت خوب صورتی سے ناول آگے بڑھا رہی ہیں۔ سمیرا آپی کے تو کیا ہی کہنے ''ٹوٹا ہوا تارا'' تو بیسٹ ناول ہے' اس قسط میں مجھے انا پر بہت غصہ آیا۔ یہ دونوں دوستیں سر پھری ہیں انا اور شہوار۔ جس ناول نے تشنگی مٹائی دل کا سرور بخشا وہ تھا صو باریہ ساحر کا ''راہ کے دیپ''۔ اس ماہ کے آنچل کی جان بے ساختہ جملے برجستہ فقرے جس نے ہمیں بھی بے تحاشا ہنسنے پر مجبور کر دیا جب بھی عید یا سالگرہ کے حوالے سے خواہش پوچھی گئی تو میں نے یہ ہی لکھا

کہ اسپیشل نمبر میں کوئی اسپیشل ناول ہونا چاہیے طویل اور اس ماہ میری خواہش پوری ہوگئی۔ بہت مزا دے گئی یہ اسٹوری' ہما عامر کا ناول بھی اچھا تھا' ٹائٹلز دونوں ہی اچھے تھے۔ ویسے سلمٰی غزل کے ''خدا کا بھرم'' میں عدینہ کے والد کی سوچ پر بہت افسوس ہوا مگر ہمارے معاشرے کے 75 پرسنٹ مڈل کلاس والدین کی سوچ ایسی ہی ہوتی ہے۔ ام مریم کے ناولٹ میں مجھے لگتا ہے کہ نندنی شرجیل کی کزن ہے۔ اس کا باپ ہی شرجیل کا چاچو ہے۔ نازیہ آپی آپ نے تو ہمیں ''جمیل کنارا کنکر'' کے ساتھ باندھا ہوا ہے۔ بہت پیارا سا ناول ہے مگر اس کی خوب صورتی کو برقرار رکھتے ہوئے پلیز جلدی سے اس کا اینڈ کر دیں تاکہ آپ کا نیا ناول ''آنسو جو پتھر ہو گئے'' ہماری آنکھوں کو خیرہ کر سکے۔ اب چور العین کو تو آپ اس گھر سے نکالنے کا انتظام کبھی نہ کرنا۔ افسانے دونوں ہی سبق آموز اور اچھے تھے۔ اس ماہ کی نئی کونپل عمارہ حامد ''کچی کلیاں'' لیے ہمارے ذہنوں کو پختہ خیالات سے روشناس کرانے محفل میں آئیں اور زبردست کاوش تھی اس کی۔ میری طرف سے عمارہ بہت بہت مبارک ہو آپ کو پہلا افسانہ لکھنے پر۔ افسانے کو پسندیدگی کی سند بخش کر میرے لکھنے کے شوق کو مزید بڑھایا' اللہ حافظ۔

سلمٰی فہیم گل..... ڈیئر شہلا اپیا! قارئین اور آنچل اسٹاف السلام علیکم! کیسے ہیں آپ؟ امید واثق ہے کہ سلمٰی گل کو بھولے تو نہیں ہوں گے کیوں شہلا اپیا یا دتو ہوں ناں (جی بالکل)۔ ہر ماہ تبصرہ لکھنے کی کوشش کرتی تھی مگر کم بخت یہ مصروفیت آڑے آجاتی اور ہمارا تبصرہ وہیں کہیں کونے کھدرے میں جا چھپتا خیر اس بار ہمت سلمٰی اور مدد خدا۔ دیکھیے کیا لکھتے ہیں اور کیا بھیجتے ہیں؟ آنچل 29 کو آیا' ٹائٹل اچھا تھا سب سے پہلے تو اپنی ہی تحریر ''سحق تو تھے ہم مگر'' کو دوبارہ سے پڑھا اس بارے میں میں تو کوئی تبصرہ نہیں کروں گی لیکن ہاں قاری بہنوں کی تعریف و تنقید کی منتظر ہوں۔ اس کے بعد لمبی جمپ لگائی اور دوبارہ واپس پلٹے اپنی موسٹ فیورٹ رائٹر اقراء کے پاس جو ''بھیگی پلکیں لیے ہماری منتظر تھیں۔ طغرل کی آمد پر خوشی ہوئی اور عادلہ کی حرکت پر ناگواری جب کہ ماہ رخ پر غصے کے ساتھ ساتھ ترس بھی آتا ہے اپنے کیے کی خواب سزا بھگت رہی ہے۔ سمیرا کا ناول بھی اپنی مخصوص رفتار سے اچھے موڑ پر آ رہا ہے۔ نادیہ کا ''ماں'' سبق آموز تحریر تھی' اچھی لگی۔ ضوباریہ کا ''راہ کے دیپ'' تحریر اچھی تھی انداز میں چنچلتی بھی نظر آ رہی تھی مجھے پڑھنے میں مزا بھی بہت آیا مگر اینڈ میں بہت جلدی جلدی سمٹا ہوا لگا۔ ام مریم ''مجھے ہے حکم اذاں'' ماشاء اللہ بہت اچھی تحریر ہے' بہت مزا آ رہا ہے پڑھنے میں۔ سلمٰی غزل کا ''خدا کا بھرم'' بھی بہت اچھی تحریر تھی۔ فریحہ شبیر کا شمارہ مجھے اچھا لگا۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ نگہبان۔

دعا اینڈ مہر گل..... کراچی۔ کھٹ کھٹ اب دروازہ کھول بھی دیں شہلا جی! کتنے ماہ سے آپ نے ہمیں آئینے میں جگہ ہی نہیں دی اب تو کھڑے کھڑے ٹائلیں کپکپانے لگی ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم گر جائیں دروازہ کھول دیجیے' تھینک گاڈ جگہ تو ملی۔ تمام آنچل فرینڈز کا شکریہ کہ انہوں نے پچھلے ماہ ہماری پذیرائی کی۔ سالگرہ نمبر (۲) 21 اپریل کو ہاتھ آیا ''حمد و نعت'' اور حدیث مبارکہ سے مستفید ہوئے قیصر آراء سے مبارک باد سمیٹی' مشتاق انکل سے فقہ کے معنی سمجھنے تو آگے تین نٹ کھٹ لڑکیوں کو برا جان پایا لہٰذا وجیہہ خان' مریم شاہ اور نادیہ یٰسین سے ہائے ہیلو کی اور پھر بڑھے کہانیوں کی طرف' نادیہ کی تحریر ''میری ماں'' ہما عامر کی ''کوئی رنجش کوئی ملال نہیں'' سمیرا غزل کی ''رقصِ بہاراں'' سلمٰی جی کا ''سحق تو تھے ہم مگر'' ضوباریہ کی ''راہ کے دیپ'' اور عمارہ کی ''کچی کلیاں'' تمام تحریریں ہی سیپ میں موجود آبدار موتی کی مانند تھیں اور ہر تحریر سبق آموز تھی۔ سلمٰی کی کہانی لیبر ڈے کے حوالے سے عمدہ تھی' واقعی اگر ان ننھے بچوں کے ہاتھوں سے ہم قلم کے بعد اوزار بھی چھین لیں گے تو یہ ہاتھ کشکول ہی تھامیں گے۔ دل تھرا گیا' بے بسی پر اور چھٹی کی موت پر۔ عمارہ نے دل خوش کر دیا' اس موضوع پر میں بھی لکھنا چاہ رہی تھی مگر عمارہ بازی لے گئیں اور اب آ جائیں سلسلے وار ناولز پر تو ''ٹوٹا ہوا تارا'' پڑھ کر عادلہ کے ساتھ شہوار کے بھی طمانچہ لگانے کو دل چاہا اور یہ تو فیکٹ ہے کہ شہوار' روشی اور ولید کی بہن ہے۔ ''بھیگی پلکوں پر'' بھی بہت زبردست جا رہا ہے اب دیکھیں عائزہ کے سسرال والے مانتے ہیں یا نہیں' نندنی گرویال کی کہانی میں اس کا دل اسلام کی طرف مائل ہونے لگا ہے مگر سکندر پر غصہ آتا ہے اس کی جگہ میں ہوتی ناں تو مار مار کر لاریب کا دماغ درست کر دیتی اور ایمان نے یہ کیا حماقت کی' اسے اتنا غلط قدم نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔ لگتا ہے ایمان وقار بھی ہم سے خفا ہیں جو ہماری نظم و غزل کو جگہ نہیں دے رہیں۔ اس سے پہلے کہ شہلا اپیا بھی کھورنے لگیں بس نو دو گیارہ ہو جانا چاہیے' ہاں جانے سے پہلے اور ایک اس مرتبہ علامہ اقبال کی نظموں اور عنایت علی کی شاعری سپرہٹ تھی۔ اچھا ناں شہلا آپی دھکے تو نہ دیں' بزم سے جاتے ہیں ٹھہر جائیں۔ ہم ٹوٹے ہوئے دل کے ٹکڑے تو اٹھا لیں' فقط۔

☆ ملائکہ' مہر گل اینڈ دعا! شوخی و شرارت سے بھرپور آپ کا تبصرہ ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر گیا' رخصت کی اجازت ہے مگر لوٹ آنے کے لیے۔

ساجدہ عاشق..... ہنومان گڑھ۔ السلام علیکم! شہلا آپی اور تمام پڑھنے والوں اور لکھنے والوں کو۔ امید کرتی ہوں سب ٹھیک ہوں گے اور خوب انجوائے کر رہے ہوں گے' کچھ مہینوں کے بعد حاضر ہوئے ہیں جناب! ہوا کچھ یوں ہم بزی بھی

تھے اور بیمار بھی۔ بزی اس لیے تھے ہم علی پور جو گئے تھے آپی عمرہ سے آئی تھیں اس لیے۔ خوب انجوائے بھی کیا اور بور بھی ہوئے۔ آتے ہی پتا چلا اپریل کا شمار نہیں ملا لیں جی طبیعت تو آل ریڈی خراب تھی اور آنچل نہ ملنے کی وجہ سے اور ہوگئی۔ بس جی دل سے یہی آہ نکلی ''کچھ طبیعت بھی ہے بوجھل' کچھ یاد تمہاری بہت آئی'' بس آنچل جی! جب آپ نہیں ملتے تو ہم بہت اداس ہوجاتے ہیں۔ آنچل ملتے ہی ایسا لگتا ہے جیسے خزاں میں بھی بہار آ گئی ہو اب جب کہ آنچل میرے پاس ہے' ماڈل اچھی ہے کیوٹ سی' نائس سی۔ ''سرورق' حمد ونعت' دانش کدہ'' سے مستفید ہونے کے بعد ہم نے نگاہ دوڑائی ناولز کی طرف' ام مریم کا ''مجھے ہے حکم اذاں'' نائس جی۔ بہت اچھا جا رہا ہے یہ ناول گڈ جی! لاریب جی اگر عباس تمہیں مل جاتا تو سکندر بے چارہ کہاں جاتا جو تمہیں بہت چاہتا ہے بس پلیز رحم کیجیے اس پر۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' سمیرا شریف طور کیا جادو ہے آپ کے قلم میں نائس جی' ویسے ولید کو انا پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔ وہ تو بے چاری اسی کو سوچ رہی تھی۔ ''بھیگی پلکوں پر'' پتا نہیں کیوں مجھے شیری پر بہت ترس آتا ہے اور رخ جی! دیکھ لی مردوں کی محبت۔ نادیہ فاطمہ رضوی کا افسانہ ''ماں'' دل کو چھو گیا' سچ میں یہ ناول پڑھ کر مجھے اپنی امی کی بہت یاد آئی جوان دنوں گئی ہوئی ہیں' آئی مس یو امی جی۔ باقی تمام افسانے اور ناولز اچھے رہے سب نے بہت اچھا لکھا۔ ''بیاض دل'' میں سب کے اشعار اچھے تھے اور ''غزلیں نظمیں'' سب کی اچھی تھیں خاص طور پر ''ماں'' والی۔ تبصرے اور ہم سے پوچھیے بھی سب کے اچھے تھے' اچھا جی اب اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ جہاں بھی رہیں خوش رہیں' اپنا اور اپنی فیملی کا ڈھیر سارا خیال رکھیے گا' خاص طور پر اپنا کیونکہ آپ کی فیملی کو آپ کی بہت ضرورت ہے۔ اوکے جی ہمیشہ مسکراتے رہیں کیونکہ کیا رکھا ہے اداسی میں' اللہ پاک ہمارے پاک وطن کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے' اسے کسی کی نظر نہ لگے' آمین' اللہ حافظ۔

حبا قریشی مون قریشی...... عبد الحکیم۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ امید کرتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گی کافی عرصہ بعد آنچل میں واپس آئی ہوں جس کے لیے معذرت کرتی ہوں مگر ہر ماہ کا آنچل پڑھتی رہی ہوں' پہلا سالگرہ نمبر بھی بہترین تھا مگر سالگرہ نمبر ۲ کے کیا کہنے' واہ آنچل آپ کی کیا بات ہے آنچل کو 35 ویں سالگرہ پر دل کی تمام گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ یہ آنچل اسٹاف کی دن ورات کی محنت کا نتیجہ ہے کہ آنچل آج اس منزل پر کھڑا ہے اور ان شاء اللہ آنچل مزید ترقی کرے گا۔ جویریہ آپی کو شادی کی مبارک باد دیتی ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا جہاں کی خوشی دے' آپ ہمیشہ خوش وخرم رہیں' اللہ تعالیٰ آپ کو سدا ہنستا مسکراتا رکھے' آمین۔ اس دفعہ آنچل 26 تاریخ کو جلد ہی مل گیا ماڈل بس ٹھیک تھی سب سے پہلے ''حمد ونعت'' سے دل کو منور کیا پھر ''مجھے ہے حکم اذاں'' کی طرف آئے ایمان کے اقدام پر افسوس ہوا جس کی سزا اب شاید لاریب کو ملے۔ پلیز لاریب کو اتنی بے عزتی نہیں کرنی چاہیے تھی سکندر کی' آخر سکندر مرد ہے باقی آپ کی تحریر کو پڑھ کے بڑا مزا آتا ہے اس کے بعد ''جھیل کنارا کنکر'' پر آئے ایم سوری نازی آپی! میں آپ کی دو تین اقساط پر تبصرہ نہ کرسکی۔ ارے یہ کیا ہوگیا کہ ہانیہ نے طلاق لے لی پلیز آپی ہانیہ کو میکائل کے ساتھ ہی رکھنا اور یہ ثانیہ کی ماں کا سارا ڈرامہ ہی ہے' ثانیہ کو طلاق دلوانے کا خود تو مر گئی مگر بیٹی کی زندگی عذاب کرگئی۔ میری دعا ہے آپی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا جہان کی خوشی دے' آپ ہمیشہ مسکراتی رہیں آمین۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' سمیرا آپی کی بڑی زبردست تحریر ہے اب کہانی کچھ کھلنا شروع ہوتی ہے' شہوار لگتا ہے کہ روشی اور ولید کی بہن ہے اب آگے تو آپ کو ہی پتا ہوگا مگر کہانی آپ کی ہمیشہ کی طرح زبردست ہے' انا کو تھپڑ پڑا ولید سے اچھا ہوا اتنی بدتمیزی پر پڑنا چاہیے تھا۔ آپی آپ کو بھائی اور بہن کی شادی کی مبارک باد دیتی ہوں' اللہ تعالیٰ آپ کے بھائی کو اور بہن کو ہر خوشی نصیب فرمائے' آمین۔ ''بھیگی پلکوں پر'' پر عادلہ کے الزام پر بڑا غصہ آیا۔ ماہ رخ کی زندگی کتنی مشکل میں ہے ایسی لڑکیوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے جو دولت کو سب کچھ جانتی ہے' افسانے دونوں ہی بہترین تھے۔ سمیرا غزل کو پہلی کاوش پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ ناولٹ بھی دونوں ہی بہترین تھے دونوں کو پڑھ کر دل دکھ سے بھر گیا۔ ''مستحق تو ہم تھے مگر'' نے تو رلا دیا۔ مکمل ناول بھی دونوں ہی بہترین تھے۔ ''راہ کے دیپ'' ضوباریہ ساحر آپ نے اپنے نام کی طرح خوب صورت کہانی لکھی آپ کا ناول پورے آنچل پر چھا گیا' ویری ویری ویل ڈن آپی! سچ میں آپ نے اتنے خوب صورت انداز تحریر میں لکھا کہ پڑھ کے دل خوش ہوگیا' یاسر کے ہیڈ لائٹ کے فیوز کہنے پر میرا تو ہنس ہنس کے برا حال ہوگیا۔ امی کو بھی سنایا امی بھی ہنسنے لگ گئیں' آپ کو بہت بہت مبارک باد۔ شمع مسکان کی تحریر نے بڑا مزا دیا' عمارہ آپی کی تحریر بھی اچھی تھی۔ ''یادگار لمحے'' علمہ شمشاد نے واقعی اپنی حمد کے ذریعے یادگار بنا دیا۔ غزلوں میں نازی آپی' راشد بھائی' قدیر بھائی' سباس گل چھائے رہے۔ نازی آپی کی غزل پڑھ کے دل دکھی ہوگیا ''دوست کا پیغام آئے'' میں کوئی پیغام بھی ہمارے نام نہیں آیا بھئی میں بھی آپ تمام آنچل والیوں سے دوستی کی درخواست کرتی ہوں' ہمارا کوئی دوست نہیں ہے پلیز آپ مجھ سے دوستی کرلیں آخر میں آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے' پاکستان زندہ باد۔ پاک فوج پائندہ باد۔

پروین افضل شاہین...... بھاولنگر۔ پیاری باجی شہلا عامر صاحبہ! السلام علیکم! آنچل مئی کا سالگرہ نمبر دولتی کے

خوب صورت سرورق سے سجا میرے ہاتھوں میں ہے۔ یہ غلطی ہے اس شمارے میں نازیہ کنول نازی کے نام سے شعر شائع ہوا ہے مگر شہر کا نام تونسہ شائع ہوا ہے' یہ کیا ماجرہ ہے۔ ''عاشق آنچل'' میں ناچیز کے نام کو شامل فرمانے پر شمع مسکان کا بے حد شکریہ۔ شازیہ فاروق صاحبہ! میں نے آپ کے نام پیغام بھیج دیا تھا جب باری آئے گی تو ضرور شائع ہوگا پھر آپ اسے پڑھ لینا کیوں (اداتا ولی) ہو رہی ہو' تم میرے دل میں بستی ہو۔ سلسلے وار دونوں ناولز بھی اور ''کچی کلیاں' جھیل کنارا کنکر' مجھے ہے حکم اذاں' خدا کا بھرم'' اور ''میری ماں'' پسند آئے۔ مہینہ شروع ہونے سے پہلے ہی آنچل مارکیٹ میں جگمگ جگمگ کر رہا ہوتا ہے۔ ہماری دعائیں ہمیشہ آپ کے اور پورے اسٹاف کے ساتھ رہیں گی' اجازت دیں' خدا حافظ فقط والسلام۔

رضوانہ ملک...... جلالپور' پیروالہ۔ السلام علیکم! ڈیئر شہلا آپی' ریڈرز اور رائٹرز امید ہے کہ آپ سب ٹھیک ٹھاک ہوں گی' میں تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد آنچل میں خط لکھ رہی ہوں اتنے عرصے میں تو لگتا ہے آپ سب بھول گئے ہوں گے اس ماہ کا آنچل حسب معمول 27 تاریخ کو ہی ملا تو سب سے پہلے اپنا فیورٹ ناول ''بھیگی پلکوں پر'' پڑھا یہ قسط بھی ہمیشہ کی طرح شاندار تھی پری اور طغرل دونوں ساتھ ساتھ ہی اچھے لگتے ہیں۔ اب پتا نہیں عادلہ اور عائزہ بے چاری پری کے ساتھ کیا کرتی ہیں۔ سمیرا شریف طور کا سلسلے وار ناول ''ٹوٹا ہوا تارا'' بھی بہت زبردست ہے اس کے سارے کردار ہی مجھے بہت اچھے لگتے ہیں' سوائے عادلہ اور اس کی فیملی کے ایاز پر تو بہت غصہ آتا ہے' شہوار کے تو پیچھے ہی پڑ گیا ہے۔ ولید اور انا کی نوک جھونک بہت مزا دیتی ہے' ان دونوں کی جوڑی بھی اچھی رہے گی۔ لگتا ہے تابندہ بی' شہوار' روشی اور ولید کا آپس میں کوئی نہ کوئی رشتہ ہے۔ ام مریم کا ناول بھی بہت اچھا ہے لاریب سکندر سے نکاح تو اپنی مرضی سے کرتی ہے بلکہ اسے مجبور کرکے کرتی ہے تو پھر اس سے نفرت اور غصے کا اظہار کیوں کرتی ہے' اس میں سکندر کا تو کوئی قصور نہیں ہے نندنی کا ہیرو کون ہے' کہیں عباس تو نہیں جسے اس نے امریکہ میں دیکھا ہو؟ نازیہ کنول نازی کا ''جھیل کنارا کنکر'' بھی بہت اچھا ہے اس میں قیدیوں کے بارے میں جان کر بہت دکھ ہوا کہ ان کے ساتھ جیل میں اتنا ظلم ہوتا ہے' عائشہ تو اپنی ماں کی بات مان کر ایک پاگل شخص سے شادی کرلیتی ہے اور اپنی ماں کی خاطر اپنے پیار کو بھی چھوڑ دیتی ہے لیکن اس کی ماں اپنی بیٹی کا احساس کیوں نہیں کرتی ہے اسے اس کی تکلیفیں' دکھ' درد کیوں نظر نہیں آتے سگی ماں اپنی بیٹی کے ساتھ ایسا تو نہیں کرسکتی۔ ابھی میں نے آنچل کے صرف سلسلے وار ناول ہی پڑھتے ہیں امید ہے کہ اس کے باقی ناول اور افسانے بھی ہمیشہ کی طرح زبردست ہوں گے۔ ''بیاض دل'' میں راحیلہ رضوان' ہما احمد' مدیحہ کنول اور عشا نور بلوچ کے اشعار پسند آئے۔ ''یادگار لمحے'' میں سباس گل' سلمٰی ملک اور صنم ناز کی باتیں پسند آئیں۔ ''آئینہ'' میں تبصرہ سب ہی کا اچھا تھا حنا احمد سے درخواست ہے کہ ''کام کی باتیں'' میں بلیک ہیڈز نکالنے کے بعد ناک اور اس کے اردگرد جو چھوٹے چھوٹے سوراخ بن جاتے ہیں پلیز انہیں ختم کرنے کا کوئی طریقہ بتائیں اور بلیک ہیڈز نکالنے کا کوئی گھریلو ٹوٹکہ بھی بتائیں۔ آنچل اور اس کے تمام اسٹاف کو سالگرہ مبارک ہو' خدا سے دعا ہے کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتا رہے' آمین۔

سائرہ حبیب رحمن اوڈ...... عبد الحکیم۔ السلام علیکم کیا حال ہے جناب! پہلی بار حاضر ہو رہی ہوں' ارے ارے یہ کیا دیکھتے ہی دروازہ بند کرلیا' واللہ اتنی بے عزتی برداشت نہیں کرسکتی۔ میرا تو ہارٹ فیل ہوجائے گا۔ امید کرتی ہوں سب خیریت سے ہی ہوں گے آنچل ہمیشہ کی طرح ہی اچھا رہا' اس بار ضوباریہ ساحر کا ناول زبردست رہا بہت متاثر کیا ان کے انداز تحریر نے۔ میرے خیال میں یہ نام پہلی بار آنچل میں دیکھ رہی ہوں اگر یہ ان کی پہلی کاوش ہے تو بہت ہی زبردست ہے' میری موسٹ فیورٹ آپی نازیہ مجھے ان کا انداز تحریر بہت اچھا لگتا ہے۔ بہت ہی زبردست لکھتی ہیں مگر میں آپ کی ایک بات سے اتفاق نہیں کرتی آپ نے ہر جگہ حکمرانوں کی ناانصافی ان کی بے رحمی کو اجاگر کیا مگر مجھے یہ بتائیں کہ ان کو منتخب کون کرتا ہے' ہم اور دوسری بات کہ ہماری قوم خود کیسی ہے جو اُن سے انصاف کیا جائے۔ جو جیسا ہوتا ہے اس پر ایسا ہی حکمران مسلط کردیا جاتا ہے۔ آپ میری بات سے اتفاق کریں گی آپ کو کرنا پڑے گا۔ ہم خود ایسے لوگوں کے ہاتھوں اپنا ایمان فروخت کرکے ان کو اپنا حکمران بناتے ہیں' قصور کس کا ہے جب ہم خود ہی صاحب ایمان نہیں تو ہمارے حکمران کیسے صاحب ایمان ہوسکتے ہیں آپ تو خود وسیع تر مطالعہ رکھتی ہیں' تاریخ میں صحابہ کرامؓ کے کردار کو دیکھیے وہ خود کیسے تھے۔ واللہ آج ہم بھی ایسے ہی بن جائیں تو رب تعالیٰ خود ایسے لوگوں کو ہم پر لا کھڑا کرے گا جو خدا سے ڈرتے ہوں گے' آپ بُرا مت مانیے گا میں خود رائٹر ہوں اس لیے اپنا نقطہ نظر واضح کردینا چاہتی تھی' آپ حقیقت سے قریب تر لکھتی ہیں لیکن آپ کچھ حقیقتیں فراموش کرجاتی ہیں۔ میرا مقصد آپ کو دکھی کرنا نہیں تھا' والسلام۔

نگینہ بحر...... چیچہ وطنی۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف' ریڈرز اینڈ رائٹرز اللہ آپ سب کو صحت وتندرستی عطا فرمائے تو جناب ہم آنچل کے بہت ہی خاموش قاری ہیں جو کہ گھر میں تو بہت بولتے ہیں لیکن آنچل والوں کی بس سنتے ہیں اور آج سے بولنا بھی شروع کردیا ہے آنچل میں۔ آنچل کے سب ہی سلسلے بہت زبردست ہیں' کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک۔ ہمارے آنچل کی

بزم کی تو کیا ہی بات ہے' جہاں شوخ وچنچل' نٹ کھٹ سی لڑکیاں آنچل کو چار چاند لگا رہی ہوتی ہیں۔ کہیں شمائلہ جی چٹکلے چھوڑتیں اور ساتھ ہی بہت سی کام کی باتیں بھی بتا دیتی ہیں۔ کام کی باتیں بہت سے کام کر دیتی ہیں تو ڈاکٹر صاحب اور حافظ صاحب بہت سی پریشانیاں دور کر دیتے ہیں۔ بیوٹی گائیڈ بیوٹی فل بنا دیتی ہے تو ڈش مقابلہ کچن سنوار دیتا ہے (واہ جی واہ) مطلب یہ کہ آنچل ایک مکمل رسالہ ہے تو جناب اب آتے ہیں رائٹرز کی طرف تو سمیرا شریف طور' نازیہ کنول نازی' اقراء صغیر' عائشہ خان' ام مریم کیا ہی بات ہے ان کی۔ اقراء جی آپ پلیز مارہ رخ کو گلفام کے ساتھ ضرور ملائیے گا کیونکہ محبت کا دل بہت بڑا ہوتا ہے نا۔ ام مریم جی آپ پلیز دیو کو مسلمان بنا دیجیے گا اور ایسا بنائیں کہ عمیرہ احمد کے حدید کی طرح برسوں یاد رہے' ویل ڈن جی۔ نازی جی تسی گریٹ او۔ آپ کا انداز بہت اچھا ہے باتیں کرنے کا' اللہ سے دعا ہے کہ آپ ہمیشہ یونہی مسکراتی رہیں' آمین۔ سمیرا شریف طور جی مجھے آپ کا سنجیدہ سا انداز بہت اچھا لگتا ہے اور آپ کی کہانیاں پڑھتے ہوئے تو یوں لگتا ہے کہ بندہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو' جگ جگ جیو آمین۔ اس کے ساتھ ہی اللہ حافظ' اگلے ماہ پھر آئیں گے بشرط زندگی۔

فائقہ سکندر حیات...... گجرات۔ السلام علیکم شہلا آپی! شاد وآباد رہیں' آمین۔ اس دفعہ آنچل 24 اپریل کو ملا۔ سرورق کچھ خاص نہیں تھا پھر آ گئے سرگوشیاں میں قیصر آراء آنٹی سے ملاقات ہوئی' جویریہ طاہر کے شوہر کا نام پسند آیا' اللہ پاک سے دعا ہے کہ جویریہ سالک کو زندگی کی تمام خوشیاں عطا کرے' آمین۔ جی پھر "حمد ونعت رسول" دل میں اتر گئی' آگے انٹری دی تو "ہمارا آنچل" میں کیفہ سکندر کا نام دیکھا' بے ساختہ منہ سے چیخ نکل گئی کہ یہ تو میری سسٹر جی ہیں' شکریہ آنچل کا جس نے میری بہن کا تعارف شامل کیا پھر اپنی پسندیدہ کہانی "بھیگی پلکوں پر" انٹری دی تو یہ قسط بھی کچھ خاص نہ لگی پر خوشی کی انتہا نہ رہی کہ پری کے دل کو کچھ تو محسوس ہوا۔ اسی دوران لائٹ چلی گئی تو ہم نے پروانہ کی اور موبائل کی لائٹ سے ہی کام چلایا اور اگلی کہانی شروع کر دی "میری ماں" نادیہ فاطمہ رضوی جی آپ تو نمبر لے گئیں۔ مجھے بہت پسند آیا آپ کا افسانہ۔ "رقص بہاراں" سمیرا غزل نے بھی اچھا لکھا' باقی بھی سب اچھے ہی تھے پر جس کو میں نے آنچل کی جان کہا وہ کہانی تھی "کوئی رنجش کوئی ملال نہیں" بہت ہی خوب صورت ناول تھا۔

☆ فائقہ! پہلی مرتبہ آمد پر خوش آمدید۔

صدیقہ خان...... باغ آزاد کشمیر۔ ڈیئر شہلا آپی! آنچل اسٹاف اور قارئین کو میرا سلام۔ امید کرتی ہوں آپ تمام لوگ خیر وعافیت سے ہوں گے۔ مئی کا آنچل 27 تاریخ کو ہاتھ میں آیا تو سرورق کچھ خاص نہ لگا۔ آنی جی کی سرگوشیاں سن کر "حمد و نعت" سے سرور حاصل کیا۔ "ہمارا آنچل" میں سبھی کے تعارف اچھے تھے۔ اپریل کے شمارے میں عظمیٰ شاہین کے خیالات جان کر بہت دکھ ہوا۔ ہم تو خود بے گھر ہیں' ہر کوئی ہمیں برا کیوں سمجھتا ہے بس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے ملک کو امن اور خوشیوں کا گہوارہ بنا دے تمام مسلم ممالک سمیت۔ "جھیل کنارا کنکر" کو نازیہ آپی بہت خوب صورتی سے آگے بڑھا رہی ہیں۔ "ٹوٹا ہوا تارا" اور "بھیگی پلکوں پر" خوب صورت موڑ پر جا رہی ہیں۔ باقی آنچل ابھی زیر مطالعہ ہے' دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

قرۃ العین پارس...... کراچی۔ السلام علیکم! امید کرتی ہوں سب بخیر وعافیت ہوں گے۔ آنچل کے لیے مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑتا' 23 تاریخ کو ہی میرے ابو جی مجھے لا کر دے دیتے ہیں' میں کافی دنوں بعد آنچل میں شرکت کر رہی ہوں۔ اس کی کہانیاں اور باقی تمام سلسلے بھی اتنے زبردست ہوتے ہیں بندہ کسی سے شیئر نہ کر سکے تو سکون نہیں ملتا۔ اس بار بھی آنچل بیسٹ رہا۔ ٹائٹل گرل بڑی معصوم سی لگی پھر آگے بڑھے اور سلسلے وار ناولز پر پہنچے۔ "بھیگی پلکوں پر" میں اسٹوری اب تھوڑی آگے بڑھ رہی ہے۔ مجھے لگتا ہے پری بھی طغرل کو پسند کرتی ہے۔ باقی ناول اچھے انداز میں آگے بڑھ رہا ہے۔ سمیرا شریف جی کیا لکھتی ہیں آپ ماشاء اللہ' بے چاری انا کی حالت پر بہت ترس آیا ولید کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس کہانی میں شہوار اور مصطفیٰ کے کردار میرے فیورٹ ہیں' ان دونوں کا ہی کپل بنائیے گا۔ "کچی کلیاں" عمارہ حامد نے مختصراً ہی بہت پیارا لکھا۔ ان شاء اللہ یہ کونپل پھول ضرور بنے گی اور اپنی خوشبو سے آنچل کو معطر کرتی رہے گی۔ نادیہ فاطمہ رضوی کا افسانہ تو ہمیشہ کی طرح بیسٹ رہا' آپ نے پچھلی بار اپنے افسانے میں اتنا ہنسایا اور اس بار رلا دیا۔ "راہ کے دیپ" بڑا الگ سا لگا' بڑے ہلکے پھلکے انداز تحریر میں بہترین ناول۔ ہما عامر آپ کے ناول نے دل کو چھو لیا بہت پیارا لکھا۔ سلمیٰ فہیم گل کے ناولٹ نے بھی رلا دیا جب گھر میں چھوٹی بیٹی کی وفات ہوئی اور ساتھ ہی اختر کا جنازہ' ندیم کے ساتھ جو سلوک ہوا اس نے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ واقعی مستحق لوگوں کو بہت کم ہی ان کا حق ملتا ہے۔ نازیہ کنول جی آپ کی تو کیا تعریف کی جائے' سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف بس آپ ناول کا اینڈ اچھا کیجیے گا ورنہ عجیب سا دل ہو جاتا ہے۔ ام مریم کا ناولٹ بھی زبردست جا رہا ہے۔ لاریب کچھ زیادہ ہی سکندر کو زچ کرتی ہے اور سکندر کی برداشت پر تو غصہ آتا ہے۔ غزلیں اور نظمیں تو سب ہی بہترین رہیں جن میں نازی جی کی نظم پروین شاکر مرحومہ کے نام' دلکش مریم' حمیرا عروش' سباس گل اور حفصہ بتول سرفہرست رہے۔ اشعار آنسہ شبیر عطاریہ' دلکش مریم' ارم حبیبہ نذیر' فائزہ بھٹی' کرن شاہ' ہما ایوب کے پسند آئے۔ "یادگار لمحے" ہمیشہ کی طرح یادگار رہے۔

"آئینہ" میں سب کے تبصرے پڑھ کر مزا آیا۔ "ہم سے پوچھیے" ثانیہ عبدالغفور مغل' نادیہ یٰسین' مدیحہ بتول گوندل' فائقہ سکندر حیات اور عظمیٰ کنڈی کے سوالات اور ان کے دیئے ہوئے شمائلہ آنی کے جوابات نے بہت محظوظ کیا۔ باقی تمام سلسلے بھی اچھے رہے۔ "ہمارا آنچل" میں چاروں بہنوں اور مختلف صفحات پر مختصر تعارف کے ساتھ تمام بہنوں سے مل کر اچھا لگا۔ امید ہے اگلی بار کا آنچل بھی خود میں ڈھیروں ستارے سجائے خوب صورت رہے گا۔ آخر میں چھوٹی سی دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی اللہ تعالیٰ آپ سب کو آسانیاں عطا فرمائے اور آسانیاں تقسیم کرنے کی توفیق دے اور ملک پاکستان کو اپنے حفظ وامان میں رکھے' آمین' والسلام۔

☆ پارس گڑیا! اب برابر سے شرکت کرتی رہنا' آپ کا تفصیلی تبصرہ بہت اچھا لگا۔

سامعہ پرویز ملک...... احاطہ ٹیکسلا۔ قابل احترام شہلا آپی' قابل عزت آنچل اسٹاف اور ڈیئرسٹ آنچل قارئین' میری جانب سے آپ سب کو محبتوں بھرا السلام علیکم! امید واثق اور دعائے بالخیر کہ تمام عالم اسلام پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں برکتوں اور عافیتوں کا سایہ ازل تا ابد قائم ودائم رکھے' آمین۔ اب آتے ہیں عزیز از جان آنچل کے خوب صورت سلسلوں کی جانب تو جناب آنچل ہاتھ میں لیتے ہی "حمد ونعت" کلام پاک سے چشم وقلب کو تسکین فراہم کی پھر بڑھے مدیرہ آپا کے جوابات کی جانب۔ جوابات کا نفاست سے بھرپور سلسلہ پایہ تکمیل تک پہنچانے کے بعد "دانش کدہ" سے معلومات حاصل کی اور "ہمارا آنچل" میں وجیہہ خان' مریم شاہ' نادیہ یٰسین اور کیفہ سکندر کی کھٹی میٹھی باتوں سے لبوں پر مسکان بکھر گئی۔ "جھیل کنارا کنکر" کے الجھے کرداروں میں خود بھی الجھ کر لفظوں کی تاثیر میں کھو سے گئے ہوش تو تب آیا جب باقی آئندہ ماہ پڑھا' زبردست نازی آپی! ہما عامر' ضوباریہ ساحر' سلمیٰ غزل' سلمیٰ فہیم گل اور ام مریم کی تحاریر نے دل چھو لیا۔ نادیہ فاطمہ رضوی' سمیرا غزل صدیقی اور نئی کونپلوں میں عمارہ حامد کی تحریروں نے آگہی کا نیا درس دیا۔ "بیاض دل" میں اپنا نام دیکھ کر دل ناتواں میں جان پڑ گئی۔ غزلوں' نظموں میں نازی آپی' سمیرا غزل' سباس گل' ام صبا الیاس' قدیر رانا کی شاعری بہت اچھی لگی۔ جیا جی میری شاعری پسند کرنے کا شکریہ اور اللہ پاک آپ کو غم کے ہولناک لمحوں میں صبر جمیل کی دولت سے مالا مال فرمائے' آمین۔ اب آخر میں تمام آنچل کی کلیوں کو خصوصی سلام محبت خصوصاً شمع مسکان' جام پور' سیدہ جیا عباس' سمیرا غزل اور عائشہ پرویز اینڈ آل۔ اب اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ اللہ پاک آنچل کو کامیابی وکامرانی کی بلندیاں عطا فرمائے اور تمام قارئین واسٹاف آنچل کو صحت سے بھرپور لمبی زندگی عطا فرمائے' آمین۔

مسکان...... قصور۔ شہلا آپی اور تمام پڑھنے والیوں کو سلام اب چلتے ہیں پیارے آنچل کی طرف جس کی بات ہی الگ ہے۔ نازی آپی کا "جھیل کنارا کنکر" ہائے مرجاواں' نازی جی کیا چیز ہو کمال لکھتی ہو' لکھتی رہنا جی۔ "مجھے ہے حکم اذاں" بھی کمال ہے بس سب اچھا کر دو جی۔ "ٹوٹا ہوا تارا" ویری نائس' پورا آنچل نمبر ون جی' کس کی تعریف کروں۔ ہر چیز مکمل اپنی جگہ شمع مسکان مبارک جی۔ خوشبو کیف سے دوستی کی درخواست' باقی سب دوستوں کو سلام۔

نصرت عارف...... ننکانہ صاحب۔ پیاری شہلا آپی السلام علیکم! امید ہے کہ آپ سب لوگ خیریت سے ہوں گے' آپی میں 2007ء سے آنچل پڑھ رہی ہوں مگر پہلی بار خط لکھ رہی ہوں۔ میرے لیے دعا ضرور کرنا تاکہ میں میٹرک اچھے نمبروں سے پاس کر لوں' آپی کیا میں اپنی غزل آنچل میں بھیج سکتی ہوں' خدا حافظ۔

☆ نصرت ڈیئر! پہلی مرتبہ آمد پر خوش آمدید۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات۔ السلام علیکم شہلا آپی! کیسی ہیں آپ؟ امید ہے آپ اور سب آنچل فیملی مزے میں ہوں گے۔ آنچل بہت دیر سے ملا اخبار والے پر بہت غصہ آیا تھا' چاروں بہنوں کے تعارف بہت پسند آئے' نادیہ یٰسین اسپیشلی آپ کا' مریم شاہ اور نادیہ آپ دونوں کا اسٹار بھی کینسر ہے اور میرا بھی' کیسا لگا۔ شمع مسکان آپ کا "عاشق آنچل" پڑھ کے بہت مزا آیا' آپ نے سب کو بہت پیارا تیار کیا تھا' بہت اچھا لکھا ہے آپ نے۔ اب کی بار آنچل میں اتنی ساری کہانیاں دیکھ کے بہت اچھا لگا۔ جب میں نے آنچل کھول کے پڑھنا شروع کیا تو میری چھوٹی بہن نے کہا "اے تم نے غور نہیں کیا ٹائٹل پر جو ماڈل ہے اس نے میری طرح کا سوٹ پہنا ہے" کلر میں فرق تھا وہ بہت خوش ہوئی دیکھ کے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" بہت اچھی اسٹوری جا رہی ہے' باقی سلسلے وار کہانیاں بھی بہت اچھی جا رہی ہیں۔ اب اجازت چاہتی ہوں' ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ آپ کی اپنی۔

سونیا کنول نین...... چکوال۔ السلام علیکم شہلا جی! امید ہے آپ فائن شائن ہوں گی۔ آنچل کے تمام سلسلے وار ناول بہت اچھے ہیں۔ عشنا کوثر' سمیرا شریف اور اقراء صغیر احمد میری فیورٹ رائٹرز ہیں۔ عشنا پلیز آپ جلد ہی کوئی اچھا سا ناول پڑھنے کے لیے دیں اور نازیہ کنول نازی آپ بھی اچھا لکھ رہی ہیں مگر ناول کو زیادہ طویل مت کریں۔ شہلا آنی کسی بھی ڈائجسٹ میں پہلی دفعہ لکھ رہی ہوں' میرے نازک سے دل کو ٹوٹنے سے بچائیے گا' فی امان اللہ۔

☆ سونیا گڑیا! خوش آمدید آئندہ بھی شرکت کرتی رہنا۔

سمیرا مشتاق ملک...... اسلام آباد۔ السلام علیکم آنی! آنچل کے تمام قارئین اور اسٹاف کو میرا محبت بھرا اسلام اور میری دعا ہے کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے۔ ہمیشہ کی طرح پھلتا پھولتا رہے' آمین۔ اب میں اس ماہ کے آنچل کی طرف آتی ہوں' "حمد و نعت" ہمیشہ کی طرح پسند آئی' جلدی جلدی میں سب سے پہلے اقراء جی کے ناول کی طرف آئی پلیز آپی! پری کی منزل شیری ہونی چاہیے طغرل نہیں۔ مجھے آپ کا ناول بہت پسند ہے' ہر ماہ نئی قسط کا بے تابی سے انتظار کرتی ہوں' ایگزامز کی وجہ سے باقی آنچل نہیں پڑھ سکی' باقی تبصرہ اگلے ماہ کروں گی بشرطِ زندگی اگلے ماہ پھر شرکت کروں گی' اللہ حافظ۔

نگہت بشیر...... ڈنگہ۔ السلام علیکم! پیاری شہلا آپی امید کرتی ہوں کہ آپ اللہ کے فضل سے خیریت سے ہوں گی' اس دفعہ آنچل سالگرہ نمبر (۲) 27 کو ہی مل گیا تھا پڑھ کر خوشی ہوئی ہر دفعہ کی طرح اس دفعہ بھی آنچل اپنی تمام تحریروں کے ساتھ بہت اچھا رہا۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا آپی بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ نازیہ کنول نازی کی تو کیا ہی بات ہے' باقی تمام ناول' ناولٹ غرض کہ تمام تحریریں بہت اچھی لگیں۔ جویریہ آپی کو شادی بہت مبارک ہو' اللہ انہیں اپنے گھر میں ہمیشہ خوش رکھے' آمین۔ اس دفعہ میں ایک نظم بھیج رہی ہوں اور پلیز مجھے بتائیں کہ میری پہلی نظم اور کہانی کا کیا بنا؟ کیا وہ آنچل کے معیار پر پورا اترے گی؟ اس کے ساتھ ہی اجازت چاہوں گی' سب کو سلام اللہ سب کو ہمیشہ خوش رکھے' آمین۔

☆ نگہت ڈیئر! در جواب آں میں دیکھیے گا بہت جلد وہیں آپ کو جواب دیا جائے۔

آنسہ شبیر عطاریہ...... گجرات۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! امید واثق ہے کہ آنچل کا چمن ہمیشہ کی طرح تر و تازہ ہوگا۔ خدا سے دعا گو ہوں کہ اسے ہمیشہ ہی ایسا رکھے کہ جس کے آنچل میں واقعی بندہ اپنے دکھ درد' تکالیف اور پریشانیاں بھول جاتا ہے۔ جی تو اس دفعہ آنچل ہمیں خلاف روایت 25 تاریخ کو مل گیا۔ "حمد و نعت" سے دل کو منور کیا۔ "ہمارا آنچل" میں کیفہ سکندر سے ملاقات اچھی لگی' ایک اس کا تعلق میرے گجرات سے ہے اور دوسرا کرکٹ سے دلچسپی تو کیفہ آج سے ہم تم پکی والی دوستیں (ڈن)۔ باقی تمام ناول بہت اچھے ہیں' نازی آپی آپ تو گریٹ ہو۔ "ٹوٹا ہوا تارا" کی تو کیا بات ہے' ناولٹ بھی زبردست تھے۔ سلمیٰ گل نے اچھے موضوع کا انتخاب کیا اور افسانے تمام بہت اچھے تھے' کس کس کی تعریف کریں اس دفعہ آنچل زبردست تھا۔ بیاض دل میں سارے شعر ہی زبردست تھے' بیوٹی گائیڈ تو آزمانے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ غزلیں نظمیں میں نازیہ آپی کی غزل پروین شاکر کے نام بہت اچھی تھی اور سباس آپی آپ کی بھی نظم بہت اچھی تھی اور یادگار لمحے میں شاہ رحیم کی بات واقعی اچھی تھی۔ باقی آئینہ میں سب کے تبصرے بہت اچھے تھے' خاص طور پر عائشہ پرویز آپ کا اور شمائلہ کاشف کبھی ہم سے بھی پوچھیے کہ مابدولت بھی آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں اور جی اگر منظور خدا ہوا اور سانسوں نے وفا کی تو اگلے ماہ حاضر ہوں گی' فی امان اللہ۔

وجیہہ خان...... بھاولپور۔ السلام علیکم! شہلا آنٹی اور تمام قارئین کو بھرپور سلام۔ اس ماہ کا آنچل 25 تاریخ کو ملا' اپنا انٹرویو دیکھ کر باچھیں کھل گئیں' سب سے پہلے تو آنچل اسٹاف کو شکریہ کہ انہوں نے میری برتھ ڈے کے مہینے میں میرا تعارف شائع کیا یہ اس سال کا میرے لیے بہت خوب صورت تحفہ ہے۔ تعارف پڑھنے کے سمیرا آپی سے ملے' آپی! مجھے لگتا ہے کہ ولید' روشی اور شہوار بہن بھائی ہیں بہرحال آپ پلیز انا' ولید اور شہوار اور مصطفیٰ کو جدا مت کریئے گا نازی آپی کی طرح' تمام کپلز کو جدا کر دیتی ہیں' کیا نازی آپی آپ نے میکال اور ہانیہ کی بھی طلاق کرا دی اور بے چاری زائر کو بھی ثانیہ سے الگ کر دیا۔ آپ تمام جوڑوں کو توڑ کر ہمارے دل کو آخر کیوں توڑ دیتی ہیں۔ اب پلیز حورعین اور عذیر کا رشتہ مت توڑیئے گا۔ میکال کی زندگی میں کم غم تھے جو ہانیہ بھی اسے چھوڑ گئی اور اب بے چارا حورعین کو تو کوئی خوشی نصیب ہو پلیز اگلی قسط خوشگوار لے کر آئیں۔ اقراء آنٹی آپ ماہ رخ کے ساتھ بالکل درست کر رہی ہیں' ایسی بدکردار اور فانی چیزوں کے پیچھے بھاگنے والی لڑکیوں کو جو اپنی خواہشوں کی تکمیل کے لیے اپنے والدین کو ذلیل کرتی ہیں یہی انجام ہونا چاہیے اور اس صباحت بیگم کی بھی عقل ذرا ٹھکانے لگائیں۔ ذرا بھی تربیت نہیں کرنی آتی بس دوسروں پر تنقید کرا لو۔ نادیہ جی کا افسانہ "میری ماں" دل کو چھو گیا میری تو آنکھیں بھیگ گئیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی ماؤں کو سلامت رکھے' انہیں لمبی زندگی اور اچھی صحت سے ہمکنار کرے۔ سمیرا غزل کا افسانہ بھی ان خواتین کے لیے ایک میسج تھا جو اپنی جابز کے شوق میں اپنے بچوں کو نظر انداز کر جاتی ہیں۔ نادیہ سے مل کر بہت اچھا لگا' اللہ تعالیٰ آپ کی تمام خواہش پوری کرے' آمین۔ عمارہ کا افسانہ "کچی کلیاں" کافی اچھا لگا۔ ام مریم آپ کا ناول بہت زبردست ہے' آپ پلیز نندنی کو مسلمان کر دیجیے گا۔ سکندر اور لاریب کی جوڑی پرفیکٹ ہے۔ اس ناول کا اینڈ اچھا سا ہونا چاہیے۔ ضوباریہ ساحر "راہ کے دیپ" ایک بہترین کاوش' آپ کی طرح کی کہانی میری موسٹ موسٹ فیورٹ اسٹوری ہے۔ بڑے عرصے بعد اس طرح کی کہانی پڑھ کر بہت زیادہ اچھا لگا پلیز ہر ماہ اس طرح فرینڈز کی ڈھیروں شرارتوں والی کم از کم ایک کہانی تو لازمی آنچل میں شامل کیا کریں۔ "خدا کا مجرم" بھی اچھا موضوع ہے' اللہ تعالیٰ اس طرح کے والد کو صحیح راہ دکھائے۔ اولاد اور والدین میں دوستی ہونی چاہیے یہ نہیں کہ والد کے گھر آنے پر اولاد ڈر کر کونوں میں چھپ جائے۔ سلمیٰ جی آپ نے بہت ہی الگ

معاشرتی مسئلے پر نظر ثانی کی ہے' اللہ ہمیں غریبوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا کرے' آمین۔ ہما عامر کا مکمل ناول بھی بہت اچھا تھا۔ نزہت جبین اور سمیرا غزل کی غزل "ماں" بہت پسند آئی۔ یادگار لمحے واقعی یادگار تھے۔ شمائلہ جی کو سب کے جوابات دیتے دیکھ کر بڑا مزا آیا۔ کام کی باتوں نے ممی کا بھی دل جیت لیا' اس طرح دو تین دن میں تمام رسالہ پڑھ کر اس پر تبصرہ کر دیا۔ اب اجازت دیجیے پھر حاضر ہوں گے نئے آنچل اور نئے تبصرے کے ساتھ۔

ثوبیہ کوثر...... ملتان۔ شہلا آپی' آنچل اسٹاف اور قارئین کو السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب؟ ہر بار کی طرح اس بار بھی آنچل 28 کو ملا۔ خیر آتے ہیں اصل موضوع کی طرف "حمد و نعت" اور سرگوشیوں سے مستفید ہونے کے بعد "دانش کدہ" میں چھلانگ لگائی۔ مشتاق انکل آپ بہت ہی اچھی باتیں بتاتے ہیں' آپ بہت شفیق ہیں میرا دل کرتا ہے کہ آپ کو دادا ابو (دادا جی) بلاؤں کیا میں ایسا کر سکتی ہوں؟ پھر ہم آئے آرام آرام سے تعارف کی جانب اور ہمارے منہ سے چیخ نکل گئی پھر فوراً دوڑے کمرے کی طرف کیونکہ امی کی چپل میری کمر پر پیار برسانے کو بے قرار تھی وجہ تھی نادیہ یٰسین کا تعارف تمہارے بارے میں جان کر بہت اچھا لگا اور کیفہ سکندر آپو! آپ کا تعارف بھی اچھا تھا۔ آپو اس لیے کیونکہ میں اپنی ہم اسٹار گرلز کو آپو ہی کہتی ہوں۔ مریم شاہ اور وجیہہ خان کا تعارف بھی اچھا تھا او چاروں کڑیوں مبارکاں۔ پھر آئے "جھیل کنارا کنکر" لیکن یہ کیا ابھی شروع کیا اور ابھی ختم۔ خیر میں بھی دل سے چاہتی ہوں کہ حورعین اور عذیر مل جائیں' دادی آپ نے بالکل ٹھیک کیا پھر دوڑے "مجھے ہے حکم اذاں" ارے واہ ایمان نے کیا جی دار فیصلہ کیا ہے' بہت اچھا کیا ہے وقاص اس کے ساتھ بالکل بھی اچھا نہیں لگتا' ویل ڈن۔ ام مریم جی اب جلدی سے نندنی کو مسلمان کر دیں اس کے بعد آئے "بھیگی پلکوں پر" ارے واہ طغرل اور پارس مل جائیں تو کیا ہی اچھا ہوگا بس طغرل نے تعریف کی نہیں اور پری کے پسینے چھوٹے یا نہیں یہ تو اگلے ماہ دیکھیں گے پتا نہیں دیکھیں گے بھی یا نہیں کیونکہ 6 جون کو مابدولت کا پیپر ہے ناں بس آپ سب دعا کرنا۔ سمیرا جی نے بھی اچھا لکھا۔ "مستحق تو تھے ہم مگر" پڑھ کر دل خون کے آنسو رو دیا' بس خدا سے دعا ہے کہ پاکستان کا حال بہتر ہو جائے اور ضوباریہ جی آپ نے بھی خوب لکھا۔ "خدا کا مجرم" اور "کوئی رنجش کوئی ملال نہیں" بھی زبردست تھے۔ "عاشق آنچل" پڑھ کر مزا آ گیا۔ شمع مسکان تحریر شائع ہونے پر آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔ افسانے دونوں اچھے تھے۔ "بیاض دل" میں سب کے شعر اچھے تھے' میرا بھی اچھا تھا ہیں ناں' ہاہاہاہا۔ ماریہ وسیم اور اقراء وسیم تم دونوں بہنیں ہو ناں؟ اینڈ سوائے بیاض دل کے اپنا نام کہیں نہ دیکھ کر بہت زیادہ دکھ ہوا۔ اس کے علاوہ غزلوں میں سب کی غزلیں اچھی تھیں لیکن نازیہ آپی' سمیرا غزل' حمیرا عروش' سباس گل اور دلکش مریم کی تو کیا ہی بات تھی یادگار لمحے میں سب نے خوب لکھا۔ پیغام سب کے اچھے تھے۔ محمد ثمامہ جھنڈو کا پیغام پڑھ کر ہم تو ہکا بکا رہ گئے کیونکہ انگلش فاؤنڈیشن میں ہم ٹیچر ہیں تو وہاں ہمارا نام ثوبیہ ریاض ہے پھر مقام پڑھا اور یہ خیال بھی آیا کہ محمد ثمامہ نام کا تو ہمارا کوئی اسٹوڈنٹ نہیں ہے۔ آئینہ میں میرا نام لکھ کر ایک طرح سے نادیہ نے مجھے شریک کر دیا' شکریہ نادیہ اور فریحہ شبیر کا اتنا لمبا تبصرہ اچھا لگا' اسی لیے میں نے بھی اپنے قلم کو روانی سے چلنے ہی دیا۔ باقی سب کے تبصرے بھی اچھے تھے' جہلم سے رملہ ایمل اور عمارہ انمول شریک تھیں۔ کیا آپ دونوں کزنز ہو پلیز ضرور بتانا' بس مجھے تھوڑا شک ہے اور کچھ نہیں۔ باقی پورا آنچل اچھا تھا اس کے علاوہ نورین شفیع اور آسیہ مقصود آپ ضرور بتانا کہ ملتان میں کہاں پر رہتی ہو آپ دونوں؟ اور فصیحہ آصف خان مجھے ایسا لگتا ہے آپ وہی فصیحہ خان ہو جو شاہ رکن عالم کالج میں میری سسٹر کرن کے ساتھ زیر تعلیم تھی۔ جویریہ آپی زندگی کے نئے سفر پر ڈھیروں ڈھیر کامیابیوں کے لیے ہم آپ کے لیے دعا گو اور شہلا آپی شاید اگلے ماہ شریک نہ ہو پاؤں پیپرز کی وجہ سے بس آپ سب دعا کرتے رہیے گا' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر ثوبیہ! اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرے' آمین۔

شازیہ...... ٹی ٹی ایس۔ السلام علیکم! آنچل مئی 2013ء میں ساری کہانیاں بہت اچھی تھیں' اسپیشلی قسط وار ناول۔ رائٹر سے درخواست ہے پلیز سب کہانیوں کے اچھے اینڈ کریئے گا' صرف ایک آنچل ہے جسے پڑھ کے ہم کچھ دیر زندگی کی تلخیوں کو بھول جاتے ہیں' اللہ حافظ۔

مریم الیاس...... کے جی۔ السلام علیکم! آنٹی جی کیا حال ہیں؟ اس بار کا آنچل ہماری توقع کے عین مطابق تھا' معمول سے ہٹ کر۔ یقین مانیے پہلی بار اتنا مزا آیا پڑھ کر اس بار تمام کہانیاں محبت ٹوپک سے ہٹ کر ہمارے معاشرے میں موجود برائیوں کی عکاسی پر تمام رائٹرز نے بہت اچھا لکھا تھا۔ اسپیشلی سلمیٰ جی کی کہانی پڑھ کر بہت دکھ ہوا' واقعی ہم لوگ خود ہی معصوم بچوں کو ان سب کاموں پر مجبور کرتے ہیں' باقی سب نے بھی بہت اچھا لکھا تھا' پورا آنچل بہت اچھا تھا۔

اب اگلے ماہ تک کے لیے رخصت' اس دعا اور امید کے ساتھ کہ نئی تبدیلی ہمارے لیے اور ہمارے وطنِ عزیز کے لیے خوش آئند ہو' آمین۔

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

صنم شاہ عرف سنی......دربار حضرت پیر عبدالرحمٰن

س: آپی ایک بات پوچھوں آپ سے' آپ ہمارا خط شائع کیوں نہیں کرتیں؟

ج: تو یہ کیا ہے جناب!

س: آپی کیا رسالہ میں لکھنا کوئی گناہ کا کام ہے؟

ج: ہرگز نہیں۔

س: آپی مجھے کسی سے پیار ہوگیا بھلا کس سے بتاؤ نا؟

ج: آنچل سے بھئی اور کس سے۔

سمیرا مشتاق ملک......اسلام آباد

س: آنی کیا میں آسکتی ہوں یا......؟

ج: جی یا ہی......

س: آنی! آپ مجھے کافی عرصے سے نظر انداز کیوں کررہی ہیں؟

ج: شاید آپ کی قریب نظر کمزور لگ رہی ہے۔

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین بہت ڈھیٹ ہیں' میں انہیں جب بھی باہر کھانا کھلانے کا کہتی ہوں تو وہ فوراً چارپائی اٹھا کر صحن میں بچھا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ لو باہر کھانا کھالو' بتائیں میں انہیں کیسے سمجھاؤں کہ یہ والا باہر نہیں؟

ج: سمجھانا کیسا پلو سے کس کے باندھو اور بس۔

س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین ڈالر کمانے کے لیے امریکہ جانا چاہتے ہیں' آپ بتائیں اجازت دوں یا نہیں؟

ج: وہ تو یہاں بھی بہت ہے اگر کمانے والا ہو تو۔

س: گرمیوں میں ان کا غصہ ناک پر ہی کیوں دھرا رہتا ہے؟

ج: ناک پر ہی رہتا ہے نا آپ کی ناک میں تو نہیں نا......

س: اچھی سی دعا میرے نام کریں؟

ج: سدا خوش رہو' اپنے میاں کے خرچے پر۔

فوزیہ سلطانہ......تونسہ شریف

س: السلام علیکم! شمائل آنٹی کیسی ہو؟

ج: وعلیکم السلام! اللہ کا کرم ہے

س: اور سناؤ ناں' سنا ہے کہ دنیا میں آپ کے بہترین (کرارے) جوابوں کی دھوم مچی ہوئی ہے؟

ج: بس کبھی غرور نہیں کیا۔

س: شمائل آپی میرے دماغ میں آپ کا عکس کچھ اس طرح بنتا ہے (آنکھوں پر عینک لگی ہوئی' سر پر آنچل اوڑھے ہوئے جس میں سے بہت سے سفید بال نظر آرہے ہوں' ہمارے سوالات پڑھتے کبھی کھانستی نظر آتی ہوئی اور پھر کپکپاتے ہاتھوں سے ہمارے جوابات لکھتا) کیوں؟ اندازہ کسی حد تک درست ہے؟

ج: ہمارے بارے میں یہ اندازہ بالکل غلط ہے البتہ آپ نے اپنا تعارف بہت اچھے طریقہ سے کرادیا۔

صبا نواز بھٹی......سانگھڑ

س: شمائل آنی! مجھے ہر پل انتظار رہتا ہے؟

ج: ہم سے پوچھئے میں اپنی شرکت کا۔

س: شمائل آنی! جب ہم ایسے بے تکے سوال پوچھتی ہیں تو آپ کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟

ج: یہی کہ بس آپ سامنے ہو اور......

س: شمائل آنی! آفس میں شوہر بوس اور گھر میں......؟

ج: پیون (Peon)

س: ہمارا حق ہے کہ ہم......دیں پُر کریں خالی جگہ تو مانیں؟

ج: آپ کو داد دیں ایسے سوال کرنے پر۔

آنسہ شبیر......ڈوگہ گجرات

س: السلام علیکم پہلی دفعہ شریک محفل ہوں' آپی کیا حال ہے؟

ج: الحمدللہ! خوش آمدید۔

س: آپی شعر کا جواب شعر میں دیں۔

وہ تو تم سے محبت ہوگئی ورنہ
ہم تو وہ خودسر ہیں کہ اپنی بھی تمنا نہ کریں

ج: جادو ہے یا طلسم تمہاری زبان میں
تم جھوٹ کہہ رہے تھے مجھے اعتبار تھا

ارم کمال......فیصل آباد

س: دل اور دماغ میں سے آپ کسے زیادہ اہمیت دیتی ہیں؟

ج: دونوں کی اپنی جگہ بڑی اہمیت ہے۔

س: وہ آئے اور اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی' بھلا کیوں؟

ج: کیونکہ لوڈشیڈنگ کا وقت ہوگیا تھا۔

س: نوٹ اور ووٹ میں کھوٹ کس میں ہوتا ہے؟

ج: دونوں بھائی بھائی ہیں۔

سیدہ عنبر اختر بخاری......چندی پور

س: ہیلو اپیا جانی! میں آگئی آپ سے ملنے' پر سجنو تسی ناں رخ موڑ کے بیٹھے او......

ج: تے ہو کی کراں......

س: شمی اپیا میں نے بے وفا انسانوں کی دنیا سے ناطہ توڑ کر پتھروں کی وادیوں میں بسیرا کرلیا ہے؟

ج: بہت اچھا کیا پر بڑی دیر کے بعد۔

تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

س: اپنا بنانا ہے' تمہیں دل میں بسانا ہے' آپ کو نہیں کہہ رہی ایسے ہی خوش نہ ہوجایا کریں؟

ج: آپ کی طرف سے ہمیں یہ گمان بھی نہیں اور جس کے لیے کہا ہے نا وہ تو چھٹی لے کر بھاگ بھی گیا۔

س: اچھی لگتی نہیں اس درجہ شناسائی بھی......؟

ج: عنبر کی چندی پور سے۔

س: آگئی آگئی آگئی......بتا بھی دو کون؟

ج: وہی نا......

عشرت سید محمد رمضان......حیدرآباد

س: آپی ہم دوستی میں سب سے مخلص ہیں کوئی ہمارے ساتھ مخلص کیوں نہیں ہوتا؟

ج: مخلصی کے معاملے میں ہر کوئی مفلس ہے۔

س: آپی اگر کسی کی دعا قبول نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

ج: اپنے اعمال کا جائزہ لے کر صبر کیا جائے۔

س: آپی اپنا لہو کہاں تلاش کریں' خون جگر ہونے تک؟

ج: میں کس کے ہاتھ پر اپنا لہو تلاش کروں
تمام شہر نے پہن رکھے ہیں دستانے

س: آپی کریلے میٹھے بھی ہوتے ہیں' کیوں؟

ج: ہاں نا ہمارے ہاتھوں کی تاثیر ہی ایسی ہی ہے۔

سونی علی......ریشم گلی مورو' سندھ

س: اپنا بچہ روئے تو دل میں دوسرے کا روئے تو سر میں درد کیوں ہوتا ہے؟

ج: اب یہ بس خواب باتیں ہوگی اب تو اپنے کے رونے پر پتا نہیں کہاں کہاں درد جاگ اٹھتا ہے۔

س: زندگی اک عجیب موڑ پر آگئی ہے اب کیا کریں ہم؟

ج: آپ فوری قریب ترین یوٹرن لے لیں۔

یاسمین کنول......پسرور

س: بہاروں کے بعد مچھروں کی آمد کیوں شروع ہوجاتی ہے؟

ج: مچھروں اور گرمیوں کا چولی دامن کا ساتھ جو ٹھہرا۔

س: انسان اپنی نیند کیسے پوری کرسکتا ہے؟

ج: مچھروں اور لوڈشیڈنگ سے دوستی کرکے۔

ناہید اختر میو......احسان پور

س: شمائل آپی! کیسی ہیں آپ؟ پہلی بار آپ کی محفل میں شرکت کررہی ہوں' خوش آمدید نہیں کہیں گی؟

ج: خوش آمدید۔

س: کہتے ہیں کہ دل توڑنا منع ہے مگر لوگ پھر بھی ایسا کیوں کرتے ہیں؟

ج: جو کام منع ہو وہ کرنے میں زیادہ مزا جو ٹھہرا۔

س: اچھی آپی اب اجازت دیں' اچھی سی دعا کے ساتھ؟

ج: خوش رہو۔

عائشہ پرویز..... کراچی

س: السلام علیکم! آپی کیا میں اندر آسکتی ہوں؟

ج: اندر آنے کے بعد اجازت طلب کررہی ہو میڈم!

س: ہر نئی چیز اچھی ہوتی ہے مگر دوست پرانا کیوں اچھا ہوتا ہے؟

ج: گہرا تعلق جو استوار ہوتا ہے۔

س: اگر کسی کو دیکھ کر دل دھڑکنا بھول جائے تو؟

ج: ہارٹ اسپیشلسٹ سے فوراً رجوع کرو۔

س: آپی عورت کی محبت میں مرد نے تاج محل بنوایا مگر مرد کی محبت میں عورت نے کیا بنوایا؟

ج: عورت نے اپنی ہستی کو فراموش کردیا۔

س: سعادت مند مرد جورو کا غلام کہلاتے ہیں اور سعادت مند عورت؟

ج: غلام کی جورو۔

صدف سلیمان..... شورکوٹ شہر

س: آپی اتنے ماہ شرکت نہیں کی آپ کو ہماری کمی محسوس نہیں ہوئی؟

ج: کی نہ محسوس یہ ہمارا دوپٹہ ایسے ہی تو نہیں بھیگ گیا بھئی۔

س: آپی محبت میں جدائی کیوں ہوتی ہے؟

ج: جدا تو ہر چیز سے ہی ہونا ہے محبت ہو یا دنیا۔

فضہ یونس..... گنگاپور

س: السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟

ج: وعلیکم السلام! الحمدللہ ٹھیک ہیں۔

س: آپی موت کو کن لفظوں میں یاد کیا جائے؟

ج: عبرت۔

س: ہمارے ملک میں بجلی کا اتنا اضافہ کیوں ہورہا ہے؟

ج: بجلی کا اضافہ یا لوڈشیڈنگ کا اضافہ۔

س: آپی خدا حافظ! اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

ج: آمین۔

مہرین آصف بٹ..... آزاد کشمیر

س: السلام علیکم! شمائلہ آپی کیا حال ہے' بڑی مصروف ہولفٹ نہیں دیتیں؟

ج: گرمی سے بے حال ہیں' لائٹ نہیں تو لفٹ بھی بند ہے۔

س: ہم بھی کسی سے کم نہیں اس بار آپ سے ملنے کا پکا بندوبست کرلیا ہے؟

ج: جی بالکل' نظر آرہا ہے۔

س: ہمارے سوالات آپ کو کیسے لگے؟

ج: ناقابلِ فہم۔

رابعہ عتیق..... گوجرانوالہ

س: السلام علیکم! شمائلہ آپی کیسی ہیں آپ؟

ج: ہمیشہ کی طرح حسین' خوب صورت اور.....اور

س: ہر مرد دوسری شادی اور دوسری والا تیسرا شادی کی خواہش کیوں کرتا ہے؟

ج: بقول رابنز انسان کی خواہشات لامحدود ہوتی ہیں نا اس لیے۔

س: شدید غصے میں بھی میں اپنے میاں جی کو دیکھ کر مسکرا کیوں جاتی ہوں؟

ج: اب ان کی شکل ہی ایسی ہے ہنسی تو آئے گی نا۔

س: خدا آپ کو ڈھیروں خوشیاں عطا کرے اور سب نیک تمنائیں پوری کرے' خدا حافظ۔

ج: آمین' ثم آمین اللہ۔

آپ کی صحت

ہومیوڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

صبا نوشہرہ سے لکھتی ہیں کہ میری ناک پر بھورے تل نکل رہے ہیں اور میری بہن کا رنگ سانولہ ہے۔

محترمہ آپ THUJA-Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین مرتبہ روزانہ پیا کریں اور بہن کو JODIUM IM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر پندرہ دن میں ایک بار دیں۔

سونیا پاکپتن سے لکھتی ہیں کہ میرے مسائل شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں اور HAIR GROWER کے لیے 600 روپے کل 1150 روپے کا منی آرڈر کردیں۔ آپ کو دونوں ادویات ارسال کردی جائے گی۔ کزن کو ALFALFA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے دیں۔

محمد علی گوندل ضلع فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ مجھے پیشاب کے بعد قطرے آتے ہیں میں نے اپنی صحت خود برباد کی ہے۔

محترم آپ STAPHIS GARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

عمر عباسی وعولہ سے لکھتے ہیں کہ کئی ماہ سے ایک بیماری کا شکار ہوں کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ NATRUM MUR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

صبا سونیا لکھتی ہیں کہ ہمارے سر کے بال گرتے ہیں لمبے بھی نہیں ہوتے امی کے بھی بال جڑ سے گرتے ہیں۔

محترمہ آپ 1800 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ آپ کو منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل پتا اور مطلوبہ دوا کا نام HAIR GROWER ضرور لکھ دیجیے گا وہ آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ استعمال کرنے سے بالوں کا مسئلہ حل ہوگا۔

ا۔ ج۔ دیوالیاں سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر دانے نکلتے ہیں داغ چھوڑ جاتے ہیں اور چہرے پر بال ہیں میری چھوٹی بہن کا قد چھوٹا ہے۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ پیا کریں اور بہن کو CALCIUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ دیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار دیں چہرے پر بال ختم کرنے کے لیے کلینک سے APHRODITE منگالیں 900 روپے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ انشاء اللہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

آمنہ بی بی بنکانہ صاحب سے لکھتی ہیں کہ میری کزن کا مسئلہ یہ ہے کہ اس کے سر کے بال 15 سال کی عمر میں سفید ہورہے ہیں۔ دوسرے میں نے 21 دسمبر کو بریسٹ بیوٹی کے لیے منی آرڈر کیا تھا دوا نہیں ملی۔

محترمہ آپ کزن کو JOBORANDI-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور HAIR GROWER استعمال کرائیں بریسٹ بیوٹی ارسال کیا جاچکا ہے امید ہے مل گیا ہوگا۔

ام اویس گجر خان سے لکھتی ہیں بوٹرس میں رسولی ہے اور چھوٹی بیٹی کے دائیں بریسٹ میں بڑی سی گلٹی ہے جو تین سال سے موجود ہے اور ایک بیٹی کا ماہانہ اخراج بہت زیادتی سے ہوتا ہے۔ میرے شوہر کو پٹھوں کی تکلیف ہے صبح اٹھنے پر پٹھے کھنچتے ہیں۔

محترمہ آپ AURUM MORNAT 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ بریسٹ کی گلٹی کے لیے CAC FLUOR 6 کی چار گولی تین وقت روزانہ دیں اور سیلان خون کی زیادتی کے لیے SABINA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں شوہر کو RHUSTOX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

سیماب تنویر شاہ کوٹ سے لکھتے ہیں کہ اپنی صحت خود اپنے ہاتھوں سے برباد کرلی ہے۔

محترم آپ STAPHISA GARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

محمد عثمان مغل اوکاڑہ سے لکھتے ہیں کہ بڑی امید سے آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔

محترم آپ STAPHIS GARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

شگفتہ نرگس خان پور سے لکھتی ہیں کہ لیکوریا بہت زیادہ ہوتا ہے۔ نزلہ شدید بلغم گلے میں گرتا ہے۔ چہرہ پر دانے نکلتے ہیں نسوانی حسن نہ ہونے کے برابر ہے۔ بال بھی گرنا شروع ہوگئے ہیں۔ خط کا جواب براہ راست دینا۔

محترمہ آپ AUMNA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن لیں مبلغ 1150 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر کردیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری حصہ پر اپنا مکمل نام پتا اور مطلوبہ دوا کا نام ہیئر گرور اور بریسٹ بیوٹی ضرور لکھیں یہ ادویات آپ کے گھر بھیج دی جائیں گی۔

خالد منظور سرگودھا سے لکھتے ہیں مجھے پیلا یرقان ہے۔

محترم آپ CHILIDONNIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

لبنیٰ عبید کراچی سے لکھتی ہیں کہ بہن کا ماہانہ نظام درست نہیں ہے۔ دوسرا مسئلہ میری آنکھوں کے گرد حلقے ہیں رنگ سانولہ ہوتا جارہا ہے کیا میں ہیئر گرور استعمال کرسکتی ہوں۔

محترمہ بہن کو PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ لیں اور JODUM IM کے پانچ قطرے پندرہ دن میں ایک بار لیں۔

ذکاء اللہ سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ میری ناک کا گوشت بڑھا ہوا ہے ہر وقت نزلہ رہتا ہے۔

محترم آپ TEUCRIUM 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

شمس الدین سکھر سے لکھتے ہیں کہ میری ناک کی ہڈی بڑھی ہوئی ہے بہت علاج کیے مگر فائدہ نہیں ہوتا برائے مہربانی علاج بتائیں۔

محترم آپ AGRAPHIS 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

بشریٰ عطاء اللہ سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے بال بہت گرتے ہیں دو منہ والے ہوگئے ہیں۔ دوسرے حلقے ہیں رنگ سانولہ ہے آپ کے ہیئر گرور سے متعلق پڑھا ہے وہ VP کردیں۔

محترمہ آپ JODUM-IM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر پندرہ دن میں ایک بار لیں اور HAIR GROWER کے لیے 600 روپے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں آپ کو ہیئر گرور گھر پہنچ جائے گا۔ VP سے کوئی دوا ارسال نہیں کی جاتی۔ منی آرڈر ہمیشہ کلینک کے نام پتے پر کیا کریں۔ پوسٹ بکس پر منی آرڈر ہرگز نہ کریں ورنہ ایک ماہ انتظار کرنا ہوگا۔

پوسٹ بکس کی ڈاک ایک ماہ تک جمع ہوکر ہمیں ملتی ہے۔

ام کلثوم گجرات سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 15 سال ہے ہم عمر لڑکیوں سے نسوانی حسن بہت کم ہے۔ کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SABALSERULATA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کردیں۔ BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اسے استعمال کرنے سے ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

عمارہ گل میانی سے لکھتی ہیں کہ مجھے کئی کئی ماہ تک اخراج نہیں ہوتا۔ جسم حد سے زیادہ پھیل گیا ہے سیلان الرحم کی شکایت بھی ہے۔

محترمہ آپ SENECIO 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیا کریں باقی تمام دوائیں بند کردیں۔

عمر فاروق کوٹ ادو سے لکھتے ہیں کہ آپ نے میرے لیے مختلف اوقات میں دو دوائیں لکھی تھیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا دونوں دوائیں ایک ساتھ استعمال کرنا ہے۔

محترم آپ صرف USTILAGO-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

شاہین فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے دانت خراب ہیں جڑوں سے کالے پڑگئے ہیں روز بروز خراب ہورہے ہیں۔

محترمہ آپ KREOSOT 30 کے پانچ قطرے لیں آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

ت ع چکوال سے لکھتے ہیں کہ خونی بواسیر کی شکایت ہے بواسیر بے حد زیادہ ہے۔

محترمہ آپ COLLENSONIA 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

م رمضان آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بہت بال ہیں سر کے بال بھی بہت گرتے ہیں اور نسوانی حسن نہ ہونے کے برابر ہیں۔

محترمہ آپ SABALSERULATA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور 2050 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل نام پتا اور مطلوبہ ادویات کے نام الیفرو ڈائٹ ہیئر گرور اور بریسٹ بیوٹی ضروری لکھیں یہ ادویات آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

س ا اڈہ پنواں سے لکھتی ہیں کہ میرا قد چھوٹا ہے اور ماہانہ نظام بھی خراب ہے۔

محترمہ آپ CALCIUM PH 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ لیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن لیں۔

مختار احمد سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ میرا وزن بہت بڑھ گیا ہے۔ مٹاپے سے پریشان ہوں غریب آدمی ہوں مہنگا علاج نہیں کرسکتا میری رہنمائی فرمائیں۔

محترم آپ PHYTOLACC-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مہناز شاہ کراچی سے لکھتی ہیں کہ موٹاپا ہے پیٹ بڑھا ہوا ہے سر پر پسینہ بہت آتا ہے۔

محترمہ آپ CALCCARB 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ پیدل زیادہ چلا کریں۔

نعیم قریشی کوہاٹ سے لکھتے ہیں کہ آپ جو نسخے لکھتے ہیں اگر وہ کسی کے مطابق ہو تو استعمال کرسکے ہیں یا خط لکھنا ضرور ہے۔

محترم یہاں ہم مختصر حال لکھ کر دوا تجویز کر دیتے ہیں۔ جبکہ خطوط میں مکمل کیفیت تفصیل سے لکھی ہوتی ہے۔ حسب حال دوا استعمال کر سکتے ہیں مگر بہتر یہ ہے کہ اپنی کیفیت مکمل لکھیں اس پر تجویز شدہ دوا استعمال کریں۔

معینہ شمشاد لاہور سے لکھتی ہیں کہ اسے کہتے ہیں چراغ تلے اندھیرا کینیڈا سے میری بہن نے آپ کے HAIR GROWER کے متعلق بتایا اس نے منگا کر استعمال کیا تو بال گرنا بند ہوئے اور لمبے گھنے ہو گئے۔ برائے مہربانی مجھے بھی ہیئر گرور ارسال کر دیں۔

محترمہ آپ کو HAIR GROWER ارسال کر دیا گیا ہے۔ استعمال کریں ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

اریبہ سلطان لاہور سے لکھتی ہیں کہ میں ہومیو پیتھک تھرڈ ائر کی طالبہ ہوں ہمارے کالج کی طالبات آپ کی صحت بہت شوق سے پڑھتی ہیں یہ ہم جیسے نو آموز ڈاکٹروں کی رہنمائی کے لیے بہت اچھا سلسلہ ہے۔ مریضوں کو صحت اور ڈاکٹروں کو رہنمائی ملتی ہے جناب مشتاق قریشی صاحب جنہوں نے آپ کو یہ موقع دیا ان کا اور آپ کا بہت شکریہ ادا کرتی ہوں ایک کیس لکھ رہی ہوں برائے مہربانی شائع کیے بغیر دوا تجویز کر دیں۔

محترمہ آپ مریضہ کو LACHISIS 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔ انشاء اللہ مریضہ صحت یاب ہو گی۔

موتی لعل سانگھڑ سے لکھتے ہیں کہ میری بیوی کے چہرے پر مردوں جیسے بال ہیں ہم بہت پریشان ہیں۔

محترم آپ 900 روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں۔ APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ اس کے استعمال سے چہرے کے فالتو بال ان شاء اللہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔

نورین شہزاد ایبٹ آباد سے لکھتی ہیں کہ بچوں کو دودھ پلانے سے نسوانی حسن قائم نہیں رہا۔ بہت زیادہ پریشان ہوں۔

محترمہ آپ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں۔ BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ اس کے استعمال سے ان شاء اللہ قدرتی حسن بحال ہو جائے گا۔

طاہر علی ضلع ہری پور نے رجسٹرڈ ڈاک سے خالی پرچہ ارسال کیا ہے۔ جس پر کچھ نہیں لکھا ہے اب میں اس کا کیا جواب دوں۔

محمد جاوید ہری پور سے لکھتے ہیں کہ میرا وزن 100 کلو ہے مٹاپے سے پریشان ہوں دوسرے چہرے پر پیمپ بھرے دانے نکلتے ہیں۔

محترم آپ PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔

مسز عمران گجرات سے لکھتی ہیں کہ مٹاپا ہے۔ بہن کے چہرے پر جھائیاں ہیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ لیں اور بہن کو BERBARIS AQIUF-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ دیں۔

محمد کاشف آپ 30 SALIXNIGRA کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ لیں۔

ملاقات و منی آرڈر کرنے کا پتا۔ صبح 10 تا 1 بجے۔ شام 6 تا 9 بجے۔ فون 021-36997059

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5' کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر 14-B نارتھ کراچی۔ 75850۔

خط لکھنے کا پتا۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75' کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

بلڈی پریشر کم کرنے کیلئے خربوزہ کھائیں

جن لوگوں کا بلڈ پریشر بڑھا رہتا ہے انہیں طبی ماہرین یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ پوٹاشیم سے بھرپور سبزیاں اور پھل مثلاً تربوز' خربوزہ اور سنگترہ کھائیں۔ امریکن ڈائیٹیٹک ایسوسی ایشن کی ترجمان ''لونا سینڈن'' نے کہا ہے کہ خربوزہ اور تربوز بالخصوص پوٹاشیم سے لبریز ہوتے ہیں۔ ایک عام سائز کے خربوزے کے چوتھائی حصے میں 800 سے 900 ملی گرام پوٹاشیم موجود ہوتا ہے جو روزمرہ ضرورت کا تقریباً 20 فیصد ہے۔ صحت کے لیے قابل قدر اس پوٹاشیم کے حصول کے لیے دیگر غذائیں بھی استعمال کی جاسکتی ہیں مثلاً خشک خوبانی' انجیر' کیوی فروٹ' کینو' کشمش' کھجور' پھلیاں' آلو' ٹماٹر اور گریپ فروٹ میں بھی پوٹاشیم موجود ہوتا ہے۔

ایک امریکی تحقیق کے مطابق پوٹاشیم سے لبریز غذائیں جسم میں موجود نمک کو بلڈ پریشر بڑھانے سے روکتی ہیں ان سے گردوں میں پتھری بننے کا خطرہ بھی کم ہو جاتا ہے اور ممکنہ طور پر عمر میں اضافے کے ساتھ ہڈیوں کے کمزور ہونے کا امکان بھی بڑی حد تک گھٹ جاتا ہے۔ خربوزے کے مزید فوائد یہ ہیں کہ اس میں بیٹا کیروٹین کی زیادتی کی وجہ سے اسے وٹامن A کے حصول کا بہترین ذریعہ تسلیم کیا جاتا ہے جس سے آنکھوں میں موتیا اُترنے کا خطرہ 39 فیصد کی حد تک کم ہو جاتا ہے۔ ایسی رپورٹس بھی منظر عام پر آئی ہیں کہ خوشبودار خربوزہ آنکھوں کے لیے گاجر سے زیادہ مفید ہوتا ہے۔ کنساس یونیورسٹی میں کی گئی ایک حالیہ تحقیق کے مطابق خربوزہ کھانے سے خصوصاً ان لوگوں میں پھیپھڑے کے سرطان کا خطرہ کم ہو جاتا ہے جو خود تو سگریٹ نہیں پیتے البتہ دوسرے سگریٹ نوشوں کا دھواں اپنے پھیپھڑوں میں اتارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

فضہ یونس..... فیصل آباد

چند مفید ٹوٹکے

برتنوں کے نشان مٹانے کے لیے:۔

برتنوں پر کوئی چیز ابالنے سے اندر کی طرف نشان پڑ جاتے ہیں جو اچھی طرح دھونے سے بھی نہیں جاتے اس لیے ابالنے سے قبل چند قطرے سرکہ کے ڈال دیں تو نشان نہیں پڑیں گے۔

زنگ کے داغ:۔

اگر کسی کپڑے پر زنگ کے داغ لگ جائیں تو لیموں کاٹ کر اس پر نمک چھڑکیں اور داغ والی جگہ پر رگڑیں' خشک ہونے پر واشنگ پاؤڈر اور پانی سے دھولیں۔ داغ پرانا ہو تو چاول ابالنے کے بعد جو پیچ نکلتی ہے گرم کھولتی ہوئی پیچ میں داغ والا حصہ ڈال دیں اور گھنٹہ بھر رہنے دیں داغ صاف ہو جائے گا۔

چاولوں کو محفوظ کرنے کا طریقہ:۔

نئے چاولوں میں نمک ملا کر رکھ دیا جائے تو ان میں کیڑا نہیں لگتا۔ سال بھر چاول پڑے رہیں تو وہ پرانے ہو کر خوب پکتے ہیں پھولتے بھی ہیں' ایک من چاولوں میں ایک کلو گرام نمک کافی ہے۔

شازیہ فاروق اخمد..... خان بیلہ

جلد کو صاف اور نکھارنے کے لیے

روزانہ رات سونے سے قبل ایلوویرا کا گودا چہرے پر کریم کی طرح لگائیں' چہرہ ایک ہفتے میں صاف شفاف اور چمک اٹھے گا' ان شاء اللہ۔

مقدس دل آویز..... اٹک

ٹوٹکے

کتابوں کا کیڑا نہ لگے

لیموں کے چھلکے کتابوں میں رکھنے سے کتابوں

میں کیڑا نہیں لگتا۔

ہچکی بند کرنے کے لیے:۔

ہچکی آ رہی ہو تو لونگ کھالیں، ہچکی بند ہو جائے گی یا پھر گنڈیریاں چوسنے سے بھی ہچکی بند ہو جاتی ہے۔

دانتوں کو چمکانا:۔

دانت چمکانے کے لیے لیموں کے چھلکے سکھا کر پیس لیں، ان میں نمک ملا کر رکھ لیں دانتوں پر ملنے سے دانت چمک جائیں گے۔

گلے کی خرابی:۔

اگر گلے کی خرابی میں آواز بیٹھ جائے تو ادرک میں تھوڑا سا نمک ملا کر کھالیں، آواز کھل جائے گی۔

عظمیٰ کنڈی.....گل امام

پیاز سے مختلف امراض کا علاج

کھانسی کے لیے:۔

پیاز کو پانی میں ڈال کر تھوڑا شکر ملائیں اور اتنا جوش دیں کہ شہد کے مانند ہو جائے۔ اسے مرتبان میں محفوظ کرلیں اور روزانہ غذا کے بعد ایک چمچ لیں اور بچے کو ایک چھوٹے چمچ سے روزانہ تین مرتبہ پلائیں۔

دمہ کے لیے:۔

پیاز کے عرق میں شہد ملا کر روزانہ صبح و شام ایک کپ پلائیں اور مسلسل ایک مہینہ استعمال کریں یہ نہایت مفید اور مجرب ہے۔

برص کے لیے:۔

پیاز کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے تین دن تک سیب کے سرکہ میں بھگو کر رکھ دیں پھر اس میں سے روزانہ ایک کپ مسلسل پئیں۔

کینسر کے لیے:۔

پیاز کے چھلکے کو اچھی طرح دھوپ میں سکھالیں اور ہم وزن پوس بلوط پیس لیں اور دونوں کو شہد میں ملالیں اور روزانہ ایک چمچ ہمراہ عرق گاجر لیں اسے مسلسل ایک مہینہ استعمال کریں اور ایک مہینہ تک پیاز کا پھارہ لیں۔

ٹوٹی ہڈی کے لیے:۔

گائے یا اونٹ (بالخصوص اونٹ) کی ہڈی کے گودا میں اور مغز میں پیاز ڈال کر شوربہ (سوپ) بنائیں اور روزانہ درمیان غذا سوپ کی طرح پئیں کیوں کہ یہ زبردست مقوی اعصاب ہے اور ہڈی ٹوٹنے کے زخم کو مندمل کرنے میں معاون ہے۔

بالوں کا گرنا:۔

روزانہ سونے سے پہلے عرق پیاز سر میں لگا کر مالش کریں اور صبح گرم پانی سے دھولیں یہ عمل بار بار کریں بال گرنا بند ہو جائیں گے۔

تیز ابیت کے لیے:۔

میتھی کے جوشاندہ میں عرق پیاز ملائیں اور شہد یا شکر سے میٹھا کریں اور روزانہ ایک مرتبہ پئیں۔ عام طور پر سرکہ ملایا ہوا پیاز بعد غذا استعمال کرنے سے یہ شکایت نہیں ہوتی ہے۔

دمہ کے لیے

اگر بلغمی دمہ ہو تو مٹی کے برتن میں ایک پاؤ گندم جلا کر کوئلہ بنالیں پھر اس میں ادھی جلی ہلدی آدھ ملا لیں جو باریک پسی ہوئی ہو۔ گندم کو اس کے ہمراہ باریک پیس لیں، دس پندرہ روز چھ ماشہ کھلاتے رہیں، شفا حاصل ہوگی۔

جسم میں چبھا ہوا کانٹا نکالنے کا طریقہ

جب جسم میں کانٹا چبھ جائے اور اس قدر اندر چلا جائے تو گھبرائیے مت، ذرا سا گڑ لیجیے اور پیاز لے کر اسے کاٹ لیجیے اور ان دونوں کو ملا کر اس جگہ باندھ دیجیے، کانٹا خود بخود باہر آ جائے گا۔

طیبہ نذیر.....شادیوال گجرات